ویمحص الذین اٰمنوا ویمحق الکٰفرین

الحمد للّٰہ والمنۃ

کہ دریں ایام فرخندہ فرجام نسخۂ متبرکہ مصنفۂ

اکملِ زمان و افضلِ دوران جناب قطب الاقطاب حضرت

سیّد قطب علی شاہ صاحب سلمہ اللّٰہ

(معروف بہ)

شوائظ البرقات فی ردّ رمی الجمرات

(و) رحمۃ المطرات لاہلِ السنۃ والجماعات

سنہ ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۲ء

بہ حسن سعی

لالہ پاری رام و امیر چند کتب فروشان موضع سندیلیانوالی ڈاکخانہ تلمبہ ضلع ملتان

مطبع کریمی سٹیم پریس لاہور میں چھپا

قیمت فی جلد ہے

فہرست کتاب شوائظ الرقات

تمت

اِشتہارِ عام

چونکہ حضرات شیعہ سے جو کوئی صاحب اِس کتاب کا جواب دینا چاہے
اُس کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ کہ جس قدر مؤلف کتاب نے کتب معتبرہ شیعہ
اثنا عشریہ سے بروایات نص و حدیث و اقوال ائمہ کرام کے اصحاب ثلاثہ کا ایمان
اور شان ثابت کیا ہے اوّل تو اُن سب کا حرف بحرف جواب باصواب دے کر پھر
اتنا یا اُس سے زیادہ ثبوت ہماری کتابوں سے مضبوط پیش کرے کہ جس سے
اِن صحابہ کے ایمان کا صریح نقصان ہو۔ تو بعد تصفیہ فریقین ثالث کے وہ
یک صد روپیہ مؤلف سے انعام پاوے گا۔ الا یہ بھی مژدہ دیا جاتا ہے کہ اگر
رحمی الجمرات وغیرہ کی طرح بغیر ثبوت صرف زبان سے برائے نام رد
ارقام کرے تو اس پر ہم یا ہمارے ہم مذہب کو ناحق توہین مذہب کے جرم
کا عدالت وقت میں استغاثہ دائر کرنے کا مجاز ہو گا فقط

العبد مُصنّف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَصَلَّى اللهُ عليه وَاٰلِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۞

امّا بعد آمین حمد رب العالمین و نعت سید المرسلین کی کہ یہ بندہ پُر خطا **سیّد قطب شاہ** ابن سید امام شاہ بخاری غَفَرَ اللّٰہُ ذُنُوْبَہٗ۔ ہر مسلمان اہلِ ایمان کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ تالیف کتاب ہٰذا کے دو سبب ہیں۔ ایک یہ ہے جو حضرتؐ نے فرمایا کہ اخیر ایام زمانہ میں تمام اُمّت میری چند گروہ ہو کر آخر کار سب فی النّار ہوگی مگر ایک اہل قرآن و صاحب شریعت با ایمان رہینگے۔ پس جب وہ زمانہ آیا اور حدیثؐ ظہور فرمایا تو عام تام اکثر خاندان بھی شریعت سے بدگمان و منحرف قرآن ہونے لگے اب اسی طرح تھوڑے ہی دنوں سے رفتہ رفتہ ہمارا خاندان بھی اس اخیر ایام کے دام میں آکر پھنس گیا۔ اس لئے بندہ نے خیال کیا کہ شاید یہ پند کسی کو سود مند ہو جائے یا پیچھے کوئی دیکھ کر عبرت پائے۔ دوسرا جواب سیّد مہدی علی خاں صاحب نے اپنی کتاب آیات بیّنات میں وہ کوئی حرف اور کلمہ نہیں لکھا کہ جس کا ثبوت خود شیعوں ہی کی کتابوں سے مضبوط نہ دیا ہو جس کا مولوی عباد حسین صاحب نے رد برائے نام رمی الجمرات رقام کیا۔ مگر آیت حدیث تو کیا کسی ادنےٰ روایت تک بھی کوئی ثبوت مضبوط تو نہ دیا صرف زبان درازی و نکتہ بازی سے اپنے مذہب کو راضی کیا۔ اس ناحق شناسی و بے انصافی کو دیکھ کر بندہ نے افسوس کھایا اور دل میں آیا کہ اس کے ایک ایک حرف کا جواب باثواب دوں۔ جب اس کا اوّل و آخر تک ملاحظہ کیا تو اُن سب لغویات کے لکھنے میں اپنی تضیع اوقات سمجھی مگر چونکہ ارادہ مصمم ہو چکا تھا اس لئے لاچار کچھ اُن موقعات کا لکھنا اختیار کیا کہ جہاں فضائل صحابہ کی بابت آیات حدیثیات پر مولوی صاحب نے اپنے دلائل لاطائل کر کے زیادہ انکار کا گرم بازار بنایا اور اپنے علم و عقل کا بھی سب جوہر دکھلایا۔ پس اب اُن گفتار مخاطب کے انکار کو ہم مشت نمونہ خروار لکھ کر اہل انصاف کو دکھلاتے ہیں۔ پھر اُن سب کی تردید کر کے اہل دید صاحب فہمید سے انصاف چاہتے ہیں۔ حالانکہ نہ بندہ کو چنداں علم کی طاقت نہ بحث کی لیاقت ہے لیکن اس فرمان خدا پر اطمینان کر کے اس میدان مناظرہ میں قدم رکھا جو حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقاً۔ یعنی آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹھ بیشک ہے جھوٹھ نکل بھاگنے والا اور
اس کتاب جدید کا بندہ نے ۱۳۱۳ ہجری میں تین حصے مجوز کر کے **شوائظ البرقات فی ردّ رمی الجمرات** نام مشتہر کیا حصہ اول جو آیات فضائل صحابہ پر شیعوں کے اعتراض ہیں انکی تکذیب میں حصہ دوم احادیث رسول و آئمہ مقبول پر جو ان کے دلائل لاطائل ہیں انکی تردید میں حصہ سیوم۔ ذکر قرطاس و خلافت اور فدک وغیرہ کی نسبت جو جو صحابہ پر شیعوں کے طعن ہیں اُنکے ابطال میں۔ پس یہ تحفہ انصاف منظر صراف ہے۔ کہ قدردان سچ اور جھوٹ کا میزان کریں واضح ہو کہ اسلام میں ایمان کے کامل دو نشان ہیں ایک توحید دوسری رسالت کہ توحید جسکی تمہید قرآن مجید ہے اس کی ہر سورت ہر آیت ہر کلمہ ہر حرف پر اس طرح ایمان ہو کہ اسکو بغیر شک و شبہ خاص کلام الٰہی جان کر اس کے تمام احکام کا پیرو ہو تا بس یہی توحید کی تمہید ہے۔ کہ اس کا انکار خاص توحید پروردگار کا انکار ہے۔ **دوم** رسالت پر ایمان کا یہ نشان ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے سچے پیغمبر ہیں۔ ان کے ہر فعل و فرمان اور احادیث پر کامل ایمان ہو اور اُن کی تمام آل اکرام و دوازدہ امام علیہ السلام تک ایک ہی نور رسالت کا ظہور جان کر بندہ ہمیشہ اُن کی محبت میں مسرور رہے۔ اور حضرت کی سب ازواج مطہرات کو طیبات جانے۔ اور سب اُن کے یار اصحاب کبار پر لیل و نہار جان نثار ہو کر ہر اولیاء خدا پہ فدا ہو کیونکہ یہ سب اجزاء رسالت کی بنا ہیں کہ ان سب سے ایک کا بھی منکر رسالت کا منکر ہے۔ اسی واسطے حضرت نے فرمایا کہ میری اُمت میں تہتر فرقے ہو جائینگے۔ جن میں سے ایک ناجی اور سب ناری ہونگے اب سوچنا چاہیے کہ جن کا ان سب پر ایمان ہے وہ باایمان ہے اور جس نے ان سے ایک میں بھی کچھ خلل و انکار کیا تو وہ بدکار توحید و رسالت دونوں کا منکر ہو کر فی النار ہوا منجملہ ان فرقہ ہاء کے دو فرقہ زیادہ جاری ہیں۔ ایک اہل سنت و جماعت دوسرا اہل تشیعہ یہ دونوں اپنے مذہب کو ناجی اور دوسرے کو ناری سمجھتے ہیں۔ پس اب با انصاف ان دونوں مذہب کو دیکھنا چاہیئے کہ آیا توحید قرآن مجید و سب ارکان رسالت بیان شدہ پر کس مذہب کا پورا پورا اور ٹھیک ٹھیک عمل و عقائد ہے۔ اور کون ان کا محرف و برخلاف ہے۔ چنانچہ اوّل مذہب (ف) اہل سنت سے دیکھا گیا تو اُن کا توحید قرآن مجید پر تو اس طرح ایمان ہے کہ اس کو خاص کلام الٰہی جانتے ہیں۔ اُس میں کچھ شک و شبہ نہیں مانتے بلکہ اس کی محبت میں ایسے محو ہیں کہ اکثر اس کے ایک ایک حرف یاد کرنے میں اپنی تمام عمر صرف کر دیتے ہیں اور بہت محنتیں و مشقتیں اٹھا کر سینکڑوں سے ہزاروں اور لاکھوں سے کروڑوں تک حافظ ہیں اور رسالت کی آئین پر بھی الیسا یقین کہ حضرت محمد مصطفےٰ رسالت پناہ کے ہر فعل و فرمان اور احادیث پر قرآن کی طرح ایمان ہے۔ اور اُن کی آل مجید کی محبت بھی ایسی ہر زید کہ ہر تمام خاص و عام کو دلجب التعظیم

سمجھتے ہیں اور دوازدہ امام علیہ السلام تک اپنے دین کے راہ متین جانتے ہیں۔ اور سب حضرت کی ازواج مطاہرین کو ام المومنین کہتے ہیں اور جناب رسالتمآب کے ہر اصحاب کی اطاعت کو راہ نجات جانتے ہیں تاکہ تمام اولیاء اکرام کو بھی اپنے راہ نما و پیشوا جان کر ان سب کا دشمن خدا کا دشمن سمجھتے ہیں۔ کہ ان سب بزرگوار رسالت کے انوار پر لیل و نہار اس طرح درود بمقصود بھیجتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَصْحَابِہٖ کُلِّھِمْ مُؤْمِنِیْنَ اَجْمَعِیْنَ۔ اب ذرا (ف) حضرات شیعہ کا بھی کچھ حال باجمال سنیئے کہ یہ صاحب تو ایک اصحاب ثلاثہ کی عداوت و دشمنی کے سبب توحید قرآن مجید و سب رسالت کی تمہید کے اسطرح منکر ہیں۔ چونکہ اکثر قرآن مجید میں ان اصحاب کبار کی فضیلتیں بسیار ہیں اس لئے قرآن خدا کے فرمان پر تو ان کا اس طرح انکار ہے کہ جب کسی اہل سنت کے علماء نے وہ اصحابہ کے فضائل پیش کئے تو ان حضرات نے اول تو ان آیات کو محرف کیا اور معنے بدلے اگر کسی علماء نے اس پر مؤاخذہ کیا تو پھر اس کو بیاض عثمانی بتلایا اور کہا کہ یہ قرآن غلط ہے جو حضرت عثمان نے اس میں نقصان کیا ہے۔ اسی واسطے تو کہتے ہیں کہ وہ قرآن مجید چالیس سیپارے کا اور ہے جو امام مہدی علیہ السلام کے پاس ہے۔ پس ان کا خدا کی تمہید قرآن مجید پر تو اس طرح ایمان ہے تب ہی تو اس خاندان میں کوئی حافظ قرآن نہیں ہے۔ **دوم** ذرا رسالت کو بھی دیکھئے کہ انہوں نے نبوت مصطفےٰ کا بھی کیسا حق ادا کیا ہے چونکہ حضرت نے بھی اسی طرح ہزارہا حدیثیں ان اپنے یار اصحاب کبار کی شان میں بیان فرمائی ہیں۔ اس لئے اُن تمام احادیث صحاح ستہ سے تو یہ بالکل منکر ہو گئے بلکہ اُن کے محدثین امام بخاری و امام مسلم وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم جنہوں نے بڑی محنت اور کوشش کر کے صرف حضرت کے فعل اور فرمان کی محبت میں اپنی تمام عمر کو صرف کر دیا اور ایک ایک حدیث صحاح کو باوضو دوگانہ ادا کر کے تحریر کیا تو اس کے عوض یہ حضرات اُن پر بجائے رحمت کے لعنت بھیجتے ہیں اور حضرت کی ازواج مطاہرین جو اُم المومنین ہیں جن کی پاکی خدا قرآن مجید میں بیان فرماتا ہے چونکہ وہ اکثر ان صحابہ کی دختریں ہیں اس واسطے یہ اُن کو بھی منافقہ اور کافرہ کہ کر تبرّہ کرتے ہیں۔ اور سب اصحاب عالیجناب جو ہر مہم و غم میں حضرت کے یار غمخوار تھے کہ جنہوں نے حضرت کے پیچھے اپنے وطن اور گھر مال و عیال چھوڑ کر ہجرت کو اختیار کیا اور جنہوں نے اپنی دولت و دنیا حضرت پر نثار کر کے ایسی امداد دی کہ ہزارہا کفار کو فی النار کر دیا اور ہر جا کلمہ دین کا بلند کیا۔ چونکہ ان صحابہ نے بھی خلفاء ثلاثہ کی متابعت کی تھی اور اکثر ان کی فضیلتوں میں راوی حدیث بھی تھے۔ اس واسطے یہ حضرات ان سب صحابہ کو ہر اوقات دن رات لعنت و تبرّہ سے یاد کرتے ہیں کہ جس لعنت کو سعادت بلکہ افضل العبادت سمجھتے ہیں۔ اور تمام اولیاء اکرام جو خاص نور رسالت کا ظہور ہیں کہ انہوں نے بھی اکثر اپنی کتاب و کلام میں اُن صحابہ کی فضیلت ارقام کی ہے۔

(ف) توحید رسالت پر شیعوں کا عقائد۔

اس لئے اُن کو بھی معاذ اللہ منافق اور کافر کہ کر تبرہ کرتے ہیں۔ باقی رہا کچھ اہلبیت اور دوازدہ امام
علیہ السلام کہ جن کی محبت کا یہ ہر سے بڑھ کر دعوی کرتے ہیں ذرا ان کا بھی کچھ حال باجمال سنئے کہ ان بزرگوار
نے بھی خدا اور محمد مصطفے کی طرح اکثر ان خلفاء رضی اللہ عنہما کا شان بیان فرمایا ہے۔ اس واسطے یہ مذہب
اول تو چند گروہ ہو گیا اکثر اہل اسلام تو ان کا ۷۳ فرقہ ارقام کرتے ہیں مگر ہم اس مقام پر اختصار چاہتے
ہیں کہ بعضے شیعہ سہ امامیہ ہیں یعنی امامین امام علیؓ و حسنینؓ کو مان لیا باقی پر معاذ اللہ تبرہ کیا اور بعضے
شش امامیہ ہیں کہ حضرت صادق علیہ السلام تک مانتے ہیں اوروں کو لائق تبرہ جانتے ہیں اور اسی طرح بعضے
نو امامیہ ہیں اور ایک فرقہ وہ بھی ہے کہ جنہوں نے جناب امیر کو پیغمبر قرار دیا اور وحی کا آنا حضرت
محمد علیہ السلام پر سہواً بیان کیا۔ علیٰ ہذا القیاس اسی طرح انہوں نے تمام آئمہ اکرام و پیغمبر علیہ السلام کو
بھی برا کہنے سے منہ نہ موڑا اور نہ کسی کو تبرہ سے خالی چھوڑا۔ اور ایک فرقہ شیعہ اثنا عشریہ ہے کہ
جس کا ہر فرقہ پر نا اوروں پر اعتراض ہے۔ لیکن ان جناب نے بھی محبت کے حجاب میں ہو کر اہلبیت
علیہ السلام و تمام آئمہ کرام کی ایک عجیب طور سے توہین و تکذیب کی ہے **اول** تو اُن کے جس قول میں
اصحاب ثلاثہ کے فضائل ہیں یا اُس سے بالکل منکر ہو جاتے ہیں اور اس کو احاد وغیرہ کہ کر جھٹلاتے ہیں۔
جب کسی علماء اہل سنت نے کوئی اُس کا اور ثبوت مضبوط دیا تو پھر اُس میں اپنی دلیل کی تاویل بڑھا
کر اس کا معنے تبدیل و تغیر کیا پھر جس کو اور کوئی موقعہ نہ ملا تو امام علیہ السلام کو تہمت تقیہ کا الزام دیا۔
دوم یہ حضرات اصحاب ثلاثہ کے دشمن ہونے کی غرض سے اہل بیت رسول اللہ کے حق میں اس طرح
ہتک اور ذلت کی باتیں بنا کر لوگوں کو سناتے ہیں کہ جن کو تو کوئی کسی ادنے آدمی کے حق میں بھی کہہ
نہیں سکتا یہاں تک کہ ان کی نقل کرنے کو بھی ہمارا تو دل کانپتا اور جی دھڑکتا ہے۔ مگر نقل کفر کفر نباشد
ازانجملہ اُن کے حق الیقین وغیرہ میں ہے کہ جب خلفاء ثلاثہ نے غصب خلافت کر لی تو جناب امیر
علیہ السلام۔ اپنے دونوں شہزادوں کی انگلی پکڑ کر پیچھے خاتون قیامت علیہا الرحمت لئے ہوئے
ہر گھر میں پھرتے تھے مگر کسی مسلمان نے امداد نہ دی اور اسی حق الیقین کے تین طعن میں ہے کہ عمرؓ
نے ابابکر سے کہا کہ کیوں تو آدمی نہیں بھیجتا کہ علیؓ اور اس کے چند آدمیوں کو پکڑ لاوے پھر لکھا
ہے کہ عمرؓ غضب میں آیا اور اہل بیت کے دروازے پر لکڑیاں جمع کرا کے آگ لگوا دی اور فاطمہؓ نے
فریاد کی عمرؓ نے قبضہ خنجر کا آنحضرتؐ کے پہلو پر مارا حضرت امیر نے تلوار کھینچی عمرؓ نے ہاتھ سے چھین
لی پھر جناب امیرؓ کے گلے میں رسی ڈالکر گھسیٹتا گھر سے باہر لایا اور قبضہ در کو اکھاڑ کر پہلو فاطمہؓ پر
مارا کہ اُس صدمہ سے استخوان مبارک ٹوٹ گئی اور فرزند کہ جس کا نام شکم میں امام محسن رسول اللہ نے رکھا

تھا ساقط ہوا۔ اور اسی طرح صاحب احتجاج نے بھی لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ اس مجمع میں شامل تھیں
جو جناب امیرؓ کو گھسیٹ کر اندر سے باہر لے چلے۔ حضرت فاطمہؓ منع کرتی تھی یہانتک کہ جب دروازہ کے
قریب پہنچے تو جناب فاطمہؓ نے ایک ہاتھ سے اپنے شوہر کا دامن پکڑ لیا دوسرے ہاتھ میں چوکھٹ در کی پکڑی
تب بھی وہ باز نہ آئے۔ اور بھی اسی طور کے تو بہت افترات اور لغویات ان کی کتابوں میں درج ہیں کہ
جن کا کتب اہل سُنّت میں کوئی اثر نہیں ہے۔ اے دین کے صراف بنظر انصاف دیکھو اور ان مفتریوں
کے افترات کا ملاحضہ کرو کہ یہ کیسے کیسے کلمات واہیات اہل بیت رسول اللہ کی شان میں بیان کرتے
ہیں اور کس طرح اہل بیت کی ہتک اور توہین کر کے لوگوں کو سناتے ہیں کہ جن کو کوئی گنوار بھی اپنے بزرگوں
کی نسبت ایسے تسلیم نہیں کر سکتا۔ توبہ توبہ معاذ اللہ رد بر داس شیر خدا لافتا کے حضرت سیدۃ النسا
بنتِ رسول اللہ کو کوئی ایسا صدمہ پہنچائے کہ جس سے استخوان مبارک بھی ٹوٹ کر بچہ ساقط ہو جائے
اس سے اور زیادہ ہتک کس کو کہتے ہیں۔ اور تمام بلوہ عام میں جناب بتول بنت رسول کا بے حجاب فریاد
کرنا اور اپنے شوہر کا دامن پکڑنا یہ کیسی ذلّت اور شرم کی بات ہے اور جناب امیر کا بھی ایسا
عاجز ہونا کہ غیر لوگوں سے مدد لینے کیلئے اپنے اہل بیت کو لے کر ہر گھر در بدر پھرے اور اپنی اہلیہ کو
بھی ظالم کے ظلم سے بچا نہ سکے گو تلوار ذوالفقار بھی کھینچی تو وہ بھی دشمن نے چھین لی اور جب آپکے
گلے میں عمرؓ رسی باگر گھسیٹتا تھا تب بھی کچھ نہ کر سکے۔ اس سے اور زیادہ عاجز و ذلیل ہونے کی کونسی دلیل ہے۔
اے شیعو! خدا سے ڈرو اس طرح اہل بیت رسول اللہ کی ہتک اور توہین نہ کرو بھلا ان تمہارے مضلین
جھوٹی تلقین پر تو کوئی جاہل بھی یقین نہیں کرتا اور نہ ایسے پاک ذات کی نسبت کوئی ایسے کلمات کہہ سکتا
ہے۔ حضرت ان سب تمہارے بہتان بدگمان کا تو ہم ابھی آپ کو خوب دندان شکن گردن زن جواب
دیتے لیکن یہ مکان بحث کا نہیں ہے آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ موقعہ مطعن میں ان سب کا جواب باثواب دیا
جاویگا چنانچہ اس حال پر یہ بھی نقل دال ہے۔ کہ کسی شیعہ نے اہل سنت کے علماء سے پوچھا کہ آپ حضرت
علیؓ کی تعریف تو کیجئے۔ علماء باصفاء نے جواب دیا کہ تو شیعوں کے علیؓ کا حال پوچھتا ہے یا اہلسنت کے علی کا
سائل نے گھبرا کر کہا کہ میرے نزدیک تو ایک ہی علیؓ ہیں۔ علماء نے ہنس کر فرمایا کہ رافضیوں کے علیؓ خیالی
ہیں۔ جو نابود بے وجود ہیں وہ ہمیشہ مغلوب رہا کرتے تھے اصحاب ثلاثہ سے ڈرتے تھے اپنی خلافت کھو بیٹھے
یہانتک کہ آپ کی اہلیہ کو بھی دشمنوں نے زخمی کیا اور خانہ تک جلا دیا تب بھی کچھ نہ کیا۔ اور فی الواقع
اہل سنت کے امام علیؓ علیہ السّلام وہ ہیں کہ جن کا لقب اسم بامسمّی اَسَدُ اللہِ الغَالِب عَلیٰ کُلِّ غَالِب مُظہِرُ العَجَائِب
والغرائب حیدر کرار قاتل کفار۔ لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِی لَا سَیفَ اِلَّا ذُوالفِقَار جس نے ایک دم میں قلعہ

میں قلعہ خیبر کو اُکھاڑا اور جنات وغیرہ کو مارا کفر کو ایک ہی نگاہ میں فنا کرنے والے دین مصطفےٰ کے بنا کرنے والے یغرض جن کے اسم صفات سے خوبیاں اسم ذات کی ظاہر و باہر ہیں پس ان دونوں طور کو غور سے دیکھنا چاہئے کہ آیا کون اہل بیت رسول اللہ کی صفت و ثنا کرتے ہیں اور کون بے دین بالیقین انکی ہتک و توہین کر رہے ہیں۔ اور بھی کس مذہب کا توحید قرآن مجید و تمام رسالت کی تمہید پر ایمان ہے۔ اور کون ان سب کا بے فرمان و بدگمان ہے ۔تعجب تو یہ آتا ہے کہ اس طرح اہل بیت کی ہتک و توہین کر کے پھر بھی یہ آپ کو مؤمنین کہلاتے ہیں۔ نہ تو خدا کے قرآن کو صحیح سمجھتے ہیں نہ کچھ حضرت کے فرمان کو سچ جانتے ہیں نہ کسی امام کی کلام ہی کو مانتے ہیں بلکہ جہاں تک ہو سکتا ہے ان سب کو جھٹلاتے چلے جاتے ہیں۔ پھر کس منہ سے یہ آپ کو مومن اہل بیت بناتے ہیں اور شیعہ پاک کہلاتے ہیں ؎ ع۔ برعکس نہند نام زنگی کافور۔ اگر اس ہماری تقریر و تحریر شدہ میں کسی کو کچھ شک و شبہ ہو تو انشاء اللہ تعالےٰ عنقریب موقعہ بحث میں یہ سب اقوال مفصل حال سنائے اور دکھلائے جاویں گے۔ اے بھائیو خدا سے ڈرو کچھ ایمان کا پاس کرو۔ قرآن خدا کے فرمان کو بے شبہ کلام الٰہی جانو اور اس آیت شریفہ کا امر مانو کہ دیکھو حق تعالےٰ فرماتا ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولُوا الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۔ یعنی اے لوگو متابعت کرو اللہ کی و متابعت کرو اللہ کے رسول کی اور متابعت کرو صاحب امر کی۔ کیوں صاحب آپ کی سمجھ میں قرآن کا منکر ہونا واطیعو اللہ کا یہی معنے ہے اور حضرت کی ازواج و اصحاب کو بُرا کہنا اور اس کی احادیث کو آحاد وغیرہ کہہ کر جھٹلانا کیا واطیعو الرسول کا یہی حق ہے۔ اور آئمہ علیہ السلام کے اقوال و کلام کی تحریف و تکذیب کرنا اولی الامر کی متابعت اسی کا نام ہے حضرت یہ ہماری سمجھ میں فرق ہے یا آپ کی عقل پر تعصب کا پردہ ہے کہ قرآن و حدیث رسول علیہ السلام اور اس کی ازواج و اصحاب جو یہی خاص توحید و رسالت کی تمہید ہے ان سب کا منکر ہونا واطیعو اللہ واطیعو الرسول اسی کو کہتے ہیں کچھ تو خدا کی توحید و حضرت رسالت کا لحاظ کرو اور ان کی تکذیب سے ڈرو تعصب کو چھوڑ و اصحاب ثلاثہ کی عیب جوئی و بدگوئی سے مُنہ موڑو ہاں (ف) جو کچھ اُن کے قصور و شتور آپ کے زعم باطل میں ظہور ہیں وہ بدگمان تو سب کے سب لغو اور بہتان ہیں بلکہ وہ اصحاب کبار تو حضرت کے ایسے یار وفادار تھے کہ جنہوں نے ہر سے پہلے ہی اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو چھوڑ دیا اور اپنی جانوں اور مالوں کو نہایت خوشی سے حضرت پر فدا کیا اپنا قدیمی دین و تمام کنبے قبیلے کے لوگ چھوڑ کر حضرت کے ساتھ ہجرت کو اختیار کیا اور خدا کی راہ میں ہزاروں مصیبتیں اُٹھا کر جہاد کئے تا کہ آخر دم تک رسول علیہ السلام و اُن کی اہلبیت اکرام کے خاص فرمانبردار و خدمت گذار رہ کر کسی امور خدا اور رسول میں کوئی قصور نہ کیا بلکہ اس خاندان نبوی کو تو وہ اس طرح جانتے اور مانتے تھے کہ ایک روز حضرت امام حسن علیہ السلام

(ف) فضائل صحابہ کا بیان

مسجد میں بیٹھے تھے اور آپ کا غلام باہر دروازے مسجد پر کھڑا تھا اتنے میں حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ اس مسجد کو آتے تھے۔ غلام نے دیکھ کر امام سے کہا کہ یا حضرت خلیفہ رسول علیہ السلام آرہے ہیں آپ کو خبر ہو آنجناب نے کوئی جواب نہ دیا پھر دوسری مرتبہ بھی غلام نے کہا تب بھی امام علیہ السلام اُسی طرح بیٹھے رہے پھر غلام نے باواز بلند پکارا کہ حضرت خلیفہ صاحب آگئے ہیں آپ کو معلوم ہو تب امام نے کچھ تیز طبع ہو کر فرمایا کہ کیا خلیفہ رسول ہیں تو ہمارے غلام ہی ہیں اتنے میں خلیفہ صاحب بھی مسجد کے دروازے پر آگئے اور یہ امام کی کلام سُنی تو دست بستہ کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ حضرت آپ بیٹھے رہیں مگر میرے ساتھ یہی وعدہ فرماؤ کہ میں قیامت کے دن بھی اسی طرح کہونگا کہ یہ ہمارا غلام ہے پھر مجھے کوئی خوف نہیں ہے۔ دیکھو جن کا اس طرح ایمان ہو تو پھر اُن پر کون بدگمان ہو سکتا ہے اگر معاذ اللہ اُن کے اسلام و ایمان میں کچھ بھی قصور و فتور ہوتا تو خدا تعالے جو ظاہر و باطن اول و آخر کا جاننے والا ہے کبھی اپنے قرآن میں انکے فضائل بیان نہ فرماتا۔ اور نہ حضرت بھی اُن کے بہشتی ہونے کی خبر دیتے نہ آئمہ علیہ السلام بھی اُن کے ایمان کی تصدیق کرتے۔ اگر اس ہماری تلقین پر آپ کو یقین نہ ہو تو ذرا کچھ آیت حدیث کو بھی دیکھ لو کہ ان سب حضرت کے یار اصحاب کبار کا اسلام و ایمان اور ان کا بہشتی ہونا بھی خدا اور رسولؐ کس طرح فرماتے ہیں چنانچہ اول تو ہم توریت و انجیل کی بھی تمثیل قرآن سے بیان کر کے اُن کا ایمان اور شان ہر کس کو عیاں کر دکھلاتے ہیں آیت اول۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰاۃِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ۔ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ ۔ ترجمہ یعنی محمدؐ ہے رسول اللہ کا اور جو لوگ ساتھ اُسکے ہیں یعنی اصحاب سخت ہیں اوپر کفار کے اور رحم دل ہیں درمیان اپنے دیکھتا ہے تو انکو کہ وہ رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے چاہتے ہیں فضل اللہ کا اور رضامندی اُس کی نشانی اُنکے چہرہ پر ہے اثر سجدہ سے یہی ہے صفت اُن کی بیچ توریت کے اور اسی طرح ہے صفت اُن کی بیچ انجیل کے جیسا ایک چھوٹا سا دانہ پس قوی کرے اُسکو یعنی اول اس میں اپنے نکلتے ہیں پھر وہ موٹا ہو کر بڑا درخت ہو جاتا ہے کہ دیکھنے والا تعجب کرتا ہے۔ تاکہ غصے میں لاوے اللہ بسبب اُن مسلمانوں کے کافروں کو اس آیت شریفہ سے صحابیوں کے چند فضائل ثابت ہوئے۔ اوّل تو حق تعالے صحابہ کی شجاعت کا بیان فرماتا ہے کہ وہ سخت دل اور بہادر تھے کافروں پر۔ دوسرا رحم دل تھے آپس میں یعنے کسیطرح کا انکو آپسمیں کوئی کینہ رنج و فساد نہ تھا تیسرا۔ خدا کی بندگی و عبادت کا بھی ایسا حق ادا کیا کہ اُنکے چہرے پر سجدے کے اثر تھے چوتھا معلوم ہوا کہ وہ جو جہاد اور عبادات وغیرہ کرتے تھے تو بغیر ریا محض رضامندی اللہ کے واسطے نہ کچھ خواہش مال

نہ طمع دنیا تھا۔ پانچواںؔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرتؐ کے یار اصحاب کبار اس قدر بے شمار تھے کہ جن کو کافر دیکھ کر غیظ میں آجاتے تھے۔ چھٹا یہ بھی ثابت ہوا کہ ان اصحاب عالیجناب کے فضائل اور شان تو اس طرح توریت وانجیل میں بھی بیان ہیں۔ پس اگر ان فضائل صحابہ میں کوئی شک و شبہ کرے تو وہ سب کتب سماوی کا منکر ہے۔ اے بھائیو خداوند کریم نے صحابہ کی کثرت اور تعظیم میں کیسی مثالیں دی ہیں کہ اوّل اسلام ذرہ ایک دانہ کے تھا پھر صحابیوں کی کثرت سے بڑھتا بڑھتا لشکر کے لشکر بن گئے۔ کہ کفار جس کی کثرت کو دیکھ کر تعجب میں جلتے اور مرتے تھے۔ پس جن کے حق میں خداوند نے پیشین گوئی فرمائی پھر جو کوئی اُنکی عیب جوئی اور بدگوئی کرے تو وہ ظاہر گمراہ دشمن خدا ہے۔ **دوسری آیت**۔ اس آیت میں حق سبحانہ وتعالےٰ صحابہ کی فضیلتوں اور ان کی بزرگیوں کو بیان فرماتا ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ترجمہ یعنی تم بہترین امت سے ہو کہ میں نے تم کو اوروں سے بہتر کیا کہ تم اور لوگوں کو نیک کام سکھلاتے ہو اور بُری باتوں سے منع کرتے ہو اور تم سچے دل سے خدا پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو بہتر ہوتا اُن کے حق میں اور بعضے اُن اہل کتاب میں مومن ہیں اور فاسق۔ پس اس آیت شریفہ میں حق تعالےٰ نے صحابہ کے تین فضائل بیان فرمائے۔ اوّل اُن کو سب اُمّت سے بہتر فرمایا۔ دوم۔ سب کا اُن کو راہ نما بنایا کہ تم اوروں کو نیک کام سکھلاتے ہو اور بُرائی سے بچاتے ہو۔ سیوم۔ اُن کا سچا مومن اور ایماندار ہونا بھی جناب باری خود تصدیق فرماتا ہے۔ پس جن کو خدا سب امت سے بہتر فرمائے اور سب کا راہ نما بنائے اور جن کے ایمان کا بھی پروردگار خود اقرار کرے تو پھر ان کو کون بدتر اور گمراہ کہہ سکتا ہے **تیسری آیت** فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ترجمہ۔ پس وہ لوگ کہ جنہوں نے ہجرت کی اور میرے پیچھے اپنے وطن اور گھر کنبے قبیلے کو چھوڑا۔ اور جن کو میرے اوپر ایمان لانے پر تکلیفیں پہنچیں تو میں بھی ان ایمان والوں پر بڑی مہربانی کروں گا اور اُن کی سب بھول وچوک معاف کرونگا۔ اور اُن کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دونگا اور ان کو بہشتوں میں داخل کرونگا کہ جنکے نیچے نہریں چلتی ہیں جہاں اُن کو نہ کچھ غم نہ رنج نہ فکر رہے گا۔ اور اُن کو ایسا ثواب اپنی طرف سے دوں گا کہ ان کے اعمال سے بڑھ کر اُن کو درجہ عطاء کروں گا۔

اس آیت شریفہ میں جناب رب العالمین اصحاب مہاجرین کی اس طرح تعریف فرماتا ہے۔ ایک تو ان کے گناہوں اور سب بھول چوک کو معاف کرنے کا اُن سے وعدہ کیا۔ دوسرا اُنکا قطعی بہشتی ہونا بیان فرمایا پس اب جو ان اصحاب کبار کو کوئی معاذ اللہ بدکار یا اہل نار کہے تو پھر اس کو سوائے گمراہ منکر خدا کے اور کیا کہا جاوے۔ چوتھی آیت وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۵ ترجمہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ جو لوگ سب سے اول مہاجر و انصار اور جو لوگ ان کی متابعت کرنے والے ہیں میں اُن سے راضی وہ مجھ سے راضی ہیں کہ تیار رکھی ہے واسطے اُن کے بہشت جو بہتی ہیں اُنکے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ اس آیت میں پروردگار سب اصحاب کبار مہاجر و انصار کی نسبت اپنی رضامندی کو ظاہر فرماتا ہے اور ان کی پیروی کرنے والوں کو بھی جنت کی خوشخبری سناتا ہے۔ اب کون مسلمان ہے جو ان صحابہ کے بہشتی ہونے سے کچھ بھی ذرہ بدگمان ہو۔ پانچویں آیت۔ فتح مکہ کیواسطے جب کہ سب صحابہ نے درخت کے نیچے حضرت سے بیعت کی تب حق تعالے نے یہ آیت اُن صحابہ کی شان میں بیان فرمادی لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۵ ترجمہ یعنی تحقیق راضی ہوا اللہ تعالے اُن ایمان والوں سے کہ جنھوں نے درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کی پس جان لیا خدا نے اُن کے دلوں کا اخلاص یعنے اُن کا سچا ایمان پس بھیج دی اللہ نے تسکین اُن کے دلوں پر اور عوضہ دیا ان کو فتح نزدیک کا اور آئندہ بڑی بڑی فتوحات اور غنائم یعنے روم اور پارس وغیرہ کا وعدہ فرمایا پس حضرت کے یار اصحاب کبار کے فضائل اس آیت سے بہبار حاصل ہوئے۔ اول جن صحابیوں نے وہ بیعت کی تھی اُن سب پر خدا کا راضی ہونا ثابت ہوگیا۔ دوسرا ان کا خالص ایمان ہونا تصدیق ہوا۔ تیسرا ان کے دلوں پر اللہ نے اپنی سکینت بھیج دی کہ جس سے ہمیشہ ان کا ایمان با مان ہوا۔ چوتھا جو ان سے فتوحات اور غنیمتوں کا وعدہ فرمایا تھا پورا کیا۔ اب سوا منکر قرآن بدگمان کے اور کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اصحاب کبار جو بیعت میں سینکڑوں شمار تھے ان پر خدا ناراض ہو یا وہ ایمان سے بے بہرہ تھے یا دل ان کے خالص نہ تھے نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ چھٹی آیت شان نزول اس کا یہ ہے کہ جب بدر کی لڑائی فتح ہوئی مشرک قید میں آئے تب حضرت نے صحابہ سے مشورہ

یہ آیت پارہ ۱۱ پاؤ اول میں ہے

یہ آیت پارہ ۲۶ پاؤ ۳ تیلہہ ۱۲

کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ان کی گردنیں
مار دینی چاہئیں بلکہ جو جس کا رشتہ دار ہو وہی اپنے ہاتھ سے اس کو قتل کرے کہ خدا کی محبت کے
سامنے دوسرے کی محبت کا خیال نہ کرے لیکن حضرت نے موافق مشورے ابوبکر صدیق و اور صحابہ
کے فدیہ لیکر چھوڑ دیا کہ سب علماء شیعہ بھی اس کے متفق ہیں۔ جیسا **مجمع البیان** وغیرہ میں
لکھا ہے۔ کہ پیغمبر خدا نے بدر کے دن قیدیوں کے باب میں اپنے یاروں سے کہا کہ اگر تم چاہو اُن
کو مار ڈالو اور چاہو جانے دو تب حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ
کو نکالا اس لئے ان کی گردنیں مارنا چاہئیں عقیل کو علیؓ کے سپرد فرمائیے کہ وہ اُن کو ماریں اور
فلاں میرے سپرد کیجیے کہ میں اس کو قتل کروں کہ یہ سب کفر کے سردار ہیں۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے
کہا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی قوم اور رشتہ کے لوگ ہیں۔ فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہئے چنانچہ حضرتؐ
نے اسی طرح پر کیا یہ آیت نازل ہوئی لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ
عَذَابٌ عَظِيمٌ ۞ یعنے اگر اللہ تعالیٰ نے آگے نہ لکھا ہوتا تو البتہ نازل کرتا خدا تعالیٰ
اس تمہارے لینے۔ یعنے فدیہ کے سبب سے عذاب سخت اور پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اگر عذاب
نازل ہوتا آسمان سے تو سوائے عمرؓ و سعد بن معاذ کے کوئی نجات نہ پاتا۔ پس اس آیت کی تفسیر و تحریر
سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی۔ جن کو خدا تعالیٰ کی ایسی محبت تھی کہ
جن کا سبب کفار پر نہایت سخت ہونا اور خدا کی راہ میں اپنی قرابت اور برادری کا کچھ خیال نہ کرنا۔
پس کامل الایمان کا یہی نشان ہے اور اسلام بھی اسی کا نام ہے۔ ساتویں آیت۔ وَالَّذِينَ
آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ
هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۞ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور
جنہوں نے ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان
والے ہیں ان کے لئے مغفرت اور رزق باکرامت ہے۔ پس حق سبحانہ تعالیٰ نے ان سب آیات
سے اوّل مہاجرین دوم انصار سیوم بیعت الرضوان چہارم اہل جہاد کے اسلام اور ایمان کو بے
شبہ تصدیق کیا اور ان کو قطعی بہشتی بتایا۔ سو الحمد للہ کہ ان سب موقعہ میں اصحاب ثلاثہ جن کا نام
حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں بہرسہ اعلیٰ رہیں کہ بجز اقرار اس کا کوئی
شیعہ بھی انکار نہیں کر سکتا کیونکہ ان سب مقصود میں ان کا موجود ہونا تو ہر کتاب سبعہ میں بھی
آفتاب کی طرح روشن ہے جس سے اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان تو کلام ربانی نصوص قرآنی سے

ثابت ہوگیا۔ اب ہم ایک وہ آیت بھی لکھتے ہیں جو خاص حضرت ابو بکرؓ صدیق کے اسلام اور ایمان کو تصدیق کرتی ہے۔ آٹھویں آیت اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ یعنی جب کفار نے پیغمبرؐ کو مکہ سے نکالا دوسرا ان کا یار جب دونوں غار میں تھے تو حضرت نے کہا اپنے یار یعنی ابو بکرؓ صدیق کو کہ کچھ غم نہ کر ہمارے ساتھ اللہ ہے۔ پس نازل کی اللہ نے تسکین اپنی اُن پر۔ اس آیت شریفہ سے صدیق اکبرؓ کے چند فضائل ثابت ہوئے اوّل تو خدا و رسولؐ حضرت ابو بکر کا اسلام اور ایمان نہایت سچّا اور پکّا جانتے تھے۔ ورنہ ایسے نازک وقت مصیبت سخت میں نہ خدا اس طرح حکم دیتا نہ حضرت اُن کو اپنے ہمراہ لیتے۔ دوم۔ اللہ جل شانہٗ نے حضرت صدیقؓ اکبر کی نسبت لفظ صَاحِبِهٖ کا فرمایا جس سے ان کا صحابیت کا رتبہ ثابت ہوا۔ سیوم۔ لفظ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا سے صدیق اکبر کی بڑی فضیلت ظاہر ہوئی۔ جیسا کہ حق تعالٰے دوسری آیت میں فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ یعنی خدا انہیں لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی اور نیک ہوتے ہیں چہارم فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ کے لفظ کو سب قرآن سے دیکھ لیجئے کہ یہ اپنی تسکین خداوند ان لوگوں پر فرماتا ہے جو ایمان میں پکے اور اسلام میں مضبوط ہوتے ہیں۔ الحمد للہ کہ حضرت کی رفاقت و صحابیت کی لیاقت اسلام اور ایمان حضرت صدیق کا خدا نے خود تصدیق کر دیا۔ پس ان چند آیتوں سے تو اصحاب ثلاثہ کا اسلام اور ایمان ایسا ثابت ہوگیا کہ سوائے منکر قرآن کے کسی کا کوئی طعن بدگمان باقی نہ رہا۔

اب ہم ان حضرت کے یار اصحاب کبار کا اسی طرح اسلام اور ایمان ان حدیثوں سے بھی ثابت کرتے ہیں جو کتب شیعہ میں بقول آئمہ علیہ السلام کے مروی ہیں۔ پہلی شہادت کتب شیعہ میں بروایت آئمہ کرام منقول ہے۔ پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ اور فرمایا دَعُوْا لِيْ اَصْحَابِيْ اور ان حدیث کی تصدیق میں عیون اخبار جو معتبر کتب امامیہ سے ہے لکھا ہے حَدَّثَنَا الْحَاكِمُ اَبُوْ عَلِيِّ الْحُسَيْنِ ابْنِ اَحْمَدَ الْبَيْهَقِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الصَّوْلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى ابْنِ نَصْرِ الرَّازِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ سُئِلَ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ وَعَنْ قَوْلِهٖ دَعُوْا لِيْ اَصْحَابِيْ فَقَالَ هٰذَا صَحِيْحٌ

یعنی ایک شخص نے موسیٰ رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے اور یہ بھی فرمایا کہ چھوڑو میرے واسطے میرے یاروں کو تو امام صاحب نے کہا یہ صحیح ہے پس ان دونوں حدیثوں سے تین فائدے ہوئے۔ ایک تو حضرت کے یار اصحاب کبار مثل ستاروں کے بیشمار ثابت ہوئے۔ دوسرا وہ سب کے سب بے خطا اور رہنما تھے جیسا فرمایا کہ جو کسی کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے تیسرا ان کی عیب جوئی اور بدگوئی سے حضرت نے منع فرمایا کہ میرے لئے ان کی رعایت کرو پس اہل ایمان مسلمان کے واسطے تو صحابہ کی فضیلت میں یہی دونوں حدیثیں کافی اور وافی ہیں **دوسری شہادت** صحیفۂ کاملہ ہیں کہ جس کا ایک ایک لفظ حضرات شیعہ کے نزدیک کم از الفاظ قرآنی نہیں ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام پیغمبر خدا کے اصحابوں اور ان کے تابعین کی نسبت اس طرح دعا کیا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خَاصَّۃً الَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الصَّحَابَۃَ وَالَّذِیْنَ اَبْلَوُا الْبَلَاءَ وَاَحْسَنُوا النُّصْرَۃَ وَکَانَفُوْہُ وَاَسْرَعُوْا اِلٰی وِفَادَتِہٖ وَسَابِقُوْا اِلٰی دَعْوَتِہٖ وَاسْتَجَابُوْا لَہٗ حَیْثُ اَسْمَعَھُمْ حُجَّۃَ رِسَالَاتِہٖ وَفَارَقُوا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ فِیْ اِظْھَارِ کَلِمَتِہٖ وَقَاتَلُوا الْاٰبَاءَ وَالْاَبْنَاءَ فِیْ تَثْبِیْتِ نُبُوَّتِہٖ وَنَصَرُوْا بِہٖ وَمَنْ کَانُوْا مُنْطَوِیْنَ عَلٰی مَحَبَّتِہٖ یَرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ فِیْ مَوَدَّتِہٖ وَالَّذِیْنَ ھَجَرَتْھُمُ الْعَشَائِرُ اِذْ تَعَلَّقُوْا بِعُرْوَتِہٖ وَانْتَفَتْ مِنْھُمُ الْقَرَابَاتُ اِذْ سَکَنُوْا فِیْ ظِلِّ قَرَابَتِہٖ فَلَا تَنْسَ لَھُمُ اللّٰھُمَّ مَا تَرَکُوْا لَکَ وَفِیْکَ وَاَرْضِھِمْ مِنْ رِضْوَانِکَ وَبِمَا حَاشُوا الْخَلْقَ عَلَیْکَ وَکَانُوْا مَعَ رَسُوْلِکَ دُعَاۃً لَکَ اِلَیْکَ وَاشْکُرْھُمْ عَلٰی ھَجْرِھِمْ فِیْکَ دِیَارَ قَوْمِھِمْ وَخُرُوْجِھِمْ مِنْ سَعَۃِ الْمَعَاشِ اِلٰی ضِیْقِہٖ وَمَنْ کَثَّرْتَ فِیْ اِعْزَازِ دِیْنِکَ مِنْ مَظْلُوْمِھِمْ اَللّٰھُمَّ وَاَوْصِلْ اِلَی التَّابِعِیْنَ لَھُمْ بِاِحْسَانٍ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ خَیْرَ جَزَائِکَ الَّذِیْنَ قَصَدُوْا سَمْتَھُمْ وَتَحَرَّوْا وِجْھَتَھُمْ وَمَضَوْا عَلٰی شَاکِلَتِھِمْ لَمْ یَثْنِھِمْ رَیْبٌ فِیْ بَصِیْرَتِھِمْ لَمْ یَخْتَلِجْھُمْ شَکٌّ فِیْ مَا قَفَوْا اٰثَارَھُمْ وَالْاِئْتِمَامِ بِھِدَایَۃِ مَنَارِھِمْ مُکَانِفِیْنَ وَمُوَازِرِیْنَ لَھُمْ یَدِیْنُوْنَ بِدِیْنِھِمْ وَیَھْتَدُوْنَ بِھَدْیِھِمْ یَتَّفِقُوْنَ عَلَیْھِمْ وَلَا یَتَّھِمُوْنَھُمْ فِیْمَا اَدَّوْا اِلَیْھِمْ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی التَّابِعِیْنَ مِنْ یَوْمِنَا ھٰذَا اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَعَلٰی اَزْوَاجِھِمْ وَعَلٰی ذُرِّیَّاتِھِمْ

ترجمہ - امام صاحب فرماتے ہیں کہ خداوندا رحمت نازل کر اوپر اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے خاص کر اوپر ان اصحاب کے جنہوں نے حق صحبت نہایت خوبی سے ادا کیا اور جنہوں نے سب طرح
کی مصیبتوں اور ایذاؤں کو اپنے اوپر اس کے لئے منظور کیا اور جنہوں نے مل کر اس کو بخوبی امداد
دی اور جنہوں نے اس کی رسالت قبول کرنے میں بڑی جلدی کی اور اس کی دعوت کی اجابت
میں سبقت کی اور جب ان کو پیغمبر خدا نے اپنی رسالت کی حجتیں بتائیں انہوں نے بلا توقف قبول کیا
اور اُن کے کلمے ظاہر کرنے میں اپنے لڑکوں بالوں جوروؤں بچوں کو چھوڑا اور ان کی نبوت ثابت کرنے
میں اپنے باپ اور بیٹوں کو قتل کیا اور جب انہوں نے حضرت کا دامن پکڑا تو ان کے قبیلے کے لوگوں
نے ان کو چھوڑ دیا اور جب پیغمبر خدا کے سائے میں آئے تب ان کے رشتہ داروں نے ان سے رشتہ
توڑ دیا پس خدایا مت بھولنا تو ان باتوں کو جو پیغمبر کے صحابیوں نے تیرے پیچھے سب کچھ چھوڑا اور
راضی کر دینا اُن کو اپنی رضامندی سے اسلئے کہ انہوں نے خلق کو تیری طرف جمع کر دیا اور تیرے
پیغمبر کے ساتھ دعوت اسلام کا حق ادا کیا الٰہی وہ شکر کے لائق ہیں کہ انہوں نے اپنی قوم اور
کنبے کے لوگ اور اپنے گھر و وطن کو تیرے پیچھے چھوڑا - اور عیش و آرام کو ترک کر کے تنگ معاش
کو تیرے لئے اختیار کیا اور خداوندا اُن کے تابعین کو جزائے خیر دے وہ جو دعا کیا کرتے ہیں کہ اے
پروردگار ہمارے مغفرت کر ہمارے اُن بھائیوں کی جو ہم میں سے ایمان میں سبقت لے گئے ہیں
کیسے تابعین جو اُن اصحاب کی چال چلتے ہیں اور ان کی پیروی کرتے ہیں - جن کو کوئی شک و شبہ ان
کی نصرت میں نہیں ہوتا اور جن کے دل میں کوئی شبہ ان کی پیروی میں نہیں آتا کیسے تابعین جو معاون
و مددگار اصحاب کے ہیں اور جو اپنا دین ان کے دین کے موافق رکھتے ہیں اور جو ان کی ہدایت کے مطابق
ہدایت پاتے ہیں اور جو اصحاب سے اتفاق رکھتے ہیں جو کچھ اصحاب نے ان کو پہنچایا اس میں اُن پر
کچھ تہمت نہیں کرتے ہیں - اور خدایا رحمت نازل کر ان اصحاب کی متابعت کرنے والوں پر آج کے
دن سے جس میں ہم ہیں تا قیامت تک اور ان کی ازواج ذریات پر ۱۲ اے مسلمانوں ذرا اس دعا
کے لفظوں پر خیال کرو - اور اس کے معنے غور سے سوچو اور سمجھو کہ امام زین العابدین علیہ السلام
حضرت کے اصحاب عالی جناب کو کس اوصاف اور خوبی سے یاد فرماتے تھے اور ان کی کوشش اور
مصیبتوں کو ظاہر کر کے کس محبت سے ان کے حق میں دعا کیا کرتے تھے اور کس شفقت سے
ان پر درود رحمت بھیجتے تھے - اب کون شخص ہے جو دعوےٰ اسلام اور ایمان رکھتا ہو اور
امامت کو اصول دین سمجھتا ہو پھر اُن صحابہ کی فضیلت میں کچھ بھی شک و شبہ لا سکے یا معاذ اللہ

اُن کو بُرا کہہ سکے۔ پس ذرا انصاف سے دیکھنا چاہئے کہ آیا اس امام معصوم کی کلام کے مطابق مذہب اہل سنت کا ہے یا کہ شیعہ کا۔ **تیسری شہادت** شیعوں کی تفسیر حسن عسکری میں جس کو امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے اس میں لکھا ہے۔ اَوْحَی اِلٰی اٰدَمَ اِنَّ اللّٰہَ یُفِیْضُ عَلٰی کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ مُّحِبِّیْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مَا لَوْ قُسِّمَتْ عَلٰی کُلِّ عَدَدِ مَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ طُوْلِ الدَّھْرِ اِلٰی اٰخِرِہٖ وَلَوْ کَانُوْا کُفَّارًا وَّھُمْ اِلٰی عَاقِبَۃٍ مَّحْمُوْدَۃٍ وَّاِیْمَانٍ بِاللّٰہِ حَتّٰی یَسْتَحِقُّوْا بِہِ الْجَنَّۃَ وَاِنْ یَّبْغَضْ رَجُلٌ مِّنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ اَوْ وَاحِدٌ مِّنْھُمْ لَغَضَبَ اللّٰہُ عَذَابًا لَّوْ قُسِّمَ عَلٰی مِثْلِ خَلْقِ اللّٰہِ لَاَھْلَکَھُمْ اَجْمَعِیْنَ ٥ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا عزوجل نے وحی کی آدمؑ پر کہ خدا ان لوگوں پر جو محبت رکھتے ہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے اور اُن کی آل سے اور اُن کے اصحاب سے رحمت نازل کرے گا اگر وہ رحمت تقسیم کی جاوے اوپر تمام مخلوق کے اول سے آخر تک تو وہ کافی ہے۔ اور اگر سب کفار ہوں تو ان کی عاقبت اچھی ہو جاوے اور وہ مومن ہو جاویں۔ اور اگر کوئی آدمی دشمنی رکھے گا ساتھ آل محمدؐ کے اور ساتھ اصحاب محمدؐ کے یا ایک سے بھی اُن میں سے تو خدا اس پر ایسا عذاب نازل کرے گا کہ اگر وہ عذاب نازل ہو تمام مخلوق پر تو وہ سب ہلاک ہو جاویں پس صاحب تفسیر نے اس میں دو فائدے تحریر فرمائے ایک تو حضرت کی آل اور اصحاب پر جو محبت سے درود و رحمت بھیجتا ہے۔ خدا اس پر ایسی بخشش فرماتا ہے کہ تمام جہان کے کفر کو وہی کافی ہے۔ دوسرا جو آنحضرت کی آل یا کسی اصحاب سے کچھ بھی دشمنی و کینہ رکھے تو وہ مستحق عذاب کا ہے اور عذاب بھی وہ کہ جس میں تمام دنیا ہلاک ہو جائے۔ اب کس کا جی چاہتا ہے کہ کسی حضرت کے اصحاب کو کچھ بُرا کہے اور ہمیشہ کے عذاب میں خراب رہے **چوتھی شہادت** اسی تفسیر حسن عسکری میں لکھا ہے لَمَّا بَعَثَ اللّٰہُ مُوْسَی بْنَ عِمْرَانَ وَاصْطَفَاہُ نَجِیًّا وَّخَلَقَ لَہُ الْبَحْرَ وَنَجّٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ وَاَعْطَاہُ التَّوْرَاۃَ وَالْاَلْوَاحَ لَمَّا رَاٰی مَکَانَہٗ مِنْ رَّبِّہٖ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ یَا رَبِّ لَقَدْ اَکْرَمْتَنِیْ بِکَرَامَۃٍ لَّمْ تُکْرِمْ بِھَا اَحَدًا مِّنْ قَبْلِیْ فَھَلْ فِیْ اَنْبِیَآئِکَ عِنْدَکَ مَنْ ھُوَ اَکْرَمُ مِنِّیْ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا مُوْسٰی اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ مُحَمَّدًا اَفْضَلُ عِنْدِیْ مِنْ جَمِیْعِ خَلْقِیْ فَقَالَ مُوْسٰی فَھَلْ فِیْ اٰلِ الْاَنْبِیَآءِ اَکْرَمُ مِنْ اٰلِیْ فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ یَا مُوْسٰی

أَمَا عَلِمْتَ اَنَّ اَفْضَلَ آلِ مُحَمَّدٍ عَلٰی آلِ جَمِیْعِ النَّبِیِّیْنَ کَفَضْلِ مُحَمَّدٍ عَلٰی جَمِیْعِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ یَا رَبِّ اِنْ کَانَ آلُ مُحَمَّدٍ عِنْدَكَ کَذٰلِكَ فَهَلْ لِیْ صَحَابَةُ الْاَنْبِیَاءِ عِنْدَكَ اَکْرَمُ مِنْ اَصْحَابِیْ فَقَالَ یَا مُوْسٰی اَمَا عَلِمْتَ اِنَّ فَضْلَ صَحَابَةِ مُحَمَّدٍ عَلٰی جَمِیْعِ صَحَابَةِ الْمُرْسَلِیْنَ کَفَضْلِ آلِ مُحَمَّدٍ عَلٰی آلِ جَمِیْعِ النَّبِیِّ فَقَالَ مُوْسٰی اِنْ کَانَ فَضْلُ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ کَمَا وَصَفْتَ فَهَلْ فِیْ اُمَمِ الْاَنْبِیَاءِ اَفْضَلُ عِنْدَكَ مِنْ اُمَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ اِنْعَامًا وَاَنْزَلْتَ عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی وَفَلَقْتَ لَهُمُ الْبَحْرَ فَقَالَ اللّٰهُ یَا مُوْسٰی اِنَّ فَضْلَ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلٰی اُمَمِ جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ کَفَضْلِیْ عَلٰی خَلْقِیْ ۝ ترجمہ۔ جب کہ خداوند تعالےٰ نے حضرت موسٰی ابن عمران کو مبعوث فرمایا اور اُن کو برگزیدہ کیا اور ان کے سبب سے دریا کو پل بنا دیا اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور توریت اور الواح ان کو عطا کی تب حضرت موسےٰؑ نے اپنا رتبہ دیکھ کر خدا عزوجل سے عرض کی کہ الٰہی تو نے مجھ کو ایسی بزرگی دی ہے کہ کسی نبی کو پہلے نہیں دی۔ تیرے ہاں زیادہ اور کسی کی بھی بزرگی ہے۔ خداوند تعالےٰ نے جواب دیا کہ اے موسےٰ تجھے معلوم نہیں کہ محمدؐ میرے نزدیک تمام مخلوق سے افضل ہے۔ تب حضرت موسٰیؑ نے عرض کی کسی نبی کی آل میری آل سے بزرگتر ہے جواب ہوُا کہ تم نہیں جانتے کہ فضیلت آل محمدؐ کی سب انبیاء کی آل پر ایسی ہے جیسی ان کو فضیلت سب پیغمبروں پر ہے تب حضرت موسٰی نے عرض کی کہ الٰہی میرے اصحاب سے زیادہ تیرے نزدیک کسی نبی کے اصحاب کا رتبہ ہے جواب ہوُا اے موسےٰ تم نہیں جانتے کہ فضیلت اصحاب محمدؐ کی تمام انبیائے کے اصحاب پر اس طرح ہے جس طرح کہ فضیلت آل محمدؐ کی سب انبیاء کی آل پر ہے تب حضرت موسےٰ نے عرض کی کہ اگر فضیلت محمدؐ اور آل محمدؐ و اصحاب محمدؐ کی ایسی ہے جیسی تو نے ارشاد فرمائی ہے۔ پس کسی نبی کی امت میری امت سے زیادہ افضل ہے کہ جن پر تو نے بادلوں کا سایہ کیا اور جن پر من وسلوی نازل کیا اور جن کے لئے دریا کو پل کر دیا خداوند تعالےٰ نے فرمایا کہ فضیلت امت محمدؐ کی سب انبیاء کی امت پر اتنی ہے کہ جتنی کہ مجھ کو میری خلقت پر فضیلت ہے۔ پس بقول امام حسن عسکری علیہ السلام کے ہمارے حضرت کے صحابو کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی جیسا کہ سب پیغمبروں کی آل سے ہمارے پیغمبر کی آل کا درجہ کمال ہے تو اسی طرح حضرت کے اصحاب بھی

فضیلت میں ہر سے اعلیٰ تر ہیں پھر آل اور اصحاب کے برا کہنے والے کا کیوں برا نہ ہو۔ **پانچویں شہادت** اُن کے شیخ بابویہ قمی نے کتاب معانی الاخبار میں امام موسیٰ رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ السَّمْعِ وَاِنَّ عُمَرَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ الْبَصَرِ وَاِنَّ عُثْمَانَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ الْفُؤَادِ یعنی حضرت امام حسن ابن علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابابکر بمنزلہ میری سمع کے ہے اور عمر بمنزلہ میری بصر کی اور عثمان بمنزل میرے دل کے ہے پس جب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا پیغمبر خدا سے بمنزل سمع بصر اور دل کے ہونا بقول امام حسن علیہ السلام کے ثابت ہوا تو پھر ان اصحاب ثلاثہ کی محبت نہ رکھنا درحقیقت پیغمبر خدا سے محبت نہ رکھنا ہے اور اسی طرح اُنکی عداوت و دشمنی بھی دراصل رسول علیہ السلام سے دشمنی رکھنا ہے اب کون مسلمان ہے جو ایسی صریح حدیث کو دیکھ کر پھر معاذاللہ اصحاب ثلاثہ پر کچھ بھی بدگمان ہوسکے **چھٹی شہادت** شیعوں کی بڑی مستند کتاب احقاق الحق میں امام جعفر صادق علیہ السلام بھی حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی نسبت یوں فرماتے ہیں ھُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَیْہِ فَعَلَیْہِمَا رَحْمَۃُ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یعنی دونوں امام تھے عادل اور انصاف کرنے والے دونوں حق پر تھے اور مرے حق پر دونوں پر ہو رحمت خدا کی قیامت کے دن اس حدیث سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلے تو حضرت ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا امام اور خلیفہ برحق ہونا۔ دوسرا ان کا عادل اور منصف ہونا تیسرا ان کا حق پر ہونا اور حق پر مرتے دم تک رہنا چہارم قیامت کے دن مستحق رحمت الٰہی ہونا ثابت ہوگیا اس فقرہ سے تو تمام بہتان بدگمان حاسدان کے باطل ہوئے۔ کیونکہ جو ایمان اور پرہیزگاری میں کامل نہ ہو وہ مستحق رحمت الٰہی کا نہیں ہوسکتا پس جن کی شان امام صادق علیہ السلام بھی اس طرح بیان فرمائیں اور جنکے ایمان کی موت تک شہادت دیویں تو پھر ان کے سامنے اوروں کی واہیات باتیں کون مانتا ہے **ساتویں شہادت** نہج البلاغت میں جناب امیر المؤمنین علی مرتضےٰ کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیق کی شان میں یہ عبارت منقول ہے۔ لِلّٰہِ بِلَادُ فُلَانٍ لَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَی الْعَمَدَ وَاَقَامَ السُّنَّۃَ وَخَلَفَ الْبِدْعَۃَ ذَھَبَ نَقِیَّ الثَّوَابِ قَلِیْلَ الْعَیْبِ اَصَابَ خَیْرَھَا وَسَبَقَ شَرَّھَا اَدّٰی اِلَی اللّٰہِ طَاعَۃً وَاتَّقَاہُ بِحَقِّہٖ رَحَلَ وَتَرَکَھُمْ فِیْ طُرُقٍ مُتَشَعِّبَۃٍ لَا یَھْتَدِیْ فِیْھَا الضَّالُّ وَلَا یَسْتَیْقِنُ الْمُھْتَدِیْ

خدا انعام کرے فلاں یعنی ابوبکر پر کہ جس نے کجی کو سیدھا کیا۔ جس نے امراض نفسانیہ کی دوا کی جس نے پیغمبر کی سنت کو قائم کیا اور بدعت کو دور کیا اور گیا اس دنیا سے پاک دامن کم عیب خلافت کی خوبی پائی اور اس کے فساد سے پہلے رحلت فرمائی اور خدا کی اطاعت کو اچھی طرح ادا کیا۔ اور موافق حق کے پرہیزگاری کو پورا کیا اور کوچ کیا اس دنیا سے اور چھوڑ گیا آدمیوں کو شاخ در شاخ راہوں میں کہ نہ گمراہ ہدایت پاتا ہے اور نہ راہ پانے والا یقین حاصل کر سکتا ہے۔ اس قول امیر علیہ السلام سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ اوّل تو صدیق اکبرؓ نے سب بدکار منافق کفار کو فی النار کرکے دین کو سیدھا کیا۔ دوم حضرتؐ کی سنّت وطریق کو ایسا مضبوط کیا کہ جس سے تمام بدعت وغیرہ کو دور کر دیا۔ سیوم آپ اس دنیائے فانی سے پاک دامن اور بے عیب چلے۔ چہارم سب خلافت کے حقوق بخوبی ادا کئے۔ پنجم اُس کے فساد سے پہلے رحلت کی یعنی آپ کی خلافت تک اسلام میں کسی طرح کا کوئی فساد وخلل نہ پڑا۔ ششم۔ خدا کی اطاعت یعنی فرمانبرداری اور عبادات وغیرہ کو بھی اچھی طرح ادا کیا۔ اور موافق حق کے پرہیزگاری کو پورا کیا۔ ہفتم۔ ان کی خلافت کے بعد اسلام میں فساد پڑا کہ آدمی شاخ در شاخ راہوں پر چلنے لگے۔ پس بقول امیر علیہ السلام کے حضرت ابوبکر صدیق کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی کہ جس کا دین پر ثابت قدم رہنا اور پاک دامن بے عیب اس جہان سے جانا اور خلیفہ برحق ہونا جس کی خلافت تک کوئی اسلام میں خلل نہ پڑنا اور خدا کا فرمانبردار ومتقی ہونا خود امام کی زبان معجز بیان سے ثابت ہوگیا۔ اب کون مسلمان ہے جو اس فرمان امام کے سامنے پھر صدیق اکبرؓ کی شان اور ایمان پر کچھ بھی بدگمان ہو سکے ✦

آٹھویں شہادت علی بن عیسےٰ اربلی امامیہ اثنا عشریہ نے اپنی کتاب کشف الغمہ فی معرفت الائمہ میں لکھا ہے۔ سُئِلَ الْاِمَامُ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ حُلْیَۃِ السَّیْفِ ھَلْ یَجُوْزُ قَالَ نَعَمْ قَدْ حَلّٰی اَبُوْبَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ لِسَیْفِہٖ فَقَالَ الرَّاوِیْ اَتَقُوْلُ ھٰکَذَا فَوَثَبَ الْاِمَامُ عَلٰی مَکَانِہٖ فَقَالَ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ فَمَنْ لَّمْ یَقُلْ لَہُ الصِّدِّیْقُ فَلَا صَدَّقَ اللّٰہُ قَوْلَہٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ یعنی کسی شخص نے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ تلوار کے قبضہ کو حلیہ کرنا درست ہے یا نہیں تب امام نے جواب دیا کہ ہاں اس لئے کہ ابابکر صدیق کی تلوار کے قبضہ پر حلیہ چاندی کا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ اس نے امام سے عرض کی کہ یا حضرت آپ بھی ابوبکر کو صدّیق کہتے ہیں یہ سنتے ہی امام اپنی جگہ سے اچھل پڑے

اور کہنے لگے کہ ہاں وہ صدیق ہے۔ ہاں وہ صدیق ہے ہاں وہ صدیق ہے جو کوئی اس کو صدیق نہ کہے خدا اس کی دنیا اور آخرت میں تصدیق نہ کرے۔ پس اس امام کے کلام نے تو سب جھگڑا ہی تمام کر دیا اس سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک تو خود امام باقر علیہ السّلام کی زبان معجز بیان سے صدیق اکبر کا صدیق ہونا ثابت ہو گیا کہ جس صدیق ہونے سے اُن کا رتبہ تمام اُمّت سے اعلےٰ تر ہوا جیسا کہ قواعد نصوص قرآنی سے ظاہر ہے کہ بعد پیغمبروں کے تمام اُمّت سے صدّیق کا درجہ افضل ہے۔ چنانچہ قولہ تعالےٰ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيقًا۔ دوسرا اس قول معصوم سے معلوم ہوا کہ معاذ اللہ اُن کا بُرا کہنا تو بجائے خود رہا جو صرف اُن کو صدیق نہ کہے تو خدا اس کی دین دنیا میں تصدیق نہ کرے گا اب ذرا خیال کرنا چاہئے کہ پھر اُن کے عیب جو بدگو کا کیا حال ہو گا۔ اے بھائیو خدا سے ڈرو قیامت کا خوف کرو ایک اصحاب ثلاثہ کی دشمنی سے اس کے قرآن و حضرت کے فرمان سے رُوگرداں نہ ہو ان کی عداوت سے اپنا ایمان نہ گنواؤ۔ دیکھو اس آیات میں نہ کوئی متشابہات ہے نہ کوئی حدیثات میں معا ہے۔ سیدھے سیدھے لفظ ہیں صاف صاف معنے ہیں نہ کچھ تاویل کی حاجت ہے نہ تفسیر کی ضرورت ہے جن سے ظاہر خداوند کریم نے ان کا اسلام اور ایمان ثابت کر دیا اور جن کو تمام آئمہ علیہ السلام نے بھی قطعی بہشتی فرما دیا پھر اس سے زیادہ آپ اصحاب ثلاثہ کے فضائل میں کیا دلائل چاہتے ہیں۔ ہاں اور بھی اس طور کی آیات و حدیثات تو اُن کی صفات میں بہت ہیں جو اکثر موقعہ بحث اس کتاب میں بھی آویں گی مگر چونکہ ان پر مخاطب کی بحث ہے۔ اس واسطے ہم نے بھی اس مقام پر صرف انہیں کو ارقام کر کے اس کتاب حدیث کی آیات بیّنات کی طرح تمہید رکھی ہے۔ تاکہ اہل دید کو اچھی طرح فہمید ہو جائے۔ اے شیعو! ذرا انصاف کرو کچھ ایمان کا پاس کرو کہ کلام خدا اور رسول کے سامنے اوروں کی واہیات باتوں کو چھوڑو۔ صرف خدا اور رسول کی طرف متوجہ ہو جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔

اِتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ۔ یعنی چلو اسی پر جو اترا تم کو تمہارے رب سے یعنی صرف قرآن مجید پر عمل کرو۔ اور نہ چلو اس کے سوائے اور رفیقوں کے پیچھے یعنی نہ اپنے دوستوں کا کہا مانو نہ اپنے مذہب کا پاس کرو صرف خدا کے قرآن و حضرت کے فرمان پر ایمان لاؤ پھر خطاب باری فرماتا ہے فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ

(حاشیہ: اے سیپارہ آٹھ۔ علی سیپارہ پانچ)

فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۵

اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو طرف اللہ کی و رسول کی اگر ایمان رکھتے ہو اللہ اور قیامت پر پس رجوع کا یہ معنٰی ہے کہ قرآن کو حق جانو حدیث کو سچ مانو۔ قیامت سے ڈرو ان پر عمل کرو یہ نہیں کہ زبان سے تو حدیث قرآن کو مانا پھر اُن کے فرمان سے رو گردان ہو جانا جیسا کہ خدا جن کو بہشتی فرمائے تم اُن کو ناری کہو اور وہ جن پر رحمت بھیجے تم اُن پر لعنت کرو کیا خدا اور رسول کے کلام پر ایمان لانا اسی کا نام ہے۔ اور دوست و فرمانبردار بھی اسی کو کہتے ہیں بھلا اس میں اصحاب ثلاثہ کو بُرا بنایا یا خدا و رسول کی تکذیب کر کے اپنا ایمان گوایا پھر اس تعصب سے کیا ہاتھ آیا دیکھو اس تعصب کی بنا اور شیعہ مذہب کی ابتدا سے بھی ہم ہر کس کو آگاہ کرتے ہیں۔

ذکر عبد اللہ بن سبا یہودی کا جو بانی مبانی اس مذہب کا ہے

چنانچہ خلیفہ اوّل کے زمانے میں جب ملک فارس فتح ہوا تو کچھ یہودی مقتول ہوئے کچھ پکڑے گئے۔ جن میں عبد اللہ نام ابن سباء یہودی بڑا نامی گرامی اپنے علم کا عالم ہر فن و فریب میں کامل تھا پکڑا آیا لاچار ظاہر میں تو ایمان لایا مگر اپنے اقارب مقتول شدہ کے سبب سے وہ اندرون اہل اسلام کا دشمن تھا چونکہ دن بدن اسلام کی ترقی تھی اس لئے کچھ کر نہ سکا۔ بعد شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جب اسلام میں تفرقہ پڑا تب اس منافق نے موقعہ پاکر اس زہر باطنی کو ظاہر کر کے اوّل تو اکثر لوگوں میں تجاوز محبّت اہل بیت کا ڈھنگ نکالا پھر رفتہ رفتہ اس مکّار نے کچھ خلفاء ثلاثہ پر الزام دینے شروع کئے۔ یہاں تک کہ امیر علیہ السّلام کو بھی خبر پہنچی۔ جب وہ لعین معہ اپنے تابعین کے پکڑا گیا تو آپ نے ممبر پر کھڑے ہو کر ایک خطبہ فرمایا جس میں اوّل تو جناب امیر نے اُن ملعونوں سے اپنی بیزاری کو ظاہر کیا دوم خلفاء ثلاثہ کی شان اور ایمان بھی ہر کس کو ظاہر و باہر کر دیا پھر ان لعینوں بے دینوں کو درّے لگوا کر مدین کو جلا وطن کیا تو اس بدخواہ ابن سباء نے دو تین رسالے جن میں سے کچھ اصحاب ثلاثہ کی عیب جوئی اور بدگوئی تھی تحریر کئے وہ کچھ آخر ایام آئمہ کرام اور کچھ بعد ان کے ظاہر ہوئے۔ جن مکتوب کو علماء شیعہ نے آئمہ علیہ السلام پر منسوب کیا۔ پس وہ بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ خلفاء ثلاثہ کو معاذ اللہ منافقوں اور کافروں سے بھی بڑھ کر یہ بُرا بکتے ہیں۔ دیگر روایت میں ہے کہ وہ بے حیاء ابن سباء امام صادق علیہ السلام کے زمانے تک بھی زندہ رہا۔ غرض اس مذہب ابن سباء کی تو اس طرح بنا ہے۔ اور یہی اصحاب ثلاثہ سے انکی عداوت کا ابتداء ہے۔ اگر کوئی جاہل شیعہ اپنی عادت کے موافق ان گفتار سے انکار کرے تو ہم ان حرف بحرف کا ثبوت بھی خود شیعوں کی کتابوں سے مضبوط دیتے

ہیں۔ چنانچہ اُن کے امام مؤید باللہ ابن یحییٰ ابن حمزہ زیدی شیعہ نے اپنی کتاب اَطْوَاقِ الْحَمَایَۃ
کی آخیر بحث امامت میں سوید بن غفلہ سے یہ روایت کی ہے اِنَّہٗ قَالَ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ یَنْفِقُوْنَ
اَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ فَاَخْبَرْتُ عَلِیًّا وَقُلْتُ لَوْلَا اِنَّھُمْ یَرَوْنَ اَنَّکَ تُضْمِرُ مَا اَعْلَنُوْا
مَا اجْتَرَؤُا عَلٰی ذٰلِکَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ سَبَاءٍ وَکَانَ اَوَّلَ مَنْ اَظْھَرَ
ذٰلِکَ فَقَالَ عَلِیٌّ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ رَحِمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمَا ثُمَّ نَھَضَ وَاَخَذَ بِیَدِیْ
وَاَدْخَلَنِیَ الْمَسْجِدَ فَصَعَدَ الْمِنْبَرَ ثُمَّ قَبَضَ عَلٰی لِحْیَتِہٖ وَھِیَ بَیْضَاءُ فَجَعَلَتْ
دُمُوْعُہٗ تَتَجَاوَزُ عَلٰی لِحْیَتِہٖ وَجَعَلَ یَنْظُرُ لِلْبُقَاعِ حَتّٰی اجْتَمَعَ النَّاسُ
ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ مَا بَالُ قَوْمٍ یَذْکُرُوْنَ اَخَوَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَوَزِیْرَیْہِ وَصَاحِبَیْہِ وَسَیِّدَیْ قُرَیْشٍ وَاَبَوَیِ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَنَا
بَرِیْءٌ مِمَّا یَذْکُرُوْنَ وَعَلَیْہِ اُعَاقِبُ صَحِبَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْحُبِّ وَالْوَفَاءِ وَالْجِدِّ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ یَاْمُرَانِ وَیَنْھَیَانِ
وَیَقْضِیَانِ وَیُعَاقِبَانِ لَا یَرٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
کَرَاْیِھِمَا رَاْیًا وَلَا یُحِبُّ کَحُبِّھِمَا حُبًّا لِمَا یَرٰی عَزْمَھُمَا فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ
فَقُبِضَ وَھُوَ عَنْھُمَا رَاضٍ وَالْمُسْلِمُوْنَ رَاضُوْنَ فَمَا تَجَاوَزَا فِیْ
اَمْرِھِمَا وَسِیْرَتِھِمَا رَاْیَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَمْرَہٗ
فِیْ حَیَاتِہٖ وَبَعْدَ مَوْتِہٖ فَقُبِضَا عَلٰی ذٰلِکَ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ فَوَالَّذِیْ
فَلَقَ الْحَبَّۃَ وَبَرَأَ النَّسَمَۃَ لَا یُحِبُّھُمَا اِلَّا مُؤْمِنٌ فَاضِلٌ وَلَا یُبْغِضُھُمَا
اِلَّا شَقِیٌّ مَارِقٌ وَحُبُّھُمَا قُرْبَۃٌ وَبُغْضُھُمَا مُرُوْقٌ۔

ترجمہ۔ روایت ہے سوید بن غفلہ سے کہا کہ گذرا میں تحقیق اس قوم پر کہ حقارت کرتی تھی
ابوبکرؓ و عمرؓ کی پس خبر دی میں نے علیؓ کو اور کہا میں نے اگر نہ ہوتی یہ بات کہ یہ لوگ گمان کرتے
ہیں کہ تو چھپاتا ہے جو کچھ کہ یہ ظاہر کرتے ہیں۔ البتہ جرأت نہ کرتے اوپر اس کے ان سب کا سرغنہ
عبداللہ بن سبا ہے اور وہ پہلا اس شخص کا ہے کہ ظاہر کیا اس بات کو پس کہا علی نے پناہ
مانگتا ہوں میں ساتھ خدا کے رحمت کرے خدا ان دونوں پر پھر کھڑے ہو گئے اور پکڑا ہاتھ میرا
اور داخل کیا مجھ کو مسجد میں پس چڑھے ممبر پر پھر پکڑی اپنی داڑھی مٹھی میں اور وہ سفید تھی پس
شروع ہوئے آنسو بہنا اُن کی داڑھی پر اور نگاہ کی طرف مکانات مسجد کے یہاں تک کہ جمع ہوگئے آدمی

پھر خطبہ پڑھا پس کہا کیا حال ہے اس قوم کا جو ذکر کرتے ہیں دو برادر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کا اور دو وزیر ان کے کا اور دو رفیق ان کے کا اور دو سردار قریش کا اور دو باپوں مسلمانوں
کا میں بیزار ہوں اس چیز سے جو ذکر کرتے ہیں اور میں اس ذکر پر اُن کو عذاب کروں گا۔ دونوں
اصحاب تھے رسول خدا صلعم کے ساتھ کوشش اور وفاداری اور سعی کی حکم خدا میں حکمرانی
کرتے تھے اور جھڑکتے تھے اور فیصلے خصومات کیا کرتے اور سزا دیتے تھے اور نہیں دیکھتے تھے
رسول خدا مثل ان کے رائے کے کسی کی رائے اور دوست نہیں رکھتے تھے مثل دوستی اُنہوں کی
کے کسی کو بسبب اس کے کہ دیکھتے تھے ان کو کار خدا میں مستعد پس وفات پائی حالانکہ ان دونوں
سے راضی تھے اور تمام مسلمان راضی تھے پس فرق نہ کیا دونوں نے اپنے کام اور دستور میں مصلحت
رسول خدا صلعم سے اور ان کے کام سے یعنے جمیع افعال حضرت شیخین کے مطابق افعال رسول
رسول اللہ کے تھے۔ حالت حیات میں بھی اور بعد وفات بھی پس دونوں نے وفات پائی اسی حال پر
رحمت کیجیو دونوں پر اے خدا پس قسم اس شخص کی کہ چیرا دانہ کو اور پیدا کیا جان کو دوست انہوں کا نہیں
ہے مگر مومن بلند درجہ کا اور دشمن انہوں کا نہیں ہے مگر بے نصیب خارج دین سے اور اسی کتاب
میں دوسری روایت یہ ہے۔ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ اَضْمَرَ مِنْهُمَا اِلَّا الْحُسْنَ الْجَمِیْلَ وَ
سَرٰی ذَالِکَ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ اَرْسَلَ اِبْنَ السَّبَاءِ فَسَیَّرَہٗ اِلَی الْمَدَائِنِ
وَقَالَ لَا تُسَاکِنِّیْ فِیْ بَلْدَۃٍ اَبَدًا۔ یعنی لعنت کرے خدا اس شخص کو جو اپنے جی میں رکھے
ان دونوں کے حق میں سوائے نیکی اور خوبی کے اور تو دیکھے گا یہ انشاء اللہ تعالیٰ پھر بھیجا ابن سبا
کی طرف کسی کو پس نکال دیا اس کو مدائن کی طرف اور کہا نہ ٹھیر تو اس شہر میں ہمیشہ ان دونوں روایتوں
سے چند فوائد عمدہ حاصل ہوئے۔ اوّل یہ کہ اس مذہب کا پہلا بانی مبانی یعنی تبرّہ بازوں کا
سرگروہ اور استاد عبداللہ بن سبا تھا۔ دوم یہ معلوم ہوا کہ جناب امیر تبرّہ کرنے والے
شریروں سے پناہ مانگتے تھے خدا تعالےٰ سے۔ سیوم ریش مبارک بھی جناب امیر کی اتنی دراز تھی
کہ دست اقدس اُس پر بخوبی پھیر سکتے تھے۔ افسوس ان بے ریشوں پر جو اپنی داڑھی صفا
چٹ کرا کے موچھوں کو بڑھاتے جاتے ہیں پھر آپ کو شیعان علیؑ کہلاتے ہیں۔ چہارم جناب امیر
علیہ السلام نے حضرت شیخین کو پیغمبر خدا کے بھائی اور رفیق اور وزیر فرمایا اور ان کو سب قریش
کا سردار اور سب مسلمانوں کا باپ بنایا۔ پنجم جناب امیر نے تبرّہ بازوں ابن سباء اور اُن کی
کی اتباع سے اپنی بیزاری اور ناراضگی ظاہر کی بلکہ فرمایا کہ جو کوئی حضرت شیخین کی گستاخی کرے اور

اُن کو بُرا کہیگا میں اس کو عذاب کروں گا۔ ششم۔ جناب امیر نے حضرت شیخین کی نسبت فرمایا کہ بالیقین یہ دونوں صاحب حیا اہل وفا دوست رسول اللہ کے تھے اور خدا کے کام میں نہایت کوشش سے حکمرانی کرتے تھے ہفتم۔ جناب امیر نے فرمایا کہ یہ دونوں اس طرح عادلانہ فیصلے کیا کرتے تھے کہ اگر کوئی کسی کو ستاتا تو اس کو موافق شرع شریف کے سزا دیتے تھے۔ ہشتم۔ جناب امیر فرماتے ہیں کہ رسول خدا اور کسی کی رائے کو نہیں چاہتے تھے۔ جیسا کہ حضرت شیخین کی رائے کو پسند فرماتے تھے۔ نہم جناب امیر نے فرمایا کہ رسول خدا حضرت شیخین سے زیادہ اور کسی کو اپنا دوست نہ رکھتے تھے اس لئے کہ اُن کو تمام خدا کے کام میں مستعد پاتے تھے۔ دہم فرماتے ہیں کہ حضرت شیخین نے اسی حالت پر وفات پائی جیسا کہ حیات مبارک رسول اللہ میں تھے۔ یازدہم جناب امیر نے فرمایا کہ حضرت شیخین سے رسول اللہ نہایت راضی تھے۔ اور تمام مسلمان بھی خوش تھے۔ دوازدہم۔ یہ کہ جناب امیر حضرت شیخین کے واسطے خدا تعالےٰ سے رحمت چاہتے تھے۔ سیزدہم جناب امیر نے قسمیہ فرمایا کہ بخدا سوگند حضرت شیخین کے دوست کا درجہ نہایت ہی بلند ہے کہ وہ مومن پاک ہے۔ اور ان کا دشمن بے دین کافر ہمیشہ ہلاک ہے۔ چہاردہم۔ جناب امیر نے خود ان تبرائیوں کے دادا پیر پر لعنت کی اور اس عبداللہ بن سبأ لعین کو اپنے دارالخلافت سے مدائن کی طرف نکلوا دیا۔ پس بقول امیر علیہ السلام ان دونوں روایتوں سے صاف معلوم ہو گیا کہ اوّل تو ان تبرے بازوں کے مذہب کا بانی میانی ابن سباء یہودی مردودی تھا کہ جس سے یہ فساد ایجاد ہوا۔ دوئم جناب امیر نے حضرت شیخین کی شان میں وہ کلمے بیان فرمائے کہ جن سے کل شیعان کے طعن باطل ہو گئے۔ اے شیعو! دیکھو جناب امیر نے ان اصحاب عالیجناب کی شان اور ایمان میں کیسے کیسے فضائل بیان فرمائے اور کس شفقت و محبت کے ساتھ ممبر پر کھڑے ہو کر عام تمام لوگوں کو اُن کے اوصاف سنائے اور کس طرح غمخواری و دلداری سے اُن کے اشتیاق اور فراق میں اپنے آنسو بہائے۔ اگر کوئی غیر مذہب یہ امام کا کلام سُنتا تو یقین تھا کہ اس کا دل نرم ہو جاتا افسوس ان سنگدلوں پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا ہم تعجب کرتے ہیں کہ یہ صاحبان کس منہ سے پھر آپ کو شیعان علیؓ کہلاتے اور آپ کا لقب امامیہ اثنا عشریہ فرماتے ہیں کہ تمام یہ آئمہ کے کلام اور خدا و رسولؐ کے فرمان کو تو انیس دبیر کے مرثیہ جیسا بھی نہیں جانتے اور نہ تو غور کر کے ان کو دیکھتے ہیں نہ کچھ متوجہ ہو کر سنتے ہیں صرف ایک اس اپنے پیر ابن سبأ یہودی کے کہنے پر اعتبار کر کے ان سب سے انکار کرتے چلے جاتے

ہیں۔ تو پھر اس زبانی انکار نفاقی آزار کا ہم کیا علاج کریں۔ بجز اس کے کہ یہ آیت پڑھیں۔ وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ط وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا۔ یعنے ہم نے ان کے دلوں پر پردے رکھے ہیں۔ کہ اس کو نہ سمجھیں اور اُن کے کانوں پر بوجھ ہیں اور اگر دیکھیں سب آیتیں اور نشانیاں تو ہرگز یقین نہ لاویں گے۔ اُن پر۔ اے حضرات اس گمراہی اور تعصب کو چھوڑ و اپنے دلائل لاطائل سے منہ موڑ و صرف قرآن اور حضرت کے فرمان پر ایمان لاؤ۔ ان واہیات تباہیاں سے باز آؤ نہیں تو اہل سنت کے مقابل آپ کو بحث کرنا بالکل نحس ہے۔ ہاں جیسا کہ ہم نے چند آیتیں اور حدیثیں اصحاب ثلاثہ کی شان میں خود تمہاری ہی کتابوں سے بیان کر دی ہیں کہ اور بھی آئندہ موقعہ بحث میں کریں گے اگر آپ بھی اسی طرح اہل سنت سے دو چار آیتیں یا حدیثیں یا ایک دو کسی چھوٹی موٹی کتاب سے کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت ہی پیش کرتے کہ جس سے ان کا ایمان خارج ہوتا یا ان کا کہیں ناری ہونا ثابت کرتے۔ تب کچھ بحث کا نام لیتے ورنہ جولاہے کی طرح پان سے دُر شوئی کا مصداق آپ پر صادق آتا ہے۔ کیونکہ جو جو آپ بغیر ثبوت مناظرہ تباتے ہیں۔ اتنا ہی زیادہ خجل و خواری پاتے ہیں ❊ بیت۔ مریض عشق پر رحمت خدا کی ❊ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

پس ان آیات و احادیث سے اصحاب ثلاثہ کے ایمان اور شان پر اہل ایمان کو تو پورا پورا اطمینان ہو گیا ہے۔ لیکن شیعوں کا گمان بد رفع نہیں ہوا اس واسطے جو جو ان پر اُن کے بدگمان ہیں وہ بھی ہم لکھ کر اہل انصاف کے پیش کرتے ہیں پھر ان سب پر بحث کر کے جھوٹوں کا دل ریش کرتے ہیں ❊

اوّل آیت کی بحث صحابہ کی فضیلت میں

اول آیت محمد الرسول اللہ والذین معہٗ پر بحث

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ز سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ج وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ط

یعنی محمد ہے رسول اللہ کا اور جو لوگ ساتھ ان کے ہیں اصحاب سخت ہیں اوپر کفار کے اور رحم دل ہیں درمیان اپنے دیکھتا ہے تو ان کو کہ وہ رکوع کرنے والے و سجدہ کرنے والے ہیں۔

چاہتے ہیں فضل اللہ کا اور رضامندی اسی کی۔ نشانی اُن کے چہرہ پر ہے اثر سجدے سے
یہی ہے صفت اُن کی بیچ توریت اور اسی طرح ہے صفت ان کی بیچ انجیل کے جیسا ایک چھوٹا
سا دانہ پس قوی کرے اس کو اللہ یعنے اول جیسا دانہ سے چھوٹے پتے نکلتے ہیں پھر وہ موٹا
ہو کر بڑا درخت ہو جاتا ہے تاکہ دیکھنے والا تعجب کرتا ہے تاکہ غصے میں لاوے اللہ بسبب مسلمانوں
کے کافروں کو۔ اس آیت سے صحابیوں کے چند فضائل ثابت ہوئے۔ اول تو حق تعالےٰ صحابہ کی
شجاعت کو بیان فرماتا ہے کہ وہ سخت دل اور بہادر تھے کافروں پر۔ دوسرا رحم دل تھے آپس
میں یعنی کسی طرح کا ان کو آپس میں کوئی کینہ رنج و فساد نہ تھا۔ تیسرا۔ خدا کی بندگی و عبادت کا بھی
ایسا حق ادا کیا کہ ان کے چہرے پر سجدہ کے اثر تھے۔ چوتھا۔ معلوم ہؤا کہ وہ جو جہاد اور عبادات
وغیرہ کرتے تھے تو بغیر ریا محض رضامندی اللہ کے واسطے نہ کچھ خواہش مال نہ طمع دنیا تھا۔
پانچواں۔ یہ بھی ثابت ہؤا کہ حضرتؐ کے یار اصحاب کبار اس قدر بیشمار تھے کہ جن کو کافر دیکھ کر
غیظ میں آجاتے اور تعجب کرتے تھے۔ چھٹا۔ یہ بھی پایا گیا کہ ان اصحاب عالیجناب کے فضائل اور
شان تو اسی طرح توریت و انجیل میں بھی عیاں ہیں۔ پس فضائل صحابہ کے لئے تو یہی ایک آیت کافی
اور وافی ہے۔ اگر کوئی ان فضائل صحابہ میں کوئی شک و شبہ کرے تو وہ سب کتب سماوی کا منکر
ہے۔ قال المخاطب المتعصب العظیم۔ سابق میں بھی بیان ہو چکا ہے۔ اب بھی ابتدائی
دلائل نقلیہ میں بیان ہوتا ہے کہ غرض اہل سنت کے کل صحابہ کے بیان حسن و خوبی سے اثبات ۱؎
حسن و خوبی حضرات ثلاثہ و اتباعہم کی ہے اور شیعہ بھی اس کے منکر ہیں اور حضرات ثلاثہ و اتباعہم
کو اچھا نہیں سمجھتے بلکہ اصل ایمان سے بے بہرہ جانتے ہیں اور اُن کے ایمان کو نفاقی ثابت کرتے
ہیں۔ پس یہی امر محل نزاع درمیان اہل حق اور اہل باطل کے ہے۔ چنانچہ صفحہ ۲۷ میں خود
مخاطب فرماتے ہیں۔ کہ ان فضائل کے مصداق صرف وہی اصحاب ہیں جن کو علمائے شیعہ اچھا
جانتے ہیں۔ اور اکثر مہاجر و انصار خصوصاً خلفاء ثلاثہ اس سے خارج ہیں۔ سو اس کا دعوے کل
علماء شیعہ نے کیا ہے اور پھر صفحہ ۲۷ پر فرماتے ہیں مابہ النزاع درمیان ہمارے اور حضرات کے یہ امر رہ
گیا کہ مراد اس سے تمام مہاجرین اور انصار ہیں یا نہیں بلکہ اصل تصفیہ منحصر اس بات پر رہا کہ
خلفائے ثلاثہ بھی اس میں داخل ہیں یا نہیں انتہی بنا بر اس کی شہادتیں عقلی یا نقلی مطلق صحابہ کے
فضائل میں بیان کرنا محض لغو ہے اس لئے کہ مطلق صحابہ کو شیعہ کب بُرا کہتے ہیں خود آپ معترف
ہیں کہ کل علماء شیعہ نے اس کا دعویٰ کیا ہے کہ مصداق فضائل وہی اصحاب ہیں جن کو شیعہ اچھا جانتے ہیں

پس ذکر کل شواہد عام کا واسطے اثبات دعوے خاص کا بیکار ہے وَ قَدْ تقرر فی المیزان اِنَّ
لَا دَلَالَۃَ لِلْعَامِ عَلَے الْخَاصِ بِاَحَدِی الدَّلَالَاتِ الثَّلٰثِ جو فضیلت آپ عام ذکر کریں
گے۔ہم جواب میں کہیں گے کہ مُراد اس سے علیؓ بن ابی طالب اور اصحاب ان کے امثال سلمان
ابوذر۔عمار و مقداد ہیں نہ آپ کے ثلاثہ اور اتباع اُن کے امثال ابو عبیدہ و عبدالرحمن
وسعد و خالد پس یہ ایک جواب اجمالی شواہد عامہ میں کافی اور وافی ہے۔اور جب آپ
تطبیق کسی فضیلت کی ثلاثہ پر کریں گے۔تو ہم کہیں گے کہ لاریب باتفاق فریقین اس کے مصداق
نہیں ہیں پس ضرور ہے کہ پہلے ایمان ثلاثہ ثابت کرلو اور ان کو زمرۂ منافقین سے خارج کرلو
تب ہم نظر کرینگے کہ یہ فضیلت ان پر منطبق ہے یا نہیں۔**اقول** ونستعین
بالرب الکریم۔اے ناظرین منصف دین ذرا ہمارے مخاطب ذہین کے علم
اور عقل پر آفرین کہو کہ جس نے علم و عقل سے ایسا کام لیا کہ نص وحدیث کو تو صرف اپنی
عقل ہی سے اڑایا اور علم کا وہ جلوہ دکھایا کہ آیات بیّنات کی ناسخ رمی الجمرات بناکر نص قرآنی
کو پتھر پھینکے۔کیوں صاحب نہ کہیں آیت کا بیان نہ کوئی حدیث کا نشان صرف زبان کا بہتان
بھلا کون مانے گا۔اور کسی ثبوت سند مضبوط کے سوائے ایسے جھوٹ کو سچ کون جانے گا۔
جب آپ کو اتنے ثبوت کی طاقت اور بحث کی لیاقت نہ تھی تو اس طرح بے فائدہ واویلا مچانا اور
بے لگام زبان کو دوڑانا کیا فائدہ ہوا۔ہاں چار دن اپنے مذہب کے اتباع جُہلا کو خوش تو کیا۔
اور آپ نے بھی مصنف کتاب کا خطاب تو لیا مگر ثبوت کے سوا تو آپ کو جھٹلایا کیا فائدہ آیا۔
حضرت سلامت اہل سنت کے مقابل آپ کو بحث و مناظرہ کرنا سوائے ذلت وخواری کے
کچھ حاصل نہیں ہے ہاں اگر یہ فضائل صحابہ کے جو آپ کی خیانت سے بچ رہے ہیں اور آپ
ہی کی کتابوں میں موجود ہیں۔ان سب کو کہیں ڈوبا یا جلا دیجئے۔تب اس بحث کی ہوس
کیجئے ورنہ یہ آیتیں وحدیثیں اور آئمہ علیہ السلام کے کلام تو آپ کے سم الفار (قاتل زہر)
ہیں ان کے مقابل ہونا آپ کو سوائے ضرر ونقصان کے کچھ حاصل نہیں ہے۔

شیعوں کے مذہب میں مباحثہ کرنا حرام ہے

علاوہ اس کے یہ مباحثہ کرنا تو آپ کے مذہب میں بالکل منع وحرام ہے
کیونکہ ایک تو یہ مخالف تقیہ ہے۔وہ تقیہ جو ظہور امام آخرالزمان تک تو آپ پر عین فرض ہے اور اس کا
منکر ایمان سے خارج ہے۔جیسا بقول موسیٰ رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں ہے دین اور ایمان اس
شخص میں جس میں تقیہ نہیں ہے۔دوسرا بقول تمہارے جو شیعہ ہونا تھا وہ ہو چکا اب تو کوئی ہدایت پا

ہی نہیں سکتا۔ اسواسطے تمام آئمہ علیہ السلام نے اس بحث کو سخت نہی وحرام فرمایا ہے۔ چنانچہ تمہارے
مجلسی صاحب نے بھی بحار میں اس کی ممانعت کیلئے بہت روایتیں لکھی ہیں جن سے دو چار آپ
کی عبرت کیواسطے نقل کرتا ہوں۔ عَنْ اَبِی عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامْ قَالَ لَا تُخَاصِمُوْا النَّاسَ
فَاِنْ لَوِ اسْتَطَاعُوْا اَنْ یُّحِبُّوْا لَاحَبُّوْنَا اِنَّ اللّٰہَ اَخَذَ مِیْثَاقَ شِیْعَتِنَا یَوْمَ اَخَذَ
مِیْثَاقَ النَّبِیِّیْنَ فَلَا یَزِیْدُ فِیْھِمْ اَحَدٌ اَبَدًا اَوْلَا یَنْقُصُ مِنْھُمْ اَحَدٌ اَبَدًا۔ امام
عبداللہ علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا لوگوں سے بحث مباحثہ نہ کرو کیونکہ اگر ہم کو لوگ دوست
رکھ سکتے تو بیشک دوست رکھتے۔ خدا تعالےٰ نے جس دن انبیاء سے عہد لیا تھا تو ہمارے شیعوں سے بھی
عہد لیا تھا۔ اب ان میں نہ کوئی زیادہ ہو سکتا ہے نہ کم ہو سکتا ہے۔ اَبِیْ عَنْ صَفْوَانَ وَفَضَالَۃَ مِنْ دَاؤُدْ
بِنْ فَرْقَدٍ قَالَ کَانَ اَبِیْ یَقُوْلُ مَالَکُمْ وَلِدُعَاءِ النَّاسِ اِنَّہٗ لَا یَدْخُلُ فِیْ ھٰذَا الْاَمْرِ
اِلَّا مَنْ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ یعنی میرا باپ کہتا تھا تمہیں لوگوں کو اپنے دین کی طرف بلانے سے
کیا تعلق کیونکہ اس دین میں کوئی شخص سوائے اس کے کہ جس کو خدا نے لکھ دیا ہے داخل نہیں ہو
سکتا۔ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ یَقُوْلُ اِنَّمَا شِیْعَتُنَا الْخُرْسُ۔ میں نے امام ابوجعفر علیہ السلام سے
سنا فرماتے تھے ہمارے شیعہ صرف گونگے ہیں۔ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیَّاکُمْ وَالْجِدَالَ فَاِنَّمَا
یُوْرِثُ الشَّکَّ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ ۵ فرمایا جناب امیر نے کہ اپنے آپ کو جھگڑے سے بچاؤ کیونکہ
وہ اللہ کے دین میں شک پیدا کرتا ہے پھر فرماتے ہیں اَلتَّمِیْمِیْ عَنِ الرِّضَاءِ عَنْ اٰبَائِہٖ عَنْ
عَلِیٍّ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ قَالَ لَعَنَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْ دِیْنِہٖ اُولٰئِکَ مَلْعُوْنُوْنَ
عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرمایا
ان پر خدا لعنت کرے جو خدا کے دین میں جھگڑا کرتے ہیں یہ لوگ پیغمبر علیہ السلام کی زبانی ا
ملعون ہیں۔ دیکھو تمہارے مذہب میں مباحثہ کرنا سخت منع ہے۔ یہاں تک کہ تمام مناظرہ
بازوں پر تمام آئمہ کرام نے نہی و لعنت فرمائی ہے۔ پھر کیوں مباحثہ کر کے آپ کو لعین بناتے ہو اور
کیوں اپنے مذہب کے مخالف ہو کر اپنا ایمان گنواتے ہو حضرت ایک تو اس مناظرہ میں آپ کو خدا
کے قرآن و حضرت کے فرمان اور تمام آئمہ علیہ السلام کے کلام سے منکر ہونا پڑتا ہے۔ دوسرا اس میں
آپ کو اپنے مذہب کے بھی برخلاف بنا یا گیا ہاتھ آیا اور بھی لاچاری تو یہ ہے کہ نہ آپ کو قرآن مدد
دیتا ہے۔ نہ کچھ حدیث سے امداد پہنچتی ہے۔ اور اقوال آئمہ کا بھی یہی حال ہے۔ کہ جن پر زیادہ دعوےٰ
تھا انکے فرمان بھی الٹا نقصان پہنچاتے ہیں بلکہ لعین اور بے دین بھی بناتے ہیں۔ تو پھر اس سے آپکو خاموش ہی رہنا بہتر ہے

اور اس حسد اور تعصب کی آگ کو دبا لینا مناسب نہیں تو آپ کو اس طرح خس و خار ڈالنے سے زیادہ جلنا پڑے گا۔ ؎ دل میں حسد کی آگ بھڑکی ہے گر نار حسد + پہلے حاسد کو جلاتی ہے یہی ہے کار حسد

آمدم بر سر مطلب۔ اس تمام کلام سے تین باتیں خام نکلیں۔ اوّل تو مخاطب نے کہا کہ مطلق صحابہ کو شیعہ کب بُرا کہتے ہیں۔ دوم کہا کہ جہاں فضائل صحابہ کے آوینگے ہم علی بن ابی طالب اور ان کے اصحاب سلمان ابوذر۔ عمار و مقداد بتاوینگے۔ سیوم کہا کہ ہم اصحاب ثلاثہ اور ان کے اتباع کو اچھا نہیں سمجھتے بلکہ اصل ایمان سے بے بہرہ جانتے ہیں۔ **جواب** اوّل جناب من ایک اصحاب ثلاثہ تو کیا فی الاصل نہ تو آپ نے خدا کے قرآن کو مانا نہ کسی حضرت کی حدیث کو سچ جانا نہ کچھ اہلبیت کی ہتک کرنے سے منہ موڑا نہ اس کی ازواج نہ کسی اصحاب کو بُرا کہنے سے خالی چھوڑا۔ پھر کیوں ایسا جھوٹا دعویٰ کیا اور جاہلوں کو دھوکا دیا۔ انشاء اللہ تعالےٰ ان ہر ایک بات کو بھی جہاں جہاں ان کے مقام آویں گے۔

شیعوں کے دو چار صحابہ کا ذکر جو وہ بھی بقول اُن کے مرتد ہوگئے

ہم ثابت کر دکھلاویں گے۔ اب ہم صرف اصحاب رسول اللہ کی نسبت دیکھتے ہیں کہ کہ آپ کس طرح ان کو مانتے اور اہل اکرام جانتے ہیں۔ اگر ہر ایک کا نام مفصل بمقام کیا جاوے تو طول کا لحاظ ہے۔ اس لئے صرف آپ کی چند روایتیں منقول کرتا ہوں۔ چنانچہ سلیم بن قیس ہلالی کی کتاب وفات النبی میں ابن عباس سے روایت ہے عَنْ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّ الصَّحَابَۃَ اِرْتَدُّوْا بَعْدَ النَّبِیِّ اِلَّا اَرْبَعَۃً وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنْ صَادِقٍ اِلَّا سِتَّۃً یعنی بقول امیر المؤمنین صرف چار اصحاب مومن رہے۔ اور بقول امام صادق چھ اور بھی نسخہ سلیم بن قیس میں سلمان سے مروی ہے جس کا ترجمہ مُلّا باقر مجلسی نے حق الیقین میں کیا ہے۔ قَالَ فَلَمَّا کَانَ اللَّیْلُ حَمَلَ عَلِیٌّ فَاطِمَۃَ عَلٰی حِمَارٍ وَ اَخَذَ بِیَدِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ فَلَمْ یَدَعْ اَحَدًا مِنْ اَھْلِ بَدْرٍ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَلَا مِنَ الْاَنْصَارِ اِلَّا اَتَاہُ فِیْ مَنْزِلِہٖ وَ ذَکَرَ حَقَّہٗ وَدَعَاہُ اِلٰی نُصْرَتِہٖ فَمَا اسْتَجَابَ لَہٗ اِلَّا اَرْبَعَۃٌ وَ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا فَاَمَرَھُمْ اَنْ یُّصْبِحُوْا مُحَلِّقِیْنَ رُؤُسَھُمْ مَعَھُمْ سِلَاحُھُمْ عَلٰی اَنْ یُّبَایِعُوْہُ عَلَی الْمَوْتِ فَاَصْبَحُوْا لَمْ یُوَافِہٖ مِنْھُمْ اِلَّا اَرْبَعَۃٌ فَقُلْتُ لِسَلْمَانَ مَنِ الْاَرْبَعَۃُ قَالَ اَنَا وَاَبُوْذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ وَالزُّبَیْرُ بْنُ الْعَوَّامِ۔ جب رات ہوئی تو علیؓ نے فاطمہ کو گدھے پر سوار کیا اور حسن و حسین کا ہاتھ پکڑا اور مہاجرین و انصار اہل بدر میں سے کسی کو نہ چھوڑا ان کے گھر گئے اور اپنا حق یاد دلایا اور اپنے لئے مدد مانگی۔ پس بجز چوالیس آدمیوں کے اور کسی نے آپ کی اعانت قبول نہ کی۔ آپ نے ان کو حکم کیا کہ صبح کے وقت سر منڈا کر مسلح

ہو کر موستا پر بیعت کے لئے حاضر ہو۔ جب صبح ہوئی تو سوائے چار شخصوں کے ان میں سے کوئی نہ آیا میں نے سلمان سے پوچھا چاروں کون کون سے کہا میں اور ابوذر اور مقداد اور زبیر ابن العوام اور مصنف کتاب اختصاص نے عمر بن ثابت سے روایت کی ہے۔ قال سمعت ابا عبد اللہ یقول

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا قُبِضَ اِرْتَدَّ النَّاسُ عَلٰی اَعْقَابِہِمْ کُفَّارًا اِلَّا ثَلٰثَۃً سُلَیْمَانَ وَالْمِقْدَادَ وَاَبُوْذَرٍّ الْغِفَارِیّ وَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ جَاءَ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالُوْا لَا وَاللّٰہِ لَا نُعْطِیْ اَحَدًا اِطَاعَۃً بَعْدَکَ اَبَدًا قَالَ وَلِمَ قَالُوْا سَمِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْکَ یَوْمَ غَدِیْرٍ قَالَ اَتَفْعَلُوْنَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَأْتُوْنِیْ غَدًا مُحَلِّقِیْنَ فَمَا اَتَاہُ اِلَّا ھٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَۃُ وَجَاءَ عَمَّارُ بْنُ یَاسِرٍ بَعْدَ الظُّہْرِ فَضَرَبَ یَدَہٗ عَلٰی صَدْرِہٖ قَالَ لَہٗ مَا لَکَ اَنْ تَسْتَیْقِظَ مِنْ نَوْمَۃِ الْغَفْلَۃِ اِرْجِعُوْا فَلَا حَاجَۃَ لِیْ فِیْکُمْ اَنْتُمْ لَمْ تُطِیْعُوْنِیْ فِیْ حَلْقِ الرَّأْسِ فَکَیْفَ تُطِیْعُوْنِیْ فِی الْقِتَالِ جِبَالِ الْحَدِیْدِ فَلَا حَاجَۃَ لِیْ فِیْکُمْ

امام عبداللہ علیہ السلام سے سنا فرماتے تھے جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی تو سوائے سلمان۔ ابوذر مقداد کے سب لوگ مرتد ہو گئے اور جب حضرت کی وفات ہوئی تو جناب امیر کے پاس چالیس آدمی آئے اور کہا خدا کی قسم ہم آپ کے سوائے کسی کی اطاعت اور بیعت نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا کیوں کہا کہ ہم نے حضرت سے سنا کہ وہ غدیر کے دن آپ کے باب میں فرماتے تھے۔ فرمایا مارنے مرنے پر راضی ہو کہا کہ ہاں فرمایا تو صبح کو سر منڈا کر میرے پاس آؤ تو سوائے ان تین آدمیوں کے اور کوئی آپ کے پاس نہ آیا۔ امام ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ عمار بعد ظہر کے آیا آپ نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا کہ ابھی غفلت کی نیند سے اب تک نہیں جاگا۔ جاؤ مجھ کو تمہاری کچھ ضرورت نہیں۔ جب سر منڈانے میں تم نے میری اطاعت نہ کی تو لوہے کے پہاڑوں کے ساتھ لڑائی میں کیونکر اطاعت کرو گے۔ تمہاری مجھ کو کچھ حاجت نہیں ہے۔ پس ان روایتوں سے صاف ثابت ہو گیا کہ سوائے ان تین شخصوں کے باقی سب حضرت کے اصحاب مرتد ہو گئے۔ کوئی بھی مسلمان اہل ایمان نہ رہا۔ اب ذرا تین بچارے کہ جن کو ہر جگہ شمار کر بیٹھے ہیں کچھ ان کا بھی حال باجمال سنیئے۔ اسی کتاب میں دوسری جگہ روایت ہے۔ عَنِ ابْنِ عِیْسٰی رَفَعَہٗ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ سُلْمَانُ کَانَ النَّاخِیْرُ مِنْہُ اِلٰی اِرْتِفَاعِ النَّہَارِ فَعَاقَبَہُ اللّٰہُ اَنْ وُجِیَ عُنُقُہٗ حَتّٰی صُیِّرَتْ مِثْلَ السِّلْعَۃِ حَمْرَاءَ وَاَبُوْذَرٍّ مِنْہُ اِلٰی وَقْتِ الظُّہْرِ

فعاقبہُ اللّٰہُ اِلٰی اَنْ سَلَّطَ عَلَیْہِ عُثْمَانَ حَتّٰی حَمَلَہٗ عَلٰی رَقَتْبٍ وَاَکَلَ لَحْمَ اِلْیَتَیْہِ وَطَرَدَہٗ عَنْ جِوَارِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَّا الَّذِیْ لَمْ یَتَغَیَّرْ مُنْذُ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ حَتّٰی فَارَقَ الدُّنْیَا طَرْفَۃَ عَیْنٍ فَالْمِقْدَادُ ابْنُ الْاَسْوَدِ لَمْ یَزَلْ قَائِمًا قَابِضًا عَلٰی قَائِمِ السَّیْفِ عَیْنَاہُ فِیْ عَیْنَیْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ یَنْظُرُ فِیْ مَا یَاْمُرُ۔ امام عبداللہ علیہ السلام سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ سلمان سے تاخیر دن چڑھے تک ہوئی۔ خدا نے اس کو یہ سزا دی کہ اس کی گردن مثل سرخ دبل یا رسولی کی ہوگئی۔ اور ابوذر سے تاخیر ظہر تک ہوئی خداتعالےٰ نے اس کو یہ سزا دی کہ عثمان کو اس پر مسلّط کیا۔ اس نے اس کو ایسے پالان پر سوار کیا کہ جس سے ان کا سرین زخمی ہوگیا۔ اور رسول اللہ علیہ السلام کے پڑوس سے اس کو نکال دیا لیکن وہ شخص جو بعد رسول اللہ کے مرنے تک مطلق نہیں بدلا وہ مقداد بن الاسود ہے ہمیشہ تلوار کا قبضہ پکڑے امیرالمومنین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے مستعدی کے ساتھ منتظر رہا کہ حضرت کیسا حکم فرماتے ہیں اور لیجئے قاضی صاحب مجالس میں فرماتے ہیں۔ وشیخ ابوعمرو کشی کہ از علماء امامیہ است در کتاب اسماء الرجال باسناد خود از حضرت امام محمد باقر روایت نمودہ۔ اِرْتَدَّ النَّاسُ اِلَّا ثَلٰثَۃَ نَفَرٍ سَلْمَانَ وَ اَبُوْذَرٍ وَالْمِقْدَادُ فَقُلْتُ فَعَمَّارُ قَالَ کَانَ خَاصَ حَیْصَۃً ثُمَّ رَجَعَ قَالَ اِنْ اَرَدْتَ الَّذِیْ لَمْ یَشُکَّ وَلَمْ یَدْخُلْہُ شَیْءٌ فَالْمِقْدَادُ امام صاحب فرماتے ہیں کہ سوائے تین شخصوں کے سب مرتد ہوگئے۔ سلمان ابوذر۔ مقداد۔ میں نے پوچھا اور عمار فرمایا کچھ پھر گیا تھا پھر لوٹ آیا۔ فرمایا اگر ایسا شخص چاہئے کہ جس کو شک نہ ہؤا ہو اور اس کے دل میں کچھ تردد نہ آیا ہو تو وہ ایک مقداد ہے پس ان روایتوں سے دو تین بھی شاکی و خاطی گنہ گار سزاوار ہوگئے۔ باقی رہا ایک مقداد سو اس کو بھی اور طور سے انہوں نے خطاوار بنایا کہ جس کا آج تک ان کی زبان پر طعن ہے۔ صدوق طائفہ شیخ ابن بابویہ قمی در علل الشرائع باسناد خودش از حضرت ابوعبداللہ روایت میکند۔ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَمَا کَانَ یَوْمَ اُحُدٍ اِنْھَزَمَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی لَمْ یَبْقَ مَعَہٗ اِلَّا عَلِیُّ ابْنُ الطَّالِبِ وَاَبُوْدُجَانَۃَ سِمَاکُ بْنُ خَرْشَۃَ

امام ابوعبداللہ نے فرمایا کہ جب اُحد کی لڑائی ہوئی تب سب اصحاب نے شکست کھائی اور بھاگ گئے اور حضرت کے ہمراہ سوائے علیؑ اور ابودجانہ کے کوئی باقی نہ رہا اور اسی طرح

تفسیر صافی میں بھی لکھا ہے۔ وَلَمْ یَبْقَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلَّا اَبُوْ دُجَانَةَ سِمَاكُ بْنُ خَرْشَةَ وَعَلِیٌّ کہ نہ رہا کوئی ساتھ رسول اللہ کے مگر ابو دجانہ و علیؓ۔ دیکھو یہ مقداد بھی بھگوڑوں میں شامل ہو گیا معصیت سے نہ بچا غرض تمام اصحاب رسول علیہ السلام کے کرام ہونے سے خارج ہو گئے۔ پھر کس منہ سے کہا کہ مطلق صحابہ کو شیعہ کب بُرا کہتے ہیں بھلا وہ مطلق ذوالکرام والاکرام کون ہیں کسی کا نام تو لیجئے نہیں تو پس جھوٹے کا منہ سیاہ کیجئے۔ دوم جو مخاطب نے کہا کہ جہاں تم کوئی آیت یا حدیث صحابہ کی فضیلت میں ہم کو سناؤ گے تو ان کے مصداق ہم علی بن ابی طالب اور اُن کے اصحاب سلمان۔ ابوذر۔ عمار۔ و مقداد بناویں گے **جواب**۔ اوّل تو اس میں خدا و رسول کی منشا و رضا کا کچھ لحاظ نہ رہا۔ جس طرح اپنے جی نے کسی کو چاہا اسی طرح بنا لیا۔ پھر اس خیال خام سے کوئی آپ کو دہریہ وغیرہ کہے گا یا فرقہ اسلام۔ پس یہ آپ کا کہنا سوائے خارج الایمان کے اور مسلمان کون مانتا ہے۔ اور بھی جب بقول تمہارے یہ کوئی بھی اصحاب باصواب تو نہ رہا آخر کار سب سزاوار ہو گئے کہ جن کو جناب امیر نے بھی خود نکال دیا اور بھگوڑوں میں داخل کیا تو پھر یہ کیونکر کسی آیت یا فضیلت کے مصداق ہو سکتے ہیں۔ اور آپ بھی کس منہ سے اُن کو اصحاب کبار میں شامل کر سکتے ہیں۔ کیوں ایسے جھوٹ کتے اور جاہلوں کو دھوکا دیتے ہو پس یہ آپ کی بات قابل سماعت تو نہ رہی لیکن ہم فرضی مان کر کچھ اس سے بھی پشیمان کرتے ہیں۔ اوّل تو آپ نے یہ اصحاب بھی امام علی علیہ السلام کے ارقام کئے جس سے ہمارے حضرت کے اصحاب کا تو کہیں خطاب بھی نہ رہا۔ ارے کچھ خدا سے ڈر اس کے رسولؐ کا لحاظ کر جو منہ در آتا ہے دیوانوں کی طرح بکے جاتا ہے خیر اس سے تو ہم در گذر کرتے ہیں۔ آئندہ دیکھا جاوے گا۔ کیوں صاحب حضرت کے بھی تین چار اصحاب تھے جو صدہا جنگ کافروں سے انہوں نے کئے تھے کیا ہزارہا کفار کو ان چار ہی نے فی النار کیا تھا اور تمام ملک عرب روم شام کو انہوں نے ہی فتح کیا تھا۔ بھلا اس لچر پوچ کو کون عاقل مانتا ہے۔ اور ایسے صریح جھوٹ کو سچ کون جانتا ہے۔ فی الحال اس میں بھی ہم آپ پر کچھ سوال کرتے ہیں اوّل پوچھتے ہیں کہ جب حضرت کی رسالت و تبلیغ احکام پر سبھی ایمان لائے اور ان تین چار ہی نے ہدایت پائی تو پھر نتیجہ باعث رسالت سے کیا ہوا۔ دوسرا۔ ابن عباس کی روایت سے بقول جناب امیر کے صرف چار اصحاب مومن رہے اور بقول امام صادق علیہ السلام کے چھ۔ پس اس اختلاف میں بھی ایک تو آئمہ کا علم لدنی نہیں پایا جاتا۔ دوسرے اس میں حضرت امیر کا امیر المؤمنین ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ امیر المومنین بغیر اجماع و کثیر کے ہو نہیں سکتا۔ پھر ان تین چار کا

جھوٹا اقرار بھی آپ کے کیا درکار آیا۔ اور اِس مضامین سے بھی سوائے توہین سید المرسلین و امیر المومنین کے اور کیا حاصل ہوا۔ اے شیعو دیکھو اس تمہارے جھوٹ کو بھی ہم ابھی جھٹلاتے ہیں۔ اور یہ دو چار کا دعویٰ تو آپ کا ہم خاک میں ملاتے ہیں کیونکہ حضرت کے بار اصحاب کبار تو ہم سینکڑوں ہزاروں تک ثابت کر دکھلاتے ہیں۔ اوّل تو ذرا اسی آیت میں دیکھو کہ جس کی بحث ہو رہی ہے۔ اسی میں بھی پروردگار کس قدر بے شمار فرماتا ہے۔ کَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ یعنی جس طرح ایک چھوٹا سا دانہ کہ اس میں اول پتے نکلتے ہیں پھر وہ بڑھتا جاتا ہے تاکہ دیکھنے والوں کو تعجب آتا ہے۔ یہاں تک کہ غصے میں لاوے اللہ بہ سبب ان مسلمانوں کے کافروں کو۔ کیوں حضرت یہ چھوٹے دانہ سے بڑا درخت ہونا یہ مثال تین چار پر صادق آتی ہے یا کہ اس سے ہزاروں اصحاب بے شمار ثابت ہوتے ہیں۔ اور بھی سب کفار ان تین چار سے تعجب کرتے تھے یا کہ ہزاروں کو دیکھ کر غیظ میں آتے تھے پس مسلمان اہل ایمان کو تو ایک ہی خدا کا فرمان کافی ہے لیکن ہم شیعوں کی خاطر ایک اور حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔ جو ان کے شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں بقول امام صادق علیہ السلام سے ارقام کی ہے۔ وَمَا لَمْ يَكُنْ سُنَّةٌ مِنِّي فَمَا قَالَ أَصْحَابِي فَقُولُوا بِهِ إِنَّمَا مَثَلُ أَصْحَابِي فِيكُمْ كَمَثَلِ النُّجُومِ بِأَيِّهَا أُخِذَ اهْتُدِيَ بِأَيِّ أَقَاوِيلِ أَصْحَابِي أَخَذْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ ۵

بقول آئمہ کے بھی باراں ہزار اصحاب رسول تھے ہم ثابت کرتے ہیں

امام صاحب فرماتے ہیں کہ فرمایا حضرت نے کہ جس کو میری سنت نہ ملی تو عمل کرو اس پر کہ جو کچھ میرے اصحاب نے کہا ہو کیونکہ میرے اصحاب تمہارے بیچ مثل ستاروں کے ہیں۔ جس کسی میرے اصحاب کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے کیوں صاحب اب بھی حضرت کے تین چار اصحاب اختیار کرو گے یا کہ مثل ستاروں کے ہزاروں شمار کرو گے۔ اگر خدا اور رسول کے فرمان پر آپ کا اطمینان نہیں ہوتا تو اپنے مورخین ہی پر یقین کیجئے۔ دیکھو تمہارے ابو جعفر محمد بن شیخ بابویہ قمی بھی خصال میں ہزاروں اصحاب کبار شمار کرتے ہیں۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ ابْنُ هَاشِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ ابْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا ثَمَانِيَةُ آلَافٍ مِنْ غَيْرِ الْمَدِينَةِ وَأَلْفَيْنِ الْهَمِنِ الْمَدِينَةِ وَأَلْفَيْنِ الطُّلَقَاءِ لَمْ يُرَ فِيهِمْ قَدَرِيٌّ وَلَا مُرْجِيٌّ وَلَا حَرُورِيٌّ وَلَا مُعْتَزِلِيٌّ وَلَا صَاحِبُ رَأْيٍ امام ابو عبداللہ سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ کے باراں ہزار تھے۔ آٹھ ہزار مدینہ سے

باہر کے۔ دو ہزار مدینہ والے اور دو ہزار طلقاء ان میں نہ کوئی قدریہ تھا نہ خارجی تھا نہ کوئی معتزلی تھا۔ نہ کوئی دین میں رائے کو دخل دینے والا تھا۔ کیوں جناب اب کس منہ سے دو چار اصحاب کا نام لوگے وہ تو باراں ہزار بھی ایسے تھے کہ جن کے ایمان اور اسلام کی خود تمہارے ہی راوی متواتر شہادت دیتے ہیں۔ الحمد للہ کہ خدا کے قرآن و حضرت کے فرمان اور تمام کلام آئمہ علیہ السلام سے بھی حضرت کے یار اصحاب کبار تو ہزار ہا بے خطا و رہنما ثابت ہو گئے کہ جن سب شریف کی اس آیت میں تعریف ہے۔ پھر کیوں دو چار اصحاب کا نام لیا۔ یہی کہ جاہلوں کو دھوکا دیا اور کیا کیا اے بھائیو جن کے لئے آپ یہ سب باتیں بناتے اور واویلا مچاتے ہو اور جن کے سبب نص و حدیث کی بھی تکذیب کی اور آئمہ علیہ السلام کے کلام کو بھی جھٹلایا اور جن کے واسطے سب صحابہ کو بھی منافق بنایا۔ وہ اصحاب ثلٰثہ تو آپ سے کسی طرح بھی ظل نبوت سے خارج نہیں ہو سکتے اور نہ ان کے ایمان اور شان میں کچھ نقصان آسکتا ہے۔ **بیت**

اگر گیتی سراسر باد گیرد		چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد	

سیوم۔ جو مخاطب نے کہا کہ ہم اصحاب ثلاثہ اور ان کے اتباع کو اچھا نہیں سمجھتے۔ بلکہ اصل ایمان سے بے بہرہ جانتے ہیں۔ **جواب** حضرت سلامت صرف اپنی زبان سے ان کا ایمان خارج کرتے ہو یا کوئی نص و حدیث کا ثبوت بھی دیتے ہو۔ ہم تمہاری زبان کا بیان تو نہیں سنتے صرف ثبوت مانگتے ہیں کہ کس آیت یا حدیث کے ذریعے آپ ان کو ایمان سے خارج کہتے ہیں۔ وہ ذرا کہیں ہم کو دکھلا تو دیجئے۔ نہیں تو جھوٹے کا منہ سیاہ کیجئے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ یہ مہاجرین میں تھے یا نہیں۔ اور انہوں نے حضرت کے ساتھ جہاد بھی کئے یا نہیں اور یہ اہل بدر و بیعت الرضوان میں بھی تھے یا نہیں۔ نہیں تو آپ کر بھی نہیں سکتے ہو اگر تھے تو کیوں صاحب فالذین ھاجروا و اخرجوا من دیارہم۔ کا مصداق کس پر آتا ہے اور وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ جناب باری کس کے حق میں فرماتا ہے۔ اور رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۔ کا خدا نے کس سے وعدہ کیا ہے۔ ذرا دین کے صراف کھوٹے کھرے کا انصاف کریں کہ پروردگار جن کو بار بار مؤمنین فرمائے۔ یہ ان کو ایمان سے خارج اور منافق کہیں اور خدا جن سے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کا وعدہ کرے یہ ان کو خدا کے دشمن بتائیں۔ اور وہ جن کو بہشتی فرمائے یہ اُن کو معاذ اللہ

ناری کہیں تو یہ اصحاب ثلاثہ کی دشمنی ہے یا دراصل کلام خدا کی تکذیب ہے۔ اے شیعو خدا سے ڈرو کچھ ایمان کا پاس کرو۔ ایک اصحاب ثلاثہ کی دشمنی کے سبب قرآن کے منکر ہو کر اپنا ایمان نہ گنواؤ لیجئے ذرا ان کا اور ان کے اتباع کا پہلے کچھ ایمان اور شان مفصل طور سے غور کیجئے۔ صاحب فصول جو شیعہ کے بڑے مستند عالم ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ روایت نقل کرتے ہیں۔ اِنَّهٗ قَالَ لِلْجَمَاعَةِ خَاضُوْا فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ اَلَا تُخْبِرُوْنِیْ اَنْتُمْ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالُوْا لَا قَالَ فَاَنْتُمْ مِنَ الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ قَالُوْا لَا قَالَ اَمَا اَنْتُمْ فَقَدْ بَرِئْتُمْ اَنْ تَکُوْنُوْا اَحَدَ هٰذَیْنِ الْفَرِیْقَیْنِ وَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّکُمْ لَسْتُمْ مِنَ الَّذِیْنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ؁ یعنی فرمایا امام باقر علیہ السلام نے واسطے ایک اس گروہ کے جو کلام کر رہے تھے بیچ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے امام نے فرمایا کیا تم خبر نہیں دیتے مجھ کو آیا تم ان مہاجرین سے ہو جو نکالے گئے اپنے گھروں اور مالوں سے۔ کہ ڈھونڈتے آئے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی اور مدد کی اللہ اور اس کے رسول کی اس گروہ نے کہا ہم ان میں سے نہیں ہیں پھر امام نے فرمایا کہ تم ان لوگوں سے ہو جو جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں یعنی مدینہ میں جو انصار ہیں اور وہ ایمان میں ان سے پہلے محبت کرتے ہیں اُس سے جو وطن چھوڑ آوے۔ ان کے پاس انہوں نے کہا ہم ان سے بھی نہیں ہیں امام نے فرمایا تحقیق تم آپ ہی الگ ہوئے اس سے کہ تم ایک فرقہ ان دو فرقوں میں سے ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نہیں ہو ان لوگوں سے بھی جن کے حق میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جو آئے ان کے پیچھے کہتے ہوئے کہ اے رب بخش ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے آگے پہنچے ایمان میں اور کہتے ہیں کہ کہ نہ رکھ ہمارے دل میں بیر ایمان والوں کا۔ اے رب تو ہے بڑائی والا مہربان۔ اس روایت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ اوّل تو اصحاب ثلاثہ کا ان مہاجرین سے ہونا ثابت ہوا کہ جن کے ایمان کو جا بجا خدا کا قرآن بیان کرتا جاتا ہے۔ دوم خود امام کی زبان سے خلفا ثلاثہ کا ایمان اس فرمان سے بھی تصدیق ہوا جیسا فرمایا جو ہم سے آگے پہنچے ایمان میں یعنی یہی اصحاب کبار

مہاجرہ انصار - سیوم - امام صاحب نے اس گروہ کو بھی گمراہ اور دائرہ اسلام سے خارج فرمایا - جو اصحاب ثلاثہ کے حق میں کچھ مخاطب کی طرح گفتگو کرتے تھے چہارم یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان والے وہی لوگ ہیں جو ان اصحاب کبار مہاجر و انصار خصوصاً خلفاء ثلاثہ کے حق میں خدا سے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں - دیکھو اصحاب ثلاثہ تو کیا ان کے تابعین کو بھی امام باقر علیہ السلام مومنین فرماتے ہیں - اور ان کے بدخواہ کو گمراہ بناتے ہیں - تو پھر اس سے اور زیادہ ثبوت مضبوط آپ کیا چاہتے ہیں الحمد للہ کہ اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور ان کے اتباع کا بھی شان پہلی ہی بحث کے مقام پر بے شبہ ثابت ہو گیا - کیوں مخاطب جی اس امام کے کلام سے کچھ آپ کی بھی تشفی ہوئی یا نہیں اور ان کا شان والا بھی دیکھ لیا یا نہیں گو زبان سے تو نہیں نہیں کرو گے - مگر میں آپ کے دل کا حال پوچھتا ہوں - اگر پھر بھی نہیں کہو تو ذرا اسی کتاب کے پانچ سات ورق الٹ کر پھر دیکھ لو کہ ان کا ایمان اور شان کیسا اظہر من الشمس عیاں ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہم اسی طرح ان جناب کا ایمان مثل آفتاب کے ایسا روشن کریں گے کہ جس کے سامنے تو دشمن کی آنکھ بھی اوپر نہ ہو سکے گی - خیر زیادہ کہنا خوب نہیں دکھلا دینا مطلوب ہے - تعجب تو یہ آتا ہے کہ یہ حضرات نص و حدیث کی تو کوئی بات ہی نہیں جانتے - اور نہ کہیں امام کے کلام کو ملتے ہیں صرف اپنی واہی تباہی ابن سبائی پر خوش ہوتے چلے جاتے ہیں - جس نے تو ایسا اُن کو سنگ دل کر دیا کہ اب کہیں آیت کا اثر ہوتا ہے نہ کوئی حدیث تاثیر کرتی ہے - خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ

بل تؤثرون الحیوٰة الدنیا دوسری ارضیتم بالحیوٰة الدنیا پر بحث

قولہ یہ آیتیں کس کے حق میں ہیں اگر ثلاثہ نہیں تو وہ کون انکے مصداق ہیں قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰى اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى دوسری آیت اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ **اقول** حضرت سلامت گستاخی معاف میں نے یہ آیتیں دیکھلی ہیں کہ جن سے آپ اصحاب ثلاثہ کا ایمان خارج کرنا چاہتے ہیں - اے محرف قرآن بدگمان ذرا خدا سے ڈر کچھ تو اس کے قرآن کا لحاظ کر بھلا جان کر کلام الٰہی کا معنے اور مقام بدلنا کس کا کام ہے - کیا اس میں جاہلوں کو دھوکا دیا یا محرف قرآن ہو کر اپنے ایمان کو رد کیا - دیکھ ان آیتوں کے معنے اور شان نزول بھی ہم لکھ کر اہل انصاف کو دکھلاتے اور آپ کو جھوٹا بناتے ہیں - آیت اول کا معنے یعنی

تحقیق چھٹکارا پایا جو پاک ہوگیا - اور یاد کیا نام اپنے رب کا اور پڑھی نماز بلکہ تم چاہتے ہو زندگی دنیا کی اور
آخرت بہتر ہے دنیا سے اور وہ بہت رہنے والی ہے تحقیق یہ بات پہلے صحیفوں میں بھی ہے ابراہیم اور
موسی کے - یعنی سابقہ صحیفوں میں بھی ہے کہ دنیا سے آخرت کی محبت اچھی ہے - دوسری آیت کا ترجمہ
آیا راضی ہو تم دنیا کی زندگی پر آخرت سے پس نہیں ہے کچھ زندگی دنیا کی بیچ آخرت کے مگر تھوڑی -
دیکھو نہ یہ آیتیں کسی کافر کے حق میں ہیں نہ منافق کے اور بھی نہ اس جگہ خدا نے کسی کو کچھ سزا فرمائی
نہ جزا - بلکہ جنگ تبوک میں حق سبحانہ وتعالے ہر کس عام تمام مسلمان کو نصیحت فرماتا ہے کہ آخرت کے
مقابل یہ دنیا کی زندگی اچھی نہ جانو - یعنی اس کے عیش و آرام کے سبب جہاد کرنے میں سستی نہ کرو
کہ جس کا آخرت میں ثواب بے حساب ہے - کیوں صاحب ان آیتوں میں اصحاب ثلاثہ تو کیا اور کسی
کے ایمان کو بھی زوال نہ آیا - کہ نہ اس میں خدا نے کسی کو ناری بنایا نہ کسی کو خارج الایمان فرمایا تو پھر
آپ کو ان کے لکھنے میں کیا ہاتھ آیا - اور بھی ہم پوچھتے ہیں کہ آپ انہیں آیتوں سے اصحاب ثلاثہ کو برا
کہتے ہو - اور انہیں کے سبب اہل سنت سے مناظرے بناتے ہو - کچھ شرم بھی آتا ہے یا نہیں خیر شرم
آیا نہ آیا آپ کو مناظرہ دان تو کہلایا - **قولہ** ہمارے خیال میں نہیں آتا کہ آپ کو ورق گردانی کتب منسوخہ
و محرفہ سے کیا فائدہ کیا تصدیق قرآنی آپ کو کافی نہیں - آخر روئے خطاب آپ کا طرف اسلام سے ہے
اور وہ لوگ اس توریت و اناجیل موجودہ کو حجت نہیں سمجھتے - یہ جتنے انجیلیں سنواتے ہیں خواہ
متی کی خواہ لوقا کی خواہ اور کسی کی سب کو اصلی انجیل نہیں جانتے بلکہ بعقیدہ شیعہ اصلی توریت اور
انجیل اور ہزاروں کتب اور صحف آسمانی حضرت عمر نے جلا دئے اور مہینوں حمامات ان سے گرم رہے
اور ہر چند جناب امیر علیہ السلام نے منع فرمایا کہ یہ کتب آسمانی کلام ربانی ہیں - اور گو احکام ان کے
منسوخ ہیں مگر واجب التعظیم ہیں - اور انہیں کتابوں سے ہم حقیقت اسلام پر دلیل لاتے ہیں
ان کا جلانا جائز نہیں مگر قائل لسانی حسبنا کتاب اللہ نے ایک بھی نہ سنا اور سب کو جلوا دیا - اور
جب قرآن ہی سے آپ کا مطلب نہ نکلا تو ان کتب محرفہ سے کیا نکلے گا - **اقول** - اس تحریر و تقریر
سے دو باتیں نکلیں - اول تو مخاطب نے کہا کہ توریت و انجیل سے آپ کو کیا فائدہ ہوا -
جواب حضرت یہ فائدہ ہوا کہ ہم نے تو صحابہ کا ایمان اور اسلام توریت و انجیل سے بھی
ثابت کر دیا - جیسا کہ حق سبحانہ وتعالے اپنے قرآن میں فرماتا ہے کہ میں نے اصحابہ کے فضائل
مثلھم فی التورٰۃ و مثلھم فی الانجیل میں بیان کئے ہیں - پس ہم نے تو توریت و
انجیل کی بھی تمثیل دے کر صحابہ کو اہل ایمان اور آپ کو پشیمان کیا - لیکن آپ کو اس انکار سے فائدہ

تکرار سے کیا فائدہ ہوا۔ جو کہا کہ کیا تصدیق قرآنی آپ کو کافی نہیں ہے۔ ارے ہم کو تو خدا کی ایک ہی آیت کافی اور وافی ہے۔ لیکن توریت و انجیل سے بھی صحابہ کا شان تو اس لئے ثابت کر دکھلایا کہ تم کو سب کتب سماوی کا منکر بنایا۔ دوم جو کہا کہ بعقائد شیعہ یہ کتابیں حضرت عمر نے جلا دیں سو ہم شیعوں کا عقائد کب صحیح جانتے ہیں۔ اور آپ کی واہی تباہی کو کب مانتے ہیں۔ ہاں اگر کسی کتاب اہل سنت سے پیش کرتے کہ حضرت عمر نے یہ کتابیں جلائی ہیں تب بھی کچھ اس طور سے غور کرتے کہ آیا یہ جھوٹ کس نے بنایا تعجب تو یہ آیا کہ اتنا بھی عقل نے آپ کو نہ سمجھایا اور خود بھی شرم نہ آیا کہ بھلا یہ ہمارے گھر کی نظیر خصم کب پذیر کریگا۔ **قولہ**۔ آپ نے دعوے کیا تھا کہ جناب رسول خدا اور ان کے یاروں کے فضائل اور صفات توریت و انجیل سے ہم بیان کرتے ہیں۔ یہ عبارت جو انجیل کی آپ نے نقل کی اس میں نہ تو جناب رسول خدا کا کہیں نام و نشان ہے۔ نہ ان کے یاروں کا کچھ ذکر نہ کوئی فضیلت اور صفت ہے۔ بلکہ آسمانی بادشاہت کی مثال ساتھ دانہ رائی کے ہے **اقول**۔ اگر ہمارے مخاطب کی عقل سے کچھ تعصب کا پردہ دور ہو جاتا تب کچھ ظہور میں آتا ورنہ بھیس کے آگے گیت گانا ہوا۔ کیوں صاحب آپ کہتے ہیں کہ توریت و انجیل میں تو نہ کہیں حضرت کا نام و نشان ہے۔ اور نہ ان کے یاروں کا ذکر ہے۔ اور حق تعالے اسی آیت میں فرماتا ہے۔ ذالک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کہ میں نے اسی طرح اپنے حبیب اور اس کے یاروں کی فضیلت بیچ توریت اور انجیل کے بھی فرمائی ہے تو پھر ہم اس خدا کے فرماں کو سچ جانیں یا اس تمہارے بہتان کو مانیں۔ پس مسلمان اہل ایمان کو تو یہی خدا کا فرمان کافی ہے۔ مخاطب جی اگر قرآن خدا کے فرمان سے آپ کا بدگمان رفع نہیں ہوتا تو خیر اسی انجیل ہی کا ملاحظہ کیجیے اس آیت کا حال اس مثال سے ملا لیجئے۔ انجیل کی شہادت درس ۳۱ و ۳۲ باب ۱۳ انجیل متی میں ہے (کہ آسمان کی بادشاہت دانہ رائی کے مانند ہے۔ جیسے ایک شخص نے بیج ایک کھیت میں بویا اور وہ سب بیجوں سے چھوٹا ہے۔ اور جب اگتا ہے سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا ہے اور ایسا درخت ہوتا ہے کہ ہوا کے پرندے اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں)۔ دیکھو مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَاٰذَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ سے بھی کیسی عبارت انجیل کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور وہ مثال بھی موافق حال حضرت کے اصحاب باکمال پر کیسی صادق آتی ہے جیسا کہ ایک دانہ رائی سے کثرت ہو کر آسمانی

بادشاہت تک نوبت پہنچی۔ اسی طرح صحابہ کی کثرت سے بھی حضرت کا دین عرش بریں تک پھیلا کہ وہ
شروع میں اوّل تھوڑے تھے پھر بڑھتے بڑھتے ایک جماعت کثیر ہوگئی۔ جن کے دیکھنے سے کفار
جلتے اور مرتے تھے بلکہ ان کی شوکت اور قوت کو دیکھ کر حاسدوں کی طرح کفِ افسوس ملتے تھے۔
کیوں جناب ان اصحاب پر انجیل کی بھی ٹھیک تمثیل آئی یا نہیں۔ اگر پھر بھی نہیں کہو تو ذرا کسی
اپنی تفسیر کو بھی دیکھ لو۔ چنانچہ تمہارے بڑے مفسر صاحب خلاصۃ المنہج بھی اس آیت کا ترجمہ
فضائل صحابہ میں کس طرح لکھتے ہیں۔ محمدؐ فرستادۂ خدا است و آنانکہ با و بہتر از مومنان صادق
العقیدت و راسخ الایمان و سخت و لانند بر اہل کفار نرم دل و مشفق مہربان بیکدیگر ہم چنانکہ
درجائے دیگر میفرماید کہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین مروی ست کہ تشدد
ایشاں نسبت کفار بروجہے بود کہ لباسہائے و اشیائے خود را از ایشاں باز داشتند تا بجامہائے
و بدن ہائے ایشاں نرسد در آفت۔ و مہربانی ایشاں نسبت با اہل اسلام بمشابہ بود کہ چوں
یک دیگر بدیدندے سلام کردندے و بمصافحہ و معانقہ یک دیگر مشغول شدندے و شبہ
نیست کہ لازم جمع اہل ایمان است مے بینی اے بینندہ آں مومنان صادق الاعتقاد را رکوع
کنندگان سجدہ نمایندگان بجہت اشتغال ایشاں بنماز در اکثر اوقات و مے بینی ایشاں را کہ پیوستہ
مے طلبند افزونی مرتبہ و زیادتی مثوبۃ از حق تعالیٰ و خوشنودی او را در جمیع حالت مراد آنست
کہ طاعت ایشاں برائے قربت است۔ برضائے حضرت عزت بدون شائبہ ریا و یا عجب و
سمع غلبیت علامت ایشاں در روئیت ہائے ایشاں است یعنی علامت در پیشانی ایشاں ظاہر
است از نشانہ سجدہ کردن یعنی از پیشانی کہ سجود میسر ایشاں است و ایں مستلزم کثرت سجود
ایشاں است آں وصف عظیم ایشاں کہ مذکور شد صفت ایشاں است در کتاب موسےٰ و ما
صفت ایشاں است در کتاب عیسےٰ یعنی مومناں در کتاب بصفت عجیبہ مذکور اند و یا حضوت
عزسہ مذکور ہیچ دانہ کشتہ است کہ در حال اوّل بروں آورد۔ شاخہائے خورد را کہ در نہایت باریکی
و ضعیفی باشد پس معاونت دہد و قوی و نیرومند گرداند پس سطبر و غلیظ شود پس راست بایستد
بر ساقہا و احوال خود یعنی از گیاہ ضعیف نحیف بتدریج نشو و نما یابد و در آخر بروجہے قوی گردد کہ تا
بشگفت آورد مزارعیاں را بجسامت و قوت و سطبری و حسن ایں مثال برائے حال حضرت رسالت
و اصحاب ہمچنانکہ دانہ مزروع در بدایت حال شاخہائے ضعیف از و پیدا شود و بتدریج تربیت
مے باید کہ قوی و جسیم میشود بسبب تعجب مزارعاں گردد۔ حضرت رسالت و اصحاب را

نیز در بدائیت حال در نہایت سخافت وضعف حال بودند وبعد ازاں بتدریج قوت میگرفتند
وقوت تمام کردند بر جمیع آدمیاں فائق آمدند وسبب تعجب مردماں شدند ویا زراع آنحضرت
کہ در بدائیت اسلام بے یار ومعاون بود وشطا اصحاب کہ دست اورا قوی کردند یعنی ہچنانکہ
زرع در اول دقیق ورقیق است وبتدریج غلیظ میشود وشاخہا براو متلاحق مے شود وچیتی
میگردد کہ مزارعاں از قوت وکثرت او تعجب کردند" دیکھو کہ اس تمہارے مفسر نے
نے بھی تو اس آیت کے معنے ہمارے موافق کئے اور اس کے ایک ایک حرف سے فضائل صحابہ
کے ثابت کردئے۔ پھر کیوں ایسے جھوٹے انکار کرکے جاہلوں کو سناتے ہو۔ اور کیوں اس طرح
قرآن کے بھی معنے بدل کر اپنا ایمان گواتے ہو۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اب تو ہمارا دعوٰی ٹھیک تصدیق
ہوًا یا نہیں۔ اور تمہارے ہی مفسر نے تم کو جھوٹا کیا یا نہیں۔ مخاطب جی اس اپنی تفسیر کے
معنوں میں ذرا پھر بھی غور سے دور کرو کہ یہ تمہارا مفسر کیسے کیسے فضائل صحابہ کے ثابت کرتا
ہے۔ اور یہ کس طرح توریت وانجیل کی بھی تمثیل دے کر ہر کتاب اللہ سے ان کا ایمان اور شان
بیان کرتا ہے۔ کہ اول اسلام ضعیف اور نحیف تھا پھر صحابہ کی کثرت سے اس قدر قوی اور مضبوط
ہوًا کہ جن کو کافر دیکھ کر تعجب میں آجاتے تھے۔ اب اس کے سامنے ذرا آپ کا وہ فقرہ ملائیے جو
کہا کہ اس میں تو نہ کہیں جناب رسول خدا کا نام ونشان ہے۔ نہ ان کے یاروں کا ذکر ہے جھوٹا
کذاب ہمیشہ خراب۔ ہم تعجب کرتے ہیں کہ ایسے صریح جھوٹ لکھنے سے بھی نہ کچھ حیا مانع ہوًا۔
نہ عقل ہی نے سمجھایا کہ پہلے کسی اپنی تفسیر کو دیکھ لینا پھر ایسا جھوٹ کہنا۔ **قولہ**۔ تمثیل کشت زرع
میں اسلام کے ضعف اور قوت کا ذکر ہے۔ دین مسلمانی کے دنیا میں پھیلنے کا ذکر ہے صحابہ
کی فضیلت اور رذیلت اس میں نہیں ہے۔ **اقول**۔ کیوں صاحب بار بار کے انکار سے آپ کو
کیا حاصل اور ان بے فائدہ باتوں سے بھی کیا فائدہ۔ ان واہیات تباہیاں سے اپنی کتاب کو تو موٹا
کیا اور جاہلوں کو بھی دھوکا دیا۔ لیکن منکر قرآن ہوکر اپنا ایمان گوا یا کیا ہاتھ آیا۔ حضرت سلامت
اسلام کی قوت اور دین کا دنیا میں پھیلنا کس سے ہوًا ہے۔ یہ تو غیر مذہب کے جاہل بھی جانتے
ہیں۔ کہ صحابہ کی کثرت سے کہ جنھوں نے اپنے مال اپنی جان قربان کرکے اسلام کو ایسی امداد دی
کہ ہزارہا کفار فی النار کرکے دین مسلمانی کو تمام دنیا میں پھیلایا۔ اس لئے ذات الٰہی نے کشت زرع
کی مثال فرمائی کہ اول دین مانند ذرہ ایک دانہ کے تھا پھر صحابہ کی امداد سے بڑھ کر بڑا درخت
ہوگیا کہ جن کو دیکھنے والے تعجب اور غیظ میں آتے تھے۔ ذرا غور کیجئے تو اب اچھی طرح اس میں صحابہ

کی فضیلت اور آپ کی رذیلت بھی دیکھ لیجئے۔ **قولہ** وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ سے اہلبیت اور حیدر کرار مراد ہیں اور اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کے مصداق بھی وہی اہلبیت وغیر فرار تھے۔

وَالذین معہٗ کے لفظ پر بحث صحابہ کی فضیلت میں

اقول اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا اس کا کون منکر ہے۔ بلکہ سب قرآن ان کی شان میں ہے۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ اور صحابہ اس میں کیوں داخل نہیں ہیں۔ کہیں کوئی ثبوت دکھلاتے ہو یا ہر جا اپنے گھر ہی کے گیت گاتے ہو حضرت سلامت یہ دعویٰ کرنا آپ کا محض مخالف مذہب تشیع کے ہے اور باعقائد تمہارے جناب امیر تو کسی طرح بھی اس آیت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اوّل والذین معہٗ ضمیر جمع مشارکت ہے۔ واحد جناب امیر پر ہرگز عائد نہیں ہو سکتی۔ اگر امام حسنینؓ کا نام لیں تو یہ گمان بھی آپ کا غلط ہے۔ کیونکہ بوقت نزول آیت یہ دونوں صاحبزادے نہایت ہی کم سن تھے اور ان کے اتباع کا بھی حال پچھلی بحث میں ارسال ہو چکا ہے کہ تھا ایک مقداد سو وہ بھی ارتداد سے نہ بچا۔ دوم اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کو دیکھئے۔ ارے تمام تمہاری کتابوں میں ارقام ہے کہ جناب امیر تو تمام عمر تقیہ کے پابند رہے یہاں تک کہ ایک ادنے مسلمان سے بھی اس قدر ڈرتے تھے کہ کبھی اس کے روبرو اپنے مذہب تشیع کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی آپ سے آپ کا مذہب دریافت کرتا تو فرماتے کہ اہلسنت جماعت ہوں یا کوئی پوچھتا کہ آپ کس سنت پر چلتے تو فرماتے کہ سنت خلفاء راشدین پر چلتا ہوں۔ اس مقصود کے بھی نہج البلاغت میں وہ خطبے موجود ہیں جو حضرت امیر نے امیر معاویہؓ کی طرف تحریر کئے۔ پس جب بقول شیعہ آپ ایسے خائف رہتے تھے کہ اپنا مذہب بھی ظاہر نہ کر سکتے تھے تو وہ مصداق اشداء علی الکفار کے کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اگر ہوتے تو بقول تمہارے اپنا حق خلافت بھی دشمنوں کو غصب نہ کرنے دیتے۔ اور آپ کی خلافت میں ملک فتوحہ و مقبوضہ بھی اسلام سے نکل نہ جاتا اور آپ کے لشکر میں بدنظمی پھیل نہ جاتی۔ شامی غدر نہ کرتے۔ خوارج بھی آپ سے نہ لڑتے اشداء علی الکفار کا تو یہ اذکار ہو چکا باقی رہا رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ سو اس کا یہ حال ہے کہ بقول شیعہ جناب امیر پر اپنے بھائی حقیقی اس قدر ناراض تھے کہ وہ بیچارے جناب امیر کی بیعت توڑ کر امیر معاویہ کو جا ملے اور اس کے لشکر میں شریک ہو کر اپنے بھائی سے لڑنے کو میدان میں کھڑے ہوئے۔ یہ قصہ تمام کتب شیعہ میں بکثرت ارقام ہے چنانچہ شیخ احمد صاحب تمہارے نے بھی انوار الھدیٰ کے صفحہ ۵۲ پر اس طرح نقل کیا ہے۔ (کہ حضرت عقیل جناب امیر سے رنجیدہ ہو کر امیر معاویہ سے جا ملے) پس جب آپ پر اپنے بھائی حقیقی تک رنجیدہ تھے تو معاذ اللہ باعقائد شیعہ کیونکر مصداق رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ

کے بھی ہوئے۔ اے شیعو کیوں وہ باتیں بناتے ہو کہ جن میں اہل بیت کی بھی ہتک کرتے ہو۔ اور قرآن سے بھی منکر ہوئے جاتے ہو۔ ہاں اگر اہل سنت کے موافق اعتقاد رکھو تو اس آیت کے مصداق سب حضرت کے یار مہاجر و انصار خصوصاً جناب حیدر کرار غیر فرار بھی اس میں ہر سے اعلے تر ہیں، کہ جن کا غیر قوم کے لوگ بھی اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ ہونا تصدیق کرتے ہیں۔ دیکھو دساتیر کتاب پارسیان ایران سے کہ جس کو وہ بھی اپنے گمان میں معاذ اللہ کتاب آسمانی جانتے ہیں اور اپنی نماز میں پڑھتے ہیں۔ شرح دساتیر مسمی بفرنگ دساتیر مطبوعہ سراجی کے صفحہ ۱۸۸ میں یہ عبارت بجنسہٖ مرقوم ہے (کہ اینک نشان بدر سید راستگاری وجاں سپاری در ایرانیاں نماند چوں چنیں کارہا کنند از تازیاں مردے پیدا شود یعنی از ملک عرب مردے ہویدا شود واین اشارت است بہ پیغمبر آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ از پیروان او دہیم وتخت وکشور وآئین ہمہ بر افتد یعنی پیرو آں وتابعان او کہ اصحاب کبار رضوان اللہ تعالےٰ علیہم باشند ہمہ سلطنت ایرانیاں وکیش آناں برہم زنند ونشانی ازاں نماند۔ وہمچنیں شد) اگر اس پر تسلی نہ ہو تو اور لو حضرت جن اصحاب کبار کے واسطے آپ کو خار بے شمار چبتے ہیں ذرا ان شریف کی تعریف تو اس اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کے مطابق کسی اور بھی مخالف تواریخ سے سنئے۔ کتاب لیس التواریخ مؤلفہ ڈاکٹر ٹیلی صاحب کی جلد دوم فصل چہارم میں حال خلفاء راشدین کا یوں مرقوم ہے (کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کی تدوین اور ترویج کی اور محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کے ظفر کی پیروی کی اور مشرقی سلطان ہیرا اکلیس کی فوج کو اس نے ہزیمت دی اور یروشلیم اپنے قبضہ میں لائے اور لبان پہاڑ سے لیکر روم تک سارا ملک اپنا مطیع کیا۔ بعد ان کے انتقال کے عمر رضی اللہ عنہ براہ بیعت خلیفہ مقرر ہوئے۔ اور ایک ہی خروج میں سبربا دقومیقی مع فلسطین وموبوتیما ورخالدیہ متعلقہ مملکت یونان انہوں نے لے لیا۔ دوسری چڑھائی میں کل ولایت فارس اپنی زیر حکومت کر کے سب کو اپنے مذہب میں لائے۔ اُسی زمانہ میں اُس کے سپہ سالار نے ملک مصر وتسیاد بتولیدیا مطیع کیا۔ پھر پانچویں فصل میں لکھا ہے کہ بعد عمر رضی اللہ عنہ کے ان کے خلیفہ عثمان نے ملک ایک تبریانہ اور ملک تاتار کے بعض دیار اپنے قبضہ میں کئے اور ہووس یعنے روس اور جزائر یونان کے لوٹ لئے۔ اور اس کے بعد فتن بعد اُن کے علی ہوئے۔ جو آج تک محمدیوں میں مکرم ہیں الخ) اے شیعو یہ اصحاب کبار اشداء علے الکفار کے مصداق ہیں کہ جن کی شوکت وشان تو خداوند تعالےٰ نے غیر لوگوں کی زبان سے بیان کرادی

ہے۔ اے کم فہم کوتہ عقل کچھ شرم بھی آتا ہے یا نہیں کہ جن اصحاب عالی جناب کے اس قدر
مخالف لوگ بھی شجاعت اور بہادری بیان کریں تم اُن کو ہر میدان سے بھاگ جانے کا الزام دو یا
اور ان کا بزدلا و بھگوڑا نام رکھیں تو بھلا اس حکیمانہ مضامین سے صحابہ کی توہین ہے یا اس میں سراسر
ہمارے سلطان الانبیاء کی ہتک ہے۔ نہ شرم از خدا نہ شرم از رسولؐ۔ اور اسی طور تو ہمارے سب
مفسرین صاحب دین بھی فرماتے ہیں گو گو اس آیت شریف میں سب صحابہ کی تعریف ہے لیکن
اس کو اگر نص و حدیث کے ذریعہ مخصوص کیا جاوے تو یہ تمام آیت خلفاء اربعہ کی شان میں ہے
کہ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ کا خطاب بھی انہیں جناب کو ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت غار میں بھی پروردگار
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صحابیت اور معیت فرماتا ہے۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا
اور اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ بھی حضرت شیخین کی صفت ہے۔ ایک شجاعت کی بات تو
سُن لی۔ دوسرا ان کا محبت خدا پر فدا ہونا بھی دیکھئے کہ انہوں نے محبت پروردگار کے
سبب کفار پر ایسی سختی کی کہ جس کا مذکور تو یہود کی توریت میں بھی موجود ہے چنانچہ درس
۶ باب ۱۳ کتاب استثنا توریت میں ہے۔ "(کہ اگر تیرا بھائی یا بیٹا یا جورو یا دوست کوئی تجھے
بلاوے اور کہے کہ آؤ غیر معبودوں کی بندگی کرو۔ تو اس کے موافق نہ ہونا اور اس کی بات
نہ سننا اور اس پر رحم کی نگاہ نہ رکھنا اور اس کی رعایت نہ کرنا اور اسے پوشیدہ نہ رکھنا بلکہ
اس کو ضرور قتل کر ڈالنا۔ اس کے قتل پر پہلے تیرا ہاتھ پڑے)۔ دیکھو حضرت شیخین نے اس
طرح کیا کہ بلا رو و رعایت اپنے عزیزوں کو قتل کرنے میں کچھ دریغ نہ کیا۔ جیسا کہ شیخ حلی صاحب
بھی جو شیعوں کے بڑے امام اعظم ہیں اپنی کتاب تذکرۃ الفقرا کی چھٹی فصل میں لکھتے
ہیں "کہ احد کے دن حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے باپ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر حضرت صلعم
نے منع فرمایا کہ تو جانے دے اور کوئی یہ کام کرلے گا" اور تفسیر مجمع البیان و منہج الصادقین
وغیرہ میں ہے کہ حضرت عمرؓ فاروق نے قیدیان بدر کی نسبت فرمایا کہ جو جس کا رشتہ دار ہے اس کو
اسی کا رشتہ دار قتل کر ڈالے۔ جس کا سابق بھی بیان ہو چکا ہے۔ پس اَشِدَّآءُ عَلَی
الْکُفَّارِ و محبت پروردگار بھی اسی کو کہتے ہیں کہ محبت خدا کے سامنے دوسرے کی محبت کا
خیال نہ کرنا اور رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے جیسا
کہ آپ کی رحم دلی و دلنوازی حیا اور وفا مشہور ہے۔ اور اس مذکور کو تو یہ حدیث بھی منظور
کرتی۔ جیسا حضرت نے فرمایا کہ ابا بکر بمنزلہ میری سمع کے ہے و عمر بمنزلہ میری بصر کے اور

عثمان بمنزلہ میرے دل کے ہے اور رُکَّعًا سُجَّدًا میں جناب امیر علیہ السلام کی فضیلت ارقام ہے - کیونکہ اکثر آپ کے اوقات دن ورات عبادات میں گزرتے تھے اور لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ کے معنے بھی اکثر مفسر اس طرح فرماتے ہیں کہ یہ آیت صرف صحابہ کی شان میں ہے جو اُن کے ساتھ دشمنی رکھے اور غصہ کرے وہ کافروں میں ہے - جیسا کہ اس کے مطابق تمہاری تفسیر حسن عسکری میں یہ تحریر ہے - (اِنَّ رَجُلاً مِّمَّنْ یَّبْغَضُ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِہٖ اَوْ اَحَدً مِّنْھُمْ یُعَذِّبُہُ اللّٰہُ عَذَاباً لَوْ قُسِّمَ عَلٰی مِثْلِ مَا خَلَقَ اللّٰہُ لَاَھْلَکَھُمْ اَجْمَعِیْنَ ۵) امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی دشمنی رکھے گا ساتھ آل محمد اور ساتھ اصحاب محمد کے یا ایک سے بھی تو خدا اس پر ایسا عذاب نازل کرے گا کہ اگر وہ عذاب نازل ہو تمام مخلوق پر تو وہ سب کے سب ہلاک ہو جاویں - اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ اس عذاب سے تو اہل سنت وجماعت کو نجات ملی - حضرت سلامت توبہ کا ابھی تو وقت ہے ورنہ ہمیشہ آپ کو اس عذاب میں خراب ہونا پڑے گا ۵

ہمارا کام ہے کہ دینا یارو | آگے تم چاہے مانو نہ مانو

دوسری آیت کی بحث صحابہ کی فضیلت میں

دوسری آیت کنتم خیر امۃ پر بحث صحابہ کی فضیلت میں

اس آیت میں حق سبحانہ وتعالےٰ صحابہ کی فضیلتوں اور اُن کی بزرگیوں کو بیان فرماتا ہے - کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْکِتٰبِ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَکْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۵ یعنی تم بہتر امت سے ہو کہ میں نے تم کو اوروں سے بہتر کیا ہے کہ تم اور لوگوں کو نیک کام سکھلاتے ہو اور بری باتوں سے منع کرتے ہو اور تم سچے دل سے خدا پر ایمان رکھتے ہو - اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو بہتر ہوتا ان کے حق میں اور بعضے ان اہل کتاب میں مومن ہیں - اور اکثر فاسق پس جن کو خدا سب اُمت سے بہتر فرمائے اور سب کا رہنما بنائے اور جن کے ایمان کا بھی پروردگار خود اقرار کرے تو پھر منکر قرآن کے سوائے کون ان پر کچھ بھی بدگمان ہو سکتا ہے - قال المخاطب متعصب العظیم

مخاطب عالی مقام نے عنوان بحث میں ذکر شہادت فضیلت صحابہ یعنے ثلاثہ کیا اور اُس کے تحت میں آیت خَیْرَ اُمَّۃٍ کو ذکر فرمایا اور آیت شریفہ میں نہ ذکر صحابہ ہے نہ ذکر ثلاثہ بلکہ لفظ اُمّت کا ہے اور بدیہی ہے کہ امّت سے کل امت مراد نہیں ہے۔ اس لئے کہ کل میں منافقین اور مرتدین اور جہلا اور فساق اور فجار اور امثال یزید اور ابن زیاد اور شمر کے بھی ہیں کہ ہرگز مصداق تومنون باللہ ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر کے نہیں ہیں۔ قال البیضاوی تحت قولہ تعالیٰ یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر لا یصلح لہ کل احد اذ للتصدی لہ شروط لا یشترک فیھا جمیع الامۃ کالعلم بالاحکام ومراتب الاحتساب کیفیۃ اقامتہا والتمکن من القیام بھا خاطب الجمیع وطلب فعل بعضھم الیٰ اخر ما قال محل یہ ہے کہ ہر شخص امت میں سے لیاقت اس کی نہیں رکھتا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکے اس لئے کہ اس میں بہت شرطیں ہیں کہ جمیع امت میں نہیں پائی گئی ہیں۔ مثل علم بالاحکام کے اور علم بمراتب احتساب کے اور کیفیت اقامت اور قدرت بر اقامت اور یہ باتیں ہر شخص میں نہیں پائی گئی ہیں۔ پس جناب باری نے خطاب کل امت کی طرف کیا اور مراد اس سے بعض کو لیا۔ انتہی اور خود مخاطب نے حاشیہ صفحہ ۳۰ میں اسی کتاب کے فرمایا ہے۔ کہ خطاب کل سے کرنا اور بعض مراد ہونا کلام عرب میں جاری ہے انتہیٰ۔ باقی رہی گفتگو اب بعض میں کہ کون سے بعض مراد ہیں اہل سنت میں سے امثال مخاطب حضرت ثلاثہ کو کہتے ہیں اور بعض حضرات اور لوگوں کو کہتے ہیں شیعان علیؑ ابن ابی طالب آئمۂ اہل بیت کو کہتے ہیں **اقول** والمستعین بالرب الکریم۔ اس کلام خام میں مخاطب نے دو مطلب رقام کئے۔ اوّل کہا کہ اُمّت سے کل اُمت مراد نہیں ہے۔ اسی لئے کہ کل میں منافقین و مرتدین امثال یزید و ابن زیاد اور شمر بھی ہیں **جواب**۔ کیوں ایسے افترے بناتے اور جاہلوں کو سناتے ہو کہ یزید و ابن زیاد اور شمر بدکار وغیرہ کو کون اُمت میں شمار کرتا ہے اُمّت کا تو صرف ان پر خطاب ہے جو شخص مسلمان سب حضرت کے فعل اور فرمان پر با ایمان ہے اور جو آپ کی طرح بدگمان ہے اس خراب کو تو امت ہونے سے حضرت نے خود جواب دیا ہے۔ چنانچہ اس مقصود کے واسطے یہ حدیث موجود مَنْ تَرَکَ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ کہ جس نے میری سنت یعنے فعل اور فرمان کو ترک کیا اور چھوڑا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ پھر آپ کو اس مقام پر یزید پلید وغیرہ کے نام لکھنے سے کیا کام تھا۔ یہی کہ ایک تو بیچارے جاہلوں کو دھوکا دیا دوسرا اپنے اتباع کو خوش

کیا مگر آخر آپ کو پشیمان بنایا کیا فائدہ آیا۔ دوم کہا کہ نہ آیت میں صحابہ کا ذکر ہے نہ ثلاثہ کا صرف
اس امت کا ذکر ہے جو لیاقت رکھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی۔ **جواب۔** کیوں
صاحب اس وقت اصحاب کون تھے اور اُمّت کون تھی کہ جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی
ارے یہ تو جاہل بھی جانتے ہیں کہ اس وقت تو خاص امت حضرت کے یہی اصحاب عالیجناب
تھے کہ جن کے حق میں خدا تعالےٰ نے کنتم خیر امۃ فرمایا کہ تم بہترین اُمّت سے ہو
کہ میں نے تم کو اوروں سے بہتر کیا ہے۔ تم حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کاموں کا اور منع
کرتے ہو بُری باتوں سے۔ پس اب یہ فرمایئے کہ اس وقت اور اُمّت میں ان صفتوں کے
موصوف کون لوگ تھے کہ جن کو پروردگار فرماتا ہے کہ تم اوروں کو ہدایت کرکے نیک کام سکھلاتے
ہو اور بُرائی سے بچاتے ہو۔ حضرت اگر یہ اصحاب نہ تھے تو وہ کون امت میں ایسے تھے جو
مخلوق کو بیعت کرکے امر و نہی کا پیرو کراتے اور دین سکھلاتے تھے۔ کسی کا نام تو لیجئے نہیں تو
اپنے جھوٹ کا اقرار کیجئے اگر آپ اس کا ثبوت چاہتے ہیں تو دیکھ یہ آیت صحابہ کے حق میں
خود تمہاری ہی کتابوں سے ہم ثابت کر دکھلاتے ہیں۔ آیئے ذرا اپنی تفسیر مجمع البیان
کا ملاحظہ فرمایئے کہ وہ اس آیت کی تفسیر میں کس طرح تحریر کرتے ہیں (وَاخْتُلِفَ فِي الْمَعْنٰى
بِالْخِطَابِ فَقِيلَ هُمُ الْمُهَاجِرُونَ خَاصَّةً وَقِيلَ هُوَ خِطَابٌ لِلصَّحَابَةِ وَ
لٰكِنَّهٗ يَعُمُّ سَائِرَ الْاُمَّةِ) یعنی بعضوں نے لکھا ہے کہ مراد اس سے خاص اصحاب
مہاجرین ہیں اور بعضوں نے لکھا ہے کہ یہ خطاب سب صحابہ سے ہے۔ لیکن اور امت
بھی شامل ہے۔ دیکھو باوجود تعصب کے بھی خود تمہارے مفسر فرماتے ہیں کہ اس کا خطاب
تو خاص صحابہ پر ہے۔ ہاں اب اس سے امر و نہی میں تو اور امت بھی شامل ہے۔ کیوں
صاحب اس آیت کے مصداق تو وہی حضرت کے اصحاب ہوئے جن کو آپ کہتے ہیں کہ نہ اس

امر بالمعروف و نہی عن المنکر وغیرہ کا بیان

میں صحابہ کا ذکر ہے نہ ثلاثہ کا کیوں ایسا جھوٹ بنایا کہ جس سے اپنا ایمان گنوایا باقی
رہا یہ امر کہ ان ہر میں سے کون اعلےٰ تر ہیں جس لئے مخاطب تفسیر بیضاوی کی
نظیر دے کر یہ شرطیں تحریر کرتا ہے۔ کہ جس میں علم باحکام اور مراتب تمام ہوں اور امر بالمعروف اور
نہی عن المنکر کی بھی لیاقت عام ہو سو الحمد للہ کہ ان تمام صفتوں کے بھی اصحاب ثلاثہ موصوف تھے
اور یہ سب صفات ان کی ذات میں مخصوص تھیں۔ دیکھو اپنی کتاب اطواق الحمایت کی اخیر
بحث امامت میں وہ روایت جس کا ہم سابق بیان کر آئے ہیں۔ اس میں حضرت شیخین کی شان میں

امیر نے یہ کلمے فرمائے ہیں۔ کہا کہ یہ دونوں رسول خدا صلعم کے برادر و رفیق اور وزیر ہیں اور سب قریش کے سردار اور مسلمانوں کے باپ ہیں۔ اور یہ دونوں اصحاب تھے رسولِ خدا صلعم کے ساتھ کوشش اور وفاداری کے اور احکام خدا ہیں نہایت کوشش سے حکمرانی کرتے تھے۔ اور نہی کی سزا دیتے تھے اور ہر اوقات فیصلے خصومات کے کرتے تھے۔ کیوں صاحب اس سے اور زیادہ اسلام ہیں کس کا رتبہ اور شان ہے اور بھی تمام احکام آلٰہی کا انجام پہنچانا اور نہی سے روکنا اور فیصلے خصومات کے کرنے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بھی یہی معنے ہیں یا نہیں۔ اگر اس پر بھی آپ کا شک رفع نہ ہو تو ذرا نہج البلاغت کا وہ خط بھی دیکھ لو جو امام علی علیہ السّلام نے امیر معاویہ کی طرف تحریر کیا (اِنَّہٗ بَایَعَنِیْ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا اَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلٰی مَا بَایَعُوْاھُمْ عَلَیْہِ فرمایا جناب امیر علیہ السّلام نے کہ میرے ہاتھوں سے ان لوگوں نے بیعت کی ہے جنہوں نے ابابکر و عمر و عثمان کے ہاتھوں سے بیعت کی تھی۔ جس امر پر اُن سے بیعت کی تھی۔ اسی امر پہ مجھ سے بیعت کی ہے۔ پس بقول جناب امیر علیہ السّلام کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی لیاقت بھی اصحاب ثلاثہ کی ثابت ہوگئی۔ اور سب امت کا رہنما اور بہتر ہونا بھی ان کا ٹھیک ٹھیک تصدیق ہوگیا۔ اور تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ سے ان کا ایمان اور اسلام بھی خدا کے قرآن نے خود بیان کر دیا۔ کیوں صاحب لوگوں سے بیعت لینا اور ہدایت کرنا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا بھی معنے ہے یا نہیں اور حضرت کے برادر و وزیر ہونا مرتبہ اور شان بھی اسی کا نام ہے یا نہیں اور تمام احکام خدا کے فیصلے ادا کرنے علم بمراتب اور اقامت بھی اسی کو کہتے ہیں یا نہیں۔ اگر پھر بھی آپ نہیں کہو اور فضائل ثلاثہ کو نہ مانو تو فی الحقیقت تم نے آئمہ علیہ السلام کی تکذیب کی اور خدا کے قرآن کو نہ مانا۔ ہاں اگر زبان سے کہو کہ ہمارا قرآن پر تو ایمان ہے مگر میں عرض کرتا ہوں کہ خداوند کریم اپنے قرآن میں جن کو خَیْرَ اُمَّۃٍ فرمائے تم ان کو شَرَّ اُمَّۃٍ کہو اور وہ جن کو رہنما کہے تم ان کو گمراہ کہو اور وہ جن کے حق میں تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ فرمائے تم ان کو ایمان سے خارج کہو۔ کیا تمہاری سمجھ میں خدا کے قرآن پر ایمان لانا یہی معنے ہے۔ اور قرآن کے برعکس ہونا ایمان اسی کا نام ہے۔ حضرت خدا سے ڈرو اس کے کلام کا لحاظ کرو تعصب کو چھوڑو انصاف کو دخل دو۔ کچھ اپنے دل میں سمجھو اور سوچو ورنہ تم سے خدا سمجھے گا۔

قولہ۔ آیت کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ کے مصداق ہمارے نزدیک اہل بیت طاہرین ہیں۔

چنانچہ صاحب مجمع البیان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔
ولتکن منکم ائمۃ وکنتم خیر ائمۃ خواہ اس طرح پر کہ ائمۃ تحریف ہو کر اُمۃ بنا ہو
ہر چند یہ ضعیف ہے خواہ اس طرح کہ خدا نے واسطے ظاہر کر دینے اُس کے کہ اُمۃ وہی ائمۃ
ہے سیع حرف سے ائمۃ فرمایا تھا مگر سارق اور محرق قرآن نے بعداوت اہلبیت وخفاءً
لفقائلہم فقط امۃ رکھ لیا خواہ اس طرح پر کہ اُمّۃ سے اُمت معصومہ ہے۔یعنی آئمہ
علیہ السلام مگر نواصب نے تفسیر بامت غیر معصومہ کیا۔جیسا کہ انہیں دونوں احتمالوں کو ہمارے
علماء نے قوت دی ہے اور بنا بر احتمال اخیر کے تحریف القرآن فقط من حیث اللفظ والمعنی ہوگی

اُمت اور ائمہ کے لفظ پر بحث

اور بنا بر دونوں کا احتمال اول کے تحریف من حیث اللفظ والمعنی دونوں ہونگے۔
اقول۔اس مقام پر مخاطب منطق دان نے پیچیدہ زبان سے اس طرح مجمل بیان
فرمایا کہ کنتم خیر اُمّۃ کے مصداق ہمارے نزدیک اہلبیت طاہرین ہیں۔پھر اسکے لئے دو دلائل ٹکیں بھی پیش کئے
اوّل تو کہا کہ خواہ ائمۃ تحریف ہو کر اُمۃ بنا ہو پھر کسی قدر حیا نے سمجھایا تو اس کو ضعیف بنایا دوسرا کہا کہ امۃ
سے ائمہ علیہ السّلام مراد ہوں گے پھر مخاطب نے اس اپنے اول قول پر بول کر کے کہا کہ محرق قرآن
نے بعداوت اہلبیت بجائے ائمہ کے امّت رکھ لیا۔کہ ان دونوں احتمالوں کو ہمارے علماء نے قوت دی
ہے۔**جواب** حضرت سلامت قوت اور ثبوت کا تو کیا نام اور کہاں نشان یہ تو صرف تمہاری زبان کا
بیان ہے۔ہاں ایک اپنی تفسیر مجمع البیان کی نظیر تو دی۔لیکن تعجب تو یہ آتا ہے کہ آپ کو کہیں نہ حیا،
مانع ہوتا ہے نہ عقل ہی سمجھاتا ہے کہ بھلا ہمارے گھر کی باتیں خصم کب مانے گا اور ایسے صریح جھوٹ کو سچ
کون جانے گا۔ہم پوچھتے ہیں کہ اس اُمّۃ سے مراد اہل بیت کیوں کر ہو سکتے ہیں۔کوئی قاعدہ تو
فرمائیے یا کوئی سند ثبوت دکھلائیے۔نہیں تو اس جھوٹے دعوے سے باز آئیے۔دیکھو اس تمہارے
پوچ کا جواب جاہل بھی چند وجہ سے دے سکتے ہیں اوّل تو بوقت نزول آیت ایک جناب امیر کے سوائے
اور کون اس طرح کے اہل بیت تھے جو لوگوں کو نیک کام سکھلاتے اور بُرائی سے منع فرماتے تھے۔اگر جناب
امیر ہی کا نام لو تو کنتم خیر امۃ صیغہ جمع کا ہے جو تین کے اوپر ہوتا ہے۔ ہر گز واحد جناب امیر
علیہ السلام پر تو عائد ہو ہی نہیں سکتا۔دوم جو کہا کہ اُمّۃ سے آئمہ علیہ السّلام مراد ہونگے۔
تو ہم کہتے ہیں کہ ایک امیر علیہ السّلام کے سوائے اس وقت اور کسی امام کا تو کوئی نام ونشان
بھی نہ تھا ہاں اگر اپنی عادت یا جاہلیت کے موافق دوازدہ امام کا بھی نام لو تو حضرت اس آیت
شریفہ میں دیکھ لو کہ سب ماضی کے صیغے ہیں جو حق تعالے موجود صحابہ کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے۔کہ تم

بہترین امت میں سے ہو نہ کہ مستقبل مضارع ہے۔ پھر کون مسلمان مخالف قرآن ہو سکتا ہے
سیوم جو مخاطب نے کہا کہ خواہ آئمۃ تحریف ہو کر اُمّۃ بنا ہو تب تو حضرت کنتم خیر امۃ کا یہ معنے ا
ہؤا کہ تم بہترین اماموں سے ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ تمام دوازدہ امام تک تو سب فضیلت میں برابر
ہیں۔ پھر آپ کس معصوم کو کم درجہ بناتے ہو۔ اور کس کو بہترین فرماتے ہو۔ اس طرح تو
آپ کے مذہب شیعہ اثنا عشریہ کی سب بنا ہی غلط ہو گی ؎

خود غلط املا غلط انشا غلط	دیکھئے ہوتا ہے اب کیا کیا غلط

مخاطب جی دیکھیے کہ اس دعوے سے بھی ہم آپ کو جھٹلاتے ہیں۔ اور بقول تمہارے ہی علماء
کے اہلبیت و تمام آئمہ علیہ السلام کو تو اس آیت سے مستثنےٰ بناتے ہیں۔ اول تو ذرا اُس اپنی تفسیر
مجمع البیان کا بھی پھر بیان دیکھو جو کہا کہ بعضوں نے لکھا ہے کہ مراد اس سے خاص اصحاب مہاجرین
ہیں۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ یہ خطاب سب صحابہ سے ہے۔ لیکن اس میں امت بھی شامل ہے۔ اور
تمہارے صاحب خلاصۃ المنہج بھی اس آیت کی تفسیر یوں تحریر کرتے ہیں" (ہستید شما اے امت محمد بہترین
گروہے کہ از عالم غیب بیروں آوردہ شدہ آید از برائے مرداں تا ایشانرا براہ راست دعوت
کنید خیریت ایں امت دریں سہ جہت است کہ بیان مے کند میفرماید۔ بہر چیزے کہ فرمایندہ آنست
و نہی مے کنید بہر چیزے کہ شریعت نہی کنندہ آنست و میگروید بخدا بر وجہ اثبات و رسوخ تاخیر
آں دو قسم است اول آنکہ حق آں تقدیم ایں قسم بداں دو قسم بجہت دلالت است بر آنکہ
ایشاں امر معروف میکنند و نہی از منکر بجہت ایمان آوردن بخدا و تصدیق باں و اظہار دین الخ انتہیٰ)
دیکھو ان تمہارے علماء نے تو اس آیت میں نہ کسی اہلبیت نہ امام کا نام لکھا صرف اس کا مصداق
تو حضرت کی امت اور صحابہ کو بنایا۔ پھر اس دعوے جھوٹے سے آپ کو کیا ہاتھ آیا۔ طرفہ تو یہ ہے کہ
اس ہمارے مخاطب بیچارے نے طرح طرح کے رنگ دکھائے اور رنگ رنگ کے گیت
گائے۔ اوّل تو اس آیت شریفہ کا مصداق اُمت کو ٹھہرایا۔ دوم۔ اہلبیت کو بنایا۔ سیوم۔ آئمہ
علیہ السلام کو ارقام کیا۔ چہارم۔ جب دیکھا کہ ان تینوں باتوں سے تو کچھ کام نہ نکلا۔ تب اپنی
مذہبی عادت کے موافق خدا کے قرآن کو غلط بنایا۔ کہا کہ محرق قرآن نے ائمۃ کو تحریف
کر کے اُمّۃ بنایا ہو گا۔ حضرت سلامت آپ کس دلیل اور ثبوت سے قرآن کا تحریف اور
غلط ہونا ثابت کرتے ہیں۔ کہیں کچھ دکھلائیے تو سہی ہم پوچھتے ہیں کہ کچھ آپ کو خدا اور رسول سے
بھی شرم آتی ہے یا نہیں۔ جب معاذ اللہ خدا کا قرآن غلط ٹھہرا پھر تو سب اسلام کی بنا ہی غلط ہو گئی

کیوں ایسے دین مستقیم پر وہ باتیں بناتے ہو۔ کہ جس سے خواہ مخواہ ہی لوگ ہنساتے ہو افسوس تو یہ آیا کہ ہمارے مخاطب بیچارے نے قرآن پر طعن کر کے اپنا ایمان بھی گوایا پھر بھی مطلب تو ہاتھ نہ آیا۔ ہم تعجب کرتے ہیں کہ اس متعصب فرقے ابن سباء کو خلفاء ثلاثہ کی دشمنی نے ایسا اندھا بنا دیا کہ قرآن و حدیث پر بھی طعن کر کے اپنے ایمان کا نقصان منظور کیا مگر ایک اُس اپنے پیر ابن سباء یہودی کا طریقہ چھوڑنا مجبور ہوا **قولہ** پس واسطے تحقیق مصداق خطاب کے ہم رجوع کرتے ہیں طرف ان صفات کے جو مذکور فی الآیۃ ہیں۔ اس لئے کہ یہ صفات بجائے شروط کے ہیں۔ جیساکہ بعض صحابہ سے منقول ہے کہ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَکُوْنَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ فَلْیُؤَدِّ شَرْطَ اللّٰہِ فِیْہِ مِنَ الْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ وَالْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھْیٍ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ یعنی جو چاہے کہ خیر اس امت کا ہو۔ وہ شرط خدا کو ادا کرے۔ اور وہ شروط یہ ہیں۔ کہ اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ وَرُوِیَ اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ خَیْرُ النَّاسِ فَقَالَ اٰمَرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ اَنْھَاھُمْ بِالْمُنْکَرِ وَاَتْقَاھُمْ اللّٰہَ وَاَوْصَلُھُمْ الْمُتَرَحِّمُ کَمَا فِی الْبَیْضَاوِیْ یعنی خیر الناس وہ ہیں جو امر تر بالمعروف اور نہی تر عن المنکر ہے اور پرہیز گار تر اور صلہ و رحم بجا آرندہ تر ہیں۔ **اقول** حضرت سلامت یہ آپ کا مناظرہ ہے یا مجنونوں کی بڑھ ہے اور یہ بحث ہے یا دیوانوں کی جھکھ ہے۔ بھلا بار بار تکرار کرنا تو شرم کی بات ہے۔ مخاطب جی اس تمہارے بیان واویلا فغان سے اصحاب ثلاثہ کے ایمان کا تو بفضل خدا کچھ بھی نقصان نہ ہوا پھر معلوم نہیں کہ ان واہیات باتوں سے آپ کو کیا حاصل اور اس بات کی بے فائدہ تحقیقات میں بھی کیا فائدہ آپ تو اب بھی یہی کہتے ہیں کہ اس آیت میں جو شروط ہیں۔ ان صفتوں کے کون موصوف ہیں۔ سو جناب من یہ تو ہم نے اسی آیت کی پہلی ہی بحث میں بقول امیر علیہ السلام اور صاحب مجمع البیان وغیرہ کے ان سب شروط امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مصداق تو خلفاء ثلاثہ ثابت کر دیئے ہیں کہ جنہوں نے خلافت کی خوبی پا کر ہزاروں کی راہ نمائی کی اور بیعت لی۔ اگر نسیان ہو گیا ہو تو پھر دیکھ تب تو جھوٹے کو جھوٹا کہو اور یہ بھی ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ بار بار تفسیر بیضاوی کی نظیر سے بھی آپ کا کیا مطلب سوائے اس کے کہ ایک تو اس طرح فضول کلام بے حصول سے اپنی کتاب کو موٹا کیا دوسرا ہمارے مقابل بھی کسی ہماری کتاب کا نام تو لکھ دیا۔ تیسرا جاہلوں کو دھوکا دیا کہ وہ بیچارے خام یہ عربی کلام دیکھ کر سمجھیں کہ اس میں کچھ صحابہ کی مذمت ہو گی مگر

صاحب دین کے صراف کھوٹے کھرے کا انصاف کرنے والے تو اکثر دنیا سے چلے نہیں گئے۔ کیا آپ کو یہ خیال تھا کہ اس میرے پوچ لچر کو کوئی ظاہر نہ کرے گا۔ بھلا جھوٹ کہاں تک چھپ سکتا ہے آخر کار خوار و شرمسار کرتا ہے اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِكُ **قولہ** ۔ پس اول گفتگو ہماری اس صفت مقدم میں ہے ۔ کہ آپ مدعی ہیں اس بات کے کہ حضرات ثلاثہ تؤمنون باللہ میں داخل ہیں ہم کہتے ہیں کہ لَا نُسَلِّمُ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ان کی صفت ہو وہ حقیقت میں نہ ایمان بخدا لائے ۔ اور نہ ایمان بہ رسول خدا لائے فَمَا ظَنُّكَ بِمَا جَآءَ بِہٖ مُحَمَّدٌ گو ظاہر میں مثل جملہ منافقین کے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہتے رہے ۔ فقط اتنے کہنے سے ایمان نہیں حاصل ہو جاتا ۔ پس اگر آپ کسی دلیل سے ایمان ان کا ثابت کریں تو تحت اس آیت شریفہ کے داخل کریں اور صفات میں اور امثال جاہلی معنی کلالتہ وایا ادرفائلیں کل الناس افقہ من عمر حتے المخدریت فی الحال کا علم مسلم نہ کریں گے ۔ پس تصریح بیضاوی ان کی لیاقت واسطے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ثابت نہ ہو گی ۔ پھر داخل ہونا ان کا اس آیت میں کہاں سے نکلے گا ۔ ہرچند مقتضائے مقام یہ تھا کہ کفر و نفاق اور جہالت حضرات ثلاثہ بیان کی جاوے تاکہ عدم دخول تحت آیت شریفہ بخوبی عیاں ہو جاوے ۔ مگر چونکہ مخاطب خوش فہم مدعی فضیلت ثلاثہ ہے ہم کو تضیع اوقات کرنے سے کیا فائدہ ہم مانع ہیں ہم کو فقط لانسلم کافی ہے ۔ مدعی پر لازم ہے کہ پہلے ایمان اور اوصاف ثلاثہ ثابت کرے ۔ تب ہوس دخول ثلاثہ آیۃ مذکورہ میں کرے **اقول** ہم مخاطب کی الٹی سمجھ کا کیا علاج کریں کہ شبپر کی طرح دن کو رات کہتے ہیں ۔ اور اپنے مرض تعصب کو نہیں دیکھتے کہ جس نے ایسا اندھا بنا دیا کہ اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان تو مثل آفتاب کے روز روشن کھڑا ہے ۔ پھر بھی اس کو رات کہ کر بار بار وہی انکار ہے ۔ جیسا فرماتے ہیں کہ اوّل کسی دلیل سے ثلاثہ کا ایمان ثابت کریں سو حضرت کوئی دلیل کیا ہم تو قریب پنچاس آیت و حدیث اور اقوال آئمہ علیہ السّلام کے تمہاری ہی کتابوں سے اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان ثابت کر آئے ہیں کہ اور بھی کرینگے ۔ پھر معلوم نہیں کہ آپ اس سے بہتر اور کون دلیل چاہتے ہیں ۔ ہاں اگر خدا کے قرآن و حضرت کی حدیث پر آپ کا ایمان نہیں تو بھلا آئمہ علیہ السلام کے کلام کو تو سچ جانو یا اپنے مقدمین ہی کی تلقین کو مانو ۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس فرقے ابن سبا کی بنا کس بنا پر ہے کہ نہ قرآن پر ایمان نہ حدیث پر یقین نہ کہیں اپنی روایت کو سچ جانتے ہیں نہ کسی امام کے کلام کو مانتے ہیں ۔ کیا یہ بھی کوئی مذہب ہے یا کہ خدا

کا غضب ہے۔ مخاطب جی آپ نے کتاب رمی الجمرات بڑی شد ومد سے بنائی تو سہی کہ جس پر آج کل حضرات شیعہ کو بھی اس قدر ناز ہے کہ اس کو دیکھتے ہی مارے خوشی کے ناچتے کودتے بغلیں بجاتے بجاتے بے دم ہو جاتے ہیں۔ لیکن بفضل خدا جس میں کوئی آیت حدیث تو کیا کسی ٹوٹی پھوٹی روایت سے بھی اصحاب ثلاثہ کے ایمان اور اسلام میں تو کچھ نقصان نہ آیا پھر اب کس منہ سے اُن کا ایمان خارج کرتے ہیں۔ کچھ فرمائیے تو سہی صرف اپنے گھر کے خیالی پلاؤ پکار رہے ہیں۔ حضرت جب آپ کے پاس کوئی ایسا ثبوت مضبوط نہ تھا تو پھر کیوں اس کی بحث کی ہوس کی اور کیوں مناظرے کا بھی نام بدنام کیا۔ ہاں مصنف کتاب تو بن بیٹھے لیکن یہ بھی نہ سمجھا کہ خداوند کریم تو ہر فرعون کے پیچھے ایک موسئے کھڑا کر دیتا ہے۔ ہم تعجب کرتے ہیں کہ اس فرقہ بے حیا ابن سبا کو اہل سنت کے کے مقابل مناظرہ کرنے سے کچھ شرم بھی نہیں آتا کہ نہ تو آیت کے مقابل کوئی آیت پیش کرتے ہیں۔ نہ حدیث کے سامنے کوئی روایت ہی دیتے ہیں۔ صرف اپنی زبان کے بہتان پر خوش ہوتے چلے جاتے ہیں نہ خدا کا خوف نہ رسول کا لحاظ جو کلمات واہیات منہ در آتے ہیں بے تحاشا بکے جاتے ہیں جیسا مخاطب فرماتے ہیں کہ ہم کو فقط لانسلم کافی ہے۔ کیوں صاحب لانسلم آپ کے نزدیک کوئی آیت ہے یا حدیث یا کسی امام کی کلام ہے۔ کسی اقسام کا نام تو لو۔ ہم پوچھتے ہیں کہ نص قرآنی و حدیث رسول یزدانی کے سامنے لانسلم کہکر انکار کرنا یہ اسلام کا کام ہے یا اسی کا کفر نام ہے۔ کیوں اس طرح آیت اور حدیث کے منکر ہو کر اپنا ایمان گواتے ہو۔ واہ رے واہ خدا کی شان ہمارے مخاطب بیچارے نے تو صحابہ کے ایمان خارج کرنے کو یہ ایک ہی سند پیش کی تھی کہ جس نے بھی آگے تو کچھ نہ کیا اُلٹا مخاطب کے ایمان کو اُڑا دیا۔ پس دشمن کے مقابل ہتھیار بھی ہو تو ایسا اور جوانمردی ہو بھی ہو تو ایسی ہو کہ شمشیر دشمن کو چلائے زخم آپ نے کھائے۔ اب ذرا مخاطب کا وہ کلمہ بھی سنئے جو کہا کہ اگر کفر و نفاق اور جہالت حضرات ثلاثہ کی بیان کی جاوے تاکہ عدم دخول تحت آیت شریفہ بخوبی عیاں ہو جاوے **جواب** کیوں حضرت وہ اُن کا کفر اور نفاق آپ نے کس دن کے واسطے چھپا رکھا ہے۔ کیا کوئی اور کتاب بناؤ گے یا امام صاحب کی انتظار ہے کہ جب وہ چالیس سیپارے کا قرآن لے آویں گے تب اس سے انکا کفر ظاہر کرو گے۔ مگر صاحب انشاء اللہ تعالے ہم اس قرآن سے بھی اسی طرح ان صحابہ کی شان اور ایمان تو ثابت کر دکھلاویں گے۔ کیوں ایسی کچی باتیں کہ کر لوگ ہنساتے ہو۔ جناب من جب تک تو یہ قرآن موجود ہے اسکے سامنے یہ کلمہ آپ کا کہنا بالکل بے سود ہے کہ یہ منافق اور ایمان سے خارج تھے معاذ اللہ کیونکہ

جب یہ قرآن جن کی شان میں خَیْرَ اُمَّۃٍ اور تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ فرماتا ہے کہ تم بہترین امت سے ہو۔ اور سچے مومن ایماندار ہو اور بھی جس میں بار بار پروردگار عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ کا وعدہ کرتا ہے۔ کہ اے اصحاب رسول میں سب تمہاری بھول چوک کو معاف کردوں گا اور تم کو بہشتوں میں داخل کروں گا تو پھر کون مسلمان ان کے ایمان پر ذرا بھی بدگمان ہو سکتا ہے۔ اور بھی اسی طور تو ہمارے حضرت نے بھی ان کو جابجا قطعی بہشتی فرمایا اور تمام آئمہ علیہ السلام نے بھی ان کی شان میں بہت حدیثیں بیان کی ہیں۔ ازانجملہ اس مقام پر بھی ہم حضرت امیر کا ایک وہ خطبہ تحریر کرتے ہیں جو امیر معاویہ کو لکھا۔ چنانچہ نہج البلاغت کی شرح کبیر میں تحریر ہے (کَمَا زَعَمْتَ وَصَلِحَھُمُ اللّٰہُ وَالرَّسُوْلُ خَلِیْفَۃِ الصِّدِّیْقِ وَ خَلِیْفَۃُ الْفَارُوْقِ وَلَعُمْرِیْ مَکَانِھِمَا مِنَ الْاِسْلَامِ الْعَظِیْمِ وَاِنَّ الْمُصَابَ بِھِمَا الْحَرُوْجُ فِی الْاِسْلَامِ شَدِیْدٌ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ وَجَزَاءُ ھُمُ اللّٰہُ بِاَحْسَنِ مَا عَمِلَا) چنانچہ تونے گمان کیا کہ خدا اور رسول کا خیر خواہ خلیفہ صدیق تھا۔ اور دوسرا خلیفہ فاروق تھا سو ان دونوں کا مرتبہ اسلام میں بہت ہی بڑا ہے۔ اور تحقیق واقعہ ان کی وفات کا بہت ہی سخت حادثہ اسلام میں ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ان دونوں پر رحمت کرے اور ان کے نیک کاموں کی اُن کو نیک جزا دیوے۔ پس خلفا ثلاثہ کی شان اور ایمان کیلئے تو ایک یہی امام کا فرمان کافی ہے۔ مخاطب جی اس کا مطلب تو ذرا اپنی ہی زبان سے فرما دیجئے کیونکہ امام کے کلام کا تو پڑھنا ہی ثواب ہے نہیں تو میں عرض کردوں۔ دیکھو امیر علیہ السلام ان دونوں صحابوں کا مرتبہ اسلام میں بڑا بتلاتے ہیں اور ان کے لئے نیک دعا فرماتے اور خدا سے رحمت چاہتے ہیں پھر جو کوئی ان اصحاب ثلاثہ کا مرتبہ اسلام میں کمتر جانے یا ان کے حق میں بددعا کرے تو اس بدبخت دل سخت نے خود امام علی علیہ السلام کے کلام بلکہ تمام آئمہ اکرام کو جھٹلایا اور ان کی مخالفت میں آپ کو ناری بنایا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰالِکَ اب ذرا اس امام کے کلام کے سامنے مخاطب کا وہ فقرہ ملایئے جو کہا کہ اصحاب ثلاثہ نہ حقیقت میں ایمان بخدا لائے نہ ایمان برسول خدا لائے۔ جھوٹا کذاب ہمیشہ خراب کیوں صاحب اب ہم اس تمہارے جھوٹ کو مانیں یا اس امیر علیہ السلام کے کلام کو سچ جانیں حضرت آپنے خلفاء ثلاثہ کو ایمان سے خارج تو فرمایا مگر اس میں تو خدا اور رسول اور تمام آئمہ مقبول کی تکذیب کر کے اُلٹا اپنا ایمان گوایا کیا ہاتھ آیا ۔ جو چاہا کسی نے کسی کا بُرا ۔ خدا نے کیا پس اسی کا بُرا ۔

تیسری آیت کی بحث صحابہ کی فضیلت میں

تیسری آیت فالذین ھاجرو کی بحث صحابہ کی فضیلت میں

فَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ثَوَابًا ۔ ترجمہ۔ پس وہ لوگ جنھوں نے ہجرت کی اور میرے پیچھے اپنے وطن اور گھر کنبے قبیلے کو چھوڑا اور جن کو میرے اوپر ایمان لانے سے تکلیفیں پہنچیں اور مقاتلہ کیا کافروں سے اور مقتول ہوئے تو میں بھی ان ایمان والوں پر بڑی مہربانی کروں گا۔ اور ان کی سب بھول چوک کو معاف کروں گا اور ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دونگا اور ان کو بہشتوں میں داخل کرونگا جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں۔ جہاں ان کو نہ کچھ غم و رنج نہ فکر رہے گا اور ایسا ثواب اپنی طرف سے دونگا۔ کہ ان کے اعمال سے بڑھ کر ان کو درجہ عطا کرونگا اس آیت شریفہ میں جناب رب العالمین اصحاب مہاجرین کی اس طرح تعریف فرماتا ہے کہ ایک توان کے گناہوں اور سب بھول چوک معاف کرنے کا ان سے وعدہ کیا دوسرا ان کا قطعی بہشتی ہونا فرما دیا **قال** المخاطب متعصب العظیم۔ یہ آیت بھی مثل آیات دیگر فضیلت مؤمنین موقنین پر دلالت کرتی ہے۔ مثل علیؓ ابن ابی طالب اور جعفرؓ و حمزہؓ و عبیدہؓ مستجمع صفات مذکورہ فی الآیۃ خصوصاً قاتلوا اور وقتلوا کی ہیں نہ ثلاثہ فَارِّیْنَ مِنَ الزَّحفِ جن کے حق میں۔ نقد باء غضب من اللہ وماواہ جھنم وبئیس المصیر ہے۔ آپ کے بڑے متعصب مفسر بیضاوی صاحب تحت میں فَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا کے فرماتے ہیں المعنی فالذین ھاجروا الشرک والاوطان والعشائر الذین یعنی جن لوگوں نے چھوڑا شرک کو اور وطن کو اور قوم قبیلہ کو واسطے دین کے انتہی شیعہ قاطبہ اس کے قائل ہیں کہ آپ کے حضرات ثلاثہ نے شرک باطنی کو مرتے دم تک نہ چھوڑا اور ہمیشہ شاکی اور مرتابین فی النبوت سے تھے۔ بلکہ بعض صاحب تنگ ظرفی بعض اوقات ان کا اظہار بھی کر دیتے تھے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ میں حضرت عمرؓ نے خود اپنی زبان صداقت بیان سے اظہار کر دیا کہ جیسا آج مجکو شک نبوت میں ہوا ایسا کبھی نہیں ہوا پس ایسے لوگوں کا ترک کرنا شرک ظاہری کا اور ترک وطن اور ترک عشائر لانسلم کہ الذین منا بلکہ محض

بغرض حصول جیفہ دنیا تھا **اقول** والستعین بالرب الکریم اِس مقام پر بھی مخاطب نے دو مطلب ارقام کئے اوّل کہا کہ یہ آیت بھی مثل آیات دیگر فضیلت مؤمنین پر دلالت کرتی ہے۔ مثل علیؓ ابن ابی طالب اور جعفر و حمزہؓ و عبیدہؓ کے۔ دوم کہا کہ شیعہ اس کے قائل ہیں کہ حضرات ثلاثہ کو مرتے دم تک نہیں چھوڑا ہمیشہ نبوت پر شاکی رہتے تھے۔ **جواب**۔ اوّل ہاں یہ آیت بھی ان آیات کی طرح ہے کہ جنہوں نے اصحاب ثلاثہ کو مومنین موقنین صاحب دین ثابت کیا کہ یہ بھی اسی طرح ان کا ایمان اور اسلام عیاں کرتی ہے۔ بلکہ ان کے دشمنان بدگمان کو پشیمان کرتی ہے۔ کیوں صاحب آپ نے جو ان دو تین کے سوائے اور سب اصحاب کو ہجرت سے جواب دیا ہے۔ تو اس اپنے دعوے کو کسی آیت یا حدیث سے بھی ثابت کر دکھلاتے ہو یا صرف اپنی زبان سے باتیں بناتے چلے جاتے ہو۔ بھلا زبان کے بہتان کون سُنتا ہے جھوٹوں کا مدعا نہ کوئی شاہد نہ گواہ۔ دیکھو اس دعوے سے ہم آپ کو جھٹلاتے اور کاذب بناتے ہیں۔ اول تو بقول تمہارے ایک بھی اصحاب باصواب نہیں رہا۔ تمام امیر علیہ السلام کے برخلاف ہو گئے۔ کہ جن کا پہلی بحث میں ذکر ہو چکا ہے۔ پھر کیوں ان کا نام ارقام کیا۔ دوم باقی رہے جناب امیر علیہ السلام سو دیکھو وہ بھی اُس رات تو اپنے بستر پر بآرام تھے پھر سفر تو کیا اپنے گھر سے بھی قدم باہر نہ دیا اور ہجرت بھی کیسی خود مکے شریف کی گلیوں میں تشریف رکھتے تھے۔ غرض خدا نے آپ کو اس موقعہ میں تو ہر رنج اور بلا جور و جفا سے محفوظ رکھا تھا۔ سیوم بعقائد تمہارے امیر علیہ السلام تو اس آیت شریفہ کے مصداق ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ اس میں تو جناب باری فرماتا ہے کہ میں تمہاری بھول و چوک کو معاف کرونگا اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دوں گا پھر آپ کس منہ سے کہو گے کہ امیر علیہ السلام تو بھول و چوک کے خطاوار گناہگار تھے۔ تو پھر معصومیت کہاں رہ جاوے گی بلکہ مذہب تشیّع کی تو بیخ ہی اُڑ جاویگی۔ ہاں یا تو آپ بھی اہل سنت کے موافق کہو جیسا کہ سب پیغمبروں کی بھُول و چوک کو خدا نے معاف کیا پھر پاک اور معصوم کر دیا تب تو جناب امیرؑ بھی اس آیت کے خطاب میں آسکتے ہیں ورنہ بعقائد تمہارے تو یہ آیت کسی طرح بھی ان پر عائد نہیں ہو سکتی پھر آپ نے کیوں کہا کہ علی بن ابی طالب مستمع بصفات اس آیت کے ہیں کیوں ایسا جھوٹ کہتے اور جاہلوں کو دھوکا دیتے ہو۔ جناب من اس اپنے دعوے کا حال تو سب نے سن لیا۔ اب ذرا ان کا بھی حال باجمال سنیئے کہ جن کے نام سے آپ کو مرض سرسام ہو جاتی ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ نے حضرت کے ساتھ ہجرت کی یا نہیں اور انہوں نے اپنے وطن اور گھر کنبے قبیلے کو چھوڑا یا نہیں اور اس سفر میں اُن کو حضرت کے پیچھے ایذائیں اور تکلیفیں بھی پہنچیں یا نہیں۔ نہیں تو آپ سے ہو

ہی نہیں سکتی پھر کس منہ سے ان کی ہجرت سے انکار کرتے ہو اور کیوں اس آیت کے مصداق
سے اُن کو خارج بناتے ہو کہ جن کے ظاہر اوصاف بیان کر کے حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ جنہوں نے ہجرت
کی اور میرے پیچھے اپنے وطن اور گھر کنبے قبیلے کو چھوڑا اور جن کو میرے اوپر ایمان لانے پر تکلیفیں
پہنچیں وہی قطعی بہشتی ہیں اور انہیں کے لئے ثواب بے حساب ہے تو پھر فرمائیے کہ اس آیت شریفہ کا
مصداق کس پر صادق آیا۔ ان مہاجرین بیان شدہ پر جو اس سفر میں اہل مصیبت تھے یا جو اپنے مقام پر باآرام
تھے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ خاص ہجرت کی رات حضرت کے ساتھ ہمراہ کون تھے اور حضرت کو دوش پر سوار کر کے
غار میں کون لے گئے تھے اور تین دن رات اُس غار دشوار میں ہمراہ درخواہ کون تھے اور کس کے
فرزند ارجمند اس جگہ کھانا اور پانی پہنچاتے رہے پھر کون حضرت کو سوار کر کے مدینہ میں لے پہنچے اور
ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ بھی پروردگار نے کس کے حق میں فرمایا ہے۔ الحمد للہ کہ اس ہجرت میں
ہمدم و رفیق ہونا ابوبکر صدیق کا تو خدا نے خود تصدیق فرمادیا اور ان کو اس دعوے سے جھوٹا کیا۔
پس اہل ایمان کو تو اس مکان پر اتنا ہی خدا کا فرمان کافی ہے۔ لیکن شیعوں کے واسطے تو انشاء اللہ
تعالےٰ اور بھی اس کا ثبوت اگلی آیت میں مضبوط دیا جاوے گا۔ دوم جو مخاطب نے کہا کہ اصحاب
ثلاثہ نے شرک باطنی کو مرتے دم تک نہیں چھوڑا۔ **جواب**۔ حضرت آپ کس ثبوت کے ذریعہ
معاذ اللہ ان کو منافق بناتے ہیں اور کس دلیل سے ان کا باطنی شرک ثابت کرتے ہیں۔ کوئی
تو وجہ فرمائیے یا ان کا شرک باطنی آپ نے علم غیب سے پایا ہے۔ یا کوئی وحی آیا ہے۔ سو حضرت
علم غیب تو خدا کے سوائے کوئی جانتا نہیں ہے اور وحی کا بھی آنا بجز پیغمبر کوئی مانتا ہی نہیں۔
ہاں اگر شیطان کی حرکت بیان کرو تو البتہ اس کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں مگر شیطانی گمان کو بھی اہل
ایمان کون ٹھیک جانتا اور مانتا ہے۔ اجی مخاطب جی ہم پوچھتے ہیں کہ جب آپ نے صرف اپنی زبان
کو اس میدان مناظرہ میں دوڑایا تو کچھ آپ کو عقل اور حیا نے بھی سمجھایا تھا یا نہیں۔ خیر خدا سے
تو شرم نہ آیا۔ مگر اتنا بھی خیال نہ فرمایا کہ جب کوئی دیکھے گا تو اس کو مناظرہ سمجھے گا یا دیوانوں کی
جھک جھک سمجھے گا۔ کیونکہ اہل سنت کے علماء نے تو صدہا آیتیں و حدیثیں اور تمام آئمہ علیہ السلام کے
کلام سے اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان ثابت کر دیا ہے۔ اور آپ نے تو جن کے سامنے ایک روایت
تک بھی پیش نہ کی پھر آپ کس منہ سے اُن کا ایمان خارج کرتے ہیں۔ اور کس زبان سے شرک باطنی
کا نام لیتے ہیں۔ ارے خداوند کریم جس سے وعدہ فرمائے کہ میں تمہاری سب بھول و چوک کو
معاف کرونگا اور تمہارے گناہوں کو بھی نیکیوں سے بدل دونگا اور تم کو بہشتوں میں داخل کرونگا۔

کیا تمہارے نزدیک خارج الایمان اور شرک باطنی اسی کا نام ہے۔اور پیغمبر علیہ السلام بھی جن کو قطعی بہشتی فرمائیں اور جن کو اپنا سمع و بصر اور جان بنائیں تو کفر اور نفاق بھی اسی کو کہتے ہیں کچھ شرم بھی آتا ہے یا نہیں۔نہیں تو کچھ آئمہ علیہ السلام کے بھی کلام کو دیکھو جیسا کہ نہج البلاغت میں جناب امیر بھی حضرت صدیق کے حق میں فرماتے ہیں کہ جس نے حضرت کی سنت کو قائم کیا اور بدعت کو دور کیا اور گیا اس جہاں سے پاک دامن کم عیب یا جیسا احقاق الحق میں امام صادق علیہ السلام بھی حضرت ابوبکرؓ اور عمر فاروق کی نسبت فرماتے ہیں۔کہ دونوں امام تھے عادل اور انصاف کرنے والے دونوں حق پر تھے اور مرے حق پر ان دونوں پر ہو رحمت خدا کی قیامت کے دن کیوں صاحب جن کا اس جہاں سے پاک دامن اور بے عیب جانا اور بھی جن کا ایمان مرتے دم تک ثابت رہنا کامل الایمان کا یہی نشان ہے یا نہیں۔مخاطب جی اب ہم آپ کا منہ شکر و شیر سے بھریں یا اور کچھ کریں۔ہاں اگر آپ کا قرآن اور حدیث پر ایمان نہیں ہے اور نہ آئمہ کے کلام کو مانتے ہیں تو پھر کیوں اہل اسلام سے بحث کی ہوس کرتے ہو۔صاف سیدھا یہود اور نصاریٰ کی طرح انکار کر دو تو پھر تم سے کوئی تکرار کرتا ہی نہیں اور نہ کوئی مناظرہ بناتا ہے ورنہ اسی طرح کی خواری لاچاری میں تو ہمیشہ آپ کو رہنا پڑے گا اور جو آپ نے یہ آیت منسوخہ صحابہ کی نظیر میں تحریر کی ہے فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ تو بھلا اس آیت بدری منسوخہ کی شکایت ان اصحاب اہل بدر کے حق میں کون سن سکتا ہے۔کہ جن کے واسطے خداوند کریم نے صاف صاف فرمادیا کہ جو چاہو سو کرو میں تم کو بخش چکا ہوں۔پھر اس میں جاہلوں کو دھوکا دیا یا مخالف قرآن ہو کر اپنے ایمان کو رد کیا حضرت اس کا مفصل حال چوتھی آیت کی بحث میں دیکھ لینا تب تو جھوٹے کو جھوٹا کہنا اور یہ بات بھی ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ تفسیر بیضاوی کی نظیر آپ کو کیا فائدہ پہنچاتی ہے۔ہاں اپنی کتاب کو تو موٹا بنایا مگر بے فائدہ مغز کھپایا کیا فائدہ آیا۔اور

شیعوں کا طعن کہ حضرت عمرؓ نبوت پرشاکی ہوئے اس کا بیان

جو آپ فرماتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ ہمیشہ نبوت پرشاکی رہتے تھے جیسا کہ صلح حدیبیہ میں حضرت عمرؓ نے کہا کہ جیسا مجھ کو آج شک نبوت میں ہوا ہے ایسا کبھی نہیں ہوا

جواب حضرت یہ مضمون آپ نے کس کتاب سے تراشا ہے۔اگر آپ بڑے سچے جوان صادق زبان تھے تو کیوں کوئی حدیث یا کسی امام کے کلام کو پیش نہ کیا۔اور نہ اس کتاب کی عبارت کو لکھ دیا کہ جہاں حضرت عمر نے نبوت پر شک کیا ہے۔خیر ہم آپ کو زیادہ نہیں شرماتے مگر یہ پوچھتے ہیں کہ جب اصحاب ثلاثہ ہمیشہ نبوت پرشاکی رہتے تھے جیسا کہ حضرت عمر نے بھی شک کیا تو پھر کیوں حضرت نے انکو اپنی صحبت

سورۃ النساء ۹ پ ۵ حرف ۹ پ ۳

سے نکال نہ دیا۔ اور کیوں کوئی حدیث بھی ان کے نفاق اور کفر پر نہ فرمائی اور کیوں اُن کو ہمیشہ اپنے ہم قرین وہم نشین رکھا کرتے تھے۔ اور کیوں صدہا حدیثیں بھی اُلٹا ان کی شان میں بیان کیں اور خدا نے بھی کیوں اُن کے شک اور کفر پر کوئی آیت نہ بھیجی بلکہ تمام اپنا قرآن اُن کی شان میں بھر دیا۔ اگر معاذ اللہ کہو کہ خدا نے بھی تقیہ کیا تو سلام ہے اس خدا کو جو اصحاب ثلاثہ سے ڈرتا تھا۔ اور ان کا کفر اور نفاق ظاہر نہ کرتا تھا۔ کیوں اس طرح کے جھوٹ بناتے اور اپنا ایمان گوانے ہو حضرت شک و شبہ کا لفظ ہرگز حضرت عمرؓ نے نہیں فرمایا اور یہ بھی نہیں کہا کہ ہم صلح نہیں کرتے معاذ اللہ یہ کسی کتاب اہل سنت میں نہیں ہے۔ صرف اتنا ذکر ہے کہ روز حدیبیہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم حق پر اور کفار باطل پر ہیں۔ ہمارے مقتول جنت پاوینگے اور ان کے دوزخ میں جاوینگے۔ ہماری شجاعت اور جان بازی دیکھئے۔ صلح کرنی مناسب نہیں معلوم ہوتی غرض اسی طرح باادب عرض کی لیکن حضرت کا فرمان سب نے مان کر صلح نامہ تصدیق کر دیا۔ سو ایسا تکرار وانکار تو جناب امیر نے بھی کیا۔ جیسا کہ اسی صلح نامہ لکھنے کے وقت سہیل بن عمرو وغیرہ نے کہا کہ اگر ہم تم کو رسول اللہ جانتے تو ہرگز تکرار نہ کرتے محمد بن عبداللہ لکھو حضرت نے جناب امیر کو جو کاتب صلحنامہ تھے فرمایا کہ یہ لفظ مٹا دو۔ جناب امیر نے صاف جواب دیا کہ میں ہرگز نہیں مٹاؤں گا۔ آخر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے ہاتھ سے کاغذ لیکر آپ مٹایا۔ دیکھو حضرت علیؓ جو معصوم مابگون تھے حضرت کے فرمان سے صاف انکار کر دیا۔ اور حضرت عمرؓ تو نہ معصوم تھے نہ تصدیق صلحنامہ میں انکار کیا تو پھر کیوں اُن پر غصہ فرمایا اور جناب امیر کا تو وہ انکار بھی یاد نہ آیا۔ پس جو اس معاملہ کی نسبت جناب امیر سے کہو وہی حضرت فاروق کے حق میں سمجھ لو۔ اگر پھر بھی شک رفع نہ ہو تو خیر اس طرح سے بھی دیکھ لو کہ تب بھی تو اُن کے ایمان میں کچھ نقصان نہیں آتا کیونکہ خدا تعالے زبان کے گمان پر بھی مؤاخذہ نہیں کرتا جبتک کہ دل متصل ہو کر اس فعل کا فاعل نہ ہو جائے۔ دیکھو حضرت عمرؓ تو معصوم بھی نہ تھے اسطرح تو شبہ بشریت تو اکثر اوقات پیغمبروں اور اماموں کے ساتھ بھی ہو جاتا ہے۔ اس سے بھی ہم آپ کو خدا کے قرآن سے پشیمان کرتے ہیں۔ چنانچہ اوّل جب حضرت موسےٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے تو اپنی قوم کو بچھڑے کی پوجا میں دیکھا تو اس خطا کا اپنے بھائی ہارون علیہ السلام پر اشتباہ کیا کہ اس نے میری وصیت نہ مانی اور نہ ان کو اس فعل سے منع کیا۔ تب غصے ہو کر سر اپنے بھائی کا پکڑا اور اپنی طرف کھینچنے لگا۔ قولہ تعالےٰ وَاَخَذَ بِرَأْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ۔ یعنے پکڑا سر اپنے بھائی کا اور لگا کھینچنے اپنی طرف دوم۔ جب یعقوب علیہ السلام کے فرزندوں نے اپنے باپ کی

کمال محبت اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کے ساتھ دیکھی تو اس طرح کہنے لگے چنانچہ قولہ تعالیٰ
اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْہُ اَحَبُّ اِلٰۤی اَبِیْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِ ۵
یعنی جب کہنے لگے البتہ یوسف اور اس کا بھائی زیادہ پیارا ہے۔ ہمارے باپ کو ہم سے اور ہم
قوت کے لوگ ہیں تحقیق ہمارا باپ صریح گمراہوں میں ہے۔ کیوں صاحب وہ شک تو یکطرف رہا
انہوں نے تو اپنے باپ یعقوب علیہ السلام کو گمراہوں میں کہا۔ سیوم جب حضرت موسےٰ خضر علیہ السلام
کے پاس گئے تو حضرت خضر نے اول ایک کشتی کو ڈبو دیا جس نے بلا محصول آپ کو پار کیا۔ دوم
ایک لڑکے کو بغیر قصور قتل کیا۔ سیوم ایک دیوار کو بدوں مزدوری تیار کیا۔ کہ جس کے مالک نے
کھانے تک نہ دیا۔ تب حضرت موسےٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام پر ان تینوں خطا کا اشتباہ کیا
جن کا قرآن میں مفصل بیان ہے۔ قولہ تعالےٰ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّةً بِغَیْرِ نَفْسٍ لَقَدْ
جِئْتَ شَیْئًا نُّکْرًا ۵ یعنی کہا موسےٰ علیہ السلام نے کہ تو نے ناحق قتل کیا۔ ایک جان پاک
کو بغیر بدلے کسی جان کے تو نے نہایت ہی برا کام بدانجام کیا۔ دیکھو بقول تمہارے حضرت
عمر کی طرح تو حضرت موسےٰ بھی اپنے بھائی ہارون علیہ السلام پر شاکی ہوئے۔ اور حضرت یوسفؑ
کے بھائیوں نے بھی اپنے باپ یعقوب علیہ السلام کو شاکی تو کجا گمراہ کہا۔ اور حضرت موسےٰ نے بھی
حضرت خضر علیہ السلام پر تینوں ہی کاموں سے خطا کا اشتباہ کیا تو پس اگر ایسا ہی حضرت عمرؓ
بمقتضائے بشریت اگر شک کا لفظ کہہ بھی دیتے تب بھی ان انبیاء کی طرح کوئی خطا نہ تھا۔ اور
بھی جیسا تمہارے فصول صاحب وغیرہ علماء شیعہ یہ روایت لکھتے ہیں۔ کہا کہ فرمایا امام حسین
علیہ السلام نے میں بہت ہی برا جانتا ہوں اس کو جو کچھ کہ میرے بھائی حسن علیہ السلام نے کیا ساتھ
صلح کرنے معاویہ سے اگر میرا بھائی تلوار سے میرا ناک کاٹ لیتا تو مجھ کو اتنا گوارا نہ گزرتا۔ دیکھو
حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی اپنے بھائی حسن علیہ السلام پر خطا کا شک کیا۔ علیٰ ہٰذا القیاس اور
بھی جیسا آئمہ علیہ السلام کی اولاد اکرام نے اکثر اسی طرح ایک دوسرے کی امامت پر شاکی ہو کر
اپنی امامت کا دعویٰ کیا۔ تاکہ فساد اور جہاد تک نوبت پہنچی۔ جن کا مفصل ذکر پانچویں آیت میں
کیا جاوے گا۔ تاہم بھی شیعہ ان کو پاک جانتے ہیں۔ پس الحمد للہ کہ اس طعن سے بھی شیعہ خود بخود
پشیمان ہوئے۔ اصحاب ثلاثہ کے ایمان میں تو کسی طرح بھی کوئی نقصان نہ آیا۔ پھر کیوں
ایسے جھوٹے طعن کر کے اپنا ایمان گوایا کیا ہاتھ آیا +

چوتھی آیت کی بحث صحابہ کی فضیلت میں

چوتھی آیت والسابقون الاولون پر بحث

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ جو لوگ سب سے اوّل مہاجر و انصار اور جو ان کی متابعت کرنے والے ہیں ہیں ان سے راضی وہ مجھ سے راضی کہ تیار رکھی ہے۔ واسطے ان کے بہشت۔ جو بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں۔ ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ اس آیت میں پروردگار سب اصحاب کبار مہاجر و انصار کی نسبت اپنی رضامندی کو ظاہر فرماتا ہے۔ اور ان کی متابعت و پیروی کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری پہنچاتا ہے۔ **قال المخاطب متعصب العظیم**۔ یہ آیت بھی مثل آیت سابقہ کی فضیلت مؤمنین موقنین میں ہے۔ نہ منافقین و مرتدین میں خواہ مہاجرین ہوں خواہ انصار اس لئے کہ مراد سابقون سے یا سبقت فی الایمان ہے اور آپ کے ثلاثہ کے ایمان ہی میں کلام ہے سابق اور لاحق ہونا کون پوچھتا ہے۔ یا سبقت فی الخیرات والطاعت مراد ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے فاستبقوا الخیرات و سابقوا المغفرت اور اس میں بھی ایمان شرط ہے اس لئے کہ اعمال کفار کراب بقیعة ہے اور صدق نیت اور انما یتقبل اللہ من المتقین سے ثابت ہے۔ علاوہ اس کے ہے اور خاتمہ بھی بالخیر ہونا بعد ان سب کے ہے۔ اور حضرات ثلاثہ کا نہ ایمان مسلم ہے نہ صدق نیت نہ سبقت کرنا عبادت میں ایسوں پر کہ جن کی ایک ضرب بہتر از ثقلین بھی اور نہ خاتمہ بالخیر ہونا ان کا مسلم ہے یا سبقت الی الجنت مراد ہے جیسا کہ بعض حواشی بیضاوی میں ہے۔ اور اس سبقت کے لئے سبقت فی کل الامور کیونکر مسلم ہوگی یا سبقت فی الہجرۃ مراد ہے اور اس میں بھی وہی ایمان شرط ہے اور کافر اور منافق کی ہجرت مفید نہیں۔ چنانچہ طبقات میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن رقیطہ دل میں کہ ایک کافر تھا وقت ہجرت دلیل رسول اللہ تھا اور وہ بھی مثل ابوبکر کی پھر نشان وہی راہ ہمراہ تھا گو واحد ہما کفر ظاہری اور دوسرا کفر باطنی رکھتا تھا۔ واضح ہو کہ جو کافر دلیل رسول اللہ تھا۔ اس کے حلیۂ نام و نسب میں کسقدر اختلاف ہے۔ شاہ عبدالحق صاحب دہلوی جذب القلوب میں ظاہر فرماتے ہیں۔ بعد ازاں شخص را از بنی دلیل کہ نام او قطیبہ بود

و در کار ہدایت و بدرقگی باہر دیانت و حفظ اسرار شہور بود اجیر گرفتند یا بعد از سہ روز ہر دو اشتر را بہ جبل ثور حاضر آورد و این رقیطہ ہم در دین کفار بود انتہی وقریب منہ مافی صحیح بخاری و استاجر رسول اللہ رجلاً من بنی ویل ھادیا و علیٰ دین کفار انتہیٰ ملخطاً علاوہ اس کے سابق میں بیان ہؤا کہ کل اعمال میں صدق نیت شرط ہے۔ چنانچہ بالخصوص ہجرت میں حدیث صحیح بخاری سے گذرا کہ فمن کان ھجرتہ الیٰ دنیا یصیبھا او الیٰ امراۃ ینکحھا فھجرتہ الیٰ ما ھاجر الیہ بلکہ بیضاوی سے بیان ہؤا فرمایا کہ مسلم وہ ہے کہ سالم رہے ہاتھ اسکے سے اور زبان اس کی سے اور مہاجر وہ ہیں کہ ترک کریں مناہی خدا کو انتہیٰ پس صاف اس سے ثابت ہؤا کہ ترک وطن کرنا ولو للمدینۃ صدق مہاجر کے لئے کافی نہیں ہے۔ اور جب ان معنوں کی راہ سے جو آپ مفسرین اور محدثین بیان کرتے ہیں۔ صدق مہاجرین آپ کے ثلاثہ پر مسلم نہ ہؤا تو سابق اور لاحق ہونا فی المھاجرۃ کب مسلّم ہوگا۔ علاوہ اس سبب کے آپ کے مفسرین میں باہم خود اختلاف عظیم ہے کہ مصداق سابقین اولین میں مہاجرین کون لوگ ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے قبلتین کی طرف نماز پڑھی اور ظاہر ہے کہ مراد نماز سے وہ نماز نہیں کہ جس کے حق میں یُرَآءُوْنَ النَّاسَ ہے بعضوں نے کہا کہ اہل بدر مراد ہیں اور بدیہی ہے کہ اہل بدر میں قابل تعریف وہی ہیں جو مصداق تریدون عرض الدنیا نہیں ہیں بعضوں نے کہا ہے کہ اہل حدیبیہ مراد ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اہل حدیبیہ میں سے جن کو شک نبوت جناب رسول خدا صلعم واقع ہو وہ قابل تعریف نہیں ہیں۔ بعضوں نے کہا ہجرت سابقہ اولی وہ ہے جو بنی ہاشم نے مکہ میں اپنے گھروں سے طرف شعب ابی طالب کے اور اہل تواریخ متفق ہیں کہ اس ہجرت میں کفار بھی بحمیت جاہلیت شریک تھے اور مدح نہیں ہوسکتی مگر مؤمنین کی اور بعضوں نے کہا ہے کہ ہجرت سابقہ اولیہ وہ ہے جو طرف حبشہ کے بعیت حضرت جعفر طیار واقع ہوئی اور باتفاق اہل تواریخ آپ کے سابق ولاحق اس میں نہ تھے۔ پس اسی آیت مختلف فیہا کو نص قطعی از بہر حسن و خوبی حضرات ثلاثہ کے سمجھنا بجز خوش فہمی مخاطب کی کس چیز پر محمول ہوسکتا ہے +

اقول والستعین بالرب الکریم۔ مخاطب جی یہ آیت بھی انہیں مؤمنین موقنین کے حق میں ہے جن کا شان اور ایمان سابقہ آیات نے بیان کردیا ہے۔ کیوں صاحب یہ آپ نے مناظرہ بنایا ہے یا کوئی ٹھٹک راگ گایا ہے۔ بھلا کجا اس نص قرآنی کا معنی اور کجا یہ آپ کا راگ بھاگ گانا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ آپ قرآن کو خدا کا فرمان سمجھتے ہیں۔ یا معاذ اللہ طفلان کی چیستان جانتے

ہیں۔ کیوں اس طرح محرف قرآن ہو کر اپنا ایمان گواتے ہو اور کیوں اس کے صاف سیدھے
معنے چھوڑ کر اپنے گھر کی تاویلیں بناتے ہو۔ حضرت جنگ بدر تک جو اصحاب کبار مہاجرین وانصار
ہیں وہ سب سابقوں میں شمار ہیں۔ کیوں اس سابقون واحد مضمون کے کئی اقسام بنائے
اور کیوں ہجرت کے بھی کئی نام بتلائے۔ دیکھو اس آیت میں تو نہ کسی دلیل نہ تاویل کی حاجت
ہے۔ نہ کہیں شرط مشروط کی ضرورت ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالےٰ تو اہل ہجرت ونصرت اور بیعت الرضوان
پر صاف صاف اپنی رضامندی بیان فرماتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان واقعات کے بعد یہ آیتیں انہیں
باتوں کی قبولیت میں نازل ہوئی ہیں۔ پھر مہاجرین واہل رضوان پر طعن کرنا تو فی الاصل قرآن شریف
کی تحریف کرنا ہے۔ تعجب تو یہ آتا ہے کہ یہ مہاجرین کی ہجرت کو بھی قبول کرتے ہیں اور انصار کی
نصرت کا بھی اقرار ہے۔ اور بیعت الرضوان میں بھی ان سب کا شریک ہونا مانتے ہیں اور ان آیتوں
کا بھی انہیں کاموں کے لئے نازل ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ پھر بھی ان اصحاب کبار مہاجر وانصار کی
کے فضائل پر یہ طرح طرح کے انکار کرتے چلے جاتے ہیں۔ جیسا مخاطب فرماتے ہیں کہ ہجرت اور نصرت کے
لئے ایمان شرط ہے سو حضرت اس وہم اور گمان دور کرنے کو تو خداوند کریم دوسری آیت
فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ
هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور لڑے اللہ کی راہ میں۔ اور
جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن مسلمان ہیں۔ دیکھو اس آیت میں خدا تعالےٰ
یوں تو نہیں فرماتا کہ جو لوگ ایمان لاویں گے اور نیک کام کریں گے ان کو میں جنت دونگا
یہاں تو ایک امر گذشتہ ہے کہ جو لوگ ان موقعہ میں تھے یعنی مہاجر وانصار اور اہل رضوان
ان سب کے ایمان کی خبر دیتا ہے اور انکا خاص مومن ہونا تصدیق کرتا ہے کہ کوئی ان میں شبہ
کرے اور ان کی نسبت عموم خصوص کی قید نہ لگاوے۔ اسی لئے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ
حَقًّا کو فرمایا کہ جنہوں نے ہجرت ونصرت کی یعنے مہاجر وانصار وہی سچے مؤمن ہیں۔ مخاطب جی
اگر اس طرح قرآن کی آیتوں میں اپنی دلیلیں وتاویلیں بنائی جاویں تو کل انبیا کی نبوت پر بھی اعتراض
ہو سکتے ہیں۔ کسی کی فضیلت بھی نہیں رہتی۔ جیسا کوئی آپ کی طرح کہے کہ ہم اصحاب کہف کے
ایمان کے قائل نہیں ہیں۔ اس لئے وہ معلوم نہیں کہ وہ قیامت کے دن نیکوں میں ہونگے یا معاذ اللہ
دوسرے گروہ میں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کی نیت اچھی تھی یا نہیں اس لئے کہ نیت امر باطنی ہے
اور یہ بھی ممکن ہے کہ سب اصحاب کہف با ایمان نہوں اس لئے کہ خدا کے کلام میں اکثر عموم وخصوص ہے

عرب میں کلام عام ہوتا ہے۔مراد اس سے خاص ہوتی ہے پس اسی احمق وملحد کے جواب میں سوائے اس کے کیا کہا جاوے کہ اے مجہول اللہ جل شانہ تو صاف ان کے حال اور ایمان کی خبر دیتا ہے۔قولہ تعالیٰ۔اِنَّھُمْ فِتْیَۃٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّھِمْ وَزِدْنٰھُمْ ھُدًی۔ یعنے وہ کئی جوان ہیں کہ ایمان لائے اپنے رب پر اور زیادہ دی ہم نے اُن کو سوجھ۔پس اسی طرح ان آیات میں بھی مہاجرین والانصار کو مومن نہ کہنا اور اُن میں اپنی دلیلیں وتاویلیں بنانا عموم اور خصوص کے شکوک پیدا کرنے ایسے ہیں جیسا کہ اس آیت میں اصحاب کہف کے ایمان اور فضیلت سے انکار کرنا ہے۔پس شیعوں کے تار پود کے لئے تو اتنا ہی مقصود کافی ہے۔لیکن ہم اپنے مخاطب کا رنج ہونا اچھا نہیں جانتے۔اس کا بھی کہا مانتے ہیں۔حضرت جن اصحاب ثلاثہ کے لئے تو آپ ایسے دلائل لاطائل بناتے ہو اور جن کے سبب قرآن سے بھی منکر ہو گئے جاتے ہو اُن کے فضائل تو آپ سے کسی طرح بھی زائل نہیں ہو سکتے۔اگرچہ کتنا ہی تاویلیں بناؤ اور دلیلیں دوڑاؤ۔ دیکھو ان سب تمہاری بات لغویات کا بھی ہم آپ کو خوب دندان شکن گردن زن جواب سناتے ہیں اور ان ہر ایک سبقت وہجرت سے بھی ان کا ایمان اور شان تو ہر کس کو ثابت کر دکھلاتے ہیں۔ چنانچہ اس مقام پر ہمارے مخاطب منطق دان نے پہلے دو مطلب ارقام فرمائے۔اول تو سابقوں کے ارشاد سے تین معنے مراد لئے۔اول سبقت فی الایمان۔دوئم سبقت فی الخیرات والطاعت سیوم کہا کہ خاتمہ بھی بالخیر ہو۔کیوں مخاطب جی آپ نے ان تینوں سبقتوں کا نام تو لیا مگر چوتھی سبقت کو اس مقام پر کیوں ارقام نہ کیا کہ جس کو تو آپ کے سب علماء نے مقدم رکھا ہے جیسا کہ آپ کے مجتہد صاحب قبلہ وکعبہ اپنی کتاب ذوالفقار میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں جس کا آخری فقرہ یہ ہے (وایں قرینہ دیگر است بر اینکہ مراد از سابقین سابقین الی الموت اند) یعنی پس یہ دوسرا قرینہ ہے کہ سابقون سے مراد سابقین الی الموت ہیں۔یعنی جو مرنے میں سبقت کر گئے اور سب سے پہلے ہی مر گئے۔قربان ایسے علم اور عقل پر آفرین ایسی سمجھ پر بھلا مجتہد صاحب کے سوائے اور کون ایسا معنے سمجھ سکتا ہے اور ایسے دقیقے اور باریکی کو کون پہنچ سکتا ہے۔ہاں مجتہدوں اور مقدس لوگوں کے ایسے ہی تو دعوے اور دلیلیں ہوتی ہیں۔ خیر اتنا بھی ہم مجتہد صاحب کے شکر گزار ہیں کہ بھلا اس میں بیچارے مہاجر وانصار کے مردے تو شمار ہو سکتے ہیں۔اگر وہ سابقون سے حضرت آدم کو مراد لیتے کہ انہوں نے سب سے پہلے جنت سے ہجرت کی تھی یا موسےٰ علیہ السلام کا نام لیتے جو مدین کو ہجرت کر گئے تھے تب ہم کیا کر لیتے یا فرماتے کہ مراد سابقون سے جبرائیل ومیکائیل ہیں جو سب سے پہلے پیدا ہوتے تو پھر ہم کیا بنا سکتے تھے لیکن ہم

اقسام سبقت

عرض کرتے ہیں۔ کہ جب سابقون سے مردے مراد ہیں تو پھر ایک اصحاب ثلاثہ کیا اس کے مصداق سے
تو امیر علیہ السلام بھی خارج ہو گئے۔ سبحان اللہ دوست حیدر کرار ہوں تو ایسے ہوں اور تعصب بھی
ہو تو ایسا ہو۔ کہ دشمن کی دیوار کو گرانا چاہے اگرچہ اس کے نیچے آپ ہی دب کر مرجائے۔ زہے نصیب
اس فرقہ کے کہ جس کے ایسے عاقل اور ذہین مجتہدین ہوں پھر اُن کے تابعین بھی مؤمنین کیوں نہ کہلائے
جاویں کیونکہ گروجن کے ایسے ہوں تو چیلوں کی کیا بات۔ بڑے میاں سو بڑے چھوٹے سبحان اللہ
اب ہم اپنے مخاطب علامہ زمان کے ان معنوں کا بھی بیان کرتے ہیں کہ سابقون سے یا سبقت
فی الایمان مراد ہے۔ یا سبقت فی الخیرات والطاعت **جواب**۔ ہم پوچھتے ہیں کہ آپ نے اس طرح
سابقون کے معنے کسی تفسیر سے تحریر فرمائے ہیں یا مجتہد صاحب کی طرح آپ ہی نے نئے معنے بنائے ہیں۔
خیر جیسا کہو ویسا ہی جواب لو۔ دیکھو ان سب سبقت فی الایمان وغیرہ سے بھی ہم آپ کو جھٹلاتے ہیں۔
کہ ان سب سے بھی اصحاب ثلاثہ کا شان اور ایمان تو ثابت کر دکھلاتے ہیں۔ پس اوّل تو ذرا ان کی
سبقت فی الایمان کا بیان سُنئے۔ چنانچہ یہ مذکور تو ہر کس پر ظہور ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق
نبوت پر ایمان لائے۔ جیسا کہ تمہارے قاضی صاحب ملّا نور اللہ شوستری بھی اپنی کتاب مجالس المؤمنین
میں اس طرح لکھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خالد بن سعید نے خواب میں دیکھا کہ وہ آتش کے کنارے
کھڑا ہے۔ باپ اس کو آتش کی طرف کھینچتا ہے۔ ناگاہ رسالت پناہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ
وسلم نے اس کا دامن پکڑ کر آپ کی طرف کھینچا کہا کہ میری طرف آتا کہ آتش میں نہ پڑے تو پس جب خالد
بیدار ہوا تو قسم کھائی کہ یہ خواب میرا صحیح ہے۔ حضرت کی طرف چلا راہ میں ابوبکر سے ملاقات ہوئی۔
خالد نے خواب کا بیان کیا تو ابوبکرؓ نے بھی اس سے موافقت کی دونوں آکر بخدمت رسول علیہ السلام
مشرف اسلام ہوئے۔ چنانچہ اس عبارت کا ایک فقرہ یہ ہے (ابوبکرؓ بہ برکت خوابے کہ او دیدہ بود مسلمان
شدہ بود) اس روایت سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ اوّل ابوبکر صدیق کا ہر سے پہلے ایمان لانا تصدیق
ہوا۔ دوم۔ صرف ان کا الہام غیبی کے سننے سے مشرف اسلام ہونا ثابت ہوا کیوں مخاطب جی جو ہر سے
پہلے ایمان لائے سبقت فی الایمان اسی کا نام ہے یا نہیں اور جو رویا صادقہ سے اسلام پر آئے
کامل ایمان بھی اسی کو کہتے ہیں یا نہیں۔ ہاں اگر اس مقام پر اپنی عادت کے موافق اسلام اور
ایمان میں کچھ فرق بناؤ اور یہ فرماؤ کہ نور اللہ شوستری نے تو ابوبکرؓ کے اسلام کا نام لیا ہے۔ نہ کہ
ایمان کا تو حضرت اس آپ کے اعتراض نفاقی امراض کا بھی ہم دوا کرتے ہیں لیکن شفا تو منجانب
خدا ہے۔ لیجئے اوّل تو اس کتاب کے چند اوراق اُلٹ کر پھر نظر کیجئے۔ دیکھو ہم نے تو چند آیتوں اور

ف حضرت ابابکر صدیق کے ایمان لانے کا بیان

حدیثوں سے بقول آئمہ علیہ السلام اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان تو ایسا عیاں کر دیا ہے کہ اب اور بیان کرنے کی بھی کچھ حاجت باقی نہیں ہے۔ اگر نہیں کہو تو ایک اور بھی روایت لو۔ روایت کیا خود امام علی علیہ السلام کی کلام سنئے جس کو تمہارے علامہ حلی صاحب شرح تجرید میں لکھتے ہیں (قَالَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَوْمًا عَلَی الْمِنْبَرِ اَنَا الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ اَنَا الْفَارُوْقُ الْاَعْظَمُ اَسْلَمْتُ قَبْلَ اَنْ اَسْلَمَ اَبُوْبَکْرٍ وَ اٰمَنْتُ قَبْلَ اَنْ اٰمَنَ) حضرت علی علیہ السلام نے ایک دن منبر پر یہ فرمایا کہ میں ہوں صدیق اکبر اور میں ہوں فاروق اعظم اسلام لایا قبل اسلام لانے ابوبکر کے اور ایمان لایا قبل ایمان لانے ابوبکر کے پس الحمدللہ کہ خود امیر علیہ السلام کی زبان معجز بیان سے اسلام بھی حضرت صدیق کا تصدیق ہوا اور ایمان بھی ان کا ثابت ہو گیا۔ ایمان بھی وہ کہ جس پر امیر علیہ السلام نے بھی اپنے ایمان کو فخریہ بیان کیا۔ اب ذرا اس کے سامنے مخاطب کا وہ فقرہ ملائیے جو کہا کہ حضرات ثلاثہ کا نہ ایمان مسلم ہے۔ نہ صدق نیت۔ کیوں حضرت اب کون سچے اور کون جھوٹے ہو۔ خیر اب قاضی نور اللہ کو تو جھوٹا بناؤ گے۔ مگر امیر علیہ السلام کے حق میں کیا فرماؤ گے کہ وہ بھی تو ان کو اہل ایمان بناتے اور تم کو جھٹلاتے ہیں۔ پھر ہم امام علی علیہ السلام کا فرمان مانیں یا تمہاری بات واہیات سنیں۔ پس سبقت فی الایمان تو حضرت ابوبکر صدیق کا بخوبی تصدیق ہو گیا

حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا ذکر

اب ذرا کچھ حضرت عمرؓ کے ایمان کا بھی بیان سنئے۔ اوّل یہ تو ہر کس کو معلوم و مرقوم ہے کہ حضرت عمرؓ کا ایمان پیغمبر علیہ السلام کی دعا سے خدا نے عطا کیا ہے۔ جب رسول علیہ السلام نے اسلام کی ایک تھوڑی سی جماعت دیکھی تو خدا کی بارگاہ میں دعا کی کہ الٰہی عمر خطاب یا ابوجہل ان دونوں میں سے ایک کو ایمان عطا فرما۔ کہ جس کے سبب سے اسلام کو قوت تمام ہو۔ پس جناب باری نے یہ اپنے رسول کی دعا قبول فرما کر حضرت عمرؓ کا ایمان عطا کیا ہے۔ تب آپ کو مشرف اسلام کر دیا چنانچہ ملا باقر مجلسی نے کتاب بحار الانوار کی چودھویں جلد میں بقول امام باقر علیہ السلام مسعود عیاشی سے یہ روایت کی ہے۔ (رُوِیَ الْعَیَّاشِیُّ عَنِ الْبَاقِرِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِاَبِیْ جَھْلِ بْنِ ھِشَامٍ ۔ یعنی امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا سے دعا کی کہ الٰہی عزت دے اسلام کو عمر بن خطاب کے اسلام لانے سے یا ابوجہل بن ہشام کے مسلمان ہونے سے غرض جناب رسول مقبول کی دعا حضرت عمرؓ کے حق میں قبول ہوئی اور آپ کے ایمان لانے سے پہلے صرف چالیس سے کم مسلمان ایمان لائے تھے۔ جس دن آپ مشرف اسلام ہوئے

تواسی روز دین کی صبح پھوٹ گئی۔ کفر کی کمر ٹوٹ گئی ۔ آپ کے ایمان لانے کا مختصر بیان یہ ہے
کہ ابو جہل نے جو دلی دشمن رسول اللہ کا تھا ایک دن اپنے بھائیوں سے کہا کہ جو کوئی محمدؐ کو قتل
کرے اور اس کا سر میرے پاس لاوے تو اس کو میں ہزار شتر سرخ بال والے اور بسیار زر دینار
دوں گا ۔ تو اس کام کا انجام کرنا حضرت عمرؓ نے منظور کیا بعد قسم قسمیہ کے شاد ہو کر جب بارادہ
قتل رسول مقبول کے چلے تو فرشتگان کو خدا کا فرمان ہوا کہ اس کو میری طرف بلاؤ اور جس کے
سر لینے کو جاتا ہے اس کے قدموں پر گراؤ ۔ اور میری قدرت کاملہ کا تماشہ دیکھو کہ شقی ہو کر جاتا ہے
اور سعید ہو کر لوٹیگا ۔ کافر ہو کر نکلا ہے مومن پاک ہو کر پھرے گا ۔ غرض جب حضرت عمرؓ تلوار
گلے میں حمائل کر کے جانب رسول اللہ کے چلے تو اثنائے راہ میں بہت سے معجزے دیکھے ناگاہ
راہ میں ایک مسلمان ملا آپ نے اس کے مارنے کا ارادہ کیا اس نے کہا اے عمرؓ پہلے اپنی بہن اور بہنوئی
کی خبر لو کہ وہ بھی مسلمان ہو گئے ہیں تب اوروں کی خبر لینا ۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر اس طرف چلا اپنی
بہن کے گھر کا دروازہ بند پایا مگر آواز قرآن شریف پڑھنے کی باہر سے سنی جب اس کی بہن نے
دروازہ کھولا حضرت عمرؓ نے اندر جا کر اپنی بہن بہنوئی سے کہا کہ تم جو کچھ پڑھتے تھے وہ مجھے دو تو
انہوں نے دینے سے انکار کیا تب اپنی بہن بہنوئی کو مار پیٹ کر بہت لاچار کیا آپ کی ہمشیرہ نے
کہا اے عمرؓ بلاشک ہم صدق دل سے مسلمان ہو گئے کہ کلمۂ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا
اللّٰہ ہمارا ایمان ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہمیشہ ورد زبان ہے ۔ تم نے جو کرنا ہے سو کرو تب
حضرت عمر نے نرم ہو کر کہا کہ اے بہن تم نے محمد سے کیا دیکھا کہا کہ ان پر کلام الٰہی نازل ہوتی
ہے ۔ کہا وہ مجھ کو بھی کچھ سناؤ ۔ تب آپ کی ہمشیرہ نے سورہ طٰهٰ کو پڑھا اس کی فصاحت اور
بلاغت سنتے ہی آپ کو غش آگیا جب ہوش آیا تو فرمایا کہ یقیناً یہ سچا خدا ہی کا کلام ہے تو آپ نے
صدق دل سے کلمہ شہادت پڑھا اور رسول خدا کی خدمت میں جانے کا قصد کیا ۔ جب در
اقدس پر پہنچے تو آپ کی ہیبت اور دبدبہ کے سبب سے کسی اصحاب عالی جناب کا حوصلہ نہ پڑا
کہ دروازہ کھولیں یا کچھ منہ سے بولیں ۔ آخر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ علیہ وسلم
شجاعانہ اٹھ کھڑے ہوئے فرمایا اگر عمرؓ نیک نیتی سے آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی کی تلوار اسی کا سر ہے
دروازہ کھولا حضرت عمرؓ اندر آئے اور مضمون اس شعر کا زبان پر لائے ؎

مرحبا سید مکی مدنی العربی	دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

جب پیغمبر علیہ السلام نے دیکھا کہ عمر ایمان کے ساتھ آئے تب بہ نفس نفیس کھڑے ہو گئے اور ان کو

آغوش رحمت میں ایسا دبایا کہ ان کا سینہ نور ایمان کا گنجینہ بن گیا۔ آپ نے ان کے ایمان لانے سے نہایت شاد ہو کر رحمۃ اللہ علیک کا ارشاد فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے بھی صدق دل سے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ کا نعرہ مارا سب مسلمان آپ کے ایمان لانے سے خدا کی حمد ثنا کرنے لگے اور نہایت ہی خوشی سے باواز بلند تکبیر پڑھنے لگے۔ حضرت عمرؓ کے دل پر محبت الٰہی نے ایسا غلبہ کیا اور طبع نے جوش دیا اُسی دم پیغمبر خدا سے کہا کہ یا حضرت بتوں کی عبادت علانیہ ہو اور خدا کی عبادت چھپکر یہ مناسب نہیں ہے آیئے خانہ کعبہ میں چلئے اور باعلان نماز ادا کیجئے۔ چنانچہ رسول مقبول نے بھی یہ عرض قبول فرمائی اور بڑی شان و شوکت سے اصحاب عالیجناب کو آپ ہمراہ لے کر داخل خانہ کعبہ ہوئے۔ چونکہ کافر بدخواہ منتظر سر رسالت پناہ کے تھے۔ حضرت عمرؓ کو دیکھ کر پوچھنے لگے کہ اے عمرؓ یہ تو نے کیا کیا۔ تب حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اے دشمنان بدگمان میں دل و جان سے خدا واحد پر ایمان لایا اور رسول اللہ کی غلامی کا غاشیہ اپنی دوش پر اُٹھایا پس جو اطاعت خدا اور رسول قبول کرے تو بہتر ہے ورنہ میری تلوار اور اس کا سر ہے چنانچہ اسی دن بھی کفار آپ کی شوکت فاروقی دیکھ کر بسیار کفار داخل اسلام ہوئے اور آپ کی حمایت و اعانت کے سبب سے رسول اللہ نے معہ سب اصحاب باصفا بلا خوف و خطر خانہ کعبہ میں بلند اذان دی اور نماز باجماعت ادا کی۔ پس یہ بیان حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا ہے کہ ان ہر ایک لفظ کا ثبوت ابھی ہم خود شیعہ ہی کی کتابوں سے مضبوط دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کا مؤرخ صاحب حملہ حیدریہ جو بڑا متعصب شیعہ ہے جس کی تصحیح سید محمد صاحب مجتہد شیعوں کے قبلہ و کعبہ نے کی ہے

اشعار حملہ حیدریہ

چناں بد کہ بوجہل ازاں سرزنش ۔۔۔ بحقیقتے شد عداوت منشش
کہ جز قتل پیغمبر ذوالجلال ۔۔۔ نبودش دگر ہیچ فکر و خیال
یکے روز گفت یا اشقیا ۔۔۔ کہ آرد کسے گر سر مصطفیٰ
ہزار اشتر از خود بخشم باد ۔۔۔ دو کوہاں سیاہ دیدہ درخ مو
ز دیبائے مصری و بُرد یمن ۔۔۔ دگر سیم و زر بخشمش چند من
عمرؓ چوں شنیدش سخن گفتمش ۔۔۔ بجنبید عرق طمع در تنش

باو گفت سوگند اگر بیخوری ۔ کہ از گفتہ خویش تن نگذری
من امروز خدمت رسانم بجا ۔ بیارم بایں شرط سر مصطفٰے
گرفت از ابوجہل اوّل قسم ۔ پس آنگاہ زد در رہ کیں قدم
بآں کار چوں رفت بیروں عمرؓ ۔ یکے گفت بار نداری خبر
کہ ہمشیرہ ات نیز با جفت خویش ۔ گرفت است دین محمدؐ بہ پیش
بر آشفت اباحفص ازیں گفتگو ۔ بگفتا بریزم کنوں خون او
سوئے خانۂ خواہر خویش رفت ۔ چوں آمد بہ نزدیک تر پیش رفت
چوں آمد بہ پیش در وایستا د ۔ صدائے شنیدہ بآں گوش داد
شنید آنکہ مے خواند مرد نیکو ۔ کلامے شنیدہ کہ بہ مثل او
عمرؓ زد در و خواہرش باز کرد ۔ جو آمد دروں خانہ آغاز کرد
در افتاد با جفت خواہر بجنگ ۔ گرفتش ز حلق و بیعفشرد تنگ
گلویش بہ تنگی فشرد آنچناں ۔ کہ نزدیک شد تا شود قبض جان
بیامد دواں خواہرش نوحہ گر ۔ بگفتش چہ خواہی زما اے عمرؓ
اگر شاد گردی زما ور ملول ۔ نمودیم دین محمدؐ قبول
کنوں گر کشی سر بداریم پیش ۔ ولے بر نگردیم از دین خویش
چو بشنید از وایں حکایت عمرؓ ۔ بدانست کو بر نہ گردد دگر
بگفتش چہ دیدی تو از مصطفٰے ۔ کہ گشتی بدینش چنیں مبتلا
بگفتا کلام خدائے جلیل ۔ کہ آرد باو حضرت جبرئیل
شنیدیم و گردید بر ما یقین ۔ کہ ہست ایں کلام جہاں آفرین
عمرؓ گفت ازاں قول معجز اساس ۔ اگر یاد داری بخواں بے ہراس
بر و خواہرش آیت چند خواند ۔ عمرؓ گوش چوں کرد حیراں بماند
دلش زاں شنیدن بسے نرم شد ۔ بسودائے اسلام سرگرم شد
وزاں پس بگشتند باہم رواں ۔ بنزد رسول خدائے جہاں
بدولت سرائے پیغمبر شدند ۔ چوں دربستہ بد حلقہ بر در زدند
یکے آمد و دید از پشت در ۔ کہ استادہ با تیغ بر در عمرؓ

اینجا تا مضمون صفحہ
سبا ست از نعوت و مناقب
سر گروہ قبول سلطان دین
طریق شریعت شوید از و راست
سر علم و نشان ہدی از و راست
دل سنیاں را خدا است زید
سر شہ نشان شیر د است از و
۱۲

بہ نزد نبیؐ رفت و احوال گفت	بماندند اصحاب اندر شگفت
چنیں گفت پس عم خیر البشر	کہ غم نیست بروے کشائید در
گر از راہ صدق آمدہ مرحبا	وگر باشد او را بخاطر دغا
بہ تیغ کہ دارد حمائل عمرؓ	تنش را سبکبار سازم ز سر
چو در باز کردند بر روئے او	در آمد عمرؓ بالب عذر گو
گرفتش بہ بر سرور انبیاءؐ	فشاندش بجائیکہ بودش سزا
بگفتند اصحاب ہم تہنیت	وزاں پیشتر یافتہ دیں تقویت
پس اصحاب دیں راشد ایں مدعا	کہ از خدمت سرور انبیاءؐ
بسوئے حرم آشکارا روند	نماز جماعت بجا آورند
رسید ایں سخن چوں بعرض رسولؐ	ز خیر الوریٰ یافت عذر قبول

اے شیعو دیکھو باوجود تعصب اور عناد کے یہ تمہارے مؤرخ صاحب حضرت عمرؓ کا ایمان لانا کس دھوم دھام سے ارقام فرماتے ہیں اور کیسی کیسی اُن کے ایمان کی شوکت اور شان بیان کرتے ہیں۔ دیکھو اس ایمان کا نام بانی اسلام ہے کہ جس کی بدولت پہلے ہی دن مسلمانوں کو خانہ کعبہ میں نماز باجماعت نصیب ہوئی اور اُسی ہی دن کفر کی کمر ٹوٹ گئی دین کی پشت مضبوط ہوئی پس یہ تو اول کا کام ہے۔ آخر انجام یہ ہوا کہ آپ نے زمانہ خلافت میں ایک ہزار چھتیس شہر کفار اشرار کو دار الاسلام بنایا۔ ہزاروں بت خانہ اور گرجا گھروں کو گرایا چار ہزار مسجد جامع بنائیں۔ تمام رسومات جہالت کی مٹائیں اور تمام ملک روم اور شام سے کفر کی ظلمت کو دور کیا عرب تو کیا شرق غرب تک دین رسول اللہؐ کو شمسی نور کی طرح ظہور کر دیا جیسا کسی نے کہا ہے۔ **بیت**

کی ہے خلافت آپ نے کس دھوم دھام سے	ایران سے خراج لیا اور شام سے
شوکت بھی فخر کرتی تھی حضرت کے نام سے	گر شبہ ہو تو پوچھ لو ہر خاص و عام سے
طہران اور عراق میں سکہ بٹھا دیا	گبروں کا نام ملک عجم سے مٹا دیا

کیوں صاحب جن کی طفیل سے تو ہزارہا کفار کا کفر دور اسلام ظہور ہوا کیا آپ کافر اسی کو کہتے ہیں اور جن کا ایمان خود حضرت کی دعا سے عطا ہو تو کیا آپ کے نزدیک نفاق بھی اسی کا نام ہے۔ کیوں ایسے جوان دین کے پہلوان کامل الایمان پر جھوٹے بہتان کر کے اپنا ایمان گنواتے ہو

اور کیوں ایسوں کی دشمنی اور عداوت سے آپ کو ناری بناتے ہو۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کامل الایمان اسی کا نام ہے یا نہیں اور سبقت فی الایمان بھی اسی کو کہتے ہیں یا نہیں جو ہر سے پہلے رویہ صادقہ سے ایمان لائے اور جن کا ایمان خدا حضرت کی دعا سے عطا فرمائے اور بھی جن کے سبب کفر دور ہر جا کلمہ رسول اللہ کا ظہور ہو۔ پس اس سے اور زیادہ کامل الایمان کا کون نشان ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اسی طرح حضرت عثمان کے ایمان کا بھی ہم کچھ تھوڑا سا بیان کرتے ہیں۔ کہ جب بیعت الرضوان کے مقام سے رسول علیہ السلام نے حضرت عثمان رضؓ کو کفار مکہ

حضرت عثمان کے ایمان کا بیان

کے پاس پیغام دے کر بھیجا تو ان کفار اشرار نے آپ کو گرفتار کر لیا۔ جب یہ خبر حضرت کو پہنچی تب ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر سب اصحاب عالیجناب سے بدیں اقرار بیعت لی کہ قتل کفار سے ہرگز انکار نہ کرنا۔ چونکہ حضرت عثمان رضؓ تو اس وقت موجود نہ تھے لیکن حضرت نے اُس کو اس بیعت میں بھی اس طرح شریک بنایا کہ خاص اپنے دست پاک کو دست عثمان قرار دے کر خود بیعت میں داخل فرمایا۔ چنانچہ اس کا ثبوت بھی ہم خود شیعہ ہی کی کتابوں سے مضبوط دیتے ہیں۔ کہ جس کا نام نامی اسم گرامی روضہ کلینی ہے "فَلَمَّا انْطَلَقَ عُثْمَانُ لَقِيَ اَبَانَ بْنَ سَعِيْدٍ فَتَاَخَّرَ عَنِ السَّرْجِ فَحَمَلَ عُثْمَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَدَخَلَ عُثْمَانُ فَاَعْلَمَهُمْ وَكَانَتْ مُنَادَشَةٌ فَجَلَسَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلعم وَجَلَسَ عُثْمَانُ فِيْ عَسْكَرِ الْمُشْرِكِيْنَ وَبَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْمُسْلِمِيْنَ وَضَرَبَ صلعم بِاِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى لِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ طُوْبٰى لِعُثْمَانَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاَحَلَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا كَانَ يَفْعَلُ فَلَمَّا جَاءَ عُثْمَانُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَطُفْتَ بِالْبَيْتِ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاَطُوْفَ بِالْبَيْتِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ لَمْ يَطُفْ بِهٖ ثُمَّ ذَكَرَ الْعُقْبَةَ وَمَا كَانَ فِيْهَا الْحَدِيْثُ ؀

ترجمہ پس جس وقت چلا عثمان ملا ابان بن سعید پس ٹھہرا زین سے پس سوار ہوا عثمان آگے اس کے اور داخل ہوا عثمان پس معلوم کیا انھوں نے اور تھا چلتا پس بیٹھا سہیل بن عمر و رسول اللہ کے پاس اور بیٹھا عثمان مشرکین کے لشکر میں اور بیعت لی رسول اللہ نے مسلمانوں کی اور مارا ایک ہاتھ اپنا دوسرے ہاتھ پر واسطے عثمان کے اور کہا مسلمانوں نے کہ خوشحال عثمان رضؓ کا کہ ان کو طواف خانہ کعبہ کا نصیب ہوا حضرت نے فرمایا کہ یہ ممکن نہیں کہ عثمان بغیر ہمارے طواف کرے پس جس وقت آیا عثمان فرمایا رسول اللہ نے کہ تو نے کعبہ کا طواف کیا عرض کی کہ میں بغیر حضور کے کس طرح

سے طواف کرتا۔ اور بھی اسی طرح کا مقصود ان کے حملہ حیدریہ میں بھی موجود ہے۔

طلب کرد پس اشرف انبیا ۔۔۔ ز اصحاب عثمان صاحب حیاء
باو ہم ہماں گفت خیر البشر ۔۔۔ کہ زاں پیشتر گفتہ بد عمرؓ
بہ سید عثمانؓ زبین و زان ۔۔۔ بہ مقصود رواں شد چو تیر از کماں
چو اور رفت اصحاب روز دگر ۔۔۔ بگفتند چندیں بہ خیر البشر
خوشا حال عثمان با احترام ۔۔۔ کہ شد قسمتش حج بیت الحرام
رسول خدا چو شنید ایں سخن ۔۔۔ بپاسخ چنیں گفت با انجمن
ز عثماں نداریم ما ایں گمان ۔۔۔ کہ تنہا کند طوف آں آستان

پس اس روایت اور حدیث موصوفہ سے چند فوائد حاصل ہوئے۔ اوّل رسول خدا کی بارگاہ میں حضرت عثمانؓ کا ایسا رتبہ اور شان تھا کہ حضرت نے اپنے اس دست اقدس کو دست عثمان فرمایا جو دست مصطفٰیؐ مجازاً دستِ خدا ہے۔ "یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ" دوم حضرت عثمان کی اطاعت اور فرمانبرداری پر خود رسول اللہ کو ایسا یقین تھا۔ کہ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ عثمان بغیر ہمارے ہرگز طواف حرم نہ کرے گا۔ سیوم حضرت عثمان کا ایسا ثبوت اور مضبوط ایمان تھا اگرچہ دشمنوں کے ہاتھ سے قید میں آئے اور اُنہوں نے بہت ایذائیں بھی پہنچائیں تو بھی آپ ایمان اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔ چہارم۔ آپ کے ایمان پر ایسا کامل اطمینان تھا کہ باوجود ان کے ناموجود ہونے کے بھی خود آپ حضرت نے ان کی بیعت کا ذمہ اٹھا لیا اور اپنا دست ان کا دست فرما کر لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ کے مصداق میں داخل کر دیا۔ یہاں تو اپنا دست فرمایا حضرت نے تو ان کو اپنا سمع و بصر اور دل بھی بنایا۔ پھر اس سے زیادہ ہم اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان کیا بیان کریں مخاطب جی اصحاب ثلاثہ کا شان اور سبقت فی الایمان تو بفضل خدا تمہاری ہی کتابوں سے

اصحاب ثلاثہ کی سبقت فی الخیرات کا بیان

ثابت ہو گیا۔ اب ذرا ان کی سبقت فی الخیرات کا بھی کچھ حال بااجمال سنیے۔ کہ جن کی سخاوت کے اذکار تو بہت بے شمار ہیں۔ لیکن اختصار کے لئے تو حضرت صدیق کے حق میں جیسا یہ ایک آیت بمشت نمونہ خروار ہے۔ وَسَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ٥ ترجمہ۔ اور بچاویں گے اس سے بڑے پرہیزگار کو جو دیتا ہے اپنا مال دل پاک کرنے کو دیکھو اس آیت کی تفسیر میں تمہارے علامہ طبرسی صاحب بھی مجمع البیان میں یہ

لکھتے ہیں عَنْ اِبْنِ زُبَیْرٍ قَالَ اِنَّ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ لِاَنَّہٗ اِشْتَرَی الْمَمَالِیْکَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا مِثْلَ بِلَالٍ وَعَامِرِ بْنِ یَاسِرٍ وَغَیْرِھِمَا۔ یعنے یہ آیت شریفہ ابوبکرؓ کی شان میں نازل ہوئی کہ وہ غلاموں کو جو اسلام میں داخل ہوتے مول لیتے اور خدا کی راہ میں آزاد کرتے مثل بلال و عامر وغیرہ کے۔ پس اس سے اور زیادہ خیرات وغیرہ کا ثبوت کون مضبوط ہے۔ کہ جس کی شان میں حق سبحانہ وتعالیٰ آیتیں نازل کرے اور جس کو جناب باری؛ اتقی الذین کا خطاب فرمائے اور جو ہمیشہ غلام اہل اسلام خرید کرکے راہ خدا میں آزاد کرے تو پھر کون بدکار ان کی سبقت فی الخیرات سے انکار کرسکتا۔ اب دیکھ کہ اُن کی

اصحاب ثلاثہ کی سبقت فی العبادت کا بیان

تو عبادت کی بھی خدا تعالیٰ خود شہادت دیتا ہے۔ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا اور فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔ یعنی تو دیکھتا ہے اے محمدؐ اپنے صحابہ کو کہ وہ رکوع کرنے والے وسجدہ کرنے والے ہیں چاہتے ہیں فضل خدا اور رضامندی اس کی نشانی اُن کے چہرے پر ہے اثر سجدہ سے اگر خدا کی آیات سے آپ کی تحقیقات نہیں ہوتی تو کچھ جناب امیر کی تحریر دیکھئے نہج البلاغت میں ہے (لَقَدْ رَاَیْتُ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا اَرٰی اَحَدًا مِنْکُمْ یُشْبِھُھُمْ لَقَدْ کَانُوْا یُصْبِحُوْنَ شُعْثًا غُبْرًا بَاتُوْا سُجَّدًا وَقِیَامًا یُرَاوِحُوْنَ بَیْنَ جِبَاھِھِمْ وَخُدُوْدِھِمْ یَقِفُوْنَ عَلٰی مِثْلِ الْجَمْرِ مِنْ ذِکْرِ مَعَادِھِمْ کَاَنَّ بَیْنَ اَعْیُنِھِمْ رُکَبَ من طول سجودھم اذا ذکر اللہ ھمت اعینھم حتی بل جباھھم ومادوا کما یَمِیْدُ الشَّجَرُ فِیْ یَوْمِ الرِّیْحِ الْعَاصِفِ خَوْفًا مِنَ الْعِقَابِ وَرَجَاءِ الثَّوَابِ) جناب امیر فرماتے ہیں کہ البتہ دیکھا میں نے اصحاب محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کو پس نہیں دیکھتا تم میں کسی کو مثل ان کے البتہ وہ تھے صبح کرتے پراگندہ غبار آلودہ رات گذارتے ہوئے سجدہ وقیام میں تو بہت راحت پاتے تھے پیشانی وقدموں پر پھرتے تھے یعنے سجدے سے تھکتے۔ تو قیام کرتے اور قیام سے تھکتے تو سجدہ کرتے گویا چنگاری آگ پر ذکر آخرت سے اور گھٹتے تھے مثل گھٹنوں کے نشانی ان کی جب ذکر خدا ہوتا ہے بہتی تھیں آنکھیں اُن کی یہاں تک کہ تر ہو جاتے تھے چہرے اُن کے ہلتے تھے مثل درخت کی تیز ہوا کے دن میں خوف عقاب اور توقع ثواب میں اگر اس پر بھی سیری نہ ہو تو اور لو ذرا جناب امیر کے اس خطبہ کا وہ فقرہ سنئے جو اسی نہج البلاغت میں حضرت صدیق اکبر کی نسبت فرمایا (وَاَقَامَ السُّنَّۃَ وَخَلَّفَ الْبِدْعَۃَ ذَھَبَ نَقِیَّ الثَّوْبِ قَلِیْلَ الْعَیْبِ اَصَابَ خَیْرَھَا وَسَبَقَ شَرَّھَا اَدّٰی اِلَی اللّٰہِ طَاعَتَہٗ وَاتَّقَاہُ بِحَقِّہٖ) کہ اس نے پیغمبر

کی سنت کو قائم کیا اور بدعت کو دور کیا اور گیا اس دنیا سے پاک دامن کم عیب خلافت کی خوبی پائی اُس کے فساد سے پہلے رحلت فرمائی اور خدا کی اطاعت کو اچھی طرح سے ادا کیا اور موافق حق کے پرہیزگاری کو پورا کیا۔ مخاطب جی دیکھ ایک اطاعت تو کیا امام علی علیہ السلام نے تو حضرت ابوبکر صدیق کی شان اور ایمان کو ایسا تصدیق کیا کہ جس سے تو آپ کا تمام مناظرہ ہی اختتام ہوگیا۔ کیوں صاحب سبقت فی الخیرات والطاعت اسی بات کو کہتے ہیں یا نہیں۔ کہ جو ہمیشہ غلام اہل اسلام راہ خدا میں آزاد کرے اور ہر وقت اُس کے سجود میں موجود رہے اور اطاعت خدا و سنت مصطفےٰ کا متقی اور پرہیزگار ہو۔ پس اصحاب ثلاثہ کا شان سبقت فی الایمان اور سبقت فی الخیرات والاطاعت تو ثابت ہوگیا۔ اب لیجئے ذرا ان کے خاتمہ بالخیر کی بھی سیر کیجئے اوّل تو اسی امام کے کلام سے وہ کلمہ دیکھئے جو امیر علیہ السلام نے حضرت ابابکرؓ صدیق کے حق میں فرمایا ہے کہ گیا اس دنیا سے پاک دامن کم عیب۔ کیوں صاحب اس جہاں سے پاک بے عیب جانا خاتمہ بالخیر کا یہی معنی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں کہو تو اور لو چنانچہ امیر علیہ السلام کے اس خطبہ کو بھی دیکھو کہ جس کو تمہارے امام مؤید باللہ یحییٰ ابن حمزہ زیدی شیعہ نے کتاب اطواق الحمایت اخیر بحث امامت میں روایت کی ہے۔ اس سے یہ چند کلمے سنئے جو امام صاحب نے حضرت ابابکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ کی شان میں بیان فرماتے ہیں وَهُوَ هٰذَا لَا یُرٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَرَاْیِهِمَا رَاْیًا وَلَا یُحِبُّ کَحُبِّهِمَا حُبًّا لِمَا یَرٰی عَزْمَهُمَا فِیْ اَمْرِ اللّٰهِ فَقُبِضَ وَهُوَ عَنْهُمَا رَاضٍ وَالْمُسْلِمُوْنَ رَاضُوْنَ فَمَا تَجَاوَزَا فِیْ اَمْرِهِمَا وَسِیْرَتِهِمَا رَاْیَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَمْرَهٗ فِیْ حَیَاتِهٖ وَبَعْدَ مَوْتِهٖ وَقُبِضَا عَلٰی ذٰلِکَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ؎ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نہیں دیکھتے تھے رسول خدا شیخین کی رائے جیسا کسی کی رائے کو اور دوست نہیں رکھتے تھے ان جیسا کسی کو اس لئے کہ دیکھتے تھے ان کو کار خدا میں مستعد پس وفات پائی حالانکہ ان دونوں سے راضی تھے اور تمام مسلمان بھی خوش تھے پس فرق نہ کیا دونوں نے اپنے کام میں اور دستور میں مصلحت رسول خدا صلعم سے اور ان کے کام سے پس دونوں نے وفات پائی اسی حال پر خدا یا رحمت کیجیو ان دونوں پر۔ دیکھو امام علی علیہ السلام اُن کا خاتمہ کس طرح بیان فرماتے ہیں کہ یہ ہمیشہ کار خدا میں مستعد رہتے تھے اور حضرت بھی ان پر راضی گئے اور تمام مسلمان بھی ان پر خوش تھے اور ان دونوں نے وفات بھی اسی حالت پر پائی جیسا حضرت کی حیات

ہیں بھتے ۔ کیوں صاحب خاتمہ بالخیر اسی کا نام ہے یا نہیں جو وفات تک باصفات رہنا اور قیامت کو
بھی رحمت الٰہی کا مستحق ہونا پس خلفاء رضی اللہ عنہما کا ایمان اور شان اور خاتمہ بالخیر بھی جناب امیرؓ
کی زبان معجز بیان سے ایسا ثابت ہؤا کہ اب کسی بھی منکر بدگمان کا کوئی طعن باقی نہ رہا۔ صرف قیں قیں اور
چیں چیں کے سوائے مخاطب جی اتنے فرمان سے کچھ آپ کا اطمینان ہؤا یا نہیں نہیں تو کچھ فکر نہ کیجئے
اور لیجئے کہ ان تمہارے طعن بدگمان کے لئے تو ہمارے پاس بہت کچھ سامان موجود ہے لیکن بار
بار وہی تکرار لکھنا بے سود ہے دیکھو وہ حدیث جو کتاب احقاق الحق میں امام صادق علیہ السلام
حضرت ابابکر صدیق و عمر فاروق اعظم کی نسبت فرماتے ہیں کہ یہ دونوں امام تھے عادل اور انصاف
کرنے والے دونوں حق پر تھے اور مرے حق پر دونوں پر ہو رحمت خدا کی قیامت کے دن پس اس
حدیث سے بھی اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور خاتمہ بالخیر تو ٹھیک ٹھیک تصدیق ہوگیا کیونکہ حق پر ہونا اور مرتے
دم تک ثابت قدم رہنا خاتمہ بالخیر کا یہی معنٰے ہے اور قیامت کو بھی مستحق رحمت کا ہونا کامل الایمان
بھی اسی کا نام ہے ۔ کیوں مولوی صاحب خلفاء ثلاثہ کا ایمان اور شان ثابت ہؤا یا نہیں اور
ان کی صدق نیت و خاتمہ بالخیر کو بھی دیکھ لیا یا نہیں کچھ فرمائیے تو سہی ہاں اگر اقرار کرنا آپ کو
دشوار ہے تو لاچار انکار ہی کر دیجئے ۔ ہم تو رنج نہیں ہونے بلکہ اس تمہاری خواری و لاچاری کو
دیکھ کر تو ہم بھی افسوس کرتے ہیں کہ اگر آپ فضائل ثلاثہ کو مانیں اور ان حدیثوں و آئمہ کے کلام
کو سچ جانیں تو مذہب تشیع ہاتھ سے جاتا ہے اور اگر ان کو جھٹلاویں اور انکار کریں تو پھر ایمان
کا نشان نہیں رہتا۔ پس اس طرح آپ کو لاچار آگے نار پیچھے دیوار ہے ۔ لیکن آپ اور آپ کے علماء
کا تو یہی منشاء ہے کہ ایمان جائے تو خیر ہے مگر اپنے پیر ابن سباء کا طریقہ چھوڑنا غیر ہے شاباش
آپ کی عقل پر۔ آفرین ایسی سمجھ پر چنانچہ اس تمہارے حال پر یہ آیت شریفہ دال ہے ۔ وَاِنْ
یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا ج وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا
ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوْا عَنْھَا غٰفِلِیْنَ ۝ یعنی اگر وہ دیکھیں راہ راست
نہ ٹھیراویں اس کو راہ اور اگر دیکھیں راہ الٹی اس کو ٹھیراویں راہ اس واسطے کہ انہوں

اقسام ہجرت کا بیان

نے جھوٹ سمجھا ہمارے کلام کو اور رہے ان سے غافل دوم جو مخاطب نے
کہا کہ مہاجرین اولین وہ ہیں کہ جنہوں نے قبلتین کی طرف نماز پڑھی یا اہل بدر یا اہل حدیبیہ یا جو
بنی ہاشم نے مکہ میں اپنے گھروں سے ہجرت کی یا ہجرت حبشہ کی مراد ہے پھر کہا کہ اس میں تو اصحاب
ثلاثہ داخل نہ تھے ۔ **جواب** ۔ کیوں اس طرح شکیہ باتیں مناظرہ میں لکھے جاتے اور کیوں ایک ہجرت

کئی اقسام بناتے ہو۔ دیکھو ان تمام اقسام سے بھی ہم آپ کو جھٹلاتے اور کاذب بناتے ہیں۔ اجی! مخاطب جی اگر آپ یہ ہجرت حبشہ کی مراد لیں تو ہم عرض کرتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السّلام بھی تو اس ہجرت میں داخل نہ تھے اس سبب سے تو وہ بھی مہاجرین اوّلین کی فضیلت سے مستثنےٰ ہوگئے۔ پس جب آپ نے اپنے پہلے ہی امام کو اس آیت کے مصداق سے خارج کر دیا تو اگر آپ نے تین خلیفوں کو بھی نکال دیا تو کیا شکایت ہے۔ مگر حضرت سلامت جن کیلئے تو آپ نے اتنا واویلا مچایا اور بے فائدہ مغز کھپایا کہ ایک ہجرت کے چند اقسام بنلائے قبلتین واہل بدر اور حدیبیہ وغیرہ کے نام تبلائے وہ اصحاب ثلاثہ تو بفضلہٖ تعالےٰ ان سب موقعہ مقصود میں موجود تھے پھر ان ہر ایک مقام کے نام لکھنے سے آپ کا کیا کام نکلا اور ان دلائل لاطائل سے بھی کیا حاصل ہؤا۔ اور یہ بھی ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہر مقام پر مشکوٰۃ و بخاری و بیضاوی وغیرہ کا نام لکھنا آپ کو کیا فائدہ دیتا ہے اور کسی کافر رقیطہ وغیرہ کے نام سے بھی آپ کو کیا کام تھا۔ ہاں ایک تو ان بیفائدہ واہیات تباہیاں سے اپنی کتاب کو موٹا بنایا دوسرا اس واویلا مچانے سے کچھ اپنی پوچ کو چھپایا۔ مگر خدا کی رضا وہ بھی چھپ تو نہ آیا۔ قربان آپ کی اس مناظرہ دانی پر اور آفرین آپ کی اتباع کی بھی خوش فہمی پر کہ جن کا اس آپ کی کتاب خراب پر ایسا ناز ہے کہ جس کے نام کے صبح و شام گلیوں میں گیت گاتے پھرتے ہیں۔ مگر بفضل خدا جب اس کا پوچ ظاہر ہؤا تو کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔ حضرت آپ پر واجب تھا کہ پہلے اپنے دعوے کا کچھ ثبوت حاصل کر لیتے۔ تب اس بحث کی ہوس کرتے۔ اگرچہ اپنی زبان بے لگام کو تو بہت دوڑایا مگر ثبوت کے سوا تو الٹا آپ کو پشیمان بنایا۔ کیا ہاتھ آیا۔ دیکھو اس سب تمہاری تار پود کو بھی ہم نابود کرتے ہیں اور وہی ہجرت ثابت کرتے ہیں جو مکہ سے مدینے کو گئے۔ اور حضرت کے ساتھ رہے۔ پس جو اس آیت شریفہ کے اصلی معنے تمہارے مفسرین نے لکھے ہیں ہم وہی حرف بحرف لکھ کر اہل انصاف کو دکھلاتے ہیں پھر جھوٹے بدخواہ کا منہ سیاہ بناتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے علامہ طوسی صاحب مجمع البیان میں اس آیت کی تفسیر یوں تحریر کرتے ہیں وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ اَیْ السَّابِقُوْنَ اِلَی الْاِیْمَانِ وَاِلَی الطَّاعَاتِ وَاِنَّمَا مَدَحَهُمْ بِالسَّبْقِ لِاَنَّ السَّابِقَ اِلَی الشَّیْئِ تبع غَیْرُہٗ فَیَکُوْنُ مَتْبُوْعًا وَغَیْرُہٗ تَابِعٌ لَہٗ فَھُوَ اِمَامٌ فِیْہِ وَدَاعٍ فِیْہِ اِلَی الْخَیْرِ بِسَبْقِہٖ اِلَیْہِ وَکَذٰلِکَ مَنْ سَبَقَ اِلَی الشَّرِّ یَکُوْنُ اَسْوَءَ حَالًا بِھٰذِہِ الْعِلَّۃِ۔ یعنی سبقت کرنے والے طرف ایمان اور طاعتوں کے اور نہیں مدح فرمائی ان کی اللہ نے مگر اس واسطے کہ جو سبقت کرنے والا ہے طرف کسی شئے کی اس کی تابعداری کرتے ہیں۔ اور لوگ پس وہ پیشوا ہوتا ہے اور دوسری پیروی کرنے والے اُس کے

پس وہ امام ہے اس کام میں اور بلانے والا اس کام میں نیکی کی طرف اور ایسا ہے جو شخص ابتدا کرتا ہے بُرے کام کی بدحال ہوتا ہے وہ شخص اسی واسطے یعنی اوروں کو خراب کرنے والا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ مَكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَاِلَى الْحَبَشَةِ یعنی مہاجرین وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہجرت کی مکہ سے طرف مدینہ اور حبشہ کی وَالْاَنْصَارِ بِالرَّفْعِ لَمْ يَجْعَلْهُمْ مِنَ السَّابِقِيْنَ وَجَعَلَ السَّبَقَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ خَاصَّةً - یعنی انصار سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے سبقت کی اپنے برادر والوں اہل مدینہ سے اسلام کی طرف جس شخص نے والانصار کو پیش پڑھا اس نے انصار کو سابقین سے نہیں کہا اور فضیلت سابقیت کو مہاجرین کے واسطے خاص کر دیا۔ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ اَيْ اَفْعَالِ الْخَيْرِ وَالدُّخُوْلُ فِي الْاِسْلَامِ بَعْدَهُمْ وَسُلُوْكُ مَنَاهِجِهِمْ وَيُدْخَلُ فِيْ ذٰلِكَ مَنْ يَّجِيْءُ بَعْدَهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ یعنی وہ لوگ جنہوں نے تابعداری کی انصار اور مہاجرین کے نیک کاموں میں اور اسلام لانے میں اور چلے ان کی راہوں پر اور داخل ہیں اس حکم میں کہ جو شخص ایسا قیامت تک ان کے بعد ہوگا۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اَخْبَرَ سُبْحَانَهٗ اَنَّهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنِ اللّٰهِ لِمَا لَهٗ لَمَّا اَجْزٰى لَهُمْ مِنَ الثَّوَابِ عَلٰى طَاعَاتِهِمْ وَاِيْمَانِهِمْ بِهٖ وَيَقِيْنِهِمْ ۵ یعنی خبر دی اللہ سبحانہ نے کہ بیشک اللہ بہت راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اللہ سے راضی ہونا اللہ کا بسبب طاعتوں اور ایمان اور یقین ان کے کے ساتھ اللہ کے اور راضی ہونا اُن کا اُس سبب سے کہ بڑا رکھا گیا واسطے ان کے ثواب وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا اَيْ يَبْقُوْنَ بِبَقَاءِ اللّٰهِ انفقال یعنی مقرر کی گئی واسطے ان کے جنت کہ بہتی ہیں نیچے اُن کے نہریں ہمیشہ رہنے والے بیچ اس کے بڑی ہمیشگی دوام - پس اس تفسیر سے جو معنے سابقون ومہاجرین کے معلوم ہوئے اور جو جو فضائل ان کے ثابت ہوئے اس کے واسطے یہی ترجمہ کافی ہے زیادہ لکھنا کچھ ضرور نہیں - دیکھو اس تمہارے مفسر نے سابقون کا مضمون بھی ہمارے موافق لکھا اور مہاجرین موقنین بھی وہی ہوئے جنہوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اگر اس تلقین سے بھی مہاجرین کی نسبت آپ کی پوری تسکین نہیں ہوئی تو میں اسی تمہاری تفسیر سے دوسری آیت ہجرت کا بھی ترجمہ سناتا ہوں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ هَاجَرُوْا کے اخیر میں تمہارے علامہ صاحب یہ لکھتے ہیں - هَاجَرُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَوْطَانِهِمْ یعنی مِنْ مَكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ یعنی ہجرت کی ان لوگوں نے اپنے ملکوں اور وطنوں سے یعنے مکہ سے مدینہ کو

کیوں مخاطب جی وہی مہاجرین موقنین ہیں یا نہیں کہ جنہوں نے مکّہ سے مدینہ کو ہجرت کی پھر وہ آپ کے تمام مقام ہجرت کے اقسام شتر کا گوز ہو کر اڑ گئے یا نہیں۔ اگر پھر بھی نہیں کیجئے تو اور لیجئے ذرا دیکھو آپ کے صاحب خلاصۃ المنہج بھی اس آیت کریمہ کا معنے کیا لکھتے ہیں (و پیشی گیرندگان یعنے آنہا کہ سبقت کردند بر عامہ مومناں بر ایمان از مہاجرین یعنی آنانکہ از مکہ ہجرت کردند مراد آنہانند کہ بدو قبلہ با پیغمبر نماز گزاردند و از انصار آنہا کہ ساکنانِ مدینہ اند و اہل مکہ را یاری دادند آنہا ہفت کس بودند از اہل عقبہ اوّل و یا ہفتاد از اہل عقبہ ثانیہ و آنانکہ متابعت کردند سابقاں را بایمان و طاعت مراد صحابہ اند از بقیہ مہاجر و انصار کہ پیروی کردہ اند و گویند ہر کہ متابعت ایشاں کند تا قیامت زمرۂ تابعان است۔ خوشنود شدند ایشاں از خدا تعالےٰ بآنچہ یافتند از نعمت دینیہ و دنویہ و آمادہ کرد خدائے مر ایشاں را بوستانہائے کہ میرود از زیر درختاں آں جوئہائے درحالتیکہ جاوید باشند دراں ہمیشہ آنست رستگاری تمام و فیروزی بزرگ و رسیدن بتمام مراد ایں آیت دلالت است بر فضل سابقین و رتبہ ایشاں بر غیر ایشاں و ایں بجہت آنست کہ در مبدأ اسلام متحمل انواع عقوبت شدند و در نصرت دیں چوں مفارقت از عشائر و نصرت اسلام باوجود قلت عدد و کثرت عدد و سبق بایمان دعوت مردماں انتہیٰ ۔) دیکھو یہ تمہارا مفسّر صاحب بھی انہیں کو سابقین مہاجرین فرماتا ہے کہ جو لوگ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر گئے اور انہیں کو قطعی بہشتی بناتا ہے کہ جن کا ہم بھی دعوےٰ کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ جب سب تمہارے مفسّرین نے اس ہجرت کی فضیلت کو بھی مان لیا اور خلفاء ثلاثہ کو بھی ہر سے پہلے اس ہجرت میں داخل کر دیا تو پھر ان کے ایمان اور شان میں کونسا شبہ باقی رہا۔ معاذ اللہ شبہ تو کیا الحمد للہ کہ اس آیت شریف میں تو رب العالمین ان کے تابعین کی بھی اس طرح تعریف فرماتا ہے کہ جو لوگ سب سے اوّل مہاجر و انصار اور جو ان کی متابعت کرنے والے ہیں میں ان سے راضی وہ مجھ سے راضی کہ تیار رکھی ہے واسطے انکے بہشت جو بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے اُن میں۔ پس اس آیت میں پروردگار سب مہاجرین و انصار اور ان کے تابعین کے حق میں چار صفتیں ارشاد فرماتا ہے۔ اوّل یہ کہ خداوند کریم اُن سے راضی ہے۔ دوم یہ کہ وہ لوگ اللہ سے راضی ہیں۔ سیوم بموجب اس اپنے وعدے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ کے ان کو یقیناً بہشتی کرے گا۔ چہارم یہ لوگ ہمیشہ ابد الآباد تک اس میں خوش و شاد رہیں گے۔ پس حسب الفرمان اس آیت قرآن کے حضرت ابوبکرؓ صدیق۔ عمر فاروق و عثمان رضی اللہ عنہما اور ان کے اتباع بھی بلا شک و شبہ ان اربعہ صفات میں داخل درجات ہیں ؛

اہل ہجرت پر شیعوں کے طعن اور ان کا بیان

قولہ شیعہ ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ خدا نے مؤمنین موقنین متقین مہاجرین اور انصار کی تعریف کی ہے۔ اور منافقین اور فاسقین اور فاجرین کی مذمت کی ہے خواہ ظاہر میں مہاجرین میں سے ہوں خواہ انصار سے خواہ بطمع عزت و مال دنیا ایمان لائے ہوں۔ ہجرت کرنا ان کا بھی خواہ بطمع دنیا حاصل ہو خواہ مستمتع دنیائے اجل یعنے دنیا مرجو لحصول ادائی شہادتین کر چکے تھے۔ تو البتہ مقام اس کا تھا کہ کفار بایں جرم کہ کیوں کلمہ گو فی الظاہر ہوئے مار ڈالتے اس ڈر سے مکہ چھوڑ کر مدینہ کو گئے پس ایسے لوگوں کی ہجرت فی اللہ نہ تھی اور ایسے ایمان نہ حقیقت میں مومن و مسلم تھے اور نہ حقیقت میں ایسے ترک وطن کرنیوالے مہاجر تھے گو ظاہر میں اُن کو مسلمان اور مہاجر کہیں خدا نہیں تعریف کرتا مگر مؤمنین مہاجرین حقیقی کی۔ **اقول** ۔جھوٹوں کا مدعا نہ کوئی شاہد نہ گواہ اس جھوٹی افواہ سے بھی تین باتیں نکلیں۔ اول مخاطب نے کہا کہ اس آیت میں خدا نے مؤمنین کی تعریف کی ہے نہ منافقین کی۔ دوم کہا کہ اصحابہ خواہ بطمع دنیا ایمان لائے ہوں اور خواہ بطمع مال ہجرت کی ہو۔ سیوم کہا کہ خواہ بخوف کفار جو وہ کہتے تھے کہ یہ بظاہر کلمہ گو کیوں ہوئے اس ڈر سے مکہ چھوڑ کر مدینہ کو گئے **جواب** کیوں صاحب اس واہی تباہی کا بھی کچھ آپ کے پاس ثبوت ہے یا صرف زبان کا بہتان ہے۔ اور اس خواہ مخواہ سے بھی کوئی وجہ فرماتے ہو یا آپ گھر میں ہی خیالی پلاؤ پکاتے ہو۔ حضرت اگر آپ کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا صرف اپنی زبان سے یہ طوطا کہانی بنائی تھی تو پھر کیوں میدان مناظرہ میں قدم دیا اور بحث کا بھی نام بدنام کیا۔ ہم تمہارے گھر کی باتیں تو نہیں سنتے صرف ثبوت مانگتے ہیں۔ کہ کیونکر اُن اصحاب عالیجناب کا ایمان مسلّم نہ تھا اور کیوں ان کی ہجرت بھی للہ فی اللہ نہ تھی اس کا کوئی ثبوت مضبوط دیجیے نہیں تو پس جھوٹے کا منہ سیاہ کیجئے۔ دیکھ ان کا بھی ہم آپ کو جواب باداب دیتے ہیں اور جھوٹے کذاب کی شتاب خبر لیتے ہیں۔ چنانچہ اول جو آپ نے کہا کہ خدا مومنین کی تعریف کرتا ہے نہ کہ منافقین کی۔ بھلا اس مہمل بات سے آپ کو کیا نجات ملی کہ نہ تو کسی کا آپ نے کوئی نفاق ثابت کیا نہ کہیں اس کا ثبوت دیا۔ تو پھر اس تمہاری زبان بیچاری کی فغان کون سنتا ہے۔ ارے یہ تو جاہل بھی جانتے ہیں کہ ہمیشہ خدا مؤمنین کی تعریف کرتا ہے۔ نہ کہ منافقین کی۔ پھر اس مکتوب سے آپ کا کیا مطلوب نکلا۔ ہاں جن کے لئے آپ ایسی باتیں بناتے اور جاہلوں کو سناتے ہو۔ اُن اصحاب ثلاثہ کو تو ہم نے بفضل خدا تمہاری ہی کتابوں سے امیر المؤمنین موقنین مہاجرین اولین متقین و صادق الیقین تمام قرآن و حدیث سے بقول آئمہ علیہ السلام کے ثابت کر دیا ہے۔ اور ان کے دشمن بدخواہ

منکر گمراہ کو بھی منافقین و مرتدین فاسقین و فاجرین سے بنایا پھر یہ ارقام خام آپ کے کیا کام آیا
دوم جو کہا کہ صحابہ خواہ بطمع دنیا ایمان لائے ہوں اور خواہ بطمع مال ہجرت کی ہو۔ **جواب** پہلے آپ
یہ فرمائیے کہ اس وقت حضرت کے پاس کون خزانہ جمع تھا کہ یہ جس کے لینے کو آئے اور ایمان
لائے اور مکان غار سے بھی کتنے ہزار اشرفی نکلی تھی کہ جن کے لئے اتنے رنج اور مصیبتیں اٹھا
کر حضرت کے ہمراہ ہوئے۔ اور مدینہ سے بھی کون خزانہ نکلنے کی خبر سُنی تھی جو یہ سب اپنے گھر
کنبے قبیلے کو چھوڑ کر اس کے لوٹنے کو گئے تھے۔ کیوں حضرت کے یار اصحاب کبار مہاجر و انصار
پر ایسے جھوٹے طعن کر کے اپنا ایمان گنواتے ہو۔ بھلا یہ آپ کی بہتان شیطانی گمان کون عاقل
باور کر سکتا ہے۔ کہ جنہوں نے دنیا کو اس قدر ناچیز اور خدا کو عزیز جانا کہ صرف محبت خدا کیلئے
حضرت کے پیچھے اپنے گھر اور وطن مال عیال سب چھوڑ کر ہزارہا ایذائیں اور تکلیفیں اُٹھائیں اور
جنہوں نے اپنی جان اور مال دولت و دنیا سب کچھ راہ خدا میں فدا کر دیا۔ پھر کون کہ سکتا ہے
کہ وہ بطمع دنیا ایمان لائے ہونگے یا بغرض مال ہجرت کی ہوگی۔ نعوذ باللہ منہا۔

مخاطب جی جن کو خدا قطعی بہشتی بتائے اور جن کی سب بھول چوک کو بھی معاف فرمائے۔
اور بھی جن کی سخاوت کا خود قرآن میں بیان کرے۔ اور جن کا ایمان خدا حضرت کی دُعا سے عطا
فرمائے۔ اور جو ہر سے پہلے رویا صادقہ سے ایمان لائے پھر ان کے ایمان اور شان پر کون مسلمان
ذرا بھی بدگمان ہو سکتا ہے۔ سیوم۔ مخاطب نے کہا کہ خواہ بخوف کفار جو کہتے تھے کہ یہ بظاہر
کلمہ گو کیوں ہوئے اس ڈر سے مکہ چھوڑ کر مدینے کو گئے **جواب** اس حکیمانہ تقریر کے سامنے
تو کوئی تدبیر ہی بن نہیں آتی۔ حضرت بظاہر کلمہ گو کے تو یہی معنے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ کو
ظاہر تو لوگ مسلمان کہتے تھے اور باطنی وہ کافروں سے ملے ہوئے تھے جیسا عام تمام ہر مقام
پر آپ کی یہی تقیہ کلام ہے۔ مگر پھر ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ اندرونی یہ کافروں کے دوست
دوست تھے یا دشمن۔ اگر دوست تھے تو پھر خوف کھانے کا کیا معنے یہ تو جاہل بھی جانتے ہیں کہ
کہ بغیر دشمن کے خائف ہونا تو ممکن ہی نہیں ہے پھر یہ حکیمانہ ترانہ کیوں گایا اور کیوں ایسا جھوٹ
بنا کر جاہلوں کو سنایا اگر وہ کفار کے دشمن تھے تو ماشاء اللہ ہماری بھی یہی مراد ہے کہ وہ لاچار
بخوف کفار مکہ چھوڑ کر مدینہ کو گئے۔ کہ اس دستور کو ہر عاقل کا عقل بھی منظور کرتا ہے۔ پھر
کیوں ایسے جھوٹے افترا بنائے اور جاہلوں کو سُنائے۔ اب دیکھ کہ ان ہر ایک تمہاری بات
لغویات کو بھی ہم ابھی اڑاتے ہیں۔ اور بھی نہیں خاص قرآن خدا کے فرمان سے تم کو جھوٹا بناتے

ہیں۔ چنانچہ قولہ تعالےٰ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ۔ یعنی جو لوگ نکالے گئے اپنے گھروں سے یعنی مہاجرین ان سے کوئی قصور نہ ہوا تھا سوائے اس کے کہ وہ اپنے اللہ کو اللہ کہتے تھے۔ پس اس میں تو ہماری بھی کچھ کہنے کی حاجت نہ رہی کہ جن منافقین بے دین نے مہاجرین پر یہ طعن بہتان کئے تھے۔ ان سب کو تو آپ خداوند کریم نے خود جھوٹا کر دیا جس سے صاف معلوم ہوا کہ ہجرت کی کوئی اور وجہ نہ تھی۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے صرف اللہ ہی کے واسطے یہ سب ایذائیں اور مصیبتیں اٹھائیں۔ مخاطب جی آپ کو اتنا خیال بھی نہ آیا کہ قرآن کے سامنے یہ ہمارے بہتان کون مانے گا۔ ہاں شاید آپ نے اس امید پر یہ طعن بیان کئے ہوں کہ اگر اور نہ سہی تو ان کو ابن سباء کے چیلے تو بخوشی مان لینگے۔ کہ جن کا تو خود ہی قرآن پر طعن ہے +

ے سیپارہ ۱۷ پ ۲۴

آیت یؤذون اللہ ورسولہ پر بحث

قولہ پھر خداوند تعالےٰ نے جو ثلث قرآن مذمت منافقین سے بھر دیا ہے۔ اس کا مصداق کون تھا۔ اور اگر حاضرین صحبت سے نہ تھے وہ لوگ جن کے حق میں "اِنَّ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ" فرمایا ہے۔ تو شام و روم فارس کے لوگ اپنے گھر بیٹھے بیٹھے رسول خدا کو ایذائیں دیتے تھے کہ جن کی خدا مذمت کرتا ہے۔ **اقول** حضرت اس آیت کو آپ نے کس کے حق میں فرمایا اور کون اس کا مصداق بنایا۔ بھلا کیوں کسی کا نام نہیں تبلایا گیا ان کا نام آپ کو یاد نہ تھا۔ یا اہل ہنود عورت کی طرح اپنے خصم کا نام نہ لینا ہوگا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس آیت کو آپ نے کیوں اس مقام پر ارقام کیا یا تو دیدہ دانستہ شیطان کی طرح انسان کو دھوکا دیا یا فی الحقیقت اپنی جاہلیت کو ظاہر کیا۔ اگر کسی اپنی ہی تفسیر کو دیکھ کر یہ آیت تحریر کرتے تو ضرور کچھ نہ کچھ آپ کو حیا مانع ہوتا اور عقل بھی آپ کو روکتا کہ میاں جی ایسا جھوٹ چھپ نہیں سکتا۔ آخر کو ایک دن ندامت اٹھانی پڑے گی۔ دیکھ اس آیت کے معنے اور شان نزول بھی بھی لکھ کر ہم اہل انصاف کے پیش کرتے ہیں۔ پھر جھوٹے بد اندیش کا دل ریش کرتے ہیں۔ چنانچہ سب مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان مشرکین کے حق میں ہے جو آپ کی طرح کفر کے کلمے کہتے تھے۔ جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ" بے شک جو لوگ رنج دیتے ہیں اللہ کو یعنے اس کا شریک بتاتے اور جورو لڑکے کی نسبت دے کر اس کو رنج پہنچاتے ہیں اور ایذا دیتے ہیں اس کے رسول کو یعنی زبان سے تو

ے پارہ ۲۲ پ ۱

ساحر اور شاعر وغیرہ کہتے ہیں اور ہاتھوں سے صدمے پہنچاتے ہیں - بس ان کو فرمایا لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ؕ یعنے لعنت ہے اللہ کی ان موذیوں کو دنیا اور آخرت میں تیار رکھا ہے۔اُن کے واسطے عذاب دردناک - مخاطب جی اس آیت کو ذرا اپنی تفسیروں ہی سے دیکھو کہ اس کا مصداق تو آپ کی مراد پر صادق نہیں آتا - کیونکہ معاذاللہ کوئی اصحاب تو کیا ایسا کام بد انجام تو کسی منافق سے بھی ظاہر نہیں ہوا سوا مشرک اشرار کافر بدکار کے - پھر کیوں اس آیت کو ناحق صحابہ کی نظیر میں تحریر کیا اور کیوں کہا کہ وہ کون منافق تھے جو حضرت کو ایذائیں پہنچاتے تھے - حضرت سلامت منافق اہل صحبت تو سینکڑوں کیا ہزاروں تھے - اگر آپ ان کو نہیں جانتے تو کسی مترجم قرآن خوان سے جاکر سو پچاس ہی کا نام سن لیجئے - نہیں تو اس مقام پر دو چار کا نام ہم سنا دیویں چنانچہ ایک عبداللہ بن ابی جن کے ساتھ تین سو منافق رہتے تھے - اور ہمیشہ حضرت کے پاس آپ کی طرح چکنی چپڑی باتیں بناتے، اور سناتے تھے - مگر جب کوئی جنگ وغیرہ کا موقع آتا تو کچھ نہ کچھ عذر بناکر گھر سے باہر نہ جاتے تھے - دوسرا جند بن قیس منافق وہ بھی ایک کثیر گروہ کے ساتھ حضرت کے پاس رہتا تھا وہ بدکار بھی اسی طرح ہر غزوہ وغیرہ سے انکار کر جاتا تھا - علےٰ ہذا القیاس اور بھی اسی طرح ہزاروں منافقوں کا ذکر قرآن مجید میں بیان ہے - اور ایسا ہی سینکڑوں آیتیں ان کے حق میں عیاں ہیں - پھر کیوں اس طرح کی آیتیں لکھ کر مناظرہ میں پیش کرتے ہو - ہاں یا تو اس میں جاہلوں کو دھوکا دیا یا ہمارے مقابل بھی برائے نام کسی آیت کو ارقام تو کیا مگر دیدہ دانستہ کلام الٰہی کا مقام بدل کر قرآن مجید کو غلط بنایا کہ جس سے تو الٹا اپنا ایمان گنوایا پھر اس تعصب وعناد سے آپ کو کیا ہاتھ آیا ؟

پانچویں آیت کی بحث صحابہ کی فضیلت میں

پانچویں آیت رضی اللہ عن المؤمنین پر بحث

فتح مکہ کے واسطے جب صحابہ نے درخت کے نیچے حضرت سے بیعت کی تب حق تعالٰے نے ان صحابہ کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْہِمْ وَ اَثَابَہُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَۃً یَّاْخُذُوْنَہَا وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ترجمہ تحقیق راضی ہوا اللہ تعالٰے ان ایمان والوں سے کہ جنہوں نے درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کی پس جان لیا خدا نے ان کے دلوں کا اخلاص یعنی تصدیق ایمان پس بھیجدی اللہ نے اپنی تسکین ان کے دلوں پر اور عوضہ دیا فتح نزدیک کا اور آئندہ بڑی بڑی فتوحات اور غنائم یعنی روم اور پارس وغیرہ کا وعدہ فرمایا۔ پس حضرت کے یار اصحاب کبار کے فضائل اس آیت سے بسیار حاصل ہوئے ایک تو جن اصحابوں نے وہ بیعت کی تھی ان سب پر خدا کا راضی ہونا ثابت ہوگیا دوسرا ان کا خالص ایمان ہونا تصدیق ہوا تیسرا ان کے دلوں پر اللہ نے اپنی سکینت کو بھیج دیا کہ جس سے ہمیشہ انکا ایمان با امان ہوا۔ چوتھا ان سے جو فتوحات کا وعدہ فرمایا تھا وہ بھی پورا کیا اب سوائے منکر قرآن بدگمان کے اور کون کہ سکتا ہے کہ وہ اصحاب کبار جو بیعت میں سینکڑوں شمار تھے کہ اُنسے لیک پر بھی خدا ناراض ہو یا وہ ایمان سے بے بہرہ تھے یا دل انکے خالص نہ تھے نعوذ باللہ من ذالک قال الناصب متعصب العظیم یہ آیت وافی ہدایہ بھی مثل آیات سابقہ کے مؤمنین موقنین کی شان میں ہے نہ منافقین مرتابین کی شان میں۔ بلکہ آیات دیگر سے صریح تر ہے کہ لفظ مومنین مصرح خود آیت میں موجود ہے پس جناب باری جلشانہ فرماتا ہے کہ تحقیق خدا راضی ہوا مومنین سے نہ منافقین سے جسوقت کہ انہوں نے تحت شجرۃ بیعت کی یا اس سبب سے کہ انہوں نے تحت شجرہ بیعت کی بلحاظ اسکے کہ اذ ظرفیہ یا تعلیلیہ ہے اور بدیہات سے یہ امر ہے کہ جن مؤمنین سے خدا راضی ہوا ضرور ہے کہ مؤمنین ہوں نہ وہ کہ جو قالوا اٰمنا بافواھھم ولم تؤمن قلوبھم کے مصداق ہوں اور مکرر گزارش خدمت شریف ہوا کہ آپ کے حضرات ثلاثہ کو شیعہ ہرگز ہرگز مؤمنین سے نہیں سمجھتے پھر جب تک پہلے آپ ان کا ایمان نہ ثابت کرینگے تب تلک ہم حضرات ثلاثہ کا تحت اس آیت شریفہ کے داخل ہونا مسلم نہیں کر سکتے آپ خود انصاف فرماکر درمیان خود و خدا کے کہ مقارن اس بیعت کی صلح حدیبیہ واقع ہوئی پس جو لوگ کہ خود اپنی زبان صدق ترجمان سے ارشاد فرماویں کہ مجھ کو اسی صلح سے اصل نبوت ہی میں شک پڑا جو کبھی نہ پڑا تھا پس ایسے کو ہم مؤمنین موقنین کہیں کہ شاکین مرتابین یا اور کسی بے باک کو کہ شیعوں کے سامنے بیعت حدیبیہ کا ذکر کرکے یاد وہ نفاق عمری ہوتی ہو۔ کیا تم کو ٹی دنیا

میں مومن موقن نہ ملا۔ جو ایسے شاکین کو اپنا پیشوا بنایا۔ اگر کچھ بھی غیرت ہو تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرو
اور دعوے کو کسی دلیل سے ثابت کرنا ضرور تھا کہ جتنے ساتھ ہوئے تھے فقط وہ خالص مخلص ہی
تھے۔ کیوں نہیں جائز ہے کہ بعض وہ منافقین بھی ساتھ ہوئے ہوں کہ جن کو کسی قدر کفار سے اطمینان ہو
کہ وہ ہم کو ضرر نہ پہنچائینگے جیسے آپکے ثالث خیر کو بالکل اطمینان تھا اور بعض وہ لوگ بھی ساتھ ہوئے ہوں
جن کو غیرت وحمیت ہتھیار رکھدینے میں اور پشت دینے میں نہ تھی اور وہ بھی اپنے جی میں ہمیشہ ٹھانے
رہتے تھے کہ اگر خدانخواستہ بُرا وقت پیش آویگا تو ہم پیغمبر کو تنہا کافروں میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہونگے۔
پس اگر کچھ ایسے لوگ بھی ساتھ ہوئے ہوں تو عقل اس کو تسلیم کرتی ہے یا تو آپ اس احتمال کی نفی پر
کوئی دلیل قائم کرتے یا سب ہمراہیوں کے خالص مخلص ہونے کا دعوے نہ کرتے اور اگر کوئی دلیل عقلی
نہ ملتی تو کسی کتاب معتبر ہی کا نشان دیتے **اقول** والمستعین بالرب الکریم اب بھی اسجگہ مخاطب نے وہی کہنہ
راگ بھاگ گایا اور وہی بے سرو بے تار انکار کا سانہ بجایا کہ جس سے کچھ مزا تو نہ آیا۔ جیسا یہ فرمایا کہ خدا مومنین
پر راضی ہے نہ منافقین پر جواب کیوں صاحب اس گاتے ہوئے گیت گانے سے آپ کو کیا فائدہ اور
بار بار اس تکرار سے بھی کیا حاصل جو ہر مقام پر آپکا یہی تقیہ کلام ہے۔ بھلا یہ کون بدخواہ کہتا ہے کہ خدا
منافقین پر بھی راضی ہے یا کسی گمراہ کی ثنا کرتا ہے۔ معاذ اللہ یہ سب آپ کی ابلہ فریبی اور مکربازی ہے
حضرت ہم نے تو کہدیا اور اب بھی کہتے ہیں کہ ان آیتوں میں خدا جن کا شان بیان فرماتا ہے وہ تو سب
مومنین موقنین صاحب دین تھے کہ نہ ان میں سے کوئی کافر تھا نہ منافق نہ کبھی ان سے خطا ہوا
نہ کوئی حق سے جدا ہوا۔ خدا اُن سے راضی وہ خدا پر راضی۔ کہ ان سب سے ایک کا بھی دشمن خدا کا
دشمن ہے۔ پھر اس خام کلام لکھنے سے آپ کا کیا کام نکلا یہی کہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا۔ مگر آخر
کو جھوٹے ہی کا منہ کالا ہے **دوم** جو مخاطب نے کہا کہ حضرات ثلاثہ کو شیعہ ہرگز ہرگز مومنین سے نہیں
سمجھتے۔ ارے ہم شیعوں کا عقائد ومکاید تو آپسے نہیں پوچھتے صرف مناظرے کا جواب مانگتے ہیں کہ کس دلیل
یا ثبوت سے ان کو مؤمنین سے نہیں جانتے ہو اور کون اس میں کوئی آیت یا حدیث دیتے ہو وہ کچھ ہم کو دکھلائے
تو سہی اگر آیت حدیث نہیں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت ہی دیجئے۔ نہیں تو صرف زبان کے بہتان بھلا کون مانتا
ہے اور یہ تمہارے گھر کی فغان کون سنتا ہے حضرت ثبوت کا تو کیا نام آپ کی تمام کتابجرالات سے تو اُن
پر کہیں الزام بھی نہیں آسکا پھر کس منہ سے کہا کہ یہ مؤمنین سے نہیں ہیں کچھ شرم بھی آتا ہے یا نہیں۔ ہم پوچھتے
ہیں کہ اصحاب ثلاثہ مہاجرین میں سے ہیں یا نہیں اور اس مقصود وبیعت میں بھی یہ موجود تھے یا نہیں
ہاں نہیں تو اب تب کیجئے کہ جب پہلے اپنی سب کتابیں تفسیریں گنگا جمنا میں ڈبا دیجے جب تھے تو پھر جھوٹے

کا مُنہ سیاہ کیجئے۔ پس یہاں تو ہمارا ایسی ثبوت مضبوط ہے جو عام الزام کے واسطے کافی اور وافی ہے

تمام بیعت الرضوان کا اہل ایمان ہونا ثابت ہوا

سیوم جو مخاطب نے کہا کہ اس دعوے کو کسی دلیل سے ثابت کرنا ضرور تھا کہ جتنے اس بیعت میں تھے فقط وہ خالص ہی تھے۔ **جواب** مخاطب جی کوئی دلیل تو کیا ہمارے تو صدہا علماء نے ان سب بیعت الرضوان کو سچے مسلمان اور کامل الایمان خاص قرآن و حضرت کے فرمان سے ثابت کر دیا ہے پھر ہم تعجب کرتے ہیں کہ بار بار آپکا وہی انکار ہے کہ نہ قرآن پر ایمان نہ حدیث پر اعتبار ہے۔ ہاں اگر خدا اور رسول کے فرمان سے آپ کا اطمینان نہیں ہوتا تو ہم تمہاری کتابوں سے بھی ان سب بیعت الرضوان کا ایمان ثابت کر دکھاتے ہیں۔ دیکھیے کہ اس بیعت میں تو سوا ایک قید بن قیس کے اور کوئی منافق نہ تھا جو وہ بیعت میں داخل نہیں ہوا اور جنہوں نے یہ بیعت کی وہ تو سب کے سب اہل ایمان پکے مومن و سچے مسلمان تھے۔ دیکھو آپ کے مفسر بھی ان سب بیعت والوں کو اہل ایمان فرماتے اور قطعی بہشتی بتاتے ہیں۔ جیسا کہ یہ تمہارے صاحب کتاب ترجمہ کشف الغمہ میں لکھتے ہیں۔ از جابر بن عبد اللہ انصاری روایت است کہ ما در آں روز ہزار و چہار صد کس بودیم دراں روز من از حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم شنیدیم کہ آنحضرت خطاب بحاضراں نمود و فرمود کہ شما بہترین اہل روئے زمینید و ما ہمہ دراں روز بیعت کردم و کس از اہل بیعت نکث نہ نمود مگر قید بن قیس کہ آں منافق بیعت خود را شکست۔ پس اس روایت سے چند فائدے حاصل ہوئے ایک تو یہ ثابت ہوا کہ اس بیعت میں چودہ سو صحابی موجود تھے کہ جن کے خاص ایمان اور دل اخلاص کی خداوند کریم اس طرح شہادت دیتا ہے فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ یعنی جان لیا خدا نے ان کے دلوں کا اخلاص پس بھیجدی اللہ نے اپنی تسکین ان کے دلوں پر۔ دوسرا حضرت نے ان سب کے حق میں فرمایا کہ تم بہترین اہل زمین سے ہو یعنی تم ہر سے اعلےٰ تر ہو۔ تیسرا یہ بھی ثابت ہوا کہ سوا ایک منافق کے اور کسی نے اس بیعت کو نہیں توڑا پس اس ایک ہی آیت اور روایت سے سب بہتان شیعان کی باطل ہو گئی دیکھو یہ تمہارا مفسر کیا لکھتا ہے کہ اس بیعت الرضوان میں تو سب کے سب اصحاب عالیجناب ایسے پکے مومن اور مسلمان تھے کہ جن کو خود حضرت نے ہر سے اعلےٰ تر فرمایا پھر تم نے کیوں کہا کہ اس دعوے کو کسی دلیل سے ثابت کرنا ضرور تھا کہ جتنے اس بیعت میں تھے فقط وہ خالص مخلص ہی تھے۔ کیوں ایسی باتیں بناتے اور آپ کو جھٹلاتے ہو۔ دیکھو وہ خالص مخلص چودہ سو ۱۴۰۰ جوان اہل ایمان تھے۔ کہ جن کو حضرت نے تمام زمین سے افضل مؤمنین کہا۔ کیوں مخاطب جی وہ آپکے منافق کہاں ہیں کہیں تو ان کا پتہ تبلائیے نہیں تو ذرا سچ فرمائیے کہ آپ نے بغیر ثبوت یہ کتاب تو بنائی کہ جس میں اپنے علم کی بھی سب طاقت دکھلائی۔ مگر اب کچھ پشیمانی بھی آئی یا نہیں اگر کچھ بھی نہیں کہو تو اور لو دیکھیے اس آیۃ

کریمہ کی تفسیر میں تمہارے کاشانی صاحب بھی کیا لکھتے ہیں یہ کہ آنحضرت فرمودند بدوزخ نہ رود یکے کس از مومناں کہ در زیر شجر بیعت کردند وایں را بیعت الرضوان نام نہادہ اند۔ بجہت آنکہ حق تعالےٰ درحق ایشاں فرمود لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ الخ پس اس ملا کاشانی صاحب کی روایت سے بھی ثابت ہوا کہ جو اس بیعت میں داخل ہوئے تھے اُن سے ایک بھی دوزخ میں نہ جائیگا۔ کیونکہ ان سب پر خدا نے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ فرما کر اپنی رضامندی کو ظاہر کیا اور ان سب کو قطعی بہشتی فرما دیا۔ اب ذرا اس کے سامنے مخاطب کا وہ فقرہ ملائیے جو کہا کہ اس بیعت میں فقط مومنین نہ تھے۔ اگر کچھ منافق لوگ بھی ساتھ ہوں تو عقل اس کو تسلیم کرتی ہے۔ کیوں صاحب اب ہم اس تمہاری عقل رحیم کا کہا مانیں یا اپنے خداوند کریم کا اور اس تمہاری عقل خام کی کلام سنیں یا رسول علیہ السلام کی اور بھی اس میں تمہاری عقل کا فتور ہے یا ان تمہارے راویوں کا قصور ہے کہ اس میں کون سچی اور کون جھوٹی ہو آفرین ایں آپ جوانمردی کو جو ایسی آیات اور روایات صریح کے مقابل صرف اپنی زبان سے مناظرہ میں کمر باندھا یہ آپ ہی صاحب حیا کا کام ہے۔ اور نص وحدیث کی ناسخ اپنی زبان کو بنانا ایمان بھی اسی کا نام ہے نہ کچھ خدا کا خوف نہ رسول کا لحاظ نہ قرآن پر یقین۔ بھلا ایسے صاحب دین کا نام بھی مومنین کیوں نہ ہو اور جو فرمان خدا و رسول کی روگرداں ہوں تو پھر ان کو شیعہ پاک بھی کیوں نہ کہا جاوے ؎ جامی چہ لاف میزنی از پاکدامنی ✦ برخرقۂ تو ایں ہمہ داغ شراب چیست؟ اور بھی تمہاری تہمت حدیبیہ کو تو ہم نے ایسا اُڑا دیا کہ جس کا جواب تو آپ کو قیامت تک بھی دستیاب نہ ہوگا اگر دیکھنا ہو تو پھر اس کو تیسری آیات کی بحث میں دیکھ لو اور جو کہا کہ تم نے ایسے شالین کو کیوں اپنا پیشوا بنایا سو جناب اور تو سب کتابوں کو جانے پھر اپنے فصول صاحب کی ایک وہی روایت لیجئے جس کو ہم اوپر مذکور کر چکے ہیں کہ اسی طرح ایک آپ نے پیر بھائی ابن سبائی گروئے امام باقر علیہ السلام کے روبرو کچھ شیخین کی توہین کی امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم مہاجرین میں سے ہو یا انصار میں سے انہوں نے کہا ہم ان دونوں میں سے نہیں ہیں پھر امام نے کہا تم آپ ہی خراب ہوئے۔ لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں سے بھی نہیں ہو کہ جنکے حق میں خدا تعالےٰ یہ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ جَاءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمِ یعنی جو آئے ان سے پیچھے کہتے ہوئے کہ اے رب بخش ہمارے اُن بھائیوں کو جو ہم سے آگے پہنچے ایمان میں اور کیتے کہ نہ رکھ دل ہمارے میں وبیر ایمان والونکا اے رب تو ہے بڑائی والا مہربان پس دیکھو ہمکو تو اصحاب ثلاثہ پر ایمان لانے سے خدا و رسول اور ائمہ مقبول مسلمان اہل ایمان بنایا اور تم ان کی بدگوئی کرنے والوں کو تو دائرہ اسلام سے بھی خارج فرمایا۔ پھر اس

بہودی ابن بامرودی کے پیر بنانے سے تم کو کیا فائدہ آیا جو کلام خدا اور رسول کو سچ نہ جانا۔اس شیطان کا کہا مانا تُف ایسی عقل اور عقیدے پر کہ ان سب سے منہ موڑا۔لیکن ایک اس بیدین بدیقین کی تلقین کو ہرگز نہ چھوڑا۔پس اگر آپ کچھ بھی حیا کو ہمراہ کرتے تو ضرور اتنی ہی شرم میں ڈوب مرتے۔ لیکن حیا کون بلا ہے جو ایسے جوانمردوں کے سامنے آکر کچھ بھی چون وچرا کر سکے۔باقی رہا تصفیہ شرطیہ جو مخاطب نے وعدہ کیا کہ جب تک پہلے آپ ان کا ایمان نہ ثابت کریں تب تلک ہم حضرات ثلاثہ کا تحت اس آیت کے داخل ہونا مسلم نہیں کر سکتے۔مخاطب جی اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان تو ایسا اظہر من الشمس ہوگیا کہ جسکے سامنے تو آپ آنکھ بھی اوپر نہیں کر سکتے پھر اس وعدہ کی بابت آپ کیا فرماتے ہو یا کہ اب بھی اس اپنے قول پر بول کرنا چاہتے ہو خیر ہم اس جگہ آپکو زیادہ نہیں شرماتے۔آئندہ دیکھا جاویگا **قولہ** بے شک یہ جوابات شیعوں کے ہیں لیکن حقیقت میں مبنی اوپر تنزل کے ہیں۔بایں معنے کہ مؤمنین سے مؤمنین حقیقی نہ مراد لیں بلکہ عم اس سے اور مومنین بِاَفْوَاهِهِمْ دُوْنَ قُلُوْبِهِمْ سے مراد لیں پس اس صورت میں ضرور ہوگا کہ رضا کو مقید کریں ساتھ کسی قید کے مثلاً رضا بفعل خاص اور رضا بشرط بقا پر بیعت اور نقلاً ودلالتاً ان قیود پر نہ ہوتی تو لاریب کہ عقل اس پر دلالت کرتی اس لئے کہ ما علیہ هدایۃ معلوم ہے کہ رضا مطلقہ جناب باری مومنین بافواہہم سے فقط بیعت کرنے سے نہیں حاصل ہوتی جب تلک ایمان حقیقی اور وفا پر عہد بیعت اسکے ساتھ منقسم نہ ہو پس حال آیت بعینہ مثل دیگر آیات عامہ اور احادیث عامہ کے ہوگا بمقتضائے ما من الا قرخصل دلیل عقل اوپر تخصیص کے دلالت کرتی ہے مثل اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کہ مخصوص پر کتاب ہے کما مر اور مثل حدیث ابوہریرہ کے فی الصحیح البخاری من قال لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ کہ مشروط بشرط عدیدہ ہے اس مقام پر جناب باری نے رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ کو مخصوص کیا ہے اولاً اذ با یبعونک کے پس اذ ظرفیہ ہے تو معنے یہ ہونگے کہ رضا مخصوص بوقت بیعت ہے یا اذ تعلیلیہ ہے تو معنے یہ ہونگے کہ رضا من حیث البیعت ہے پس دونوں صورتوں میں رضا ایک امر خاص پر ہوئی جیسے حدیث مشہور میں ہے السخی حبیب اللّٰہ ولو کان کافراً یعنی محبوبیت سخی من حیث السخاوۃ ہی من حیث الکفر والنفاق وغیرہ اور ثانیاً اس رضا کو مخصوص کیا جناب باری نے بعدم نکث اور رَضِیَ اللّٰهُ کے فرمایا فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ الخ کما مر انما متوضی فی التنزیل بہر کیف احتیاج ان تخصیصات کے نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ لفظ رضی اللّٰہ سے رضائی مطلق مراد لیجاوے بطور موضوع موجبہ کلیہ کے نہ مطلق الرضا بطور موضوع مہملہ کے اور چونکہ ظاہر ہے کہ کوئی لفظ یہاں شمول میں اور عموم پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ سوائے موجبہ کلیہ ہو سکے تو ضرور ہوگا کہ بطور موضوع مہملہ مراد لیا جاوے اور مہملہ مراد ملازم جزیہ کا ہے کما ثبت فی المیزان پس مراد رضا سے نہ ہوگی مگر بعض الرضا اور ظاہر ہے کہ بعض الرضا کفار اور منافقین سے بھی باعتبار بعضے فعال حسن

کے ہوسکتی ہے جیسا کہ السخی حبیب اللہ ولو کان کافرا میں گذرا وھو لایفید النجاۃ لعدم الایمان پس اس ہماری تقریر سے ثابت ہوا کہ جوابات شیعہ مبتنی بر تنزل علی التنزل ہیں بایں معنی کہ اولاً لانسلم کہ مراد مومنین سے از مومنین حقیقی وظاہری ہیں کیوں نہیں جائز ہے کہ مومنین حقیقی مراد ہوں پس حضرات ثلاثہ اس سے خارج ہو جائینگے کیونکہ اُن کا مومن حقیقی سے ہونا ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ اور ثانیاً سلمنا کہ مومنین اعم مراد ہے لیکن لانسلم کہ رضا سے رضائے حقیقی مراد ہے۔ کیوں نہیں جائز ہے کہ مطلق الرضا مراد ہو کہ وہ ملازم جزیہ ہے اور رضا اس کا ثبوت بعض الرضا ہوگا اور بعض الرضا کفار اور منافقین سے بھی ممکن ہے باعتبار بعض افعال حسنہ کے وھو لایفید شیئا احکم بعدم الایمان ثالثاً سلمنا کہ رضا سے رضائے مطلق ہے لیکن مابعد اس کا مخصص ہے بدو تخصص کے کہ دلالت کرتا ہے احدھما پر اذیبایعونک اور دلالت کرتا ہے ثانی پر فمن نکث کما مر پس جواب ثالث کہ مبنی بر دو تنزل ہے آپ اسی میں بحث لاطائل کرتے ہیں اور جواب اولی کے جواب میں آپنے دم چرایا اور یہی دستور حضرات اہل سنت کا ہے جبکہ جوابات اصلی کا جواب نہیں سوجھتا تو جواب تنزلی تطفلی ہوتی ہیں اگر بفرض محال بزعم باطل آپکے باطل ہو جائینگے تو خصم آپ کا بنظر جواب اصلی کے آپ کی جان نہ چھوڑے گا اور منہ بحث وجدال سے نہ موڑیگا۔ **اقول** ہمارے مخاطب بیچارے نے تو اس جنگ مناظرہ میں نئے رنگ کے ڈھنگ نکالے او طرح طرح کے پوچ تراشے اول تو ماشاء اللہ جب آپ کسی جواب کے گرداب میں آجاتے ہیں۔ تو اکثر اس وقت اپنے منطق کو کام فرماتے ہیں یا ایسی کلام بلا انجام کرتے ہیں کہ انسان تو کیا کوئی جن بھی سمجھ نہ سکے۔ پھر جب اور کچھ ہی بن نہ آیا تب اپنی زبان بے لگام کو گالیوں گلوچ کے میدان میں اس قدر دوڑایا کہ اپنے اعمالنامہ کی طرح ورق کے ورق سیاہ کر دیئے لیکن خدا کی رضا ان کسی بھی کام سے مطلب تو انجام نہ ہوا۔ اس معقول بے حصول سے بھی چار باتیں فضول نکلیں۔ اول کہا کہ اس رضا میں مومنین حقیقی مراد ہیں دوم کہا کہ خاص اسی فعل بیعت پر خدا راضی ہوا سوم فرمایا کہ یہ رضا بدیں شرط ہے کہ جب تک بیعت میں نکث نہ ہو چہارم کہا کہ بعض الرضا تو کافرین منافقین کے فعل حسنہ پر بھی ممکن ہے **جواب** اجی یہ باتیں تو آپ تب بتاتے کہ جب پہلے ان کسی امر میں اصحاب ثلاثہ وغیرہ پر کوئی نقص ثابت کر دکھلاتے جب اُن پر کوئی نقص ہی آپ سے ثابت نہ ہوسکا تو پھر یہ آپ کی واہی تباہی کس کام میں آئی۔ حضرت اگر آپ اس میں کتنی ہی قیدیں لگائیں اور تاویلیں بنائیں۔ ان کے ایمان میں تو کسی طرح بھی کوئی نقصان نہیں آتا۔ دیکھو ان ہر ایک بات سے بھی ہم آپ کو جھٹلاتے اور کاذب بناتے ہیں۔ اوّل تو جب ہم نے خود تمہاری ہی کتابوں سے پچھلی بحث میں ثابت کر دیا کہ جو اس بیعت میں داخل تھے وہ سب مومنین موقنین صاحب دین تھے۔ کوئی ان میں کافر منافق نہ تھا نہ کسی نے اس بیعت کو توڑا نہ اس سے منہ موڑا۔ تو پھر یہ آپ کے کلیے شکیہ طرفیہ تحلیلہ کون مانتا ہے اور اس تمہارے موجبہ کلیہ معملہ جزئیہ کو بھی کون جانتا ہے۔ پس اس کے سامنے تو نہ آپ کے معقول مدلول سب فضول ہو گئے۔

دوم جو مخاطب نے کہا کہ خاص اسی فعل بیعت پر خدا راضی ہوا نہ کہ اُن کے سب کاموں پر۔ **جواب** کیوں صاحب یہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ ان کے اور فعلوں پر خدا ناراض تھا۔ اگر اس بات کا آپ کے پاس ثبوت ہے تو کیوں اس کو ظاہر نہیں کرتے ہو۔ پھر وہ کس دن کے واسطے چھپا رکھا ہے کیوں ایسے جھوٹ بنا کر اپنا ایمان گنواتے ہو۔ تعجب کا مقام ہے کہ ان کے نیک کاموں کی تو خدا قرآن میں جابجا خبر دیوے اور اُن پر اپنی رضامندی کو بھی لَقَدْ رَضِيَ اللّٰہُ کہ کر ظاہر کرے اور ان کے بد کاموں کو کہ جن سے ناراض ہو سوا عبداللہ ابن سباء کے چیلوں کے اور کسی پر ظاہر نہ کرے۔ بھلا یہ بات کس کے ذہن میں آسکتی ہے۔ اور کس عاقل کا عقل باور کر سکتا ہے۔ کہ وہ خداوند تعالےٰ جو اوّل و آخر و ظاہر و باطن کا جاننے والا اگر معاذاللہ اُن کے اور کام بد انجام ہوتے یا آئندہ ہونے والے ہوتے تو وہ حضور محرم صدور کب انکے حق میں لَقَدْ رَضِيَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ فرماتا اور کیوں فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ کی ان کو خوشخبری سناتا۔ کیوں ایسے جھوٹے طعن کر کے آپ کو پشیمان بناتے ہو۔ اور کیوں اس طرح قرآن میں بھی نقصان کر کے اپنا ایمان گواتے ہو۔ سوم جو مخاطب نے کہا کہ اس رضا کو مخصوص کیا جناب باری نے لبعد نکث بیعت یعنی بدیں شرط کہ جب تک بیعت میں نکث نہ ہو۔ **جواب** حضرت اس آیۃ کریمہ کے ہر لفظ کو پھر غور کر کے دیکھو اور اس کا معنے سمجھو جناب باری تو صاف صاف فرماتا ہے کہ تحقیق راضی ہوا اللہ تعالےٰ ان ایمان والوں سے کہ جنھوں نے درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کی۔ پس اس میں نہ تو کہیں شرط کی ضرورت ہے نہ کہ تاویل کی حاجت ہے۔ صاف سیدھا خداوند کریم ان سب اہل رضوان پر اپنی رضامندی کو ظاہر کرتا ہے۔ اور ان کا ایمان تصدیق کر کے اُن تمام مؤمنین پر اپنی تسکین فرماتا ہے۔ اگر آپ کو اس فرمان خدا پر اطمینان نہیں تو بھلا اپنے راویوں کی بات تو مانو۔ آئیے ذرا اپنے علامہ کاشانی صاحب کے بھی اس قول کا پھر ملاحظہ فرمائیے جو کہا کہ (آنحضرت فرمودند بدوزخ نرود یک کس از آں مومناں کہ در زیر شجر بیعت کردند) اور کشف الغمہ کے اس فقرہ کو بھی پھر سننا چاہئیے جو جابر بن عبداللہ نے کہا کہ سوائے قید بن قیس منافق کے اور کسی نے اس بیعت کو نہیں توڑا دیکھو ان علما شیعہ امامیہ نے وہ تمہاری شروط مشروط بھی سب اڑا دی اور آپ کے یہ طعن منطقی گمان تو سب خاک میں ملا دیئے پھر کیوں ایسا واویلا مچایا کہ جس سے بیفائدہ مغز کھپایا کیا فائدہ آیا۔ حضرت سلامت جن کے لئے تو آپ یہ سب باتیں بناتے اور سناتے ہو ان اصحاب ثلاثہ کے ایمان کا تو ان کو کسی طرح بھی نقصان نہیں ہوتا کیونکہ اب تک تو بفضل خدا کوئی نکث ان کی بیعت کا بھی آپ سے ثابت نہ ہو سکا اور نہ آئندہ ہوگا تو پھر اس لاطائل منطقی دلائل سے آپ کو کیا فائدہ ملا ہاں ایک تو اس میں اپنے استماع کو خوش فرمایا دوسرا آپ کو منطق دان بھی کہلایا مگر مخالف قرآن ہو کر اپنا ایمان گوایا کیا ہاتھ آیا۔ چہارم جو مخاطب نے کہا کہ رضا کلیہ سے جزیہ ہو سکتی ہے جس سے

بعض الرضا مراد ہو اور بعض الرضا کفار اور منافقین سے بھی ممکن ہے۔ باعتبار افعال حسنہ کے جواب ہمارے
مخاطب بیچارے کو اصحاب ثلاثہ کی دشمنی نے ایسا مجہول کر دیا کہ اپنے علم و عقل دونوں کو استیفا دیدیا اوّل تو
منطق کے صیغے گردان کر قرآن کے اس طرح غلط معنے بنائے جیسا کہ ایک عالم منطق دان نے مخاطب علامۂ زمان
کی طرح کسی شخص سے پوچھا کہ نام شما چیست۔ اُس نے کہا حاجی پھر عالم نے فرمایا حاجی و چاچی تجنیس خطیست۔
چاچی کمان را گویند گمان و کمان تجنیس خطیست گمان شک را گویند شک و سگ تجنیس خطیست پس معلوم شد کہ
نام شما سگ است۔ پس مخاطب نے بھی اسی طرح صیغے بنا کر اس رضا مندی خدا کو کافروں تک پہنچایا نہ دل میں خوف
نہ آنکھ میں شرم حضرت یہ تو کسی فرقے اسلام میں نہیں ہے کہ منافق اور کافر کے کسی فعل حسنہ پر کبھی خدا راضی ہوا
ہو کیونکہ اگرچہ کوئی فعل کافر و منافق کا حسنہ بھی ہو تو وہ کچھ خدا کی محبت و خوف کے واسطے نہیں ہوتا وہ
صرف اپنے نام و ناموس ریا وغیرہ میں دنیا کی خاطر ادا کرتا ہے۔ اس لئے کوئی نیک عمل بھی کافر وغیرہ کے کام
نہیں آتا۔ غرض مخاطب نے رستہ پر شاشہ کرنے والی عورت کی طرح تو بہت اس خس و خار میں ہاتھ مارا لیکن
کسی بھی کام سے مطلب کا انجام نہ ہوا اوّل تو اس رضا کا مصداق مومنین کو بنایا دوسرا اس فعل خاص پر خدا کا
راضی ہونا فرمایا۔ تیسرا انکث بیعت کی شرط کو قائم کیا جب جانا کہ ان کسی بھی بات سے کام تو نہ نکلا پھر چوتھا
اس رضا کو خاص کفار پر مخصوص کیا جن کے لئے اپنے منطق سے تو وہ کام لیا کہ پہلے قضیہ موضوع بنایا پھر موجبہ میں
غوطہ لگایا اور کبھی موضوع مہملہ کا سیر کیا اور کبھی کلیہ جزئیہ کو کام فرمایا مگر خدا کا شان کچھ کہیں سے بن نہ آیا
کیوں مخاطب اوّل تو اسی آیت کے پہلے ہی شروع بحث میں آپ نے فرمایا کہ یہ آیت مومنیں موقنین کی شان میں ہے
نہ منافقین مرتدین کی شان میں کہ تحقیق خدا راضی ہوا مومنین سے نہ منافقین سے اور اب اسی منہ سے اس رضا
کو کافروں تک پہنچایا۔ جیسا فرمایا کہ بعض الرضا کفار اور منافقین سے بھی ممکن ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ پہلا دعوے
آپ کا جھوٹا ہے یا پچھلا ایک تو جھٹلاؤ اور آپ کو کاذب بناؤ۔ دیکھو جھوٹوں کا مدعا نہ شرم نہ حیا نہ ایک دعوے نہ ایک
زبان نہ ایک سخن نہ ایک ایمان ہے مکر جانے کا ظالم نے نرالا ڈھنگ نکالا ہے ؎ دورنگی اس کی باتوں نے ہنسا کر مار ڈالا ہے۔
اور جو اس نظیر میں آپ نے یہ حدیث تحریر کی ہے۔ کہ اَلسَّخِی حَبِیبُ اللّٰہِ وَلَوْ کَانَ کَافِرًا یعنی سخی دوست ہے اللہ کا
اگرچہ کافر ہو محض غلط کیوں صاحب اس حدیث کو آپنے کس کتاب سے تراشا ہے۔ کیوں اُس کا نام نہیں فرمایا
یا لکھنے میں شرم آیا بھلا کس جگہ خدا تعالےٰ نے کافر کو اپنا دوست کہا ہے معاذ اللہ کیوں ایسے بہتان خدا و رسولؐ
بھی کر کے اپنا ایمان گنواتے ہو۔ دیکھو یہ حدیث تو صحاح ستہ میں اس طرح ہے اَلسَّخِیُّ حَبِیبُ اللّٰہِ وَلَوْ کَانَ
فَاسِقًا یعنی سخی دوست ہے اللہ کا اگرچہ گنہگار ہو۔ ہمارے مخاطب بیچارے کو اس تعصب نے ایسا اندھا بنایا
کہ ایسے صریح جھوٹ لکھنے سے بھی کچھ شرم نہ آیا اور اتنا بھی خیال نہ فرمایا کہ اس بہتان کا اصحاب ثلاثہ پر طعن ہے یا

آیت فمن نکث فانما ینکث - دوسری فقد باء بغضب من اللہ تیسری لعنہم اللہ فی الدنیا پر بحث -

اس میں میرے ایمان کا نقصان ہے **قولہ** اور بھی خدا کی نارضامندی ان پر ہم کو اسطرح معلوم ہوئی کہ خدا نے فرمایا فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ اور فرمایا فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور پھر فرمایا لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ پس ان آیات اور ان کی امثال سے کہ سینکڑوں ہیں - کمال نارضامندی خدا معلوم ہوئی - اور اگر کوئی کہے کہ ان آیات میں ثلاثہ کے نام کی تصریح نہیں ہے مگر جب ان سے نکث بیعت اور فرار عن الزحف اور ایذائیں خدا و رسول واقع ہوئیں تو خود بخود مصداق آیات غضب خدا ہو گئے **اقول** کیا خوب طرفہ عجوب ہؤا کہ مخاطب نے اصحاب ثلاثہ کے ایمان خارج کرنے کیلئے اُن آیتوں کو پیش کیا کہ جنہوں نے اُلٹا ہی ان کا ایمان اور شان ثابت کر دیا مگر آپ نے تو محرف قرآن ہو کر اپنے ایمان کو رد کیا کیا یا حضرت آپ یہ آیتیں قرآن کی سمجھتے ہو یا معاذ اللہ انیس و دبیر کے مرثیے جانتے ہو کیوں فرمان الٰہی حکم شاہی کو الٹ کر آپ کو ناری کیا اور کیوں چور کی طرح ان آیتوں کو توڑ پھوڑ کر خدا کے قرآن میں نقصان کیا جیسا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ کی طرح فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ کا لفظ لکھ لیا وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى کی طرح باقی آیت کو چھوڑ دیا بھلا اس میں جاہلوں کو دھوکا دیا اپنے ایمان کو رد کیا اور اپنی ہی تفسیروں کو دیکھو کہ یہ آیتیں کون کون موقعہ پر اتری ہیں اور کیا ان کا معنے اور کون ان کے مصداق ہیں - نہیں تو ہم ان کا معنے اور شان نزول لکھ کر اہل انصاف کو دکھلاتے ہیں پھر انہیں آیتوں کا مصداق ہم جھوٹے بدگمان منکر قرآن کو بتاتے ہیں چنانچہ آیت اوّل یہ ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا یعنے اے میرے حبیب جن لوگوں نے بیعت کی ہے تجھ سے سو انہوں نے بیعت کی ہے اللہ سے اور اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر اور جو کوئی توڑے سو توڑتا ہے واسطے نفس اپنے کے اور جس نے وفا کری اس وعدہ کی اللہ کے ساتھ تو خدا اجلد دیوے گا اسکو ثواب بڑا دیکھو اس آیت شریف میں بھی ان سب اصحاب اہل حدیبیہ کی تعریف ہے اور اس کے توڑنے میں بھی حق تعالے صرف اتنا فرماتا ہے کہ جو اس بیعت کو توڑے تو واسطے نفس اپنے کے پس اس میں تو جناب باری نے نہ کسی کو ناری بنایا نہ کسی کا ایمان خارج فرمایا اور نہ کسی اصحاب نے اس بیعت کو توڑا نہ کسی نے منہ موڑا سوائے ایک جد بن قیس منافق کے تو پھر آپ کو اس آیت کے لکھنے میں کیا فائدہ ہؤا بلکہ اس نے تو اُلٹا ان اصحاب عالی جناب کا ایمان اور شان ثابت کر دیا جیسا کہ اس میں حق تعالے فرماتا ہے کہ اے میرے حبیب جن لوگوں نے بیعت کی ہے تجھ سے انہوں نے بیعت کی ہے اللہ سے اور اللہ کا ہاتھ ہے اُنکے ہاتھوں پر کیوں حضرت جب اس بیعت مقصود میں اصحاب ثلاثہ موجود تھے - بلکہ اُسی جا بھی ہر کے پیشوا تھے تو ہم پوچھتے ہیں کہ پھر اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ کا فرمان انہیں کی شان میں ہے یا نہیں اور فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا کا القاب بھی نہیں کا خطاب ہے یا نہیں - ہاں نہیں تو آپ تب فرماتے کہ جب پہلے ہی ان کی بیعت سے انکار کر جاتے یا کسی آیت یا حدیث

کہیں ان کا نکث بیعت ثابت کر دکھلاتے۔ نکث بیعت کا کیا نام آپ سے تو اُن پر کہیں الزام بھی نہ آسکا پھر یہ کیوں کہا کہ جب ثلاثہ سے نکث بیعت اور فرار عن الزعف اور ایذائیں خدا و رسول واقع ہوئیں تو خود بخود مصداق آیات غضب خدا ہو گئے۔ معاذ اللہ نہ کچھ خدا کا خوف نہ رسول کا لحاظ نہ آنکھ میں شرم نہ ایمان کا پاس ہم پوچھتے ہیں کہ کس جگہ آپ نے اُن کا نکث بیعت اور فرار ہونا کسی آیت یا حدیث سے ثابت کیا ہے اور خدا اور رسول کو ایذا پہنچانے کا بھی کون ثبوت دیا ہے۔ کہیں کچھ پتہ تو دیجئے نہیں تو بس جھوٹے کا منہ سیاہ کیجئے۔ ہاں اپنی زبان سے تو بہت کچھ واویلا مچایا مگر ثبوت کے سوا کیا ہاتھ آیا۔ آیت دوسری وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ جو پھیرے گا اس دن پیٹھ اپنی۔ مگر پھرا ہو دھوکا دینے دشمنوں کو یا پناہ لینے مسلمانوں میں سے۔ پس ان کے سوا تحقیق وہ پھرا ساتھ غصے خدا کے سے اور اس کی جگہ دوزخ ہے۔ وہ بری جگہ ہے پھر جانے کی۔ پس یہ آیت اتری جنگ بدر میں۔ جبکہ ابتداء اسلام میں یہ حکم تھا کہ ایک مسلمان کو دس یا زیادہ کافروں سے بھاگنا نہ چاہئیے مگر پھر اس آیت اَلْآنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ سے یہ حکم منسوخ ہو گیا کیوں صاحب اس منسوخہ آیت لکھنے سے آپ کو کیا فائدہ ہوا۔ یہی کہ جاہلوں کو دھوکا دیا اور کیا کیا۔ اور بھی اُسدن کسنے پیٹھ پھیری اور کون بھاگا۔ اور کیوں تم نے بھی کسی کے بھاگ جانے کو ظاہر نہ کیا اور نہ کوئی اس کا ثبوت دیا۔ کیوں ایسی گول مول باتیں بناتے اور جاہلوں کو سناتے ہو حضرت میں پوچھتا ہوں کہ اس بدری آیت لکھنے سے کچھ آپ کو شرم نہیں آیا اور عقل نے آپ کو نہ سمجھایا کہ اہل بدر کی شکایت بھلا کون سنے گا۔ کہ جن کے حق میں خدا نے یہ وعدہ کیا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ۔ کہ دور کر دیگے تم سے گناہ تمہارے اور بھی جیسا تمہارے طوسی صاحب لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے ان کے حق میں فرمایا ہے لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى أَهْلِ بَدْرٍ فَغَفَرَ لَهُمْ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ یعنی خدا نے اہل بدر کی شان میں فرمایا کہ جو چاہو سو کرو میں تمکو بخش چکا ہوں۔ کیوں صاحب اِن کی تو سب بھول چوک کو بھی خدا نے معاف کیا اور جن کو قطعی بہشتی بنا دیا پھر کیوں ان پر طعن کر کے تم نے اپنا ایمان کور کیا دیکھو ان آیتوں سے تو الٹا ان کا ایمان اور شان ثابت ہو گیا اور اُن سب پر خداوند کریم نے اپنی رضامندی کو ظاہر کر دیا۔ پھر یہ آپ نے کیوں کہا کہ ان آیتوں سے ہمکو اُن پر خدا کی نارضامندی معلوم ہوئی جھوٹوں کا عقائد نہ کوئی گواہ نہ شاہد۔ ہم پوچھتے ہیں کہ انہیں آیتوں کے سبب آپ ان کو خدا کے دشمن کہ کر بُرا بکتے ہو اور انہیں کے ذریعہ عام تمام مناظرے بناتے چلے جاتے ہو کچھ شرم بھی آتا ہے یا نہیں۔ پس آیتوں کے دیکھنے سے تو آپ کے سب مذہب کی صداقت و مناظرہ کی لیاقت بھی ہر کوئی سمجھ لیگا پھر آپ کی دیانت اور سچائی پر آفرین کہے گا۔ آئیے ذرا تیسری آیت کا ملاحظہ بھی فرما لیجئے۔ جو کہا کہ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ یعنی لعنت ہے اللہ کی بیچ دنیا اور آخرت کے لیئے۔ جو رنج دیتے ہیں اللہ اور رسول کو پس اس کا اصلی جواب تو چوتھی

آیت کی بحث میں ہو چکا ہے۔ خیر کچھ اب بھی فی الحال باجمال سُنئے۔ حضرت کوئی اصحاب تو کیا یہ آیت تو کسی منافق کے حق میں بھی نہیں ہے۔ اس کا مصداق تو خدا نے بہت جگہ قرآن میں کافر و ظالم شیطان اور اس جھوٹے بدگمان کو فرمایا ہے جو جان کر آپ کی طرح نصوص قرآنی کو تبدّل و تغیّر کرتا ہے اور اُن کا معنے و مقام بدل کر خدا و رسول کو رنج پہنچاتا ہے۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ ان آیتوں کے لکھنے سے آپ کو کیا فائدہ ملا یہی کہ محرف قرآن ہو کر اپنا ایمان گنوایا۔ کیا ہاتھ آیا۔ اور جو آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی کہے کہ ان آیات میں ثلاثہ کے تصریح نہیں ہے۔ **جواب** قربان اس آپ کی نظیر پر اور آفرین ایسی تقریر پر بھلا اس قدر تو آج کل کسی وکیل کی بھی دلیل پہنچ نہیں سکتی جناب من آپ نے جو یہ آیتیں صحابہ کی مذمت میں پیش کی تھیں ہم نے تو ان سے بھی اصحاب ثلاثہ کا شان اور ایمان ثابت کر دیا اور آیت لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ سے تو ان کا نام اور اسلام بھی ہر خاص اور عام کو روشن کر دکھلایا پھر اس لکھنے سے آپ کو کیا فائدہ آیا ہاں اگر مرض نسیان ہو گیا ہو تو پھر دیکھ لو تب تو جھوٹے کو جھوٹا کہو نہیں تو اتنا کہ دو کہ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ **قولہ** حضرات ثلاثہ کا فرار آپ کہاں تک چھپاویں گے اور چکنی چپڑی باتیں بنائیں گے کچھ نکث بیعت خیبر سے بھاگنے پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ حنین سے بھاگنا بھی اسی قسم کا ہے کہ خود کلام اللہ میں ثم ولیتم مدبرین موجود ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ عباس عمّ رسول لکھتے ہیں کہ جناب رسول خدا اس روز ایک بغلہ بیضا پر سوار تھے فَلَمَّا الْتَقَی الْمُسْلِمُوْنَ وَالْکَافِرُوْنَ الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِیْنَ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَیْ عَبَّاسُ نَادِ اَصْحَابَ السَّمُرَۃِ فَقَالَ عَبَّاسُ وَکَانَ رَجُلًا صَیِّتًا فَقُلْتُ یَا عَلٰی صَوْتِیْ اَیْنَ اَصْحَابُ السَّمُرَۃِ یعنی ہرگاہ مسلمانوں نے اور کافروں نے صف جنگ میں باہم ملاقات کے مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگے اور جناب رسول خدا اس وقت بنفس نفیس فقط جہاد کیا اور اپنے بغلہ کو باوجود تنہائی اور عذر اقفا کے بکمال شجاعت و دلیری طرف کفار کے بڑھاتے تھے اور رجز میں فرماتے تھے اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنَا نَبِیُّ اللّٰہِ کذب جیسا کہ حدیث میں ہے۔ پس عباس کہتے ہیں کہ اُن حضرت نے فرمایا کہ اے عباس اصحاب سمرہ کو یعنی اصحاب بیعتِ الرضوان کو جنہوں نے مرنے اور عدم فرار پر بیعت کی تھی پکارو کہ کیوں بھاگے جاتے ہو۔ پس عباس کی بہت بلند آواز تھی۔ باواز بلند پکارنے لگے کہ اصحاب السمرہ یعنی کہاں جاتے ہو اے بیعت کنندگان زیر درخت کیا اسی بھاگنے پر بیعت کی تھی انتہی (محصلاً) اس حدیث سے صاف سمجھ لیا گیا کہ فارین روز حنین بھی اصحاب بیعت الرضوان ہی تھے کہ نکث بیعت کر کے بھاگ جاتے تھے اور عباس بماجبوری القوت اُن کو پکارتا تھا۔ مگر وہ جوان مردان معرکہ وغا کو کچھ غیرت اور حیا نہ تھی اب ہم حضرت مخاطب سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے نکث بیعت کو مخصوص بفرار خیبر کہا ہے۔ اس کی کیا وجہ کیونکہ حضرت سوائے خیبر کے کیا اور لڑائیوں سے بھاگنے کی اجازت مل گئی تھی **اقول** پہلے تو ہم مخاطب کے کفر کا جواب دیتے ہیں۔ پھر کافر کہنے والے کو کافر کہتے ہیں اے دشمن ایمان

اصحاب ثلاثہ کا نہ منافق اور کافر ہونا بدلائل عقلی ونقلی بلکہ اُن کے ایمان اور شان کا بیان - ۴۴

منکر قرآن خدا جن کی شان میں لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ فرمائے تم ان کو کافر کہو اور وہ جن پر فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ
کہ کر اپنی سکینت کو نازل کرے تم ان کو منافق بناؤ نہ کچھ خدا کا خوف نہ رسول کا لحاظ ہم پوچھتے ہیں کہ کس ثبوت
کے ذریعہ آپ اصحاب ثلاثہ کو کافر کہتے ہو اور کون اس میں آیت یا حدیث دیتے ہو وہ کہیں ہم کو بھی دکھلاؤ نہیں
تو پس جھوٹے پر خدا کی لعنت کہو۔ اوّل تو ان کے عدم منافق اور کافر ہونے کا ہم کچھ عقلی و نقلی بیان کرتے
ہیں۔ پھر ان کا ایمان اور شان بھی ہر کس کو دکھلا کر جھوٹے بدگمان کو پشیمان کرتے ہیں۔ چنانچہ پاک پروردگار
بار بار اپنے محبوب سید ابرار کو ہر منافق بدکار کے واسطے تو یوں فرماتا ہے۔ قولہ تعالےٰ[1] یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ
الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ یعنی اے محمدؐ جہاد کر کافروں سے اور منافقوں سے اور نہایت سختی
کر اوپر اُن کے اور فرماتا ہے[2] قُلْ لَا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِکُمْ یعنی اے میرے
حبیب تم کہو منافقوں کو کہ بہانے مت بناؤ ہم ہرگز نہ مانینگے تمہاری کوئی بات ہم کو بتا چکا ہے اللہ تمہارے
احوال پھر فرمایا[3] یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ یعنی اے ایمان والو نہ پکڑو
میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست اور فرماتا ہے[4] یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِکُمْ لَا یَاْلُوْنَکُمْ
خَبَالًا یعنی اے ایمان والو نہ ٹھہراؤ بھیدی اپنے غیر کو وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی کرنے میں پھر فرمایا مَا کَانَ
لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْا اُولِیْ قُرْبٰی۔ یعنی نہ چاہیے پیغمبر اور مسلمانوں کو کہ
بخشش مانگے مشرکوں کی اگرچہ ہوں وہ ناطے والے۔ علیٰ ہذا القیاس قرآن مجید میں اس طرح کہ بہت سی آیتیں
ہیں جن میں خدا تاکید افرماتا ہے کہ اے محمدؐ تم کافروں اور منافقوں سے لڑائی کرو اور نہ ان کی کوئی بات
مانو اور نہ ان کو کسی مشورے اور صلاح میں شریک کرو اور نہ ان کو جہاد اور لڑائیوں میں اپنے ساتھ رکھو
اور نہ ان کو اپنی صحبت میں رفیق بناؤ اور نہ ان کے حق میں مجھ سے دعا مانگو پس اگر یہ معاذ اللہ کافر یا منافق ہوتے جیسا
کہ یہ صاحب جا بجا اپنا منہ سیاہ کرتے جاتے ہیں تو ضرور پیغمبر خدا ان سے ایسی بیزاری کرتے۔ کہ کبھی انکو اسطرح ہم نشین
و ہم قرین نہ رکھتے اور نہ ان کو اپنے کسی مشورے و صلاح میں شریک کرتے۔ اور نہ ان کو کبھی جہاد اور لڑائیوں
میں اپنے ساتھ لیتے۔ اور نہ ان کو ہجرت میں اپنا شریک بناتے اور نہ کبھی ان کے حق میں کوئی دعا فرماتے اور خدا
بھی حضرت کو ان سے بیزاری کا حکم دیتا۔ اور آپ کو ان کی صحبت سے منع فرماتا اور ان کے اوپر جہاد کا امر
کرتا اور ان کو بڑے وقت کی حالت پر پہنچاتا۔ جیسا کہ خدا نے ہر جا منافقین کے حق میں ایسا ہی فرمایا اور ایسا
کیا ہے۔ کیوں صاحب اگر وہ کافر منافق ہوتے تو پیغمبر علیہ السلام نے کیوں ان احکام الٰہی کا انجام نہ کیا اور
کیوں ان سے اپنی بیزاری نہ کی اور کیوں اُن کے نفاق کو بھی ظاہر نہ کیا اب پیغمبر صاحب کے شان میں
جو چاہو سو کہو۔ ہماری زبان سے تو کچھ بے ادبی کا کلمہ نہیں نکلتا اور عدول حکمی اور تقیہ کا ایسے پاک صاف

[1] پارہ ۱۰ پاؤ ۳ سورۂ توبہ
[2] پارہ گیارہ پاؤ ۱
[3] پارہ ۱۱ پاؤ اول
[4] پارہ گیارہ پاؤ اول۔

کی نسبت اطلاق نہیں ہو سکتا - اور بھی اگر وہ منافق ہوتے تو پروردگار انکو کیوں ذلیل و خوار نہ کرتا جیسا کہ منافقو
کے حق میں وعدہ کیا کیوں پورا نہ ہوتا پس اب جو شخص قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہو گا وہ مہاجرین و انصار خصوصاً اصحاب
ثلاثہ کی نسبت کفر و نفاق کے لفظ کو ہرگز ہرگز اطلاق نہ کرے گا - دیکھو خداوند کریم نے تو اصحاب ثلاثہ کو کیسی
عزت اور تعظیم دی ہے کہ ان کو تمام روم اور شام مصر و ایران کا غلبہ دیا پھر ذلیل تو کیا - آخر دم تک ان کو
جلیل القدر رکھا - پھر اب کیا فرماتے ہو یا کہ اس ذو الجلال والاکرام کو اپنی بدیہہ کا الزام لگاتے ہو معاذاللہ
پس جب خدا نے ایسا نہیں کیا - اور حضرت نے بھی کبھی ان کو آپ سے علیحدہ نہ کر دیا - تو پھر ہر شیعان بدگمان
کا طعن تو اسی میں باطل ہو گیا - اور اصحاب ثلاثہ کا شان اور ایمان ثابت ہو گیا چونکہ ان ہر ایک امور کا ثبوت تو ہم
مضبوط دے چکے ہیں اور بھی دیویں گے کہ اصحاب ثلاثہ کا ہمیشہ حضرت کے ساتھ ہمیشہ ہم صحبت رہنا اور ان کا
مہاجرین میں ہونا اور ان کا ہر جہاد میں شریک ہونا اور حضرت کا ان سے مشورہ لینا ان کے حق میں دعائے خیر فرمانا
تو ہم نے اسی کتاب کے ہر مکان اور میدان میں ثابت کر دیا ہے - جس نے دیکھنا ہو پھر دیکھ لے مگر ایک بات
کی ہم پھر تحقیقات کرتے ہیں کہ اکثر شیعہ اس میں جاہلوں کو دھوکا دیتے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ کیونکر ممکن ہے
کہ پیغمبر خدا صاحب الوحی اور الہام ہیں - وہ کسی سے مشورہ کریں - تو اس ابلہ فریبی کی تقریر کو سن کر بیچارے
جاہل گھبرا جاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ سچ تو یہ ہے کہ رسول مقبول جب پر ہر معاملہ کے لئے خدا وحی بھیجے اور یہ
سب باتیں جبرائیل کہ جاوے - پھر اس کو ابو بکر و عمر وغیرہ سے مشورہ کرنے کی کیا ضرورت تھی اے شیعو دیکھو ہم
اس سے بھی تم کو جھٹلاتے ہیں اور بھی تمہیں خاص قرآن خدا کے فرمان سے پشیمان بناتے ہیں چنانچہ قولہ تعالے[1]
فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ
شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ یعنی یہ مہر ہے خدا کی اے محمد جو تو نرم دل ملا اُن کو یعنی صحابہ کو - اگر تو ہوتا سخت گو اور سخت
دل تو منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے سو تو ان کو معاف کر اور اُن کے واسطے بخشش مانگ مجھ سے اور اُن سے مشورت لے
کام میں - دیکھو ہم کو جناب باری اصحاب رسول اللہ کے کیسے کیسے فضائل سناتا ہے - اور کیا کیا ان کی شان بیان فرماتا ہے
اول تو اس میں حق تعالے ان صحابہ کی حضرت کو خود سفارش کرتا ہے کہ اے محمد اگر تیرے حق کی کوئی ان سے قصور ہو جائے
تو معاف کر دے انکو - دوم فرماتا ہے کہ اگر یہ میرے کسی امر سے بھول چوک جاویں تو ان کے واسطے مجھ سے بخشش مانگ
سوم فرمایا کہ اے میرے حبیب تو ہر کام میں ان سے مشورہ کیا کر پس قرآن خدا کے فرمان سے وہ بدگمان شیعان کا
باطل ہوا جو کہا کہ پیغمبر خدا کو کیا حاجت تھی کسی سے مشورہ کرنے کی - غرض خاص حضرت کا صحابہ سے مشورہ کرنا
تو ثابت ہو گیا باقی رہا یہ امر کہ خصوصاً خلفائے ثلاثہ سے حضرت نے مشورہ کیا ہے یا نہیں سو یہ بھی ہم بفضل خدا
ان ہی کی کتابوں سے دکھلا دیتے ہیں اور جھوٹے کو گھر تک پہنچا دیتے ہیں - چنانچہ بدر کے دن جب ستر کفار

[1] پارہ ۴، پارہ ۳ میں ہے-

حضرت کے پاس گرفتار ہو کر آئے تو حضرت نے ان کی بابت اصحابہ سے مشورہ لیا اور سب نے اپنی اپنی رائے کو پیش کیا۔ جیسا کہ ان کے علامہ طوسی صاحب اپنی تفسیر مجمع البیان میں لکھتے ہیں (قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَذَّبُوْكَ وَاَخْرَجُوْكَ فَقَدِّمْهُمْ وَاضْرِبْ اَعْنَاقَهُمْ وَمَكِّنْ عَلِيًّا مِنْ عَقِيْلٍ فَيَضْرِبَ عُنُقَهٗ وَمَكِّنِّيْ مِنْ فُلَانٍ اَضْرِبْ فَاِنَّ هٰؤُلَاءِ اَئِمَّةُ الْكُفْرِ وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَهْلُكَ وَقَوْمُكَ خُذْ مِنْهُمْ فِدْيَةً يَكُوْنُ لَنَا قُوَّةً عَلَى الْكُفَّارِ الخ) یعنی حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ان کافروں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کو مکّہ سے نکالا ان کی گردنیں مارنی چاہیے عقیل کو علی کے سپرد کیجئے کہ وہ اسے مارے اور فلاں شخص مجکو دیجئے کہ اس کو میں قتل کروں کیونکہ یہ سب کفر کے پیشوا ہیں اور ابو بکرؓ نے کہا کہ یہ سب تیری ہی قوم کے آدمی ہیں ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دینا چاہئے چنانچہ وہ چھوڑ دیئے گئے۔ کیوں صاحب ان اصحاب شیخین عالیجناب سے حضرت نے مشورہ لیا یا نہیں اور انہیں کی رائے کو پسند کیا یا نہیں۔ اگر اس پر بھی سیری نہ ہوئی ہو تو اور لو لیجئے ذرا اس روایت کا بھی ملاحظہ کیجئے۔ دیکھو یہ تمہارے ابن جمہور صاحب غوالی اللیالی جو اکابر شیعہ مشہور امامیہ ہیں کیا لکھتے ہیں (اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَخَذَ سَبْعِيْنَ اَسِيْرًا يَوْمَ بَدْرٍ وَفِيْهِمُ الْعَبَّاسُ وَعَقِيْلُ بْنُ عَمِّهٖ فَاسْتَشَارَ اَبَا بَكْرٍ فِيْهِمْ فَقَالَ قَوْمُكَ وَاَهْلُكَ وَاسْتَبْقِهِمْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَخُذِ الْفِدْيَةَ لِتَقْوٰى بِهَا اَصْحَابُكَ فَقَالَ عُمَرُ كَذَّبُوْكَ وَاَخْرَجُوْكَ فَقَدِّمْهُمْ وَاضْرِبْ اَعْنَاقَهُمْ فَاِنَّهُمْ اَئِمَّةُ الْكُفْرِ وَلَا تَاْخُذْ مِنْهُمُ الْفِدَاءَ مَكِّنْ عَلِيًّا مِنْ عَقِيْلٍ وَحَمْزَةَ مِنَ الْعَبَّاسِ وَمَكِّنِّيْ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانٍ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَيُلَيِّنُ قُلُوْبَ رِجَالٍ حَتّٰى تَكُوْنَ اَلْيَنَ مِنَ اللَّبَنِ وَيُقَسِّيْ قُلُوْبَ رِجَالٍ حَتّٰى تَكُوْنَ اَشَدَّ مِنَ الْحِجَارَةِ فَمَثَلُكَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَثَلُ اِبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمُ وَمَثَلُكَ يَا عُمَرُ مَثَلُ نُوْحٍ اِذْ قَالَ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا ثُمَّ قَالَ اِنْ شِئْتُمْ قَتَلْتُمْ وَاِنْ شِئْتُمْ فَادَيْتُمْ وَلَيُسْتَشْهَدُ مِنْكُمْ بِعِدَّتِهِمْ فَقَالُوْا بَلْ فَاَخَذَ الْفِدَاءَ وَمَا اسْتُشْهِدَ بِعِدَّتِهِمْ فَاَخَذَ كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ") پس اس روایت کا بھی اصلی مطلب وہی ہے جو اوپر صاحب مجمع البیان نے منقول کیا ہے کہ جب قیدیوں کی بابت حضرت نے مشورہ کیا تو صدیق اکبر نے کہا کہ ان سے فدیہ لیکر چھوڑ دینا چاہئے۔ اور عمر فاروق نے کہا کہ ان کو قتل کرنا چاہئے۔ مگر اس مفسّر نے یہ حدیث اور زیادہ تحریر کی ہے کہ پیغمبر خدا نے حضرت ابو بکر و عمر فاروق کی باتوں کو سُن کر کہا کیا خدا کا شان ہے کہ بعضوں کے دلوں کو تو مثل شیر کے نرم کر دیتا ہے اور بعضوں کے دلوں کو مثل پتھر کے سخت کر دیتا ہے اور یہ کہ حضرت نے فرمایا کہ اے ابا بکر تیری مثال ابراہیم کی سی ہے کہ انہوں نے خدا سے کہا کہ جو میری اطاعت کرتا ہے وہ مجھ سے ہے کہ جو نافرمانی کرتا ہے سو تو بخشنے والا مہربان ہے اور اے عمر مثال تیری نوح کی ہے۔ انہوں نے خدا سے کہا۔ کہ اے پروردگار زمین میں کسی کافر کو نہ چھوڑ۔ پس اس روایت سے دو مطلب حاصل ہوئے ایک تو حضرت کا ان خلفاءؓ

رضی اللہ عنہما سے مشورہ کرنا ثابت ہوگیا۔ دوسرا حضرت ابوبکرؓ صدیق و عمرؓ فاروق کا ایمان اور شان بھی ایسا تصدیق
ہوا کہ خود حضرت نے ان کو پیغمبروں کی مثال دے کر ان کا رتبہ کمال کیا۔ اگر اس روایت سے بھی سیری نہ ہوئی ہو تو کوئی
فارسی خواں شیعہ کی کسی فارسی تفسیر سے اس کی تصدیق چاہئے۔ تو بفضل خدا تعالےٰ وہ بھی حاضر ہے۔ دیکھو کنز العرفان ہے
شیعوں کے بڑے علماء علامہ راضی صاحب نے بھی اپنی تفسیر میں اس مضمون کو ان لفظوں سے نقل کیا ہے۔
روایت است کہ در روز بدر ہفتاد تن اسیر گرفتہ بودند از اں جملہ عباس و عقیل بودند حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم در باب ایشاں با صحاب مشورہ فرمود ابوبکرؓ گفت کہ اکابر و اصاغر ایں قوم اقارب و عشائر تواند اگر ہر یک بقدر طاقت
و استطاعت فدائے بدہند باشد کہ روزے بہ ہدایت برسند و حالا عدو و مدد مسلمان زیادہ شود عمرؓ گفت یا رسول اللہ
آنہا تکذیب کردند ترا و بیرون کردند اینہا ائمہ کفر اند ہمہ را بفرمائے تا گردن زنیم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فرمود کہ حق سبحانہ و تعالےٰ دلہا مردم را آگاہ است کہ نرم مے سازد بمرتبہ کہ نرم تر از شیر است و دیگر دل سے باشد
کہ سخت تر از سنگ است مثل تو اے ابابکر ہماں مثل ابراہیم است علیہ السلام کہ گفت فمن تبعنی فانہ منی
وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ و مثل تو اے عمر ہچوں مثل نوح است وقتیکہ گفت رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ
مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۔ پس الحمد للہ کہ حضرت کا اصحاب ثلاثہ سے مشورہ کرنا بھی ٹھیک ٹھیک تصدیق ہوگیا کہ
جس سے ان کا ایمان تو خدا کے قرآن نے ثابت کر دیا اور بھی خود پیغمبر خدا جنکو انبیا کی تشبیہ دے کر رتبہ افزائی
کرے تو اس سے اور زیادہ ایمان کا کون نشان ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جن کافروں پر ایسا سخت ہونا کہ محبت خدا
کے سامنے اپنی برادری کا کچھ لحاظ نہ کرنا یہاں تک کہ اپنے باپ بھائیوں کو خدا کے پیچھے قتل کرنے پر مستعد ہونا
کیا تمہارے نزدیک کفر اسی کا نام ہے اور منافقوں کا یہی کام ہے نہ شرم از خدا نہ شرم از رسول کیوں مخاطب جی
آپ تو اصحاب ثلاثہ کو کافر بناتے ہو اور یہ سب آپ کے مفسر تو ان کو پیغمبروں کی نظیر دے کر ان کا رتبہ تحریر کرتے ہیں پھر آپ
ہی فرمائیے کہ اس میں کون سچے اور کون جھوٹے ہو اگر آپ ان اپنے سب مفسرین کو جھوٹا اور بیدین کہیں تو اس میں
ہمارا کیا ہم بھی آمین کرتے ہیں۔ مگر اس حدیث کے تو اور بھی تمہارے مفسر تصدیق کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے صاحب
منہج الصادقین بھی اپنی تفسیر کے ۱۰ پارہ سورت انفال میں لکھتے ہیں۔ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ
مَعَ الصَّابِرِينَ اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث لکھی ہے۔ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ مَثَلُكَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَثَلُ اِبْرَاهِيمَ اِذْ قَالَ فَمَنْ تَبِعَنِي
فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَمَثَلُكَ يَا عُمَرُ مَثَلُ نُوحٍ اِذْ قَالَ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ
دَيَّارًا یعنی فرمایا رسول علیہ السلام نے کہ اے ابوبکر کہاوت تیری مثل ابراہیم کے ہے جس دم کہا کہ اے پروردگار جسنے
تابعداری کی ہے میری وہ میرے گروہ سے ہے اور جس نے نافرمانی کی میری پس تو بخشنے والا مہربان ہے اور
اے عمر کہاوت تیری کہاوت نوح کی ہے جب کہ کہا کہ اے خدا نہ چھوڑ زمین پر کوئی کافر بسنے والا حضرات اب ہم کس کس

حضرت کے پاس گرفتار ہو کر آئے تو حضرت نے ان کی بابت اصحابہ سے مشورہ لیا اور سب نے اپنی اپنی رائے کو پیش کیا۔ جیسا کہ ان کے علامہ طوسی صاحب اپنی تفسیر مجمع البیان میں لکھتے ہیں (قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَذَّبُوْکَ وَاَخْرَجُوْکَ فَقَدِّمْھُمْ وَاضْرِبْ اَعْنَاقَھُمْ وَمَکِّنْ عَلِیًّا مِنْ عَقِیْلٍ فَیَضْرِبُ عُنُقَہٗ وَمَکِّنِّیْ مِنْ فُلَانٍ اَضْرِبُ فَاِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ اَئِمَّۃُ الْکُفْرِ وَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَھْلُکَ وَقَوْمُکَ خُذْ مِنْھُمْ فِدْیَۃً یَکُوْنُ لَنَا قُوَّۃً عَلَی الْکُفَّارِ الخ) یعنی حضرت عمرؓ نے کہا کہ یارسول اللہ ان کافروں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کو مکہ سے نکالا ان کی گردنیں مارنی چاہئے عقیل کو علی کے سپرد کیجئے کہ وہ اسے مارے اور فلاں شخص مجھکو دیجئے کہ اس کو میں قتل کروں کیونکہ یہ سب کفر کے پیشوا ہیں اور ابوبکرؓ نے کہا کہ یہ سب تیری ہی قوم کے آدمی ہیں ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دینا چاہئے چنانچہ وہ چھوڑ دیئے گئے۔ کیوں صاحب ان اصحاب شیخین عالیجناب سے حضرت نے مشورہ لیا یا نہیں اور انہیں کی رائے کو پسند کیا یا نہیں۔ اگر اس پر بھی سیری نہ ہوئی ہو تو اور لو لیجئے ذرا اس روایت کا بھی ملاحظہ کیجئے۔ دیکھو یہ تمہارے ابن جمہور صاحب غوالی اللیالی جو اکابر شیعہ مشہور امامیہ ہیں کیا لکھتے ہیں (اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَخَذَ سَبْعِیْنَ اَسِیْرًا یَوْمَ بَدْرٍ وَفِیْھِمُ الْعَبَّاسُ وَعَقِیْلُ بْنُ عَمٍّ فَاسْتَشَارَ اَبَابَکْرٍ فِیْھِمْ فَقَالَ قَوْمُکَ وَاَھْلُکَ وَاسْتَبْقِھِمْ لَعَلَّ اللّٰہَ یَتُوْبُ عَلَیْھِمْ وَخُذِ الْفِدْیَۃَ لِتَقَوِّیْ بِھَا اَصْحَابَکَ فَقَالَ عُمَرُ کَذَّبُوْکَ وَاَخْرَجُوْکَ فَقَدِّمْھُمْ وَاضْرِبْ اَعْنَاقَھُمْ فَاِنَّھُمْ اَئِمَّۃُ الْکُفْرِ وَلَا تَاْخُذْ مِنْھُمُ الْفِدَآءَ مَکِّنْ عَلِیًّا مِنْ عَقِیْلٍ وَحَمْزَۃَ مِنَ الْعَبَّاسِ وَمَکِّنِّیْ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانٍ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَیُلَیِّنُ قُلُوْبَ رِجَالٍ حَتّٰی تَکُوْنَ اَلْیَنَ مِنَ اللَّبَنِ وَیُقَسِّیْ قُلُوْبَ رِجَالٍ حَتّٰی تَکُوْنَ اَشَدَّ مِنَ الْحِجَارَۃِ فَمَثَلُکَ یَا اَبَابَکْرٍ مَثَلُ اِبْرَاھِیْمَ اِذْ قَالَ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ وَمَثَلُکَ یَا عُمَرُ مَثَلُ نُوْحٍ اِذْ قَالَ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ثُمَّ قَالَ اِنْ شِئْتُمْ قَتَلْتُمْ وَاِنْ شِئْتُمْ فَادَیْتُمْ وَلَیُسْتَشْھَدُ مِنْکُمْ بِعِدَّتِھِمْ فَقَالُوْا بَلْ فَاَخَذَ الْفِدَآءَ وَمَا اسْتُشْھِدَ بِعِدَّتِھِمْ فَاَخَذَ کَمَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) پس اس روایت کا بھی اصل مطلب وہی ہے جو اوپر صاحب مجمع البیان نے منقول کیا ہے کہ جب قیدیوں کی بابت حضرت نے مشورہ کیا تو صدیق اکبرؓ نے کہا کہ ان سے فدیہ لیکر چھوڑ دینا چاہئے۔ اور عمر فاروق نے کہا کہ ان کو قتل کرنا چاہئے۔ مگر اس مفسر نے یہ حدیث اور زیادہ تحریر کی ہے کہ پیغمبر خدا نے حضرت ابوبکر و عمر فاروق کی باتوں کو سن کر کہا کیا خدا کا شان ہے کہ بعضوں کے دلوں کو تو مثل شیر کے نرم کر دیتا ہے اور بعضوں کے دلوں کو مثل پتھر کے سخت کر دیتا ہے اور یہ کہ حضرت نے فرمایا کہ اے ابابکر تیری مثال ابراہیم کی سی ہے کہ انہوں نے خدا سے کہا کہ جو میری اطاعت کرتا ہے وہ مجھ سے ہے کہ جو نافرمانی کرتا ہے سو تو بخشنے والا مہربان ہے اور اے عمر مثال تیری نوح کی ہے۔ انہوں نے خدا سے کہا۔ کہ اے پروردگار زمین میں کسی کافر کو نہ چھوڑ پس اس روایت سے دو مطلب حاصل ہوئے ایک تو حضرت کا ان خلفاء

رضی اللہ عنہا سے مشورہ کرنا ثابت ہوگیا۔ دوسرا حضرت ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ کا ایمان اور شان بھی ایسا تصدیق
ہوا کہ خود حضرت نے ان کو پیغمبروں کی مثال دے کر ان کا رتبہ کمال کیا۔ اگر اس روایت سے بھی سیری نہ ہوئی ہو تو کوئی
فارسی خواں شیعوں کی کسی فارسی تفسیر سے اس کی تصدیق چاہئے۔ تو بفضل خدا تعالےٰ وہ بھی حاضر ہے۔ دیکھو کنز العرفان جو
شیعوں کے بڑے علماء علامہ راضی صاحب نے بھی اپنی تفسیر میں اس مضمون کو ان لفظوں سے نقل کیا ہے۔

روایت است کہ در روز بدر ہفتاد تن اسیر گرفتہ بودند از آں جملہ عباس و عقیل بودند حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم در باب ایشاں باصحاب مشورہ فرمود ابوبکرؓ گفت کہ اکابر و اعاظم ایں قوم اقارب و عشائر تو اند اگر ہر یک بقدر طاقت
واستطاعت فدائے بدہند باشد کہ روزے بہ ہدایت برسند و حالا عدو و مدد مسلمان زیادہ شود عمرؓ گفت یا رسول اللہ
آنہا تکذیب کردند ترا و بیرون کردند اینہا ائمہ کفر اند ہمہ را بفرمائے تا گردن زنیم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فرمود کہ حق سبحانہ وتعالےٰ دلہا مردم را آگاہ است کہ نرم مے سازد بمرتبہ کہ نرم تر از شیر است و دیگر دل ہا باشد
کہ سخت تر از سنگ است مثل تو اے ابابکر ہماں مثل ابراہیم است علیہ السلام کہ گفت فمن تبعنی فانہ منی
وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ و مثل تو اے عمر ہمچوں مثل نوح است وقتیکہ گفت رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ
مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۝ پس الحمد للہ کہ حضرت کا اصحاب ثلاثہ سے مشورہ کرنا بھی ٹھیک ٹھیک تصدیق ہوگیا کہ
جس سے ان کا ایمان تو خدا کے قرآن نے ثابت کر دیا اور بھی خود پیغمبر خدا جنکو انبیا کی تشبیہ دے کر رتبہ افزائی
کرے تو اس سے اور زیادہ ایمان کا کون نشان ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جن کافروں پر ایسا سخت ہونا کہ محبت خدا
کے سامنے اپنی برادری کا کچھ لحاظ نہ کرنا یہاں تک کہ اپنے باپ بھائیوں کو خدا کے پیچھے قتل کرنے پر مستعد ہونا
کیا تمہارے نزدیک کفر اسی کا نام ہے اور منافقوں کا یہی کام ہے نہ شرم از خدا نہ شرم از رسول کیوں مخاطب جی
آپ تو اصحاب ثلاثہ کو کافر بناتے ہو اور یہ سب آپ کے مفسر تو ان کو پیغمبروں کی نظیر دے کر ان کا رتبہ تحریر کرتے ہیں پھر آپ
ہی فرمائیے کہ اس میں کون سچے اور کون جھوٹے ہو اگر آپ ان اپنے سب مفسرین کو جھوٹا اور بیدین کہیں تو اس میں
ہمارا کیا ہم بھی آمین کرتے ہیں۔ مگر اس حدیث کے تو اور بھی تمہارے مفسر تصدیق کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے صاحب
منہج الصادقین بھی اپنی تفسیر کے ۱۰ پارہ سورت انفال میں لکھتے ہیں۔ اِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ اَلْفٌ يَغْلِبُوا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ
مَعَ الصّٰبِرِيْنَ اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث لکھی ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَثَلُكَ يَا اَبَابَكْرٍ مَثَلُ اِبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ فَمَنْ تَبِعَنِيْ
فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَمَثَلُكَ يَا عُمَرُ مَثَلُ نُوْحٍ اِذْ قَالَ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ
دَيَّارًا یعنی فرمایا رسول علیہ السلام نے کہ اے ابوبکر کہاوت تیری مثل ابراہیم کے ہے جس دم کہا کہ پروردگار جسنے
تابعداری کی ہے میری وہ میرے گروہ سے ہے اور جس نے نافرمانی کی میری پس تو بخشنے والا مہربان ہے اور
اے عمر کہاوت تیری کہاوت نوح کی ہے جب کہ کہا کہ اے خدا نہ چھوڑ زمین پر کوئی کافر بسنے والا حضرات اباہم کس کس

تمہارے مؤرخ کو جھٹلاویں اور کون کون تمہارا مفسر کاذب بناویں۔ خیر اب تو لاچاری ایک آپ ہی کو جھوٹا ہونا پڑا۔ کیونکہ آپ جن کو کافر بناتے ہو ان کو تو یہ کیا تمام آئمہ علیہ السلام بھی خاص مومن صادق و صدیق فرماتے ہیں۔ جیسا کہ تمہارے علامہ صاحب احتجاج طبرسی نے امیر علیہ السلام سے یہ روایت ارقام کی ہے۔ كُنْتُ مَعَهُ اَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى جَبَلِ حِرَاءٍ اِذَا تَحَرَّكَ الْجَبَلُ فَقَالَ لَهٗ قِرْ فَاِنَّهٗ لَيْسَ عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدٌ۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں و ابابکر صدیق حضرت کے ساتھ جبل حرا پر تھے یکایک پہاڑ نے جنبش کی تب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ قرار پکڑ کوئی نہیں ہے تجھ پر سوائے نبیؐ اور صدیق اور شہید کے پس یہ بھی قرآن سے دیکھ لو کہ نبی کے بعد صدیق کا درجہ ہر سے اعلیٰ تر ہے اور بھی ذرا دیکھو فضیل عالم شیعہ سے منہج المقال میں یہ حدیث منقول ہے۔ سَمِعْتُ اَبَا دَاوٗدَ قَالَ حَدَّثَنِيْ بُرَيْدَةُ الْاَسْلَمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْجَنَّةَ مُشْتَاقٌ اِلٰى ثَلٰثَةٍ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ اَنْتَ الصِّدِّيْقُ وَاَنْتَ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ فَلَوْ سَاَلْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَةُ۔ بریدہ اسلمی سے روایت ہے کہا کہ میں نے سنا پیغمبر خدا سے حضرت نے فرمایا کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے۔ اتنے میں ابابکر صدیق آئے۔ لوگوں نے کہا کہ اے ابابکر تم صدیق ہو اور تم ثانی اثنین اذ ہما فی الغار ہو۔ تم پوچھو حضرت سے کہ وہ تین کون ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت کے سامنے ہی صدیق اور ثانی اثنین آپ کا لقب تھا اور دیکھو تفسیر مجمع البیان میں اُن کا شان قولہ تعالیٰ وَالَّذِيْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ اس آیت کی تفسیر میں علامہ طبرسی یہ لکھتے ہیں وَقِيْلَ الَّذِيْ جَاءَ بِالصِّدْقِ۔ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَصَدَّقَ بِهٖ اَبُوْبَكْرٍ عَنْ اَبِيْ عَالِيَةَ وَالْكَلْبِيِّ) یعنی جو شخص آیا ساتھ صدق کے۔ اس سے مراد رسول خدا ہیں اور جس نے اس کی تصدیق کی۔ اس سے مراد ابوبکر ہیں۔ کیوں صاحب اب تو حضرت صدیق کی صداقت کو بھی دیکھ لیا یا نہیں۔ اور اس صدیق ہونے سے ان کا ایمان بھی تصدیق ہوا یا نہیں۔ اگر پھر بھی نہیں کیجئے تو اور لیجئے۔ ذرا اس قول امام باقر علیہ السلام کو جو کشف الغمہ میں ارقام ہے۔ پھر دیکھئے جبکہ ایک سائل نے امام صاحب سے عرض کی کہ حضرت آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں تب امام نے اُس کو غصے ہو کر فرمایا (اَتَقُوْلُ هٰكَذَا فَوَثَبَ الْاِمَامُ عَنْ مَكَانِهٖ فَقَالَ نِعْمَ الصِّدِّيْقُ نِعْمَ الصِّدِّيْقُ نِعْمَ الصِّدِّيْقُ فَمَنْ لَّمْ يَقُلْ لَهُ الصِّدِّيْقُ فَلَا صَدَّقَ اللّٰهُ قَوْلَهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ) یعنی امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں وہ صدیق ہے ہاں وہ صدیق ہے ہاں وہ صدیق ہے جو کوئی ان کو صدیق نہ کہے۔ خدا اس کی دین دنیا میں تصدیق نہ کرے گا۔ مخاطب جی آپ تو ان کو کافر کہتے ہیں۔ اور امام صاحب تو فرماتے ہیں کہ جو ان کو صرف صدیق نہ کہیگا۔ پروردگار ان کی دین دنیا میں تصدیق نہ کریگا حضرت اب وہ کافر ہوئے یا بقول امام صاحب تم آپ دین دنیا کے عذاب میں خراب ہوئے۔ خیر اب آگے چلئے کچھ اور بھی اس امام کی کلام سن لیجئے تمہاری احتجاج طبرسی میں لکھا ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا (لَسْتُ بِمُنْكِرٍ فَضْلَ اَبِيْ بَكْرٍ وَلَسْتُ

بِمُنْكِرٍ فَضْلَ عُمَرَ وَلٰكِنَّ اَبَابَكْرٍ اَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ) کہ میں ابوبکرؓ اور عمر کی فضیلتوں سے انکار نہیں کرتا۔ لیکن ابوبکر عمر فاروق سے افضل ہیں۔ دیکھو امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں شیخین کی فضیلتوں پر یقین کرتا ہوں کہ یہ سب سے افضل ہیں تو پھر ہم اس تمہاری بات واہیات کو سُنیں یا اس آئمہ علیہ السلام کی کلام کو مانیں اور اب ہم معاذ اللہ ان کو کافر کہیں یا ان کے بُرا کہنے والے کو کافر جانیں۔ دیکھو ہم تمہارے ہی منہ سے تم کو جھٹلاتے ہیں اور تمہاری ہی کتابوں سے ان صحابہ کے بُرا کہنے والے کو بُرا بناتے ہیں۔ چنانچہ نہج البلاغت میں جناب امیر کا قول ہے (اِنِّیْ اَکْرَہُ لَکُمْ اَنْ تَکُوْنُوْا السَّبَّابِیْنَ یعنی تحقیق میں بُرا جانتا ہوں۔ یہ کہ ہو تم بُرا کہنے والے۔ دیکھو تم بُرا کہنے والوں کو جناب امیر خود بُرا کہتے ہیں اور کتاب مصباح الشریعت کے باب معرفت میں قول حضرت امام صادق کا یوں منقول ہے "کہ مگذارید یقین را از شک و جرأت نکنید بر اعتقاد زور و بہتان در حق اصحاب خیر الانام و اعتقاد دارید محبت آنہا و بیان کنید فضائل آنہا)، امام صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت کے صحابیوں پر بُرا اعتقاد نہ رکھو۔ بلکہ محبت سے ان کے فضائل بیان کرو۔ دیکھو اصحاب کبار کا بُرا کہنے والا سخت سزاوار ہے پھر بھی نہ مانو تو تم کو خدا کی مار ہے اور تمہارے قاضی نور اللہ شوستری صاحب مجالس المؤمنین میں لکھتے ہیں (نسبت تکفیر بجناب شیخین کہ اہل سنت و جماعت بہ شیعہ نمودہ اند سخن است بے اصول کہ در کتب اصول ایشاں از ایشاں اثر نیست و مذہب ایشاں ہمیں است کہ مخالفان علی فاسق اند و محاربان او کافر) پھر اسی مجالس المؤمنین کی مجلس اول میں ہے کہ لعن بر خلفا ثلاثہ واجب نیست اگرچہ جاہلان شیعہ حکم بوجوب کنند سخن ایشاں معتبر نیست) حضرت آپکے قاضی صاحب تو سب تمہارے مذہب کا فتویٰ دیکر فرماتے ہیں۔ کہ شیخین کو تکفیر لگانا اصول مذہب شیعہ میں کوئی اثر نہیں ہے۔ پھر آپ نے ان کو کافر فرمایا اور کیوں اپنے مذہب کا بھی منکر ہو کر آپ کو کاذب بنایا۔ دیکھو تمہارے قاضی بیچارے تو صاف صاف تجکو جاہل اور مذہب شیعہ سے بھی خارج فرماتے ہیں۔ اور اصول دین سے بھی نکال کر تم کو جھوٹا بناتے ہیں اور بھی آئمہ کرام نے تو یہاں تک بُرا کہنا حرام فرمایا ہے۔ چنانچہ محمد بن مرتضےٰ اپنی تفسیر صافی میں لکھتے ہیں (وَفِی الْکَافِیْ عَنِ الصَّادِقِ) اِنَّہٗ قِیْلَ اِنَّا نَرٰی فِی الْمَسْجِدِ رَجُلًا یَلْعَنُ اَعْدَاءَکُمْ یَسُبُّہُمْ فَقَالَ مَالَہٗ لَعَنَہُ اللّٰہُ یُعَرِّضُ بِنَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ الْاٰیَۃ) امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ہم دیکھتے ہیں مسجد میں مرد کو تمہارے دشمنوں کو بُرا کہتا لعن و تبرّہ کرتا ہے۔ فرمایا اس کو کیا ہوا خدا اس پر لعنت کرے ہم پر تعریض کرتا ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ الخ دیکھو تم تبرّہ باز دل پر امام صاحب لعنت فرماتے ہیں اگر اب بھی آپکو یقین نہ ہو تو اور لو جامع الاخبار کے باب ننم میں یہ حدیث مرقوم ہے۔ قَالَ النَّبِیُّ صلعم مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَقَدْ کَفَرَ۔ فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ جس نے بُرا کہا میرے اصحاب کو پس تحقیق وہ کافر ہو گیا۔ مخاطب جی اصحاب ثلاثہ کے حق میں آپ نے بُرا تو فرمایا مگر آپ نے بھی تو کبھر پایا کہ ان کو کافر کہکر آپ کو

کافر بنایا۔ کیا فائدہ پایا۔ اور بھی اس لعن طعن میں ایمان کا سراسر نقصان ہے۔ جیسا تمہاری کتاب حلیۃ المتقین کے ۱۰ باب ۸ فصل میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ قول منقول ہے (فرمود کہ لعن وقتیکہ از دہان بیروں مے آید میگردد اگر صاحبش رامے یابد آنجا قرار مے گیرد واگرنہ بر گوینده اش برمے گردد) دیکھو امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو کسی پر لعنت کرے اگر وہ لائق لعنت نہیں تو لعنت کرنے والا خود لعنتی ہوتا ہے۔ اے بے حیا ابن سبا کے سگو کیوں خدا اور رسول سے نہیں ڈرتے ہو اور کیوں اس طرح اصحاب رسول اللہ کو عوعو کرتے ہو۔ وہ اصحاب عالیجناب کہ جن کیلئے خدا خود سفارش کرے کہ اے محمدؐ تو ان کے واسطے مجھ سے بخشش مانگ۔ تم ان کو کافر کہو اور حضرت بھی پیغمبروں کی مثال دے کر جن کا رتبہ کمال کرے۔ تم ان کا نام منافق رکھو۔ اور تمام آئمہ علیہ السلام بھی جن کے حق میں خدا سے دعا مانگیں اور رحمت فرماویں۔ تم اُن پر لعنت کرو تو کیا یہ اصحاب ثلاثہ کی دشمنی ہے یا دیدہ دانستہ خدا اور رسول کی تکذیب ہے۔ حضرت شیخین کی توہین تو کی۔ مگر الٹا آپ کو لعین و بے دین بنایا۔ کیا ہاتھ آیا اے شیعو ایسے لوگوں کو کافر اور منافق کہتے ہوئے کچھ خدا کا خوف اور رسول کا لحاظ بھی ہوتا ہے یا نہیں اور قیامت کے مؤاخذے سے بھی ڈر آتا ہے یا نہیں کہ جن اصحاب سے ہر اوقات دن رات حضرت مشورہ لیتے تھے اور جن کو اپنا مصاحب بنا کر ہمیشہ ہم نشین و ہمسفر بن رکھتے تھے۔ ان کی بدگوئی کرنے سے یہ بھی خیال نہ کیا کہ آخر ایک روز انتقال کرنا ہے اور خدا کے روبرو ہونا ہے کیا جواب دینگے اور رسول کو کیا مُنہ دکھائیں گے۔ اے یارو یہ ہمارا مبالغہ اور تعصب نہیں ہے ہم قسمیہ کہتے ہیں کہ جس طرح دین محمدی کو اس فرقے نے اور خوارج نے خراب کیا ہے۔ ایسا کسی دوسرے نے نہیں کیا۔ کہ انہوں نے وہ باتیں اس دین مستقیم میں داخل کی ہیں کہ جن کو خدا کسی مسلمان کے کان تک نہ پہنچائے اور وہ بہتان مُنہ سے نکالتے ہیں کہ جن کو غیر لوگ بھی سن کر الاماں الاماں پکارتے ہیں۔ امید ہے کہ حضرات کی لغویات پر تو شیطان بھی حیران ہوگا۔ اب ہم مخاطب کے ان طعن کا بیان کرتے ہیں جو ہر جنگ وغیرہ کے مقام پر صحابہ کو الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ ہر جہاد سے بھاگ گئے اور حضرت کو تنہا کفار میں چھوڑ کر فرار ہوئے۔ اس کا بھی ہم خوب جواب باثواب مخاطب کو سناتے اور اہل انصاف کو دکھلاتے ہیں۔ پھر خاص قرآن خدا کے فرمان سے ان کو پشیمان بناتے ہیں۔ پس یہ تو سب مسلمان جانتے ہیں کہ ہر سے پہلے جنگ بدر کا ہوا ہے۔ مکہ مدینہ کے نزدیک ایک مکان ریگستان تھا وہاں نوسو پچاس [۹۵۰] کفار جن کے سردار ابوسفیان و ابوجہل وغیرہ تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کو جمع ہوئے۔ جب حضرت کو خبر پہنچی تو بروز جمعہ ستاہرویں [۱۷] ماہ رمضان [۲] ہجری کو مع سب اصحاب کبار جو صرف تین سو تک شمار تھے پہنچ کر مقابل ہوئے۔ اس لئے جو لوگ اس دن پیغمبر خدا کے ہمراہ تھے۔ ان سب کا بڑا رتبہ ہے کہ خدا نے ان کی امداد کے واسطے فرشتوں کو بھیجا اور ان کی شان میں قرآن کی آیتیں نازل کیں جیسا فرمایا وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ج یعنی تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کے

جنگ بدر کا ذکر

جنگ میں - اور تم ذرہ بیقدر تھے یعنی جب اُن کے مقابل تم تھوڑے تھے تب بھی میری مدد سے تم فتحمند ہوئے اور بھی اسی طرح کی آیتیں اُن کی شان میں نازل کیں - اُن کو فرمایا کہ جو چاہو سو کرو میں نے تمکو قطعی بخشدیا اور تمہاری سب بھول چوک کو بھی معاف کیا چنانچہ قولہٗ تعالیٰ وَیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّئَاتِکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ - یعنی ہم دور کردینگے تم سے گناہ تمہارے اور بخش دیوینگے تمکو اور حضرت نے بھی فرمایا کہ خدا نے اہل بدر کے حق میں کہدیا ہے کہ جو چاہو سو کرو میں تم کو بخش چکا ہوں - پس اب کون مسلمان ہے جو اُن سب صحابہ میں سے کسی ایک پر بھی بدگمان ہو سکے یا کوئی بھاگ جانے وغیرہ کا طعن زبان پر لا سکے - اے شیعو اگر قرآن سے تمہارا اطمینان نہیں ہوتا - تو اپنی کتابوں کو دیکھو کہ اہل بدر کی شان میں تمہارے طوسی صاحب بھی اپنی تفسیر مجمع البیان میں کیا لکھتے ہیں - لَعَلَّ اللّٰہَ اِطَّلَعَ عَلٰی اَھْلِ بَدْرٍ فَغَفَرَ لَھُمْ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ علامہ صاحب کہتے ہیں - کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا نے اہل بدر کی شان میں فرما دیا ہے کہ جو چاہو سو کرو میں تم کو بخش چکا ہوں - اگر اس پر بھی آپ کی سیری نہ ہوئی ہو تو ذرا اپنی تفسیر خلاصۃ المنہج کو بھی دیکھ لو کہ خدا تعالےٰ بدریاں را وعدۂ مغفرت دادہ وایشاں را بخطاب مستطاب (اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ نوازش فرمودہ) پس یہ بات تو ثابت ہو چکی کہ جو اس وقت حضرت کے ساتھ یار اصحاب کبار اُس لڑائی میں شریک تھے - ان سب کا قطعی بہشتی ہونا تو ٹھیک ٹھیک تصدیق ہو گیا اور ان کی فتح و نصرت کو بھی خدا نے ایسا ثابت کر دیا کہ اب کسی بدخواہ کا کچھ بھی چون و چرا باقی نہ رہا - لیکن اب ہم کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا وہ اصحاب جن کو شیعہ کافر و منافق کہتے ہیں - وہ اس لڑائی میں کس طرف تھے پیغمبر خدا کی طرف یا کفار کی طرف اور بھی وہ حضرت کو چھوڑ کر کہیں بھاگ گئے - یا حضرت کے پاس ہی رہے - اگر کوئی شیعہ یہ ثابت کر دیوے کہ اصحاب ثلاثہ اس وقت پیغمبر صاحب کی طرف نہ تھے یا اس لڑائی میں شریک نہ تھے تو ہم ان کے دعوے کو تسلیم کر لینگے - اور اگر ہم یہ ثابت کر دیویں کہ وہ عین اس معرکہ میں موجود تھے بلکہ خاص پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر حضور تھے - تو حضرات شیعہ کو چاہیئے کہ اپنے مذہب تشیع سے فارغخطی لکھدیویں پس ہم لڑائی شروع ہونیکے وقت کا کچھ حال باجمال ان کی کتاب حملہ حیدری سے نقل کرتے ہیں - دیکھو مؤلف صاحب اس طرح فرماتے ہیں کہ جب رسول خدا نے سنا کہ کفار اشرار واسطے لڑائی کے آتے ہیں - تب اپنے صحابہ سے مشورہ کیا تو سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ صدیق اور حضرت عمرؓ نے جواب دیا اور جہاد پر خود آمادہ ہو کر اپنی رغبت کو اس طرح ظاہر کیا - چنانچہ اشعار حملہ حیدری

پس این خبر آن سید المرسلین ۔۔۔ یکے انجمن ساخت با اہل دین

بفرمود آنکه باصحاب خویش ۔۔۔ کہ اے حق پرستان پاکیزہ کیش

بدانید کز کعبه اہل جفا ۔۔۔ کمر بستہ بر کین و پرخاش ما -

رسیدند نزدیک آمد خبر　　بپائندہ خود ہم بروز دگر
شما را کنوں چیست تدبیر کار　　کہ دشمن رسید از پئے کارزار
بپاسخ ابوبکر از جائے خاست　　وزان پس عمر نیز قد کرد راست
بگفتند یا سید المرسلین　　قدم پیش بگذاز مارا بہ بین
کہ با دشمن دین چہا ے کنیم　　چہ سان در پیت جاں فدائے کنیم
وزاں پس زجا خواست مقداد نیز　　بگفت اے حبیب خدائے عزیز
بود تا بہ تن جان و در کف توان　　بباریم شمشیر بر دشمنان
ازاں گشتہ خوش دل رسول خدا　　بفرمود در حق ایشاں دُعاء
چنیں خواست پس بہترین البشر　　کہ از راز انصار یابد خبر
دگر بار فرمود کائے دوستاں　　چہ گوئید اندر حق دشمنان
زجا خواست ایں بار سعد معاذ　　چنیں گفت از روئے صدق و نیاز
کہ با جان دل باہمیں عہد وست　　بدست تو روزے کہ دادیم ہست
سر و مال فرزند و خویش و تبار　　ہمارا روز کردیم برتو نثار
پیغمبر برایشان نمود آفرین　　برآں صدق و ایمان انصار دین

اے شیعو ذرا شیخین کی ایمانداری اور جان نثاری پر خیال کرو اور اُن کے صدق اور اخلاص کو کچھ دیکھو کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق اور عمرؓ فاروق نے کس طرح اپنی جوانمردی اور حضرت پر ہمدردی کو ظاہر کیا۔ اور پھر کس طرح حضرت کے ہمراہ دردخواہ ہو کر سب سے پہلے اپنی جان بازی پر مستعد ہوئے پھر وہ حضرت اُن کے بھاگ جانے کا کون سا معنے ہے اور کون بھاگے اور کہاں گئے۔ کہیں دکھلاؤ تو سہی جو ہمیشہ آپ اسی بات کے گیت گاتے پھرتے ہو کچھ شرم بھی آتا ہے یا نہیں۔ نہیں تو اور سنئے۔ اب ہم عین لڑائی کے وقت کا بھی کچھ حال بالاجمال اسی کتاب سے لکھتے ہیں۔ مؤلف صاحب کہتے ہیں کہ جب لڑائی کی صفیں آراستہ ہوگئیں اور حضرت کے یار بھی اجازت طلب ہوئے تب پیغمبر خدا نے بارگاہ الٰہی سے اس طرح دعا مانگی

اشعار حملہ حیدری

پس آورد روسوئے یزداں پاک　　بنالید و مالید رو را بخاک
بگفت اے نمائندہ عدو داد　　فرستندہ انبیا بر عبادؐ
تو دانی کہ من رہنمائے قریش　　بہ حکم تو بودم نہ بر رائے خویش

کشیدم برایشاں بحکم تو تیغ ۔ مکن نصرتِ خویش ازمن دریغ
الٰہی گر ایں چند تن ازعباد ۔ کہ کردند امر ترا انقیاد
بحکم تو بستند ہرکس میاں ۔ نہ دیدند بیش و کم دشمناں
بمانند از فتح کوتاہ دست ۔ بیابند از دست دشمن شکست
بروئے زمیں تا قیامت دگر ۔ نہ گردد پرستندہ اے داد گر
بایں زاری و عجز رنجیدہ بود ۔ کہ خواہش بفرمان حق دربود
دراں دم صف خشم نزدیک شد ۔ زبس گرد خورشید تاریک شد
ابوبکر نزد نبیؐ داشت جائے ۔ بگفت اے نبی خلق را راہنمائ
درآمد بہ تنگی سپاہ ضلال ۔ چہ فرمائی اکنوں جوائے قتال

دیکھو باوجود ایسے تعصب اور عناد کے یہ تمہارا مؤرخ کیا لکھتا ہے۔ حضرت اب تو سب تمہاری تقریریں وتحریریں اس ایک ہی شاعر کے قول سے باطل ہوگئیں اور وہ نفاق کی باتیں کفر کے کلمے فرار وغیرہ بھی سب خاک میں مل گئے۔ بلکہ ان صحابہ کا تو ایمان اور شان بھی خود تمہاری زبان سے ثابت ہوگیا اور اُن کا حضرت کے ہمراہ درد خواہ ہونا بھی ٹھیک تصدیق ہوگیا۔ کیوں صاحب جو سب سے پہلے کافروں کے لڑنے پر مستعد ہو ہمدردی و جوانمردی اسی کو کہتے ہیں یا نہیں۔ اور جن کا آخر وقت بھی حضرت کے برابر کھڑا ہونا ثابت قدم کا یہی معنے ہے یا نہیں۔ اور بھی حضرت کا اُن پر راضی ہونا اور ان کے لئے خدا سے دعا مانگنا ایمان کا یہی نشان ہے یا نہیں۔ دیکھو ان کے حق میں پیغمبر صاحب کس طرح خدا سے عرض کرتے ہیں کہ خدایا یہ چند آدمی صرف تیرے حکم سے جہاد پر مستعد ہوئے ہیں۔ اگر ان کو شکست ہوئی اور مارے گئے تو پھر قیامت تک کوئی تیری عبادت کا نام نہ لے گا اور دین کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اب وہ کون مُسلمان ہے جو ایسے حضرت کے فرمان سن کر پھر ان کسی اصحاب کی شان میں بدگمان ہو سکے یا اُن کے حق میں بھاگ جانے وغیرہ کا کچھ طعن منہ سے نکال سکے۔ سوائے اس نرے گمراہ ابن سباء کے خدا کا شان اس مقام پر بھی مؤلف کی قلم سے خدا نے نام ابوبکر صدیقؓ کا نکلوا دیا۔ وہ بھی ایسے موقع پر کہ جس سے خاص قربت نبوی ثابت ہوگئی جس سے یہ معلوم ہُوا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ پیغمبر صاحب کے برابر ہی کھڑے تھے۔ جیسا کہ کہا مصرعہ (ابوبکر نزد نبی داشت جا) الحمدللہ کہ اس طعن سے بھی خدا نے اُن کو خود پشیمان کیا۔ کیوں صاحب اس وقت تو حضرت ابوبکر صدیق علیٰ قریب حضرت کے رفیق اور شفیق تھے۔ پھر ان کا بھاگ جانا آپ نے کہاں سے نکال لیا۔ کیوں اس طرح کے جھوٹ بنا کر جاہلوں کو سناتے ہو۔ اور کیوں ایسے خدا کے پیارے اور رسول کے دوستوں کو بُرا کہہ کر اپنا بُرا چاہتے ہو

ذکر جنگ حنین کا

اب ہم جنگ حنین کا بھی کچھ بیان کر کے اپنے مخاطب کو پشیمان کرتے ہیں۔ جو کہا کہ جنگ حنین
میں سب اصحاب حضرت کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے اور پیچھے سے عباس پکارتے رہے۔ جس سے تو نکث بیعت بھی ثابت
ہو گیا جواب حضرت اس تمہارے بہتان بدگمان سے بھی ہم آپ کو جھٹلاتے ہیں پھر یہ آپ کا پوچ ظاہر کر کے اہل
انصاف کو دکھلاتے ہیں اوّل تو آپ کے نزدیک صرف تین چار اصحاب باصواب تھے۔ سو وہ بھی اس الزم خام سے نہ
بچے۔ سب بھگوڑوں میں داخل ہو گئے۔ دیکھو انہوں نے کسی بھی حضرت کے اصحاب کو اہل ثواب نہ چھوڑا۔ دوم
کیوں صاحب جب اس جنگ میں صحابہ نکث بیعت کر کے بھاگ گئے تھے کہ جس سے خدا اور رسول کو بھی رنج پہنچا۔
پھر کیوں خدا نے بھی ان کے نقصان ایمان میں کوئی صریح آیت نہ بھیجی اور نہ حضرت نے بھی ان کی مذمت میں کوئی
حدیث فرمائی کیا وجہ پس جب ان کے نقص ایمان میں کوئی آیت یا حدیث نہیں ہے۔ تو پھر یہ تمہاری بات قابل سماعت
نہیں ہے۔ سوم ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت کو تنہا چھوڑ سب اصحاب بھاگ کر کہاں گئے۔ آیا کسی اور ملک کو یا اپنے گھر کو
یا کہ وہاں رہے۔ اگر اسی جگہ تھے تو پھر بھاگ جانے کا کیا معنے۔ چہارم جب سب کے سب اصحاب بھاگ گئے۔
اور پیچھے سے حضرت عباس پکارتے تھے تو پھر اس کی پکار پر واپس آئے یا نہیں اور انہوں نے پھر کر جنگ
بھی کیا یا نہیں۔ اگر پھر صحابہ نہیں آئے اور جنگ بھی نہیں کیا تو پھر فرماؤ کہ یہ فتح کس نے کی اور ہزارہا کفار کو فی النار
کس نے کیا اور چھ ہزار[۶۰۰۰] کو لونڈی غلام کس نے بنایا۔ اور چوبیس ہزار[۲۴۰۰۰] اوقیہ چاندی اور چالیس ہزار[۴۰۰۰۰] سے زیادہ دنبہ
بکری کو کس نے لوٹا۔ اگر کہو کہ پھر حضرت عباس کی پکار سے صحابہ نے آکر جہاد کیا اور جنگ فتح کر کے یہ مال
غنیمت بھی لیا تو پس اس میں تو وہ آپ کا تمام الزام خام باطل ہو گیا اور سب تمہارا فرار وغیرہ بھی خاک میں مل گیا۔
پھر کیوں ایسی مہمل باتیں بناتے ہو اور کیوں ایسے مکر و فریب بنا کر بیچارے جاہلوں کو سناتے ہو حضرت
ذرا اپنی ہی تفسیروں کو دیکھو کہ جناب باری تو ہر جہاد وغیرہ میں اپنی امداد سے ان سب اصحاب عالیجناب کی فتح
فرماتا ہے اور اس فرار وغیرہ کی تہمت سے بھی تم کو جھٹلاتا اور ان کو خود بری بناتا ہے۔ چنانچہ اس جنگ کا بھی کچھ
حال باجمال ہم قرآن سے بیان کرتے ہیں پھر جھوٹے بدگمان کو پشیمان کرتے ہیں۔ کہ حنین ایک میدان مکہ اور طائف
کے درمیان ہے اور فتح مکہ کے بعد اس جگہ چار ہزار کفار نے جمع ہو کر مسلمانوں کے قتل کا قصد کیا اور ہمارے
حضرت بھی خبر پا کر بارہ ہزار[۱۲۰۰۰] اصحاب کے ہمراہ اس جگہ پہنچے تو ایک صحابی نے اپنے لشکر کی کثرت کو دیکھ کر کہا۔
لن نغلب الیوم من قلۃ یعنی ہم آج مغلوب نہ ہونگے حضرت نے بھی یہ بات سنی اور ناپسند کی۔ اس کلمے کے سبب
سے لشکر اسلام کو پہلے شکست ہوئی پھر خداوند کریم نے ان صحابہ کے دلوں پر اپنی سکینت کو نازل فرمایا۔ تو اسی وقت
ان سب حضرت کے یار اصحاب کبار نے لشکر اشرار کو فی النار کر کے فتح کا نقارہ بجایا۔ جیسا کہ حق تعالےٰ اپنے قرآن
میں یوں بیان فرماتا ہے (قولہ تعالےٰ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ

عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ۝ ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ یعنی تحقیق مدد دی تم کو اللہ نے بیچ بہت میدانوں کے اور دن حنین کے کہ جب خوش ہوئے تم اپنے لشکر کو دیکھ کر پس نہ کفایت کی اس لشکر نے کچھ تمہاری اور تنگ ہو گئی اوپر تمہارے زمین باوجو کشادگی کے پس پھر گئے تم پیٹھ پھیر کر تب اتاری اللہ نے رحمت اپنی اوپر رسول اپنے کے اور اوپر ان مسلمانوں یعنی صحابہ کے۔ اور اتاری فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور عذاب کیا یعنی مار دیا کافروں کو اور یہی ہے سزا کافروں کی اس آیت شریفہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ ایک تو حق تعالے ہر جہاد میں اُن صحابہ کے ساتھ اپنی امداد کو شامل فرماتا ہے۔ جیسا کہا لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر جہاد وغیرہ میں آخر ہمیشہ یہی اصحاب امداد الٰہی سے فتحیاب ہوتے تھے جس سے تو کل بہتان فرار وغیرہ کے طعن بھی ان کے باطل ہو گئے۔ دوسرا اللہ جل شانہ نے اس شکست ہونے کی بھی وجہ فرما کر تمام صحابہ کو اس الزام سے بری بناتا ہے جیسا فرماتا ہے کہ جب خوش ہو گئے تم اپنے لشکر کو دیکھ کر یعنی جب اس کی کثرت کو دیکھ کر تم نے کہا کہ آج ہم مغلوب نہ ہونگے تیسرا خود رب العلمین نے اُن صحابہ پر اپنی رحمت بھیجکر سب کو مومنین موقنین فرمایا۔ چوتھا ان صحابہ کی امداد کیواسطے ملائکان کو بھیجا اور آخر انجام فتح اسلام کی فرمائی۔ پس اس ایک ہی آیت کریمہ نے کل فیصلہ کر دیا کہ خود قرآن خدا کے فرمان نے ان کو جھوٹا کیا۔ کیوں صاحب اب ہم اس خدا کے فرمان کو ٹھیک سمجھیں یا اُس تمہارے بہتان کی تصدیق کریں جو چور کی طرح آپ نے اس آیت وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ کے لفظ کو تو لکھ لیا اور باقی آیت کو چھوڑ دیا مگر اس میں جاہلوں کو دھوکا دیا یا قرآن میں نقصان کر کے اپنے ایمان کو رد کیا۔ حضرت اس پیٹھ پھیرنے کا تو ان اصحاب اکرام پر کوئی الزام نہیں آتا۔ جناب باری تو صاف فرماتا ہے کہ جب تمنے پیٹھ پھیری تو میں نے تم پر اپنی تسکین کو نازل کیا۔ تب اس جنگ میں تم فتحمند ہوئے دیکھو نہ تو اس آیت شریفہ میں خدا نے کسی اصحاب پر غصہ کیا نہ کسی کی کچھ مذمت کی بلکہ ان کی شان میں تو حق تعالے لقد نصرکم اللہ فرما کر اپنی امداد کو ظاہر کرتا ہے اور ان پر فانزل اللہ سکینتہ کہ کر اپنی رحمت کو نازل فرماتا ہے اور بھی ان کے حق میں وعلی المؤمنین فرما کر ان سب کو مومنین مخلص بناتا ہے پس اس سے اور زیادہ ان کا ایمان اور شان آپ کیا دیکھنا چاہتے ہیں۔ مخاطب جی اس آیت حنین نے تو اُلٹا آپ کو جھٹلایا پھر اس جنگ کے لکھنے سے آپ کو کیا ہاتھ آیا سبحان اللہ مخاطب کی قلم عجوبہ رقم سے وہ آیت نکلتی ہے کہ جس سے اُلٹا صحابہ کا شان اور ایمان ثابت ہو جاتا ہے حضرت ابھی تو ہم عرض کر چکے ہیں کہ آپ اپنی زرارہ اور ہشام وغیرہ کے اقوالوں کو ترک کرو تا اللہ خدا کے واسطے مناظرہ میں قرآن مجید کیطرف توجہ نہ کیا کرو اور اس کی آیتوں کو سند نہ لایا کرو اسلیئے کہ تم کو اس کے مطلب سے واقفیت نہیں ہے اور نہ اس کے شان نزول کی خبر ہے۔ ہاں اگر اس کو ہمیشہ دیکھا کرو اور اس کی نظم پر غور کرتے رہو تو ایسا

دھوکا نہ کھاؤ ورنہ ایسے ہی مغالطے ہوتے رہینگے۔ اور ایسی ہی طرح کی پشیمانی آپ کو اٹھانی پڑے گی۔ اب فرمایئے کہ وہ کونسی آیت ہے کہ جس سے ان صحابہ کا نکث بیعت ثابت ہوا۔ اور جس نے ان کے ایمان کا بھی نقصان کیا۔ وہ تو کہیں ہمکو بھی دکھلایئے۔ نہیں تو بس آیئے ذرا جھوٹے کو لعنت اللہ علی الکاذبین ہی پڑھ کر سنایئے **قولہ**

جنگ خیبر کا طعن چونکہ آپ کی سمجھ میں نکث بیعت خیبر پر بھاگنے پر موقوف ہے تو بہت خوب ہم اس کو بھی بچند وجہ ثابت کرتے ہیں۔ اول تو یہ کہ آپ فرماتے ہیں کہ فتح نہ ہونا مستلزم فرار ہونا جب آپ کسی کتاب سے گو چھوٹی موٹی ہی ہوتی ان کا قرار زیر پائے حصار ثابت کرتے۔ لیکن بالاتفاق کل کتابوں سے ان کا پھر آنا ثابت ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ جب رسول خدا نے حکم فتح کرنے قلعہ کا دیا تھا تو واجب تھا کہ پائے حصار نہ ہٹتے اور جب تک قلعہ فتح نہ کرنا ہوتا لڑتے مرتے جان بچا کر پھر آنے کے کیا معنے پس بجز اس کے کہ کمال جرات سے تاب اقامت نہ رہی وجہ مراجعت کیا ہوئی بیعت لڑنے مرنے پر ہوئی تھی یا بزدلی سے نوک دم بھاگنے پر ہم ایسے عدم ثابت قدم کو جو خلاف مقتضائے بیعت تھا نکث عہد بفرار تعبیر کرتے ہیں۔ ارے اگر لاش خلیفہ صاحب کے زیر قلعہ پھرتی تو ہم ہرگز اس کو فرار نہ کہتے خواہ قلعہ فتح ہوتا یا نہ ہوتا۔ دوسرا متواترات سے ہے یہ امر کہ جب دونوں خلیفین گرامی اور دو دولہا شجاع نامی بصد خامی بلکہ بہ نمک حرامی بناکامی خائب وخاسر پھرے اور مصداق خسر الدنیا والآخرت ہوئے تو جناب رسول متعال کو نہایت ملال ہوا چنانچہ امام فخر الدین رازی صاحب فرماتے ہیں کہ اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ بَاتَ تِلْکَ اللَّیْلَۃَ مَھْمُوْمًا۔ تب آنحضرت نے فرمایا لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا کَرَّارًا غَیْرَ فَرَّارٍ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْہِ چنانچہ کنز العمال اور مسند احمد حنبل اور صحیح نسائی اور سیر ملا معین اور روضۃ الاحباب اور روضۃ الصفا اور بہت سی کتب اہل سنت میں متقارب اللفظ والمعنی منقول ہے۔ (وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُرَیْدَۃَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ حَاصَرْنَا خَیْبَرَ وَاَخَذَ اَبُوْبَکْرٍ لِوَاءً فَانْصَرَفَ وَلَمْ یُفْتَحْ لَہٗ ثُمَّ اَخَذَھَا عُمَرُ مِنَ الْغَدِ فَخَرَجَ وَلَمْ یُفْتَحْ لَہٗ وَاَصَابَ النَّاسَ یَوْمَئِذٍ شِدَّۃٌ وَجَھْدٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِنِّیْ دَافِعُ الرَّایَۃِ غَدًا اِلٰی رَجُلٍ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ کَرَّارٍ غَیْرِ فَرَّارٍ لَا یَرْجِعُ حَتّٰی یَفْتَحَ اللّٰہُ لَہٗ الحدیث وَفِیْ صَحِیْحِ النَّسَائِیْ لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ رَجُلًا یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ لَیْسَ بِفَرَّارٍ الحدیث) محصل یہ ہے کہ ان حضرت نے فرمایا کہ کل ہم عطا کرینگے رایت ایسے شخص کو جو کرار غیر فرار ہوگا اور خدا و رسول اسکو دوست رکھتے ہیں اور وہ اُس کو دوست رکھتا ہوگا۔ پس اس کلام بلاغت نظام نے تصریح اس بات کی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام مخصوص بایں صفات تھے اور جن حضرات کو بیشتر اس سے رایت ملا تھا وہ صاحب ان صفات کے نہ تھے۔ اور وہ لوگ دوست رکھنے والے خدا و رسول کے نہ تھے بلکہ دوست رکھنے والے اپنی جانوں کے تھے۔ اسی سبب سے جان بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ پس اگر خلفا نے فرار نہیں کیا تو ان حضرات نے کیوں فرمایا کہ کل ایسے شخص کو رایت دونگا جو کرار غیر فرار اور

پس بفرار ہوگا۔ یعنی بھاگنے والا نہ ہوگا۔ اس سے تو صاف صاف سمجھ لیا جاتا ہے کہ جس طرح سے خلفاء بھاگ آئے وہ نہ بھاگ آویگا۔ یہاں تک کہ قلعہ کو فتح کرے حضرات اہل سنت اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل فرار ثلاثہ چاہتے ہیں کہ قول جناب رسول خدا شاہد ان کے فرار کا ہے تیسرے اگر حضرت مخاطب کی تسکین ان دلیلوں سے نہیں ہوتی تو نظر کریں طرف اس تصریح صریح کے جو کنز العمال میں مذکور ہے روی عن علی انہ سار رسول اللہ الی خیبر فلما اتاها بعث عمر و معہ الناس الی مدینتھم فقاتلوا یلبثوا الی ان الھزمو عمر و اصابہ فجاءو یجبنہم ویجبنونہ فساء ذالک رسول اللہ محصل کلام یہ ہے کہ جب رسول خدا طرف خیبر کے تشریف لے گئے تب عمر کو واسطے لڑنے کے طرف شہر یہود کے بھیجا اور لوگ اس کے ساتھ ہوئے پس جب نوبت بمقابلہ پہنچی تو تھوڑی دیر نہ گزری کہ یہود نے عمر کو اور اس کے ساتھیوں کو ہزیمت دی۔ پس آئے لوگ ہزیمت کھائے ہوئے درحالیکہ ہمراہیان حضرت عمرؓ خود حضرت عمر کو نامرد اور بُزدلا کہتے تھے۔ پس اس ہزیمت کھا کر پھر آنے سے جناب رسول خدا کو ملال ہوا۔ انتہی کیوں حضرت اس سے صراحت زیادہ بھاگنے پر اور کیا ہوگی۔ ہزیمت لشکر بدوں فرار بھی کہیں ہو سکتی ہے۔ اور جو لوگ ثابت قدم رہیں اور فرار نہ کریں۔ اُن کو کوئی کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے شکست پائی اور ہزیمت کھائی۔ علاوہ اس کے اگر فرار نہیں کیا تھا تو ان کو لوگ بزدلا کیوں کہتے تھے۔ ثابت قدموں کو دنیا میں آج تک کسی نے جبان اور نامرد اور بزدلا نہیں کہا۔ اور اگر نہیں بھاگ آئے تو جناب رسول خدا کو ان سے ملال کرنے کی کیا وجہ تھی۔ جو شخص جانفشانیاں کرے اور جان لڑا دے اُس سے عقلاً خوش ہوتے ہیں کہ ناخوش ہوتے ہیں۔ اور یہ ناخوشی جناب رسول خدا کی البتہ ان حضرات کی ہزیمت ہو۔ یہاں تک کہ نوبت ملت فلک اللیلۃ مھوما کے پہنچی کما من الترمذی اور صحیح بخاری میں ہے کہ من اذانی فقد اذی اللہ پس جو لوگ موذی خدا اور رسول ہیں بے شک خدا ان سے ناراض ہے یہ ناراضی علاوہ نکث بیعت کی ہے۔ پس ایسے لوگوں کے حق میں خدا رضی اللہ فرمائے عقل کسی عاقل کی قبول نہ کرے گی اور ہر چند کتاب کنز العمال بہت معتمد کتاب اہل سنت کی ہے مگر شاید حضرت مخاطب کو اطمینان تام نہ حاصل ہو اور کچھ خلجان باقی رہ جاوے تو رفع خلش اپنے بڑے محدث کامل شاہ ولی اللہ دہلوی سے کرے جنکو شاہ عبد العزیز صاحب اپنے تحفہ میں آیۃ اللہ فرماتے ہیں اور اپنے ملاقیوں سے ٹھہراتے ہیں۔ گو حقیقت میں اُن کے والد ماجد ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ کے ملاقیوں سے ہیں چنانچہ محدث مذکور یہی حدیث بتفاوت یسیر کتاب ازالۃ الخفا میں بخط جلی اعراب دیکر لکھتے ہیں کہ سار رسول اللہ الی خیبر اتاها بعث عمر و بعث الناس الی مدینتھم وقصرھم فقاتلوھم فلم یلبثوا ان ھزموعمر و اصابہ فجاء یجبنوہ ویجبنھم اخرجہ الحاکم اور جب فرار ان کا جنگ خیبر سے بدلائل واضح ثابت ہوگیا اور باعتبار ایذا دہی رسول کے مصداق ہونا لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ کا بھی ثابت ہوگیا اور مصداق ان صفات کا ہونا تو ہر ہر قدم پر اُن حضرات کیلئے ثابت ہے۔ ہم کہاں تک انکشاف کرینگے اور آپ کہانتک چھپاتے پھرینگے۔ انتہی

کہ خیبر میں یا کہ حنین کہ ماجرائے قرطاس میں قصہ فدک میں کہ تخلف جیش اسامہ ہیں کہ سقیفہ بندی میں کہ غصب خلافت میں

جواب جنگ خیبر

کہ احداث بدعات میں **اقول** اے حیلہ ساز دھوکا باز کچھ تو خدا سے ڈر اپنے ایمان کا پاس کر کیوں اس طرح کر پیچ کی باتیں بناتا اور جاہلوں کو سناتا ہے۔ اور کیوں ایسے جھوٹے بہتان کر کے اپنا ایمان گنواتا ہے۔ کیا آپ کو یہ گمان تھا کہ اس میری پوچ کو کون کھولے گا۔ بھلا جھوٹ کب تک چھپ سکتا ہے۔ دیکھو اس تمہارے کوڑ کی بھی ہم کس طرح دھوڑا اڑاتے دھجی کس کو دکھلاتے ہیں پس اس تمام کلام خام کا خلاصہ ارقام یہ ہے۔ مخاطب نے کہا کہ جنگ خیبر دونوں خلیفوں سے فتح نہ ہوا بلکہ بھاگ گئے جس سے حضرت کو نہایت ملال ہوا۔ آخر کو یہ قلعہ جناب امیر نے فتح کیا۔ جواب گستاخی معاف ان ہر ایک بات افوہات کا بھی ہم آپ کو خوب دندان شکن گردن زن جواب دیتے ہیں۔ لیکن پہلے ہم بھی اس جنگ کا کچھ حال باجمال کتب فریقین سے نقل کر کے ناظرین کے پیش کرتے ہیں پھر جھوٹے بداندیش کا دل ریش کرتے ہیں چنانچہ جب رسول علیہ السلام سفر حدیبیہ سے واپس آئے تو حسب وعدہ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا کے حکم سے حضرت نے اس جنگ خیبر کا سامان کیا۔ اور ایک ہزار چار سو آدمی لے کر خیبر کی طرف روانہ ہوئے جب ان قلعوں کے درمیان آئے تو آگے وہ لوگ اپنے کاروبار میں پھرتے تھے۔ لشکر اسلام کو دیکھ کر اپنے قلعہ میں آئے جس کا نام حصین ناعم تھا مسلمانوں کے قتل کا ارادہ کیا تو حسب الارشاد حضرت کے اصحاب عالی جناب نے تھوڑے ہی عرصہ تک ان سب اعدائے دشمن خدا کو داخل جہنم کر دیا پس یہ پہلی فتح خیبر کی خدا نے اپنے حبیب کے نصیب کی پھر دوسرے حصار نطاۃ کے اشرار کو بھی ان صحابہ نے ایسا تنگ کیا کہ کچھ مجہول مقتول ہوئے اور کچھ بھاگ گئے۔ پھر سب یہودنے موجود ہو کر جو تھے قلعہ صعب بن معاذ میں آ کر ٹکر کی کہ یہ قلعہ بڑی لڑائی کے بعد فتح ہوا اور جس سے عمدہ پارچات اور زیورات بہت کچھ مال و متاع غلہ وغیرہ مسلمانوں کے ہاتھ آیا پھر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدستور مذکور حضرت عمرؓ کو معہ صحابہ کے پانچویں قلعہ قموص کی طرف روانہ فرمایا تو اس روز بڑی لڑائی کے بعد لشکر اسلام نے شکست کھائی اور دوسرے دن جو امیر علیہ السلام اپنے گھر میں تھے حاضر آئے اور ان حسب صحابہ کے ہمراہ اس قلعہ کو تشریف لائے تو کمال جنگ و جدال کی نوبت پہنچی آخر کو جناب امیر کے ہاتھ سے یہ قلعہ فتح ہوا اُس دن جناب علی مرتضےٰ شیر خدا نے قوت لافتا کو ایسا کام فرمایا کہ اُس کا آہنی دروازہ اُکھاڑ کر اپنا سپر بنایا اور اس فتح سے بھی بہت مال غنیمت صحابہ کے ہاتھ آیا پس اس میدان کا تو اصل اتنا بیان ہے کہ جس میں صحابہ پر تو کوئی الزام نہ آیا کہ نہ تو اس میں کوئی بھاگا نہ کسی نے حضرت کو چھوڑا باقی صرف شیعوں کی اپنی واہی تباہی منہ چڑھائی ہے کہ نہ جس کا کوئی ثبوت نہ دعوے مضبوط ہے۔ جیسا کہ کہا اگر لاش خلیفہ صاحب کی زیر قلعہ پھرتی تو ہم ہرگز اس کو فرار نہ کہتے۔ ارے مکر باز کیوں ایسے جھوٹے افترا بناتا ہے۔ بھلا نہ تو فتح اور نصرت میں قتل ہونا اور مرجانا شرط ہے نہ ہزیمت کھانے کو بھاگ جانا کہتے ہیں اور بھی نہ کسی نے حضرت عمر کو بزدلا کہا نہ کسی پر حضرت رنج ہوئے یہ صرف آپکی ابلہ فریبی اور جاہلوں کو دھوکا دینا ہے۔ ارے مومن مسلمان کو تو خدا ہر طرح درجہ نصرت کا عطا فرماتا ہے خواہ فتح ہو خواہ

شکست ہو جیسا کہ تمہارے صاحب خلاصۃ المنہج بھی اپنی تفسیر میں یہ تحریر کرتے ہیں بدانکہ نصرت دو قسم است یکے بغلبہ
در معرکۂ کارزار بر کفار دوم بحجت چہ حق تعالٰے ہدایت اہل ایمان کردہ بدلیل ہائے روشن پس مومناں کہ ہمیشہ نصرت یافتہ اند
اگر غالب شدند بر کفار در کارزار پس نصرت یافتند بر ایشاں و اگر شہید شدند و مغلوب گشتند پس بحجت و دلیل بر ایشاں
نصرت یافتہ) دیکھیے یہ تمہارا معتبر مفسر کیا لکھتا ہے کہ بفضلِ خدا ایمان والوں کو ہر حال میں فتح و نصرت حاصل ہوا کرتی ہے
خواہ غالب ہوں خواہ مغلوب پھر کیوں اتنا واویلا مچایا اور آپ کو جھوٹا بنایا اور بھی یہ کیوں کہا کہ کل کتابوں سے ان کا بھاگ جانا
ثابت ہے۔ جھوٹے بدخواہ کا منہ سیاہ۔ بھلا ہم مخاطب کی خوش فہمی اور بدکلامی کو کہاں تک چھپائیں اور کب تک ان کو نہ
جھٹلائیں حضرت ثبوت کا کیا نام اس مقام پر تو آپ نے صرف دو روایتیں ارقام کی ہیں۔ ایک تو فقط امیر علیہ السلام کی زبانی
میں ہے اور دوسری میں صرف اتنا بیان ہے کہ اس دن حضرت عمر نے معہ ساتھیوں کے ہزیمت کھائی پس نہ تو اس میں
کسی کی شکایت ہے نہ کہیں کے بھاگ جانے کا ذکر ہے ہاں اپنی زبان بے لگام کو تو اس قدر دوڑایا کہ جن کو سنکر تمہارے
اتباع بھی خوشی کے مارے اپنے چوتڑ بجاتے بجاتے بیدم ہو جاتے ہیں۔ اگر تحمل کیجیے تو ہم ابھی آپ کو خاص ہاتھی کا لباس پہنا
دیتے ہیں۔ اور اس سب تمہارے تار پود بے مقصود کو یکدم میں اڑا دیتے ہیں۔ جیسا اوّل مخاطب کہتے ہیں کہ جنگ
دونوں خلیفوں سے فتح نہ ہوا بلکہ بھاگ گئے **جواب** حضرت فتح ہونا نہ ہونا تو اور کام ہے اور بھاگ جانے کا اور نام ہے
کیوں صاحب آپکے نزدیک بھاگ جانا کون سا فعل ہے۔ آیا یہ خلفاء ثلاثہ کچھ پہلی تیاری جنگ سے انکاری ہوئے تھے یا
دشمن سے مقابلہ نہ کیا یا مخالفوں کے ساتھ کچھ سازش کر گئے تھے یا حضرت کو چھوڑ کر کہیں اپنے گھر وغیرہ کو چلے گئے تھے۔
کوئی تو وجہ فرمائیے یا کہ فتح نہ ہونے کو آپ بھاگ جانا کہتے ہیں۔ اگر یہی وجہ ہے تو پس یہ آپ کی بات مجہول کوئی عاقل قبول
نہیں کرتا اور نہ کوئی اہل شعور اس کو منظور فرماتا ہے کیونکہ ایک دن فتح نہ ہوئی تو دوسرے دن ہوئی۔ ایسا تو امیر علیہ السلام
سے بھی جنگ صفین چند روز فتح نہ ہوا آخر کو بھی جناب ابو تراب اور امیر معاویہ کی صلح کرائی گئی۔ تو اسی طرح اگر
ان صحابہ سے بھی ایک دن یہ قلعہ فتح نہ ہوا تو کیا ہوا جب دوسرے دن بہمراہ امیر علیہ السلام یہ سب اصحاب فتح میں
شریک تھے تو پھر اس الزام خام سے آپ کا کیا کام نکلا بجز اس کے کہ آپ کو بلا یا کیا فائدہ آیا۔ دوم جو مخاطب نے کہا کہ
اس رات حضرت کو نہایت ملال ہوا۔ جواب یہ تو جناب کم عقل بھی سمجھ سکتا ہے کہ نہ ہونے فتح کے سبب حضرت کو غم
و ملال ہوا نہ کہ معاذ اللہ کسی اصحاب پر غضبناک ہوئے۔ مخاطب جی اگر کسی اصحاب پر رنج ہوتے تو ضرور حضرت ان کا نام
بالالزام لیتے اور اس کو کچھ ملامت و ندامت بھی کرتے جب حضرت نے کسی کی کچھ شکایت کی نہ ملامت فرمائی تو پس یہ
آپکی واہی تباہی تو سب بادگولہ ہوائی ہو کر اڑ گئی۔ سوم جو آپ نے فرمایا کہ اگر خلفاء نے فرار نہیں کیا تو کیوں حضرت نے
فرمایا کہ کل ایسے شخص کو رایت دونگا جو کرار غیر فرار ہوگا۔ جواب دھوکے باز ہمیشہ خراب حضرت اس میں تو کسی
اصحاب کو نہ حضرت نے فرار بنایا نہ کسی کا بھاگ جانا فرمایا۔ صرف اس کلام میں تو امیر علیہ السلام کی فضیلت اظہر ہے۔

ایسا تو حضرات ثلاثہ کے شان میں بھی حضرت نے بہت حدیثیں فرمائی ہیں۔ جیسا کہ حضرت نے ان کو اپنا سمع بصر اور
دل فرمایا اور امام صادق علیہ السلام نے بھی جیسا اُن کو حق امام اور عادل وغیرہ کہکر قیامت کو بھی رحمت الٰہی کا مستحق بنایا
یا جیسا باقر علیہ السلام نے ان کو تین بار صدیق صدیق کہکر فرمایا کہ جو کوئی ان کو صدیق نہ کہے گا پروردگار ان کو دین و دنیا
میں خوار کریگا۔ اور بھی جیسا امیر علیہ السلام نے حضرت صدیق کے حق میں فرمایا۔ کہ کیا اس جہان سے پاکدامن کم عیب
خلافت کی خوبی پائی وغیرہ وغیرہ پھر ان کے مقابل وہ کرار غیر فرار کیا حقیقت رکھتا ہے ہاں اگر آپ
ایک کی فضیلت سے دوسروں کی مذمت سمجھتے ہیں تو پھر ان حدیثات کے مقابل دوسروں کے حق میں آپ کیا کہو گے
بلکہ اس تمہارے معنے کے موافق تو صاف صاف سمجھا جاتا ہے کہ جیسا حضرت کو اپنی سمع بصر کی طرح اصحاب ثلاثہ
عزیز تھے ایسا اور کوئی عزیز نہ تھا یا جس طرح اپنا ولی دوست حضرت انکو جانتے تھے ایسا اور کوئی بھی آپ کا دوست نہ
تھا۔ کیوں ایسے معنے بناتے ہو کہ جس سے اہل بیت کی ہتک چاہتے ہو۔ مخاطب جی کرار غیر فرار تو صرف امیر علیہ السلام کی فضیلت
کا کلمہ ہے نہ کہ اس خطاب سے کسی اصحاب کی مذمت ہے۔ پھر کیوں ناحق اتنا مغز کھپایا۔ کیا فائدہ پایا اور جو آپ نے
حضرت عمر کے الزام میں اس ایک روایت کو چار جگہ ارقام کیا ہے کہ کہیں تو عبد اللہ بن بریدہ کو راوی بنایا کہیں فی
صحیح النسئی کا نام لیا اور کہیں کنز العمال کا حوالہ دیا اور کہیں شاہ ولی اللہ دہلوی کی نظیر دے کر تحریر کیا تو اس
میں جاہلوں کو دھوکا دیا یا اپنی کتاب کو موٹا کیا۔ دیکھو ہم بھی اس روایت کو لکھ کر اس کا معنے بیان کرتے ہیں
پھر جھوٹے بدگمان کو پشیمان کرتے ہیں رُوِیَ عَنْ عَلِیٍّ اَنَّہٗ سَارَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلٰی خَیْبَرَ فَلَمَّا اَتَاھَا بَعَثَ عُمَرَ
وَمَعَہُ النَّاسُ اِلٰی مَدِیْنَتِھِمْ فَقَاتِلُوْھُمْ فَلَمْ یَلْبَثُوْا اِلٰی اِنْھَزَمُوْا عُمَرُ وَاَصْحَابُہٗ فَیُجَبِّنُھُمْ وَیُجَبِّنُوْنَہٗ
فَسَاءَ ذَالِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ یعنی حضرت علی سے روایت ہے کہ تحقیق روانہ ہوئے رسول علیہ السلام طرف خیبر کی
پس جب آیا اس قلعہ کیطرف تو بھیجا حضرت عمرؓ کو ساتھ صحابہ کے طرف اس شہر کی پس جنگ کیا انہوں نے پس نہ درنگ
کی انہوں نے یہاں تک کہ شکست کھائی حضرت عمرؓ اور اس کے ساتھیوں نے۔ کیوں صاحب اس میں تو صرف حضرت عمرؓ کے شکست
کھانیکا ذکر ہے نہ کہ حضرت کو چھوڑ کر کہیں بھاگ جانے کا اور بھی نہ اس جگہ حضرت نے کسی پر غصہ کیا نہ رنج ہوئے نہ کسی
کی مذمت میں کوئی حدیث فرمائی نہ جناب باری نے بھی اس شکایت میں کوئی آیت بھیجی۔ تو پھر تم نے یہ بہتان فرار وغیرہ
کا طعن کہاں سے نکال لیا۔ کیوں ایسا جھوٹ لکھ کر اپنے ایمان کو رد کیا حضرت یہ شکست ایسی ہوئی جیسا کہ جنگ اُحد یا
حنین میں پہلی شکست ہوئی پھر عنقریب خدا نے اپنے حبیب کو فتح نصیب کی۔ تو یہ بھی اسی طرح ایک دن لشکر اسلام نے ہزیمت
کھائی دوسرے دن یہ سب اصحاب باہمراہ جناب امیر کے فتح یاب ہوئے پس الحمد للہ کہ خیبر کے طعن سے بھی خدا
نے ان کو پشیمان کیا۔ اور اگر کوئی شیعہ یہ بھی کہے کہ علی مرتضےٰ کے سوائے تو یہ قلعہ فتح نہ ہوا تو جناب اس کا بھی جواب لو
اوّل تو ہم پوچھتے ہیں کہ جناب امیر کے ہمراہ یہ سب اصحاب بھی اس فتح میں شریک تھے یا نہیں۔ نہیں تو کہیں

دکھلا دیجئے۔ اگر تھے تو پس جھوٹے کا مُنہ سیاہ کیجئے۔ دوم فرمائیے کہ وہ چہار خیبر کے حصار کن نے فتح کیئے اور وہاں
امیر علیہ السلام بھی کہاں تھے۔ اور ان چہار حصار پر سپہ سالار بھی کون تھے اور کس کی بدولت مال غنیمت بھی مسلمانوں
کے ہاتھ آیا۔ پس جب ان چہار قلعوں پر حضرت عمر خطاب معہ سب اصحاب کے فتحیاب ہوئے تو یہ اعتراض بھی آپ کا
شتر کا گوز ہو کر اڑ گیا۔ مخاطب جی وَمَأْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ کا خطاب اور لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
کا عذاب تو اس خدا کے جھوٹے پر ہے جو آپ کی طرح کلام الٰہی کا مقام بدل کر قرآن میں نقصان کرتا ہے حضرت ان
آیات کے مصداق کو آپ غور سے نظر فرماویں۔ نہیں تو کچھ اور زیادہ شرح کر کے ہم آپ کو سنادیں۔ خیر کچھ عقل ہے
تو آپ اتنے ہی میں سمجھ جاویں۔ اور بھی حضرت جنگ احد کا رنگ تو ہم ابھی آپ کو دکھلاتے

جنگ اُحد کا ذکر

ہیں۔ اور خلافت وغیرہ کے طعن سے بھی انشاء اللہ تعالےٰ ہم آپ کو ایسا پشیمان کرینگے کہ سب ناظرین منصف دین
آفرین پڑھینگے۔ چونکہ آپ جو جنگ احد کا بھی اصحاب کرام کو الزام لگاتے ہیں۔ تو دیکھ کر اس کا بھی کچھ قرآن سے
بیان کر کے ہم آپ کو پشیمان بناتے ہیں۔ چنانچہ ساتویں شوال ۳ھ ہجری کو ابوسفیان وغیرہ قریش عرب
تین ہزار سوار اور پیادے لے کر مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے اور احد پہاڑ کے گرد لشکر اترا اور حضرت نے بھی
سات سو آدمی کی صف دشمنوں کے مقابل باندھی اور عبداللہ بن زبیر کو معہ پچاس مرد تیر انداز کے ایک درہ
پر بدیں شرط مقرر کیا کہ اگر ہم غالب ہوں خواہ مغلوب تم یہاں سے قدم نہ ہٹانا۔ پس لڑائی شروع ہوتے ہی لشکر
کفار کا فرار ہؤا۔ تو مسلمانوں نے لوٹنا شروع کیا۔ جب ان تیر اندازوں نے بھی دیکھا تو کچھ آدمی وہاں رہے
باقی مال غنیمت لوٹنے کو لشکر گاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ پس اس نافرمانی کے سبب سے لشکر اسلام نے شکست
کھائی پھر ذات الٰہی نے یہ قصور بھی معاف فرمائی۔ چنانچہ قولہ تعالیٰ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ
مَا أَرَاكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا
عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی مخالفت کی تم نے اپنے حضرت کے حکم میں اور بے فرمان ہوئے تم کہ دکھائی
تم کو وہ چیز جو تم دوست رکھتے ہو یعنی مال غنیمت کو کہ تم میں سے کوئی چاہتا ہے دنیا اور کوئی چاہتا ہے آخرت یعنی
ایک گروہ نے مال غنیمت کی امید پر اس درّہ کو چھوڑا اور ایک نے آخرت کو پسند جان اس حکم کے پابند رہے
پھر ہٹا رکھا خدا نے تم کو کافروں سے۔ تاکہ آزماوے تمہیں اور تحقیق کہ معاف کر دیا تمکو یعنی اس تمہاری بے فرمانی
کو بھی خدا نے بخش دیا کہ تحقیق اللہ تعالےٰ فضل رکھتا ہے اوپر ایمان والوں کے حضرت اس آیت شریفہ کو ذرا
اچھی طرح غور سے دیکھو کہ اس میں اصحاب ثلاثہ وغیرہ تو کیا۔ بلکہ جنہوں نے وہ بے فرمانی بھی کی تھی خداوند کریم
نے تو ان کا بھی قصور معاف کر دیا۔ پھر وہ آپ کا بہتان بھاگ جانے کا کہاں رہا ذرا دین کے صراف کھوٹے اور
کھرے کا انصاف کریں کہ خدا جن کے واسطے ہر جنگ اور جہاد میں اسی طرح بخشش کا ارشاد کرے اور جنگی سب بھول چوک

کو بھی معاف فرمائے۔ پھر شیعہ ان اصحاب کرام کا بھگوڑا نام رکھیں اور ان کو منافق کافر کہ کر دشنام دیویں تو کیا یہ اصحاب ثلاثہ کی دشمنی ہے یا فی الحقیقت قرآن خدا کے فرمان کی تکذیب ہے۔ حضرت اس فرمان ولقد عفا عنکم کے سامنے تو ان صحابہ کی عیب جوئی اور بدگوئی کرنا گویا خدا کو جھٹلانا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ مخاطب جی اگر اس خدا کے فرمان سے بھی آپ کو پورا اطمینان نہیں ہوا تو پھر ذرا غور کیجئے۔ دوسری آیت لیجئے۔ دیکھو جا بجا خدا اس خطا صحابہ کو معاف فرماتا ہے اور اس تمہارے طعن بدگمان سے بھی بری بناتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ یعنی جو لوگ تم میں ہٹ گئے جس دن بھڑیں دو فوجیں یعنی جنگ احد میں سو گرا دیا ان کو شیطان نے کچھ ان کے گناہ کی شامت سے یعنی تیر اندازوں کی بے فرمانی سے پھر تحقیق بخشدیا اللہ نے یہ گناہ انکا کہ اللہ بخشنے والا تحمل رکھتا ہے۔ حضرت سلامت یہ آیت بھی قرآن کی ہے یا نہیں اور یہ اسی جنگ احد والے اصحابوں کی شان میں ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو پھر کیوں ان اصحاب اکرام کو اس بھاگ جانے کا الزام لگاتے ہو اور کیوں اس بھاگنے کے الزام کے ہمیشہ گیت گاتے ہو۔ کچھ خدا سے بھی حیا آتا ہے یا نہیں۔ مخاطب جی اس طعن سے اپنے شیعان کو تو خوش فرمایا مگر منکر قرآن ہو کر اپنا ایمان گو دیا۔ کیا ہاتھ آیا۔ خیر منکر ہونا آپ کا ہر ہر قدم پر ثابت ہے جیسا کہ اس آیت شریفہ کے انکار میں بھی آپ کے مجتہد صاحب ذوالفقار کے صفحہ ۷۰ پر یوں لکھتے ہیں (فرار صحابہ در روز احد بتقیق عفو ایشاں بخشئے کہ مطلق ماوے ایشاں در جہنم نباشد مشکوک والیقین لایزول بالیقین مثلہ) دیکھو اللہ جل شانہ تو صاف صاف فرماتا ہے کہ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ کہ ہم نے ان کو معاف کر دیا اور مجتہد صاحب کہتے ہیں کہ عفو یقینی نہیں ہے۔ بھلا جو شخص خدا کے قول کو بھی جھٹلاوے اور کلام الٰہی میں شک کرے اور اس کو یقین نہ سمجھے تو پھر کون مسلمان اس کو اہل ایمان کہے گا اور ایسے منکر آیات قرآنی کو کون دشمن خدا و رسول نہ سمجھے گا قربان مجتہد بھی ایسے چاہئے جو منکر قرآن ہوں عجب حال ہے ان حضرات کا کہ صرف اصحاب نبوی کی عداوت سے ایسے جاہل اور خدا سے بے ڈر ہو گئے ہیں کہ ایسی صریح آیات قرآنی سے بھی شک کرتے ہیں۔ مخاطب جی اگر مجتہد صاحب کی ان آیات سے آپ کی پوری تحقیقات نہیں ہوئی کہ خلجان بدگمان باقی ہے۔ تو آیئے ذرا تیسری آیت کا بھی ملاحظہ فرمایئے شان نزول اس کا یہ ہے کہ جب تیر اندازوں نے بے فرمانی کی کہ جس سبب لشکر اسلام نے شکست کھائی۔ تب خداوند کریم نے اس آیت کو بھیج کر ان صحابہ کے واسطے اپنے حبیب کو اس طرح فرماتا ہے قولہ تعالیٰ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ یعنی پس تو معاف کر دے یہ تقصیر ان کی اور مجھ سے بخشش مانگ واسطے ان کے اور مشورہ کر ان سے کام میں۔ اس آیت شریفہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ ایک تو خدا کی جناب میں یہ اصحاب رسول ایسے مقبول تھے کہ جن کی خدا خود سفارش کر کے اپنے حبیب کو

فرماتا ہے کہ تو یہ ان کی خطا بخش دے۔ اس سے تو پروردگار نے مجتہد صاحب کو بھی اس انکار سے شرمسار کیا۔ جو کہا کہ عفو یقینی نہیں ہے۔ دوم یہ فرمایا کہ اے محمدؐ تو ان کے واسطے مجھ سے بخشش مانگ۔ پس اس فرمان سے تو ان صحابہ کا سچا ایمان اور پکا مسلمان ہونا ثابت ہو گیا۔ کیونکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے واسطے دعا مانگی تو جواب ہوا کہ منافق اور کافر کو خدا ہرگز نہیں بخشتا۔ اور بھی ہمارے حضرت کو فرمایا اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ یعنی اے محمدؐ اگر تو منافق بدکار کافر کے واسطے ستر بار طلب استغفار کریگا تو میں کبھی ان کو نہ بخشونگا۔ دیکھو اگر معاذ اللہ ان صحابہ کے دل میں کچھ بھی نفاق وغیرہ ہوتا کہ جیسا تم کہتے ہو تو کبھی حق تعالےٰ یہ کلمہ نہ فرماتا کہ اے محمدؐ تو ان کے واسطے مجھ سے دعا مانگ۔ سوئم یہ بھی فرمایا کہ تو ہر جہاد وغیرہ میں اُنکی مشورت سے کام کیا کر۔ پس اس سے تو صاف معلوم ہوا کہ یہ اصحاب باصفا حضرت کے ہمراہ ور دخواہ ایسے نیک صلاح تھے کہ جن کے خالص ایمان کا حق تعالےٰ کو خود اطمینان تھا ورنہ منافق اہل کینہ کے ساتھ اپنے وعدے کے موافق خدا ہرگز مشورہ کرنا نہ فرماتا۔ پس اس آیت شریف سے ایک بھاگ جانے کا طعن تو کیا بلکہ تمام حاسدان کے بہتان بدگمان باطل ہو گئے الحمد للہ کہ جو ان صحابہ پر ان کا الزام فرار وغیرہ کا طعن تھا طعن کیسا یہ تو شیعوں کے دین کا ارکان تھا جس کو تو ہم نے خاص خدا کے فرمان ہی سے گرا دیا۔ بلکہ ان کو پشیمان کیا کہ بقول شخص اب کمریں ٹوٹ گئیں چھاتیں پھوٹ گئیں سینے شق ہیں رنگ فق ہیں کف افسوس ملتے ہیں۔ دل ہی دل میں جلتے ہیں۔ عالم حیرانی ہے سخت پشیمانی ہے نہ کچھ بن آتا ہے نہ صبر کو جی چاہتا ہے ذلّت کا عذاب ہے۔ حالت خراب ہے۔ **قولہ** ایک منافق کا بیعت

شیعوں کا اہل رضوان پر طعن

توڑنا قول راوی ہے نہ حدیث معلوم ہے اور جائز ہے کہ راوی کو اس وقت تک ایک منافق کی بیعت شکنی کا حال معلوم ہوا ہو کہ اس نے عاجلاً بیعت کو توڑ ڈالا ہو اور دیگر منافقین کے نفاق کا بیعت شکنی کا حال اس کو نہ معلوم ہوا۔ پس جس طرح سے ایک منافق کے نفاق کا حال ہمارے ایک راوی سے آپ نے مان لیا حالانکہ صدر کلام میں آپ نے دعوی کیا کہ سوائے خالص مخلص ایمان والوں کے اس سفر میں کوئی منافق ہمراہ نہ تھا اُسیطرح سے دیگر روایت ہمارے اور منافقوں کا حال بھی دریافت کر لیجئے اور اپنے دعویٰ کل سے باز آئیے۔ اور اگر اس پر نہ راضی ہو جیئے تو جانے دیجئے اب اہل سنت ہی کی کتابوں سے دو چار کا حال خسران مال سُن لیجئے اور پھر یہ فرمائیے کہ بیعت کنندگان کبھی جادۂ حق سے منحرف نہ ہوئے از انجملہ بیعت کنندگان تحت شجرہ عبد الرحمٰن بن عدیس البلوی المصری ہے کہ جس کے حق میں صاحب استیعاب ابن عبد البر کہ بڑے معتبرین اہل سنت سے ہیں لکھتے ہیں کہ کان فمن بایع تحت الشجرة رسول اللّٰه قال ابو عمر وھو کان الامیر علی جیش القادمین من مصر الی المدینة الذین حصروا عثمان وقتلوہ انتھٰے یعنی عبد الرحمٰن بن عدیس مصری ان لوگوں سے تھا کہ جنہوں نے تحت شجرہ رسول خدا سے بیعت کی تھی اور وہ سردار تھا اس لشکر کا جو مصر سے مدینہ کے آیا اور محاصرہ کیا حضرت عثمان کو اور ان کو قتل کیا۔ ہم

حیران ہیں۔ اس بات میں کہ قاتل دونوں اہل شجرہ سے تھے تو ضرور ہوا کہ حضرات اہل سنت یا دونوں کو جنتی کہیں یا کلاہما فی النار اور اگر احدہما کو جنتی کہیں گے تو ترجیح بلا مرج لازم آوے گی۔ علاوہ اس کی بنا پر دونوں آخر کو کلیت نجات اہل شجرہ باطل ہو جاویگی اور ازاں جملہ بیعت کنندگان تحت شجرہ ابوالغاویہ جو قاتل عمار بن یاسر ہے چنانچہ بن تیمیہ نے رد منہاج الکرامت میں لکھا ہے کہ ان قاتل عمار بن یاسر ابوالغاویہ کان ممن بایع تحت شجرۃ ذکر ذالك ابن حزم وغیرہ یعنی قاتل عمار بن یاسر ابوالغاویہ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے تحت شجرہ بیعت کی تھی۔ چنانچہ حزم وغیرہ علمائے اہل سنت نے ذکر کیا ہے کہ ابن حزم نے کہا ہے کہ عمار بن یاسر کو قتل کیا ابوالغاویہ نے وان ابوالغاویہ ہذا من من السابقین الاولین المہاجرین سے تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے تحت شجرہ بیعت کی تھی۔ اور یہ حدیث کتب فریقین میں مذکور اور مشہور ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ ویح عمار تقتلك الفئۃ الباغیۃ اور کنز العمال میں ہے قاتل عمار وسالبۂ فی النار یعنی قاتل عمار آتش دوزخ میں ہے۔ اور ازانجملہ بیعت کنندگان تحت شجرہ صاحب الجمل الاحمر تھا۔ چنانچہ اسی کتاب کنز العمال میں مذکور ہے لید خلن الجنۃ من بائع تحت الشجرۃ الا صاحب الجمل الاحمر ایضاً فیہ عن جابر کلہا مغفور لہ الا صاحب الجمل الاحمر یعنی بیعت کنندگان تحت شجرہ داخل ہونگے مگر صاحب جمل احمر

اہل رضوان کے طعن کا جواب وحضرت عثمان کی شہادت کا بیان

اقول آنجناب بھی جناب مخاطب بیچارے نے تو بہت کچھ واویلا مچایا۔ مگر خدا کا شان کچھ بن نہ آیا۔ کیونکہ جن کے لئے تو یہ سب طعن بہتان بنائے تھے ان اصحاب ثلاثہ کا تو اس میں کچھ بھی نقصان نہ ہوا اور اس کلام سے ان پر کوئی الزام نہ آیا مخاطب جی دیکھ کر اس اہل رضوان کے طعن سے بھی ہم آپ کو خوب دندان شکن گردن زن جواب سناتے اور جھٹلاتے ہیں۔ حضرت آپ تو ایک راوی کہتے ہیں۔ ہم نے تمہارے چندہا علماء شیعہ امامیہ سے ثابت کر دیا کہ جو اس بیعت میں شامل تھے وہ تو سب بہشتی ایمان میں کامل تھے کہ نہ تو کسی نے اس بیعت کو توڑا نہ ان میں سے کوئی دوزخ کو جاویگا تو پھر اس تمہارے جھوٹے انکار پر اعتبار کر سکتا ہے۔ اور جو آپ نے کتاب استیعاب کا حوالہ دے کر کہا کہ عبدالرحمٰن بن عدیس اہل بیعت شجرہ میں سے تھا۔ کہ جس نے حضرت عثمان کو قتل کیا محض جھوٹ۔ دیکھ صاحب استیعاب تو فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عدیس مصری تو اس گروہ مصریوں کا سردار تھا۔ جو جس میں کسی نے حضرت عثمان کو قتل کیا نہ کہ معاذ اللہ عبدالرحمٰن نے حضرت عثمان کو شہید کیا۔ پھر یہ آپ نے کیوں کہا کہ قاتل اور مقتول دونوں اہل بیعت شجرہ میں سے تھے۔ جناب من حضرت عثمان کے قاتل کا تو آج تک بھی کوئی پتہ ونشان نہیں ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ رومان بن حان اور بعض روایت میں ہے کہ کنانہ بن بشر سے شہید ہوئے۔ پس اور بھی اسی طرح بہت اختلاف ہے۔ پھر کیوں آپ نے اس جگہ صاحب استیعاب کی کچھ ایسی گول مول عبارت لکھ کر لوگوں کو دھوکا دیا۔ دیکھ ہم حضرت عثمان رضی کی شہادت کا بھی کچھ بیان کرتے ہیں پھر جھوٹے بدگمان کو پشیمان کرتے ہیں۔ چونکہ جب حضرت عثمان نے عبداللہ بن سرح

کو ولی مصر کیا تو اس کے ظلم سے نہایت لوگ تنگ ہو کر دو چار سردار عبدالرحمٰن وغیرہ معہ بہت مردمان برائے فریاد مدینہ میں آئے۔ جب بحضور حضرت عثمان کے اس کا تمام ظلم بیان کیا تو حسب مشورہ جناب علی علیہ السلام کے حضرت عثمان نے محمد بن ابو بکر کو معہ ایک جماعت مہاجر و انصار کے مصر کا حاکم کر بھیجا کہ بعد دریافت حال عبداللہ بن سرح کو معزول کر دینا۔ جب وہ لشکر تین منزل پر پہنچا تو وہاں ایک حضرت عثمانؓ کا غلام شتر سوار پکڑا گیا جس سے ایک خط بدیں مضمون نکلا کہ امیر المومنین عثمانؓ کی طرف سے عبداللہ بن سرح کو معلوم ہو کہ محمد بن ابی بکر ایک طائفہ کے ساتھ آتے ہیں ان کے قتل کے واسطے کوئی حیلہ بنانا پس محمدؐ بن ابی بکر نے خاص و عام کے روبرو وہ نامہ پڑھا تو سب حیران و پریشان ہو کر مدینہ کو واپس آئے۔ جب سب اصحاب اکرام نے وہ ارقام دیکھا تو نہایت متعجب ہو کر جناب امیر علیہ السلام طلحہ و زبیر وغیرہ وہ خط لے کر حضرت عثمان کے پاس گئے۔ پوچھا کہ یہ غلام اور اونٹ تیرا ہے۔ فرمایا کہ میرا ہے پھر پوچھا کہ یہ خط تم نے لکھا ہے حضرت عثمانؓ نے قسم کھائی کہ نہ میں نے لکھا ہے نہ کسی کو لکھنے کا حکم دیا ہے نہ اس کی کچھ خبر رکھتا ہوں پس جناب امیر اور طلحہ وغیرہ کو حضرت عثمانؓ کی قسم پر یقین آیا اور گمان ہوا کہ یہ نامہ مروان نے لکھا ہے جو عبداللہ بن سرح کا رشتہ دار تھا۔ مگر بعضے بدگمان لوگوں کو اطمینان نہ ہوا۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کو گھیر لیا اور پانی وغیرہ بند کیا۔ جب یہ خبر حضرت امیر علیہ السلام کو پہنچی تو دونوں امامین حسنؓ و حسینؓ کو معہ غلام قنبر وغیرہ کے بھیجا کہ تم حضرت عثمان کے دروازے پر کھڑے ہونا اور لوگوں کو اندر جانے نہ دینا۔ لیکن اہل فساد بدنہاد نے کسی کا کہنا نہ مانا۔ آخر دو تین شریر پیچھے دیوار سے پوشیدہ چڑھ کر آئے تب حضرت عثمانؓ تلاوت قرآن میں مشغول تھے۔ اور آپ کا خون آیت فسیکفیکھم اللہ پر پڑا جب یہ خبر امیر علیہ السلام کو پہنچی تو آپ دوڑے جناب حسنین کو سخت عتاب کیا۔ اور قاتل کی تلاش کی تو کوئی پتہ نہ ملا کہ اب تک اس قاتل مردود کی خبر نابود ہے پھر کیوں تم نے عبدالرحمٰن بن عدیس کو حضرت عثمان کا قاتل بنا لیا اور کیوں ایسا جھوٹ لکھ کر بیچارے جاہلوں کو دھوکا دیا۔ اور جو آپ نے کتاب منہاج الکرامت وغیرہ کا نام لیکر یہ

حضرت عمار کے قاتل کا ذکر وبغاوت کا بیان

بھی ارقام کیا کہ ابو الغادیہ اہل رضوان قاتل عمار بن یاسر تھا تو اس کذب شدید کی بھی ہم چند وجہ تردید کرتے ہیں۔ اوّل تو ہماری کسی معتبر کتاب میں قاتل عمار کا بھی کوئی پتہ و آثار نہیں ہے۔ دوم کنز العمال میں یہ کوئی احوال نہیں ہے کہ قاتل عمّار آتش دوزخ میں ہو۔ یہ سب جھوٹ۔ ہاں البتہ اتنا حضرت نے فرمایا کہ اے عمار تمکو قتل کریگا ٹولہ باغی۔ سو جناب من اگر ہم فرض کریں اور مان لیویں کہ لاانسلم حضرت عثمان اور عمّار کے قاتل ہی تھے کہ جن کا نام آپ نے ارقام کیا ہے اور انہیں کو حضرت نے باغی بھی کہا ہو پھر بھی اہل رضوان و جنگ صفین وغیرہ کے قاتل و مقتول کی بغاوت و خطا تو ہم ایسا سمجھیں گے جیسا کہ اکثر پیغمبروں اور تمام آئمہ علیہ السلام کی اولاد میں بھی ایسے کام نافرجام بحالت طبع بشری سرزد ہوئے ہیں۔ تو پھر بھی ہم مسلمان ان پہ بدگمان نہیں ہوتے۔ چنانچہ اوّل یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا تنازع اور عناد بلکہ خون تک فساد قرآن میں عیاں ہے۔

دوم تمہاری مجالس المؤمنین میں ہے جو معتبر کتاب شیعہ سے ہے کہ محمد بن الحنفیہ بن حضرت علیؓ نے دعوے
اپنی امامت کا کیا۔ اور حضرت امام زین العابدین کی امامت کا منکر ہوا تاکہ حجر الاسود تک نوبت پہنچی اور حجر الاسود
نے امام زین العابدین کی امامت پر شہادت بھی دی تو بھی محمد بن حنفیہ اپنی زیست تک دعوائے امامت سے
دست بردار نہ ہوئے اور عناد و فساد سے باز نہ آئے تب بھی تو شیعہ محمد بن حنفیہ کو معصوم جانتے ہیں اور کوئی
کلمہ ترک ادب اُن کی شان میں نہیں کہتے۔ سوم مختار ثقفی بھی کہ بلا اجماع منکر امامت زین العابدین کا تھا جس سے
اور بھی کام بدانجام معصوم کے حق میں واقع ہوئے یہاں تک کہ پسر جلبی حضرت کو جو عبداللہ نام تھا کوفہ میں قتل
کر ڈالا۔ پس دیکھو باوجود ایسے ظلم اور ستم کے شیعہ اس کی فضیلت کے قائل ہیں۔ جیسا تمہارے نوراللہ
شوستری نے علامہ جلبی سے روایت نقل کی ہے "درحسن عقیدت او شیعہ را سخنے نیست۔ غایت الامر
چوں بر بعضے ازاعمال او اعتراض داشتہ اند و از بدم شتم تناول نمودہ اند و حضرت امام محمد باقر بریں معنے
اطلاع یافتہ شیعہ را از تعرض مختار منع نمود کہ او کشندگان ما را گشت و مباح ما فرستاد الخ" چہارم مجالس المؤمنین
میں نوراللہ شوستری نے ابوبکر حضرمی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ زید شہید امام محمد باقر کی امامت کا قطعی منکر
ہوا اور اپنی امامت کا دعوے اس طرح کیا کہ تلوار لے کر کہا کہ ہم اہل بیت میں سے امام وہ ہے جو آشکارا
تلوار لیکر خروج کرے۔ نہ وہ کہ اپنی امامت کو پوشیدہ رکھے۔ پس شیعہ زید شہید اور اس کی اولاد سے کچھ
بھی بدگمانی نہیں رکھتے ہیں۔ بلکہ سب کو واجب المحبت جانتے ہیں پنجم امام حسن عسکری و حضرت جعفر ثانی بن
نقی علیہ السلام کا آپس میں امامت کی بابت نہایت ہی دور و دراز تنازع بے انداز رہا علیٰ ہذا القیاس اسی
طرح تمام آئمہ علیہ السلام کی اولاد میں بہم دیگر عناد و فساد رہے تاکہ خروج تلوار تک اشرار پہنچے۔ اگر جن کو یہ
فتور اور بھی زیادہ دیکھنے منظور ہوں۔ وہ مجالس المؤمنین و کلینی وغیرہ معتبر کتب شیعہ میں دیکھ لے کیوں
صاحب جو امام معصوم سے باغی ہوئے اور قتل تک بھی نوبت پہنچی وہ تو آپ کے نزدیک واجب المحبت
ہیں۔ اگر اسی طرح ہم نے بھی حضرت عثمانؓ و عمار کے قاتلان وغیرہ پر کچھ طعن نہ کیا تو کیا نقصان ہوا
کیونکہ جب معصوم کے باغی مرحوم ہوئے اور کی بغاوت کی کیا شکایت ہے الحمدللہ کہ اہل رضوان کے طعن
سے بھی شیعہ خود پشیمان ہوئے حضرت سلامت آپ کا مقدمہ تو صرف اصحاب ثلاثہ پر تھا جن کو تو اس آپ
کی کلام بے انجام سے کوئی بھی الزام نہ آیا۔ بلکہ عبدالرحمن اور ابوالغادیہ کے بیان نے تو الٹا آپ کو جھٹلایا کیا

مغیرہ بن شعبہ کا ذکر

فائدہ آیا۔ اور بھی اس مقام پر مخاطب نے اہل رضوان کے الزام کو تو بہت کچھ کلام خام ارقام
کے آخر جس کی یہ نظیر فرمائی کہ تحت شجرہ مغیرہ بن شعبہ بھی تھا جو معاویہ کی ملازمت میں بانی مبانی عمارت یزید
کا ہوا۔ جواب حضرت اگر مغیرہ نے کوئی مقام یزید کا بنوایا بھی ہو تو اس کام میں کیا الزام ہے۔ ہاں اگر کہو کہ عمارت

یزید کی بنا کیوں پہلے مغیرہ نے کی ہے۔ سو جناب اس کام کا الزام معاذ اللہ حسن علیہ السلام پر زیادہ آتا ہے کہ جس نے اول سے ہی خلافت امیر معاویہ کے سپرد کر دی کہ جس کا مستحق یزید پلید ہوا جیسا تمہارے صاحب فصول وغیرہ لکھتے ہیں کہ بماہ ربیع الاول سنہ ۴۱ھ ہجری کو حضرت امام حسن علیہ السلام نے یہ خلافت نبوی بطور صلح نامہ امیر معاویہ کو دیدی جس لئے امام حسین علیہ السلام نے بھی فرمایا کہ میں بہت ہی برا جانتا ہوں اس کو جو کچھ کہ میرے بھائی حسن نے کیا ساتھ صلح کرنے معاویہ سے اگر میرا بھائی تلوار سے میرا ناک کاٹ لیتا تو مجکو ناگوار نہ گذرتا پس اسی واسطے تو شیعہ حسن علیہ السلام سے انحراف باطنی رکھتے ہیں بلکہ بعضے موقعہ پر ظاہر بھی کر دیتے ہیں۔ کیوں صاحب اب فرمائیے کہ بانی مبانی خلافت یزید کا کون مرتد ہوا۔ کیوں ایسے جھوٹے افترا بناتے ہو۔ اور لوگوں کو سناتے ہو اور کیوں وہ دلائل لاطائل کرتے ہو کہ جس سے اہل بیعت کی بھی ہتک ہو۔ اس گمراہ ٹولے ابن سبا کو اندھے ہاتھی کی طرح نہ اپنا لشکر معلوم ہوتا ہے نہ غیر کا نہ ہارا آگا دیکھتے ہیں نہ اپنا پیچھا سنبھالتے ہیں کہ اس کلام سے صحابہ کو الزام آتا ہے یا آئمہ علیہ السلام کی ہتک ہوتی ہے۔ جیسا کہ اہل رضوان پر یہ طعن کر کے الٹا آپکو پشیمان بنایا گیا ہاتھ آیا +

چھٹی آیت کی بحث صحابہ کی فضیلت میں

چھٹی آیت لولا کتاب من اللہ پر بحث

شان نزول اس آیت شریفہ کا یہ ہے کہ جب جنگ بدر کی فتح ہوئی اور ستر کفار قید میں آئے تب رسول خدا نے اپنے صحابہ سے مشورہ لیا کہ اس میں تمہاری کیا رائے ہے حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہئے۔ اور حضرت عمرؓ نے التماس کی کہ میرے نزدیک جو جس کا رشتہ دار ہووے اپنے رشتہ دار کو قتل کرے کہ محبت خدا کے مقابلے میں کسی کی محبت اور رشتہ کا لحاظ نہ کرے مگر حضرت نے رائے صدیق اکبر کو پسند کیا اور قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا کہ سب علماء شیعہ بھی اس کے متفق ہیں۔ تب حضرت عمر کی رائے کے موافق یہ آیت نازل ہوئی لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم ۵ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے آگے نہ لکھا ہوتا تو البتہ نازل کرتا خدا تعالیٰ اس تمہارے لینے یعنی فدیہ لینے کے سبب سے عذاب سخت اور پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا آسمان سے تو سوائے عمرؓ اور سعد کے کوئی نجات نہ پاتا۔ پس اس آیت کی تفسیر و تحریر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی کہ جس کو خدا تعالیٰ کی ایسی محبت تھی کہ جن کا کفار پر نہایت سخت ہونا اور خدا کی راہ میں اپنی قرابت اور برادری کا کچھ خیال نہ کرنا پس کامل الایمان اور اسلام اسی کا نام ہے قال المخاطب متعصب العظیم العجب کل العجب کہ حضرت مخاطب باشور و شغب مدعی بیان آیات فضائل صحابہ ہے۔ لیکن خدا نے کیسا عقل پر پردہ ڈالا ہے کہ قلم عجوبہ رقم سے وہ آیت نکلتی ہے

جو نص صریح اور پر مذمت صحابہ کبار سنیاں کے ہے اور جن سے بدینی اور دنیا طلبی صحابہ کی اور ان کا
سزاوار و مستحق عذاب عظیم ہونا ثابت ہے کہ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ
حَكِيْمٌ ۝ لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ یعنی اے اصحاب رسول تم لوگ طالب ہیں
مال دنیا ہو اور خدا خواہاں ثواب آخرت ہے اور خدا عزیز و حکیم ہے اور اگر نوشتہ خدا پیشتر نہ گذرا ہوتا
تو ہر آئنہ بھیجتا تم کو بیچ اس چیز کے کہ لیا تمنے عذاب عظیم غرض جناب باری عز اسمہٗ کی سرزنش کرنا صحابہ کا
جنہوں نے دوست رکھا اسیران بدر سے فدیہ لینے کو جن کی راس و رئیس حضرت ابوبکر تھے ۔ کہ تم دیندار
ہوتے تو طالب مال دُنیائے فانی نہ ہوتے ۔ بلکہ ثواب باقی ہوتے ۔ اور خدا عزیز و قہار تم پر اس
دنیا طلبی اور بے دینی پر عذاب کرتا ۔ لیکن حکمت اس کی تقتضی عذاب نہیں ہوئی اور اگر بمقتضاء
اپنی حکمت کے پیشتر اس سے تم پر عذاب سخت نازل کرتا ۔ ہاں یا رو ہم تم سے یہ نہیں کہتے ۔ کہ غور و
فکر کرو ۔ بلکہ تم آنکھیں بند کر کے اپنے حافظوں کی طرح ٹٹول لو ۔ تب بھی اس آیت میں حضرات صحابہ
کے لئے وہ صحابہ جن کو تم کبار کہتے ہو سوائے عذاب عظیم کے کچھ نہ پاؤ گے ۔ اب تبلاؤ کہ یہ آیت مذمت صحابہ
کی ہے یا تعریف صحابہ کی ۔ لیکن الٹی سمجھوں کا کیا علاج ہے **اقول** وَالْمُسْتَعِيْنُ بِالرَّبِّ الْكَرِيْمِ اس تمام کلام
خام کا خلاصہ المرقام یہ ہے ۔ مخاطب نے کہا کہ اس آیت میں کوئی فضیلت صحابہ کی نہیں ہے ۔ بلکہ اس
بیان سے ان کی مذمت عیاں ہے ۔ **جواب** کیوں صاحب جن کی منشاء کے موافق رضا الٰہی ہو اور جن
کی رائے پر خدا آیتیں نازل کرے اور جو اوروں کی محبت کو ناچیز و ایک خدا کو عزیز جانے اور بھی
جن اصحاب کبار کو پروردگار مہاجرین و اہل بدر میں شمار کرے ۔ تو یہ دلائل ان کے فضائل میں ہیں
یا مذمت میں دیکھو ان صحابہ کی شان میں یہ تمام بیان ہم تمہاری ہی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں چنانچہ
تمہارے صاحب خلاصۃ المنہج اس آیت "لولا کتاب من اللہ" کی تفسیر میں یوں تحریر کرتے ہیں (کہ روز بدر
ہفتاد تن اسیر شدند و از جملہ ایشاں عباس و عقیل بودند حضرت در باب ایشاں با صحاب مشورہ کرد
ابوبکر کہ از مہاجرین بود گفت یا رسول اللہ اکارب و اصاغر ایں قوم اقارب و عشائر تو اند اگر ہر ایک
بقدر طاقت و استطاعت فدیہ بدہد باشد کہ **بعضے** بدولت اسلام برسد الخ) اور اسی طرح صاحب مجمع
البیان طبرسی و ابن جمہور شیعہ امامیہ اور علامہ رازی صاحب بھی کنز ل العرفان وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ
اسیران بدر کی بابت صدیق اکبرؓ نے کہا کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہیے اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ ان
کو قتل کرنا جائز ہے ۔ چنانچہ حضرت نے فدیہ لے کر چھوڑ دیا تب یہ آیت نازل ہوئی پس اس آیت
اور شیعوں کی روایت سے چند فائدے حاصل ہوئے اوّل تو حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کا اہل بدر

میں سے ہونا ثابت ہوا۔ کہ جن بدریوں کی شان میں حق سبحانہ وتعالےٰ نے وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ
فرمادیا کہ ہم دور کر دیویں گے گناہ تمہارے اور بخش دیویں گے تم کو اور اسی طرح صاحب مجمع البیان و
خلاصۃ المنہج بھی لکھتے ہیں (کہ خدا تعالےٰ بدریاں را وعدہ مغفرت داد و ایشاں را خطاب مستطاب
اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ نوازش فرمود) پس ان آیتوں سے صاف ثابت ہو گیا کہ یہ حضرت کے اصحاب عالیجناب
ابو بکرؓ و عمر ابن الخطاب اہل بدر بھی تھے اور خدا نے ان کو قطعی بخش بھی دیا۔ دوم اصحاب ثلاثہ کا مہاجرین
سے بھی ہونا ٹھیک ٹھیک تصدیق ہو گیا۔ جیسا کہ صاحب خلاصۃ المنہج نے کہا "ابو بکر کہ از مہاجرین
بود۔ پس وہ مہاجرین کہ رب العالمین نے جن کی شان سے تمام قرآن بھر دیا اور اُن
کے حق میں عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ کا وعدہ فرمایا کہ میں ان کی سب بھول
چوک کو معاف کر دونگا اور ان کو بہشتوں میں داخل کرونگا۔ سوم رسول خدا کا ان خلفاءؓ سے
سے مشورہ کرنا بھی ثابت ہوا کہ جس سے تو شیعوں کے سب طعن بدگمان باطل ہو گئے کیونکہ معاذ اللہ
اگر یہ خلفاء باصفا صادق المحبت و واثق المشورت نہ ہوتے تو کبھی پیغمبر علیہ السلام ان سے مشورہ نہ لیتے
چہارم۔ خدا کی رضا کے موافق حضرت عمرؓ کی منشاء کا ہونا کہ جس مقصود کے واسطے یہ آیت خود موجود
ہے پنجم حضرت عمرؓ پر خدا کی محبت ایسی غالب تھی کہ جس کے سبب کافروں پر یہاں تک سخت ہوئے
کہ اپنے قرابت اور برادری کا بھی کچھ خیال نہ کیا ان کے مارنے پر مستعد ہوئے۔ مخاطب جی اب فرمائیے
کہ اس آیت اور روایت سے اصحاب ثلاثہ کی مذمت ثابت ہوئی یا کہ فضیلت پھر بھی اچھی طرح غور
سے نظر کیجئے۔ نہیں تو ذرا عینک ہی لگا کر دیکھ لیجئے۔ مگر کور را آئینہ چہ کند۔ پھر کیوں کہا کہ یہ نص
صریح اوپر مذمت صحابہ کے ہے اور اس کا خطاب جناب باری نے صحابہ کو فرمایا ہے۔ جھوٹا کذاب ہمیشہ خراب
اس کا خطاب تو ظاہر پیغمبر عالی جناب کی طرف ہے۔ جیسا فرمایا قولہ تعالیٰ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ
لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ
لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ط یعنی اے محمدؐ نہ چاہئے کسی پیغمبر کو
کہ قیدیوں سے فدیہ لیں بلکہ ان کو قتل کریں۔ بیچ زمین کے کیا لیا چاہتے ہو تم مال دنیا کا۔ اور
خدا چاہتا ہے تمہارے واسطے ثواب آخرت کا اور اللہ غالب و دانا ہے۔ اگر نہ لکھا گیا ہوتا پہلے یعنی
یہ کہ نادانی پر اللہ مؤاخذہ نہ فرمائے گا۔ یا اہل بدر پر عذاب نہ کرے گا یا پھر غنیمتیں تم پر حلال فرماویگا۔
تو البتہ پہنچتا تم کو اس فدیہ لینے کے سبب سے عذاب بڑا۔ اگر اب بھی اس آیت کریمہ کو مذمت
میں داخل کرو اور اس کا الزام صحابہ کو دو تو پھر جناب کسی اصحاب کا کیا نام یہ الزام تو تم دیدہ دانستہ رسول

علیہ السلام کو دیتے ہو۔ کیونکہ اس فعل کے فاعل تو وہی ہر سے مقدم تر تھے اور پروردگار بھی آپ ہی کو
مخاطب ہو کر ما کان للنبیؐ فرماتا ہے تو پھر فرمائیے کہ اس آیت میں کہاں صحابہ کی بے دینی اور دنیا طلبی کا
ذکر ہے اور کون مستحق عذاب عظیم کا بھی ہوا کچھ شرم بھی آتی ہے یا نہیں کیوں ایسے جھوٹے افترے
بنا کر ناحق حضرت کو بھی الزام لگاتے ہو۔ اور کیوں اس طرح محرف قرآن ہو کر اپنا ایمان گنواتے ہو حضرت
جن اصحاب اکرام کو آپ یہ الزام لگاتے ہیں۔ ان کو تو خود تمہارے ہی راوی بری بناتے ہیں۔ جیسا کہ تمہارے
صاحب منہج الصادقین وغیرہ اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث تحریر کرتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ اگر اس
فدیہ لینے کے سبب آسمان سے عذاب نازل ہوتا تو سوائے عمر و سعد بن معاذ کے کوئی نجات نہ پاتا
پس تم اپنے زبان سے آپ ہی پشیمان ہوئے۔ دیکھو یہ اصحاب رسول تو بارگاہ الٰہی میں کیسے مقبول
تھے۔ کہ جب حضرت کے اصحاب نے یہ عذاب سن کر خوف کھایا اور بدر کی غنیمتوں سے ہاتھ اُٹھایا
تو پھر اسی وقت ذات الٰہی نے یہ دوسری آیت نازل فرمائی۔ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ط
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ہ یعنی فرمایا خدا تعالےٰ نے کہ کھاؤ مال غنیمت جو فدیہ بھی اس میں ہے کہ حلال
و پاک ہے۔ تم کو اور ڈرو اللہ سے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ سبحان اللہ حق تعالےٰ نے توشیخین کا رتبہ
کیسا اعلےٰ کیا کہ ایک تو جناب باری نے حضرت عمر کی منشاء کے موافق پہلی آیت کو بھیج کر آپ کو خوش کیا
دوسرا صدیق اکبر کی رائے کو بھی تصدیق کر کے اسی وقت اِس آیت فکلوا کو نازل کر دیا تاکہ اس
صادق الاعتقاد کا بھی دل شاد کیا یعنی اس خطا کو بھی معاف کر کے آئندہ ہمیشہ کیلئے فدیہ حلال فرمادیا
کیوں مخاطب جی جن کی رائے اور منشاء کو خدا و رسول نے اس طرح پسند کیا اور جن کا دل خدا نے بھی رنج
نہ کیا تو جو اُن کو برا کہتے اور رنج دیتے ہیں ان بد اعمال کا تو کیا حال ہوگا اور جو اس مقام پر اپنی تفاسیر خلاصۃ
المنہج اور مجمع البیان وغیرہ کے بیان میں مخاطب نے یہ ارقام کیا ہے۔ کہا ہے کہ جو روایتیں کہ ماخذ ان کا
کتب اہل سنت ہیں۔ بغیر اثبات تصدیق علماء شیعہ شیعوں پر حجت نہیں ہو سکتی۔ جواب ہم پوچھتے ہیں کہ
تفسیر خلاصۃ المنہج کا مصنف علامہ کاشانی صاحب امامیہ ہیں یا نہیں اور مجمع البیان کے مؤلف طبرسی صاحب
بھی علماء شیعہ ہیں یا نہیں ساگر یہ شیعہ ہیں اور انہوں نے حضرت ابا بکر صدیق اور عمر فاروق کا اہل بدر و
مہاجرین سے ہونا تصدیق بھی کیا ہے۔ تو پھر کیوں کہا کہ بغیر تصدیق شیعہ شیعوں پر حجت نہیں ہو سکتی۔
ہاں اگر کہو کہ یہ ہمارے راوی جھوٹے یا بے اعتبار ہیں تو خیر ان کو بھی جانے دو اور لو دیکھئے اسی طرح تو
کنز العرفان سے تمہارے رازی صاحب اور ابن جمہور وغیرہ نے بھی اپنی تفاسیر میں تحریر کیا ہے کہ جن کا
پانچویں آیت کی بحث میں ذکر ہو چکا ہے۔ اب کون کون اپنے علماء کو جھٹلاؤ گے اور کس کس اپنے مجتہد

اور پیشواء کو کاذب بناؤ گے۔ خدا کی رضا مخاطب نے تو اپنے سب اگلے پچھلوں کو بھی جھٹلایا تب بھی کچھ فائدہ تو نہ آیا اور بھی اگر اس جگہ اپنی عادت کے موافق کہو۔ جیسا کہ اکثر آپ اپنی روایات کی بابت کہتے ہیں کہ یہ روایت ہمارے علماء نے کتب اہل سنت سے برائے الزام دشمن کے ارقام کی ہے حضرت اس آپ کی تحریر جھوٹی تقریر کو تو کوئی عاقل پذیر نہیں کرتا۔ کیونکہ جب ان مقصود کی ہر جگہ کتابیں موجود ہیں۔ تو پھر کون اپنے کام کا دوسرے کو جھوٹا الزام دے سکتا ہے ہاں البتہ آپ تو اس کار کے بڑے ہوشیار ہیں لیکن تب ہی تو آپ کو ہار بھی آتی ہے ۔ اور بھی اگر آپ اس میں سچے ہوتے تو ان روایتوں کو کہ جن سے ہم تم کو الزام دیتے ہیں۔ ان کا حرف بحرف معہ اسی عبارت کے اوّل و آخر تک اپنی کتابوں سے لکھ کر ہم کو دکھلا دیتے۔ تب اس کا نام لیتے ورنہ اس جھوٹے انکار پر کون اعتبار کرتا ہے۔ اور بھی ہمارے مخاطب بیچارے کو جب کسی اپنی روایت کی بابت کوئی بات بن نہیں آتی تو پھر یا تو مطلق اس سے انکار کر جاتے ہیں یا احادو غیرہ کہ کر اس کو جھٹلاتے ہیں یا اس طرح کچھ گول مول لکھ کر اپنا دامن چھڑاتے ہیں۔ جیسا کہ اس جگہ فرماتے ہیں کہ ان روایتوں کا مأخذ کتب اہل سنت سے ہے اور اس کا مضمون بھی موافق کتب اہل سنت سے ہے۔ حضرت اس بات لغویات کا ہم کیا جواب دیویں کہ جس کا تو نہ کوئی سند نہ ثبوت نہ آگا نہ پیچھا۔ صرف گپّی میں روڑا پاکر بجا دیئے۔ بھلا یہ کس آیت یا حدیث میں ہے۔ یا کس کتاب کی روایت ہے۔ کہ جو مسئلہ متفق علیہ ہو وہ نہ مانا جاوے۔ کیوں ایسے جھوٹ لکھ کر آپ کو جھوٹا بناتے ہو۔ یہ تو لڑکے بھی جانتے ہیں کہ جو مابین مسئلہ طرفین ہو وہی تو ہر سے مُعتبر ہوتا ہے۔ مخاطب جی ایسی واہیات تباہیاں لکھ کر آپ کو مصنف کتاب تو کہلایا مگر کہیں ثبوت سند مضبوط کے سوائے تو الٹا آپ کو خجل و خوار شرمسار بنایا۔ کیا ہاتھ آیا +

ساتویں آیت کی بحث صحابہ کی فضیلت میں

ساتویں آیت والذین آمنوا و جاھدوا پر بحث

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ۝ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں اور ان کی مغفرت و رزق باکرامت ہے۔ پس حق تعالٰے تو حضرت کے یار اصحاب کبار مہاجر و انصار کے حق میں فرماتا ہے۔ کہ جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھر بار کو چھوڑا اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی وہی سچے مسلمان ہیں۔ اور ان کے واسطے کمال میری بخشش و رزق باکرامت ہے۔

اب کون شخص ہے جو ایسے خدا کی شہادت سن کر پھر کسی حضرت کے یار مہاجر و انصار کے ایمان میں کچھ شبہ کرے یا ان کے بہشتی ہونے میں شک رکھے۔ **قال المخاطب المتعصب العظیم** ترجمہ آیت تو اترجم فراضیہ سے دیکھ کر آپ نے لکھا۔ مگر افسوس ہے کہ لڑکے صرف و نحو پڑھنے والے بھی کسی قدر مبتدا خبر سمجھ لیتے ہیں۔ مگر آپ کچھ نہیں سمجھتے۔ جناب والا سنئے اور سمجھئے کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا خبر ہے اس مبتدا کی جس میں چند قیدیں جناب باری نے لگائی ہیں۔ اوّل ایمان۔ دوم مہاجرت۔ سوم جہاد فی سبیل اللہ پس جن لوگوں میں یہ تینوں باتیں پائیں گئی ہیں۔ ان کو خدا فرماتا ہے کہ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا اور جو لوگ مصداق ثلثہ کے نہیں وہ تحت اس آیت کے ہرگز نہیں داخل ہو سکتے اور گستاخی معاف۔ مکرر گزارش ہو چکا ہے۔ کہ آپ کے حضرات ثلاثہ اُن صفات ثلاثہ سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ اس واسطے کہ نہ حقیقت میں وہ ایمان بخدا اور رسول لائے اور نہ مہاجرت فی سبیل اللہ اور نہ جہاد فی سبیل اللہ کیا بلکہ ایمان اور مہاجرت اور جہاد ان کا کلمہ بطمع مال دنیا تھا۔ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ اگر یہ طالبین دنیا مہاجر اور انصار نہیں ہیں تو کون ہیں بیان سابقہ گذرا کہ راس و رئیس دونوں طالبین دنیا حضرت ابوبکر تھے۔ جن کی رائے شریف بشارت لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم ان کی شان میں نازل ہوئی۔ الغرض ایمان منافقوں کا کس شمار میں ہے۔ جواب بار بار ان کو تحت الذین آمنو میں داخل کرتے ہیں۔ خدا بدترین صحابہ کو بدترین کفار میں شمار کرے اور فی الدرک الاسفل من النار کہے اور آپ اُن کو مومنون حقا لہم مغفرۃ و رزق کریم کہیں جب خدا سامنے ہوگا تب ان فرخرف تقریروں کا مزہ معلوم ہوگا۔ ابھی زبان و قلم اختیار میں ہے جو چاہو سو کہئے۔ ہم نے سابق میں بیضاوی اور مشکوٰۃ شریف سے لکھا ہے کہ مفہوم مہاجرت عن الشرک وہجرت عن المعاصی اور ہجرت اوطان الدین سب داخل ہے اور آپ کے ثلاثہ کی ہجرت عن المشرک والمعاصی اور ہجرت الدین غیر مسلم ہے بلکہ ہجرت ان کی بشہادت خدا تریدون الدنیا المدنیا تھی اور شرکت جہاد ان کی بطمع مال غنیمت تھی اور وقت مجاہدہ بجز بھاگ کھڑے ہونے کے ان سے کچھ عمل میں نہیں آیا ان سب باتوں کا ہم ثبوت بوجہ احسن آپ ہی کی کتابوں سے کر چکے ہیں اب تکرار بے کار ہے **اقول** والستعین بالرب الکریم اب پھر مخاطب ذہین صحابہ مہاجرین کی اس طرح توہین کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ اس آیت میں جناب باری نے تین قیدیں لگائی ہیں اوّل ایمان۔ دوم مہاجرت۔ سوم جہاد فی سبیل اللہ اور حضرات ثلاثہ نہ حقیقت میں ایمان بخدا و رسول لائے نہ ان کی ہجرت فی سبیل اللہ تھی نہ جہاد للہ فی اللہ تھا بلکہ ان کا ایمان اور مہاجرت اور جہاد کلہم بطمع مال دنیا تھا جواب ہم اس انکاری مدقق بیباری کا

کیا علاج کریں کہ باوجود اتنے ثبوت کے پھر بھی وہی بار انکار ہے۔ کیوں صاحب اس گلے ہوئے گیت گانے سے کیا مزا اور بار بار کے انکار سے بھی کیا حاصل یہی کہ برعکس قرآن ہو کر اپنا ایمان گنوایا کیا فائدہ آیا۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ ان کسی بات کا کوئی ثبوت بھی دیتے ہو یا صرف اپنی زبان ہی سے ان کو منافق وغیرہ کہتے ہو۔ جناب ان اصحاب کی شان میں تو آپ سے کچھ بھی نقصان نہ ہوسکا۔ ہاں اپنی زبان بدکلام کو تو آپ نے اس قدر دوڑایا کہ اپنے نامۂ اعمال کی طرح ورق کے ورق سیاہ کر دیئے جس کا تو سوائے دشنام بدکلام کے کوئی ورق اور صفحہ خالی نہ چھوڑا مگر ثبوت کے سوائے تو اُلٹا آپ کو پشیمان بنایا۔ کیا ہاتھ آیا۔ دیکھو اس آیت شریفہ میں تو نہ کسی قید کی ضرورت ہے نہ کوئی تفسیر کی حاجت ہے۔ پروردگار تو سب مہاجر و انصار کے حق میں صاف صاف فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں۔ اور ان کے لئے میری بخشش و رزق باکرامت ہے۔ دیکھو۔ حق تعالیٰ ان حضرت کے یار مہاجر و انصار کا کیا کیا شان بیان فرماتا ہے اور کس طرح ان کی جان فشانیاں اور کارگذاریاں اپنے بندوں کو سناتا ہے۔ کہ انہوں نے خاص میری اور میرے رسول کی محبت میں اپنے وطن اور گھر کنبے قبیلے کو چھوڑ کر اور طرح طرح کے رنج اور بلائیں مصیبتیں اٹھائیں کہ میں بھی ان کو بڑے مرتبے دوں گا اور ان کو بہشتوں میں داخل کر دوں گا۔ پھر حضرت وہ آپ کی چند قیدیں کہاں ہے۔ کیوں ایسے نئے نئے افترا بناتے اور لوگوں کو سناتے ہو۔ اگر اس ہماری تلقین پر آپ کو یقین نہ ہو تو دیکھو تمہارے صاحب خلاصۃ المنہج بھی تو اپنی تفسیر میں اس آیت کا معنے اس طرح تحریر کرتے ہیں (وآنانکہ گرویدند بخدا و رسول و ہجرت کردند جہاد کردند در راہ خدا واطاعت او نمودند وآنکہ بعد از تصدیق جائے دادند اہل ہجرت را و یاوری کردند پیغمبر صلعم در قتال مشرکاں براستی و درستی مر ایشاں راست آمرزش از خدائے و روزی نیکو بے رنج و نفس قوت انتہےٰ) اگر اس مفسر کے فرمان سے بھی آپ کا اطمینان نہ ہوا ہو تو ذرا دوسری اپنی تفسیر مجمع البیان کا بھی بیان سنئے (ثُمَّ عَادَ سُبْحَانَہٗ اِلٰی ذِکْرِ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَمَدَحَهُمْ وَاَثْنٰی عَلَیْهِمْ فَقَالَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَصَدَّقُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَهَاجَرُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَوْطَانِهِمْ یَعْنِیْ مِنَ الْمَکَّةِ وَجَاهَدُوْا مَعَ ذٰلِكَ فِیْ اِعْلَاءِ دِیْنِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَنَصَرُوْا اَسْکَنُوْهُمْ اِلَیْهِمْ وَنَصَرُوْا النَّبِیَّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا اَیْ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَقَّقُوْا اِیْمَانَهُمْ بِالْمُهَاجَرَةِ وَالنُّصْرَةِ اِلَخ) ترجمہ یعنی پھر رجوع کیا اللہ پاک نے طرف ذکر کرنے

مہاجرین وانصار کے۔ اور اں کی صفت وثنا کی فرمایا کہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا انہوں نے اللہ کی راہ میں۔ اور تصدیق کی انہوں نے اللہ اور اُس کے رسول کی اور ہجرت کی اپنے گھروں وطن سے یعنی مکہ سے مدینہ کی طرف چلے گئے۔ اور جہاد کیا انہوں نے خدا کے دین کی ترقی کیلئے اور ان لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی پیغمبر کی وہی لوگ سچے مسلمان ہیں اس لئے کہ انہوں نے اپنے ایمان کو ہجرت کرکے اور مدد دیکر ثابت کر دیا۔ کیوں صاحب اب تمہاری بتدا خبر کی کیا جزا نکلی اور اس چند قید سے بھی کیا امید ہوئی یہی کہ جنہوں نے حضرت کے ساتھ ہجرت کی یعنی مکّہ سے مدینہ کو گئے۔ جہاد اور امداد دی وہی سچے ایمان والے ھم المؤمنون حقا کے مصداق ہیں تو ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ یعنی صدیق اکبر وعمر فاروق اور حضرت عثمان ہیں یہ اُن مہاجرین و مجاہدین میں سے ہیں یا نہیں کہ جن کا ذکور بدستور ہو چکا ہے۔ اور انہوں نے حضرت کے پیچھے اپنے وطن گھر کنبے قبیلے کو بھی چھوڑا یا نہیں اور مکّہ سے مدینہ تک حضرت کے ساتھ در دخواہ بھی تھے۔ یا نہیں اور یہ سب ایذا رنج وبلا میں شریک تھے یا نہیں نہیں تو آپ کر بھی نہیں سکتے ہوا نکار تو کیا ہم پوچھتے ہیں کہ اب ان خلفاء رضی اللہ عنہما کے ایمان اور شان میں کونسا شبہ باقی رہا اور ان کے فضائل کا بھی کون منکر ہو سکتا ہے۔ اس مکان پر یہ صاحبان اکثر عوام کو دھوکا دیتے اور یہ کہتے ہیں کہ ان سب موقعہ میں ان کی نیت اچھی نہ تھی۔ جیسا مخاطب نے بھی کہا کہ ان کا ایمان اور مہاجرت اور جہاد کلھم بطمع مال دنیا تھا۔ **جواب** بھلا کس جگہ آپ نے کچھ ان کی بدنیتی کو ثابت کیا اور کہاں کچھ طمع مال دنیا کا بھی ثبوت دیا ذرا وہ کچھ دکھلا تو دیجئے۔ نہیں تو پس جھوٹے کا منہ سیاہ کیجئے۔ حضرت کسی ثبوت سند مضبوط کے سوائے یہ تمہاری زبان بیچاری کی فغان کون سنتا ہے دیکھو ان کی نیت اور ایمان اور رتبہ اور شان تو ہم نے اس کتاب کے ہر مکان مناظرہ کے میدان میں تمہاری ہی کتابوں سے اظہر من الشمس عیاں کر دیا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ اب بھی کرتے ہیں خصوصاً تیسری چوتھی آیت کی بحث کو پھر دیکھو تو تب تو جھوٹے کو جھوٹا کہو اگر آپ کو مرض نسیان ہو تو میں کچھ پھر بھی عرض کر دیتا ہوں ازانجملہ جیسا تمہاری کتاب کشف الغمہ میں ہے کہ جب ایک شخص نے امام باقر علیہ السلام سے عرض کی کہ یا حضرت آپ بھی ابا بکر کو صدیق کہتے ہیں۔ یہ کلمہ سنتے ہی امام نے اس پر نہایت رنج ہو کر فرمایا کہ (ہاں وہ صدیق ہے۔ ہاں وہ صدیق ہے۔ ہاں وہ صدیق ہے) جو کوئی اس کو صدیق نہ کہے خدا اس کی دنیا اور آخرت میں تصدیق نہ کرے۔ کیوں صاحب آپ ان کو ایمان سے بے بہرہ کہتے ہو۔ اور امام صاحب تو فرماتے ہیں کہ جو ان کو صرف صدیق نہ کہے گا خدا اُس کو دین دُنیا میں خوار کرے گا ہم پوچھتے ہیں کہ اس فرمان سے بھی ان کا ایمان ثابت ہوا یا نہیں اور امام صاحب کا صدیق کہنا

ان کی خاص نیت کو تصدیق کرتا ہے یا نہیں۔ اے شیعو ذرا اس امام کی کلام کو سمجھو اور سوچو کہ اگر
معاذ اللہ ان کے ایمان میں کچھ بھی قصور یا نیت میں فتور ہوتا تو کیوں اس طرح امام اپنی زبان معجز بیان
سے تین بار صدیق صدیق صدیق فرما کر ان کے ایمان کی تصدیق کرتے پس مسلمان کو تو یہ امام حق کا اتنا ہی فرمان
کافی اور وافی ہے۔ مخاطب جی اگر اس امام کے فرمان سے آپ کا بدگمان رفع نہیں ہوا تو ذرا اپنے
علامہ حلبی صاحب کی شرح تجرید میں دیکھ لو جبکہ جناب علی علیہ السلام نے بھی ایک دن ممبر پر فرمایا کہ میں ہوں
صدیق اکبر اور میں ہوں فاروق اعظم اسلام لایا قبل اسلام لانے ابوبکر کے اور ایمان لایا قبل ایمان لانے
فاروق اعظم کے کیوں جناب اب بھی ان اصحاب کی نیت اور ایمان پر طعن کرو گے۔ دیکھو ایمان بھی وہ
کہ جن کے ایمان عالیشان پر خود امیر علیہ السلام نے اپنے ایمان کو فخریہ بیان فرمایا پس امام علی علیہ السلام
کے فرمان سے بھی اصحاب ثلاثہ کی نیت اور ایمان ثابت ہو گیا۔ آئیے ذرا کتاب احقاق الحق
کے اس قول کا بھی ملاحظہ فرمائیے جو امام صادق علیہ السلام نے بھی حضرت ابوبکر صدیق
اور عمر فاروق کی نسبت فرمایا۔ کہ دونوں امام تھے عادل اور انصاف کرنے والے دونوں حق پر تھے
اور　مرے حق پر ان دونوں پر ہو رحمت خدا کی قیامت کے دن۔ کیوں مخاطب جی جن کا آئمہ علیہ السلام
صدیق کہہ کر ایمان تصدیق کریں اور جن کو خلیفہ برحق فرمائیں اور جن کو عادل اور منصف بتائیں اور جن کے
ایمان اور اسلام کی موت تک شہادت دیویں اور جن کے حق میں تمام آئمہ علیہ السلام قیامت کو بھی رحمت
کی دعا مانگیں تو پھر اس سے اور زیادہ کامل ایمان کا کون نشان ہے اور نیک نیتی بھی کس کا نام ہے
اور بھی جناب اسی طرح ان اصحاب کی نسبت اور ایمان کا ثبوت تو اس ہماری کتاب کے ہر باب سے
دستیاب ہو سکتا ہے جہاں چاہو دیکھ لو۔ پس اہل ایمان کے واسطے تو اصحاب ثلاثہ کے ایمان کا
اتنا ہی بیان کافی ہے۔ اور بدگمان کو تو کسی طرح بھی ایمان نہیں آتا۔ کیوں صاحب پروردگار جن سے
بار بار جنّاتٍ تجری کا وعدہ فرمائے تم ان کو ناری کہو اور پیغمبر علیہ السلام جن کو اپنا سمع بصر اور دل
بتائے۔ تم ان کو دشمن خدا جانو اور آئمہ علیہ السلام بھی جن کی شان میں کان علی الحق وماما علیہ کا
فرمان کریں۔ تم ان کو خارج الایمان کہو تو کیا ان سب کا برعکس ہونا شیعہ پاک کا یہی معنی ہے اور کلام
آئمہ علیہ السلام کو جھٹلانا محب اہل بیت بھی اسی کو کہتے ہیں اور بھی خدا اور رسول کا عدول کرنا سو منول
کا یہی اصول ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس یہودی فرقہ ابن سبا کی کس پر بنا ہے کہ نہ کسی آیت
قرآن کو مانتے ہیں نہ کہیں حضرت کی حدیث کو سچ جانتے ہیں اور نہ کسی امام کی کلام پر اعتبار ہے۔ صرف ایک
اپنی زبان کے انکار پر خوش ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اے شیعو کیوں اصحاب ثلاثہ کی دشمنی سے خدا کے

قرآن و حضرت کے فرمان سے بھی روگردان ہوئے جاتے ہو اور کیوں اس طرح آئمہ علیہ السلام کی کلام کو بھی جھٹلا کر آپ کو ناری بناتے ہو اور جو مخاطب جی آپ فرماتے ہو کہ صحابہ کے حق میں طمع دنیا کا ثبوت ہم وجہ احسن آپ ہی کی کتابوں سے کر چکے سو محض جھوٹ۔ بھلا کس جگہ ہماری کتابوں سے ان کی نسبت طمع دُنیا کا ثبوت دیا یا کہاں ان کا بھاگ جانا وغیرہ بھی ثابت کیا۔ جو ہر مقام پر آپ کا یہی تکیہ کلام ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ آیا کسی اور کتاب میں کہتے ہو یا اس اپنے بحر الاٹ کا نام لیتے ہو کیوں ایسا جھوٹ سکتے ہو۔ جناب کسی ثبوت کا تو کیا نام آپ سے تو صحابہ پر کہیں الزام بھی نہ آسکا۔ ہاں زبان کے تو آپ بڑے ہوشیار ہو۔ لیکن ثبوت کے بالکل عاری ہو اور منطقی بھی اچھے ہو مگر بحث کے کچے ہو۔ کیونکہ اصحابہ کی مذمت میں آپ وہ آیتیں لکھتے ہیں۔ کہ جن سے اُلٹا ان کا شان اور ایمان ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے ان دو آیتوں کو تو بہت جگہ توڑ پھوڑ کر لکھا مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ دوسری تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ دیکھو ان سے بھی تو ہم نے صحابہ کا شان اظہر من الشمس عیاں کر دیا ہے۔ اگر نہیں کیجئے تو ان کو پھر چھٹی آیت کی بحث میں دیکھ لیجئے۔ اور دوسری آیت کو اگلی آیت میں دیکھ لینا تب تو جھوٹے کو جھوٹا کہنا۔ حضرت اس طرح واویلا مچانے سے تو کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ اگرچہ کتنا ہی اپنے منطق میں غوطے لگاؤ اور دلیلیں دوڑاؤ ہاں یا تو آپ کے علماء اور پیشوا پہلے ہی ان کی ہجرت اور جہاد و رضوان وغیرہ سے بالکل انکار کر جاتے تب کچھ آپ ہمارے مقابل فرماتے۔ مگر خدا کا شان ان سب مکان میں اصحاب ثلاثہ کا شریک ہونا تو خود تمہارے ہی راویوں نے ایسا تصدیق کر دیا کہ اب کچھ بھی تمہاری چون وچرا کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ تب ہی تو اس بحث کا کرنا آپ کو نحس پڑتا ہے۔ پھر کس بنیاد اور امداد پر آپ مناظرہ بناتے ہو کچھ شرم بھی آتا ہے یا نہیں اگر کچھ بھی حیا ہمراہ ہوتا تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرتے۔ ہرگز اس بحث کی ہوس نہ کرتے۔ مگر حیا کون بلا ہے جو ایسے جوانمردوں کے سامنے آوے قولہ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ مثل حضور والا کے کفار بت پرست بھی اپنے جی میں فر خرفات اور لغویات سوچ کر اپنا دل خوش کر لیا کرتے ہیں لیکن یہ اسی وقت

مقدمہ بعدالت انصاف
دعویٰ شیعاں مدعیاں

تک ہے جب تک کسی مخاصم کا سامنا نہیں ہوا مثل ہے کہ جب تک اونٹ پہاڑ کے نیچے نہیں جاتا ہے کہ میں سب سے اونچا ہوں۔ سامنا خداوند جبار و قہار کا تو ایک امر عظیم ہے کہ جس سے انبیاء کے بدنوں پر لرزہ ہے۔ اگر آپ کو کسی ادنےٰ مخاصم کا سامنا پڑے تو دیکھئے کہ کس طرح آپ کے مزعومات باطلہ کی دھجیاں اُڑا دیتا ہے۔ آپ کے بڑے بڑے گرو گھنٹالوں کی کتابوں کی مثل شاہ عبدالعزیز اور مولوی حیدر علی

کی چھتری اڑادی گئی تو آپ کی واہیات تقریروں کی کیا حقیقت ہے - محصل آپ کی اس تقریر
بے سروپا کا یہ ہے کہ جب خدا پوچھے گا کہ ثلاثہ کو اے سنیو تم نے اپنا پیر کیوں بنایا تو ہم جتنی آیات
صحابہ کی تعریف میں ہیں پیش کریں گے - تب خدا لاجواب ہو جاوے گا سبحان ربی وبحمدہ جناب من
یہ ہم کو نہیں معلوم کہ خداوند تعالےٰ آپ کے اس جواب باطل کو کس تقریر سے باطل کرے گا - مگر
شیعہ اپنے خدا کی طرف سے بچند وجہ جواب دے سکتے ہیں ایک یہ کہ جناب باری فرماوے گا کہ ہم
بالخصوص ثلاثہ سے سوال کرتے ہیں تو مطلق کا ذکر جواب میں کیوں کرتا ہے - کیا مطلق کا وجود
فرد دیگر میں پایا جانا ممکن نہیں ہے - دوسرا ہم نے مومنین صحابہ کی تعریف کی ہے - تیسرا ہم نے
کہاں کہا ہے کہ ثلاثہ مومنین مہاجرین سے ہیں - اگر آپ جواب میں فرماوینگے کہ ہم نے بی بی عائشہ صدیقہ
اور حضرت ابوہریرہ وغیرہ سے سنا کہ سب اصحاب اور سب مہاجر اور سب انصار مومنین مخلصین سے
تھے تو جناب باری فرمائیگا کہ اے کم بختو اے بے دینو اے احمقو مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا
تم ان کذابوں کو خدا سے بھی صادق تر سمجھے میں نے خود صحابہ کی شان میں کہا تھا مِنْکُمْ مَنْ
یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَمِنْکُمْ مَنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ اور بعض مہاجرین اور انصار کی شان میں کہا تھا بَلْ تُؤْثِرُوْنَ
الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ اور ان ہی کی شان میں کہا تھا اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ
وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا اور انہیں کی شان
میں کہا تھا یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاھِھِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ اور قَالُوْا اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ
اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنَافِقُوْنَ لَکَاذِبُوْنَ اور لَا یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ
فِی الْکُفْرِ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اٰمَنَّا بِاَفْوَاھِھِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُھُمْ اور یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَھُمْ الغرض اس قسم کی سینکڑوں آیتیں اور حدیثیں
ہیں جو مطلق صحابہ کے کفر و نفاق پر دلالت کرتی ہیں اور خدا نے للجیہ قلم مسلم اور بخاری وغیرہ
لاعن الشعور لاکھوں آدمی ہیں مثل حدیث قرطاس و حدیث حوض و حدیث فدک و حدیث
جلیش اسامہ الیٰ غیر ذالک پس جب بمقتضائے للّٰہ الحجۃ البالغہ وحجتہم داحضۃ عند ربہم حجت خدا
غالب آوے گی تو معلوم نہیں کہ حضرات اہل سنت کیا جواب دیویں گے - ہمارے نزدیک
تو سوائے اقرار جرم کے کچھ جواب نہ دے سکیں گے اور اس وقت اُدْخُلُوْا اَبْوَابَ جَھَنَّمَ
خٰلِدِیْنَ فِیْھَا فَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ کے کچھ حکم نہ ہوگا **اقول** اعوذ باللّٰہ من الشیاطین

جواب دعویٰ اہل سنت علیہم	و لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین حضرت جیسا منہ سے باتیں بناتے ہو اگر ایسا کر

بھی دکھلاتے تو پھر کیوں اس طرح ملامت وندامت اُٹھاتے۔ تعجب تو یہ آتا ہے کہ پٹھان کی طرح آپ نیچے پڑے بھی بہادری کا دم مارے نعرہ پکارے جاتے ہو۔ ہم کو بھی دشواری لاچاری تو یہ ہے کہ جن کے نزدیک ہار اور جیت برابر ہو تو اس بے حیا تو ے ابن سبا کا ہم کیا علاج کریں جیسا کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ اور مولوی حیدر علی صاحب نے تو آپ کو ایسا علیل اور ذلیل کیا کہ اب بھی جن کا نام سن کر کانپ اٹھتے ہو۔ اور بدنوں میں لرزہ پڑ جاتا ہے کہ ان صاحبان عالی شان کی بدولت تو آج تک جوتیں کھاتے پھرتے ہو۔ پھر کس منہ سے کہا کہ ان کی چھیتڑی اُڑادی گئی نہ کچھ آنکھ میں شرم نہ ایمان کا پاس نہ خدا کا خوف نہ رسول کا لحاظ۔ دیکھ ہم نے تو تمہارے ہی راویوں سے اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان ثابت کر دیا پھر کیوں ابوہریرہ وغیرہ کا بھی نام لیا حضرت ان واہیات تباہیات کو چھوڑو۔ خدا سے ڈرو اس کے غضب کا خوف کرو دن قیامت کو سچ مانو خدا کے عدل اور انصاف کو ٹھٹھہ مت جانو۔ بھلا کب کی آپ کو اتنی ہوشیاری اور مختاری حاصل ہوئی ہے جو کہا کہ قیامت کے دن خدا کی طرف سے ہم سُنیوں کو یوں جواب دیویں گے۔ پیر شتر صاحب وہ دن تو ایسا مشکل ہے کہ جس میں بغیر اذن پیغمبر بھی بول نہ سکیں گے جواب کیسا آپ کے تو ہوش بھی اُڑ جاویں گے۔ خیر وہ دن بھی دور نہیں ابھی آتا ہے جس میں تو سچ اور جھوٹ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور جو آپ نے کہا کہ قیامت کے دن خداوند قدیر سنیوں کو اس تقریر سے لاجواب کرے گا کہے گا کہ اے سنیو میں نے تو مطلق صحابہ کی تعریف کی ہے۔ تم نے کیوں ثلاثہ کو مخصوص کیا۔ مخاطب جی یہ صرف آپ کی نادانی اور خوش فہمی ہے۔ خدا تعالےٰ ہرگز اپنے قرآن کے برخلاف نہیں ہوتا اور نہ وہ ان صحابہ کی نسبت وہ ایسا فرماتا ہے۔ خیر ہم بھی اس طرح نہیں کہتے لیکن تمہارے کہنے کے موافق جواب دیتے ہیں۔ کہ جب اصحاب ثلاثہ کی نسبت ہم سے پوچھے گا تو ہم عرض کریں گے۔ کہ اے خداوند کریم دانا حکیم جب تو نے اصحاب ثلاثہ کو اہل بدر میں داخل کیا پھر ان بدریوں کے حق میں فرما دیا اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ کہ جو چاہو سو کرو میں تم کو قطعی بخش چکا ہوں اور ان کو مہاجر بھی ایسا بنایا کہ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ تو صرف انہیں کے حق میں فرمایا اور لصاحبہ کا شان بھی ان کا آپ نے بیان کیا تاکہ اُن مہاجرین کی نسبت تو جا بجا قرآن میں فرما دیا وَنُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ کہ ہم دور کر دیویں گے تم سے گناہ تمہارے اور تحقیق بخش دیویں گے تم کو اور بیعت الرضوان میں بھی آپ نے اُن کو شامل کیا پھر جن کے حق میں لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ بھی فرما دیا کہ میں ان مومنوں سے راضی ہوں اور ہر جنگ و جہاد میں بھی آپ نے ان کو شریک کیا پھر جن کی شان میں تو آپ نے اپنے قرآن میں اس طرح فرما دیا اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا

وَہَاجَرُوْا وَجَاہَدُوْا فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِہِمْ وَاَنْفُسِہِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ کہ وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے تو بڑا درجہ ہے اللہ کے نزدیک ان کا علیٰ ہذا القیاس اور بھی اسی طرح تو جن کی شان میں اپنا تمام قرآن بھر دیا پھر ان کی متابعت کرنے سے ہم نے کیا قصور کیا اور حضرت کے پیچھے بھی اُن کو خلیفہ اور حاکم اس قدر بنایا کہ تمام ملک عرب تا عرب تک ان کا خوب دین جمایا اور پھیلایا اور ہم کو بھی ان کی پیروی اور متابعت کرنے کا تو خود اس طرح امر فرمایا قولہ تعالےٰ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّہُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمْ دِیْنَہُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَہُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِہِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وعدہ کیا اللہ نے کہ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور کیئے نیک کام البتہ پیچھے خلیفہ اور حاکم کروں گا ان کو زمین میں جیسا حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دوں گا ان کے لئے ان کا دین جو پسند کر دیا ان کے واسطے اور دوں گا ان کے ڈر بدلے میں امن میری بندگی کرینگے اور شریک نہ کریں گے میرا کسی کو اور جو لوگ ناشکری کریں گے اس سے پیچھے تو وہ لوگ نافرمان۔ یعنی میں جن لوگوں میں ایسے خلفاء دین کے راہنما بھیجے۔ پھر جو ان سے منکر ہو جائے اور میری اس بھیجی ہوئی نعمت کی ناشکری کریں تو وہی لوگ بیفرمان ہیں۔ پس یہ ایک ہی آیت شریف اصحاب ثلاثہ کی تعریف میں کافی ہے کہ خداوند تعالےٰ کا ان کو خلیفہ برحق فرمانا اور تمام روئے زمین پر ان کا دین پھیلانا اور ان کی عبادت کی بھی خود شہادت دینا اور بھی دیکھو کہ ہم ان کی پیروی کرنے والوں کو تو جناب باری مومن فرماتا اور تم منکروں کو بے ایمان بتاتا ہے۔ مخاطب جی خدا کا فرمان اور ہمارا ایمان تو آپ سُن چکے لیجئے اب اپ کا فکر کیجئے جو آپ نے پروردگار کے خود بخود مختار بن کر اصحاب ثلاثہ کے کفر اور نفاق کی بابت ان کی آیتوں کو پیش کیا۔ آیئے اب انہیں آیتوں پر تصفیہ فرمایئے کہ اگر ان آیتوں سے اصحاب ثلاثہ کا نفاق وغیرہ ثابت ہو گیا تو آپ سچے ہوئے۔ اگر ان کے بیان سے ان کا کچھ بھی نقصان نہ ہوا۔ تو پھر اس اپنے مذہب تشیع پر اب تبرہ فرماؤ اور باز آؤ حضرت اہل انصاف تو ان آیتوں کے لکھنے ہی سے آپ کا انصاف کر سکتے ہیں۔ کہ نہ کسی آیت کا آگا ہے نہ پیچھا نہ پتہ ہے نہ مقام نہ معنی نہ نام چور کی طرح توڑ پھوڑ کر اپنے اتباع کو تو خوش فرمایا۔ مگر قرآن کا معنے بدل کر اپنا ایمان گوایا۔ گیا ہاتھ آیا اب دیکھ ان ہر ایک کا معنے اور مکان ہم بھی لکھ کر بیان کرتے ہیں۔ پھر ان ہی سے آپ کو پشیمان کرتے ہیں۔ مخاطب جی

وہ عدالت الٰہی شاہنشاہی تو ابھی آپ کو دور معلوم ہوتی ہے۔اس واسطے یہ آپ کا مقدمہ
اوّل ہم بعدالت انصاف دنیا میں پیش کرتے ہیں۔تاکہ یہاں بھی جھوٹے بد اندیش کا دل ریش
کرتے ہیں اور بعد حکم فیصلہ اس عدالت کے یہ مثل برائے سزا اُس شاہنشاہ کی بارگاہ میں جاویگی

عدالت انصاف

فقط۔آج بحکم عدالت انصاف فریقین حاضر آئے۔اوّل بیان شیعہ مدعیان کا
ہم نے جو کچھ عرضی میں دعوےٰ کیا ہے اُب بھی ہمارا وہی بیان ہے کہ اصحاب ثلاثہ کے کفر و نفاق
پر یہ ہمارے سات گواہ معتبر نصوص قرآنی شہادت دیتے ہیں فقط **اظہار گواہ اوّل** نام میرا
آیت ذات شریف عمر تخمیناً تیراں سو برس پیشہ راست گوئی ساکن چوتھا سیپارہ دوسرا پاؤ۔سوال عدالت۔
اپنے خدا کو حاضر و ناظر جان کر سچ کہو کہ اس مقدمہ میں کیا جانتے ہو۔جواب جنگ احد میں جبکہ درہ پہاڑ
پر حضرت نے پچاس ۵۰ تیر اندازوں کو بدیں شرط مقرر کیا کہ اگر ہماری فتح ہو یا شکست تم یہاں سے قدم نہ ہٹانا
جب فتح ہوئی تو مسلمانوں نے مال غنیمت لوٹنا شروع کیا تب وہ تیر انداز بھی کچھ تو وہاں کھڑے رہے اور
کچھ مال لوٹنے کو دوڑے۔تو اس بے فرمانی کے سبب سے پھر لشکر اسلام کو شکست آئی۔تب پروردگار
نے مجھے بھیجا کہ جا میرے حبیب کو وجہ شکست بھی کہدے اور یہ بھی سنادے کہ وہ تمہارے تیر اندازوں
کا خطا بھی بخشا گیا وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَا تُحِبُّونَ مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ
الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ یعنی مخالفت کی
تم نے حضرت کے حکم میں اور بے فرمان ہوئے تم یعنی وہ درہ چھوڑ کر اور دیکھائی تمہیں وہ چیز
جو تم دوست رکھتے ہو یعنی مال غنیمت کو کہ تم میں سے کوئی چاہتا ہے دنیا اور کوئی چاہتا ہے آخرت۔
یعنی انہوں نے دنیا کو دوست جانا جو درہ چھوڑ کر مال لوٹنے کو دوڑے اور وہ دوست رکھتے ہیں آخرت
جو وہاں کھڑے رہے۔پھر ہٹا رکھا خدا نے تمکو کافروں سے تاکہ آزماوے تمہیں اور تحقیق کہ معاف کر دیا
تم کو یعنے اس تیر اندازوں کے خطا کو بھی خدا نے بخش دیا فقط عدالت گو خدا نے تیر اندازوں کا
وہ خطا بھی دور کر دیا ہے مگر اصحاب ثلاثہ ان تیر اندازوں میں تھے یا نہیں گواہ اس وقت تو وہ
حضرت کے ساتھ جہاد میں شریک تھے۔کہ جس کی تصدیق تو سب کتب فریقین بھی کرتی ہیں۔
عدالت۔پھر کیوں مدعیان نے تم کو اصحاب ثلاثہ کے نفاق پر اپنا گواہ بنایا گواہ صرف اُن کی
دشمنی سے مجکو یہ الزام لگایا کہ دیکھو میرے اظہار میں تو محض رحمت الٰہی کے آثار ہیں۔اُنہوں نے
ناحق مجھ کو غضب کی تہمت لگا کر بدنام کیا مگر میں اُن پر عدل کے روز اپنے شاہنشاہ کی بارگاہ میں
دعویدار ہونگا فقط **اظہار گواہ دوم** نام میرا آیت سکنہ تیس ۳۰ سیپارہ دوسرا پاؤ کہ مجکو پروردگار نے عام

تمام لوگوں کی ہدایت کو بھیجا ہے بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی یعنی اے لوگو کیا
اختیار کرتے ہو تم زندگی دنیا کی اور آخرت بہتر ہے دُنیا سے کہ وہ بہت رہنے والی ہے **فقط عدالت** کیوں
مدعیان نے تم کو کفر اور نفاق پر مخصوص کیا گواہ اصحاب ثلاثہ تو کہاں اور کفر نفاق کا بھی کیا نام میرے
بیان میں تو کسی کی عیرت تک بھی نشان نہیں ہے ۔ حرف رحمت الٰہی حکم شاہی ہے کہ اے لوگو دنیا سے
آخرت کو اچھا جانو ۔ مگر مدعیاں نے مجکو ناحق اتنا ہرج دیا اور بدنام کیا جس کا نتیجہ قیامت کو پاوینگے
فقط اظہار گواہ سوئم ۔ نام میرا آیت سکنہ بائیسواں سیپارہ اوّل پاء مجکو جناب باری نے ان کافروں
اور مشرکوں کی بابت اپنے حبیب سید المرسلین کی تسکین کو بھیجا جو غیر کو خدا کا شریک بناتے اور جورو
لڑکی کی نسبت دے کر اس کو رنج پہنچاتے اور حضرت کو اپنی ہاتھوں اور زبانوں سے ایذائیں پہنچا کر
رنجیدہ کرتے تھے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ
عَذَابًا مُّھِیْنًا جو لوگ رنج دیتے ہیں اللہ کو یعنی اس کا شریک بناتے اور جورو لڑکی کی نسبت دے کر
رنج پہنچاتے اور اس کے رسُول کو بھی رنج دیتے یعنی زبانوں سے تو شاعر و ساحر کہتے اور ہاتھوں سے
صدمے پہنچاتے تو لعنت ہے اللہ کی ان موذیوں کو دنیا اور آخرت میں اور طیار رکھا ہے اُن کے
واسطے عذاب ذلیل کرنے والا **فقط عدالت** اس حکم کے مصداق اصحاب ثلاثہ بھی ہیں یا نہیں گواہ
معاذ اللہ اصحاب ثلاثہ تو کجا ایسا کام بدانجام تو کسی منافق سے بھی ظاہر نہیں ہوا سوائے مشرکوں
اور کافروں ابوجہل وغیرہ کے **فقط اظہار گواہ چہارم** نام میرا آیت سکنہ چوتھا سیپارہ تیسرا پاء
جنگ احد کے دن ابن ابی منافق معہ اپنے یاروں کے مدینے کے راہ پر حضرت سے پھر گئے جب بعد جہاد
حضرت کے پاس آئے تو عذر کرنے لگے کہ ہم لڑائی کے ڈھنگ نہ جانتے تھے اور یہ بھی امید تھی کہ
لڑائی نہ ہو گی حضرت اپنے قربت والوں سے صلح کریں گے تب پروردگار نے مجکو بھیج کر حضرت کو
ان کے نفاق سے خبر دلدار کر دیا ۔ یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاھِھِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ یعنی اے محمدؐ یہ جو کچھ
منہ سے کہتے ہیں وہ نہیں ان کے دلوں میں **فقط عدالت** کیوں مدعیان نے تم کو اصحاب ثلاثہ
پر اپنا گواہ قرار دیا ۔ گواہ محض جھوٹ کیا **فقط اظہار گواہ پنجم** نام میرا آیت سکنہ اٹھائیس سیپارہ
تیسرا پاء جب ابن ابی وغیرہ منافق اپنے دوستوں کے پاس جاتے تو اہل اسلام پر کچھ طعن وغیرہ بنا کر
شکایت کرتے جب اس بات کی ان کو حضرت کے پاس پکڑ ہوئی تو قسمیں کھانے لگے کہ ہم تو آپ کو
سچا پیغمبر خدا کا جانتے ہیں تب حق سبحانہٗ تعالٰے نے مجکو بھیجا کہ اے محمد یہ شخص جھوٹے ہیں اِذَا جَآءَکَ
الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ

یعنی جب آتے ہیں تیرے پاس منافق کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک رسول ہیں اللہ کے اور اللہ تو جانتا ہے کہ تو رسول ہے اللہ کا مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ منافق جھوٹے ہیں فقط عدالت۔ کبھی اصحاب ثلاثہ نے بھی تمہارے روبرو اس طرح حضرت کی عیب جوئی یا مسلمانوں کی بدگوئی کی ہے گواہ۔ استغفراللہ جو سب سے پہلے حضرت پر ایمان لائے اور جن کے ایمان کا خدا ہر جا قرآن میں بیان فرمائے پھر تو ان پر ایسا گمان ہی کرنا حرام ہے۔ فقط **اظہار گواہ ششم** نام میرا آیت سکنہ چھیواں سیپارہ تیسرا پاء کہ کچھ یہودی لوگ ظاہر مسلمان ہو کر بعض اوقات حضرت کے پاس آتے کچھ جھوٹے عیب بنا کر اپنے سرداروں کے پاس جا کر سناتے۔ جب یہ ان کا حال کچھ حضرت کو معلوم ہؤا تو آپ نے ان پر افسوس کھایا تب جناب باری نے مجھ کو بھیج کر حضرت کو اُن کے حال سے آگاہ فرمایا یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ یعنی اے میرے رسول تو غم نہ کھا ان لوگوں پر جو جلدی کرتے ہیں کافر ہونے کو وہ جو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے اور ان کے دل مسلمان نہیں ہوئے۔ اور وہ جو یہودی ہیں جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کو یعنی یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں صرف جاسوسی کرنے کو تمہارے پاس آیا جایا کرتے ہیں فقط عدالت۔ اُن جاسوسوں کے شامل کبھی اصحاب ثلاثہ کو بھی دیکھا ہے۔ جو اس طرح اپنے سرداروں کے پاس جا کر جھوٹے عیب سناتے تھے۔ گواہ معاذاللہ اوّل تو آنا جانا کیسا۔ وہ تو ہمیشہ ہی حضرت کے پاس ہمنشیں و ہمقریں رہتے تھے۔ دوسرا جاسوس اور غلام کا کیا نام وہ تو خود سردار تھے تیسرا جن کا لقب بھی صدیق خود حضرت نے تصدیق فرمائی۔ تو بھلا وہ جھوٹ میں کب شامل ہوتے ہیں۔ فقط **اظہار گواہ ہفتم**۔ نام میرا آیت سکنہ پہلا سیپارہ اوّل پاء کہ ایک دن عبداللہ بن ابی منافق معہ اپنے یاروں کے راستے پر آتا تھا۔ جب صدیق اکبر و فاروق اعظم اور علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہا کو ملا تو خوشامد کی راہ سے ان ہر ایک کی تعریفیں کرنے لگا۔ جناب مرتضےٰ نے فرمایا اے ابن ابی خدا سے ڈر نفاق نہ کر وہ بولا اے ابوالحسن نفاق کو ہماری طرف منسوب نہ فرمائیے کہ ہم آپ ہی لوگوں کی طرح ایمان رکھنے والے ہیں۔ تب حق تعالےٰ نے ہم چند آیتوں کو بھیج کر ان تینوں اصحاب عالی جناب کو بھی خوش کیا اور حضرت کو بھی اُن سب کا نفاق منا دیا یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۝ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ۝ یعنی دغا بازی کرتے ہیں

اللہ سے اور ایمان والوں سے یعنی صحابہ سے اور کسی کو دغا نہیں دیتے ۔ مگر آپ کو اور نہیں بوجھتے کہ ان کے دلوں میں بیماری ہے نفاق کی ۔ پھر زیادہ کر دی اللہ نے ان کی بیماری اور ان کو دوکھ کی مار ہے ۔ اس سبب کہ وہ تھے مسلمانوں کے ساتھ جھوٹ بولتے ۔ فقط عدالت بلکہ اس تمہاری تقریر سے حضرت ابو بکر صدیق وعمر فاروق اور جناب امیر کی تو اُلٹا فضیلت ثابت ہوئی کہ والذین آمنو کا خطاب تو انہیں جناب پر آتا ہے ۔ جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور ان ایمان والوں سے یعنی خلفاء رضی اللہ عنہا سے گواہ بیشک یہ تو کیا ان کے ایمان کی تو سب قرآن گواہی دیتا ہے ۔ اگر ان ہمارے بیان سے کچھ بھی شک ہو تو پھر تمام قرآن کی تفسیروں کو دیکھ لو ۔ فقط **عدالت** اے شیعو یہ آپ کے گواہ کیوں تمہارے دعوے کے برخلاف شہادت دیتے ہیں ۔ اگر کوئی سوال ہے تو ان پر کرو جواب **مدعیان** حضرت عثمانؓ جو ہمارا دشمن ہے اس نے ان سب کو پہلے ہی ہمارے برخلاف کر دیا تھا ۔ اس لئے اب بھی انہوں نے اس کی ترتیب و ترغیب سے ہمارے برعکس شہادت دی ہے ۔ عدالت اس بیان کا بھی آپ کوئی ثبوت دے سکتے ہیں ۔ جواب اگر وہ قرآن ہو جو چالیس سیپارے کا ہے اُس سے تو البتہ یہ بھی ہمارا بیان ثابت ہو سکتا ہے ۔ اور اس ہمارے دعوے کی بھی ٹھیک ٹھیک تصدیق ہو جاتی ہے ۔ مگر وہ قرآن امام صاحب کے پاس غار سر من رائی میں غائب ہے جس کے دیدار کی تو لیل و نہار انتظار ہے ۔ لیکن اب ان کا آنا دشوار ہے ۔ **عدالت** ۔ اے احمق بے وقوفو ! اے نالائق بدبختو اول تو یہ گواہ تمہارے دشمن کے دوست تھے ۔ تو کیوں تم نے ان کو پیش کیا ۔ دوسرا جب تک وہ قرآن چالیس سیپارے کا تمہارے پاس موجود نہ تھا ۔ تو کیوں اہل سنّت سے مقابلہ کیا ۔ اے لعینو ! بیدینو ! ان کے سوائے کوئی اور بھی تمہارا گواہ ہے ۔ جواب ہمارے ہم مذہب اپنے گھر کے تو صدہا گواہ ہیں ۔ لیکن وہ تو مطابق قانون سرکار کے قابل اعتبار نہیں ہے اور اس نصوص قرآنی کا تو سب کا یہی حال ہے ۔ بلکہ جن سے اُلٹا زوال ہے ۔ پھر ان سے اور زیادہ اس جا ہمارا کوئی گواہ نہیں ہے ۔ فقط **بیان دوم مدعا علیہم اہل سنّت** ۔ پس عدالت بنظر انصاف دیکھے کہ اوّل تو خود اُن کے گواہ بھی ہمارے دعوے کی تصدیق کرتے ہیں ۔ دوم ہماری طرف سے بھی اصحاب ثلاثہ کے ایمان اور اسلام کی بابت تو پیشتر عدالت کے سامنے ایسا ثبوت گذر چکا ہے کہ اب تو کسی اور ثبوت دینے کی بھی کچھ حاجت باقی نہیں ہے ۔ خصوصاً اسی آیت کی بحث میں بھی ہم نے ایک تو خلفائے مذہب

کا ایمان خاص خدا کے قرآن سے ثابت کیا۔ دوسرا بقول شیعہ حضرت نے بھی اُن کو ہر جا قطعی
بہشتی فرما دیا یا تیسرا امام باقر علیہ السلام کے صدیق کہنے سے بھی ان کا ایمان تصدیق ہوا
چوتھا جناب امیر نے بھی اپنے ایمان سے ان کے ایمان کی نسبت بیان کی۔ پانچواں امام صادق
علیہ السلام نے بھی ان کے ایمان کی موت تک شہادت دی تاکہ قیامت کو بھی ان کے حق میں
رحمت کی دعا کی۔ پس اس سے اور زیادہ کون ثبوت مضبوط ہے۔ ہاں اگر عدالت کے اطمینان
میں ابھی کچھ شک باقی ہو تو اور بھی جتنے گواہ چاہئے ہم اتنے ہی دے سکتے ہیں۔ فقط آخری

حکم آخری فیصلہ عدالت دنیا

فیصلہ عدالت انصاف آج بعد تکمیل اظہارات فریقین خلاصہ طرفین یہ
ہوا کہ شیعہ مدعیان نے اس جگہ سات گواہ معتبر نصوص قرآنی ثلاثہ کے کفر اور نفاق کی بابت
پیش کئے جن کی شہادت تو برخلاف مدعیان کے گذری بلکہ جن کے بیان سے تو دعوے
حق مدعا علیہم عیاں ہوا اور بھی مدعی ان کے سوائے اور کوئی ثبوت مضبوط نہیں دیتے اور ا
مدعا علیہم اہل سنت کی طرف سے اس طرح کامل ثبوت پہنچا کہ چندہا گواہ معتبر نصوص قرآنی اور ایسا
ہی احادیث رسول یزدانی اور تمام کلام آئمہ علیہ السلام جو ان ہی کی کتابوں سے
ارقام ہے جن سب سے اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان ایسا ثابت ہوگیا کہ اب عدالت ہٰذا کو
سوائے اطمینان کے کوئی گمان باقی نہ رہا۔ اس لئے عدالت انصاف حکم دیتی ہے کہ دعوے
مدعیان خارج اور مدعا علیہم کو اجازت دی گئی کہ تم ان جھوٹے شریروں پر اپنی توہین مذہب کا
دعوے عدالت عالیہ میں پیش کرو۔ لہٰذا مثل ہٰذا برائے تجویز سزا مدعیان کی بارگاہ شہنشاہ
میں ارسال ہے فقط

حکم عدالت عالیہ

حکم عدالت عالیہ آج بارگاہ الٰہی میں بہ مثل پیش ہوئی
حکم ہوا کہ تجویز ماتحت عدالت منظور ہے۔ کہ بتاریخ روز عدل بمقام قیامت برائے سزائے
مجرمان شیعان کے پیش ہووے فقط۔ کیوں مولوی عباد حسین صاحب آپ انہیں آیتوں سے
اصحاب ثلاثہ کو منافق اور کافر بناتے ہو اور انہیں کی بدولت ان کو بُرا کہہ کر اپنا بُرا چاہتے
ہو۔ دیکھ ان آیات قرآنی کلام ربانی سے تو ان کے ایمان کا کچھ بھی نقصان نہ ہوا بلکہ اُن
سے بھی تو ان کا ایمان اور شان ثابت ہوا۔ اگرچہ آپ نے کتنا ہی محرف قرآن ہو کر اپنا ایمان
گوایا تب بھی تو آپ کو ان سے کچھ فائدہ نہ آیا۔ پھر ہم تعجب کرتے ہیں کہ آپ کس ثبوت کے
ذریعہ اہل سنت کے مقابل ہو کر ایسے مناظرے بناتے ہو اور کس لیاقت و طاقت کے سبب سے
ہر ایک بحث کو طیار ہو جاتے ہو۔ کچھ شرم بھی آتا ہے یا نہیں۔ نہیں تو دیکھو جیسا کہ آپ نے اس

اس عدالت دنیا سے نتیجہ پایا اسی طرح آخرت کو بھی انشاء اللہ تعالےٰ فَادْخُلُوْا اَبْوَابَ جَھَنَّمَ خَالِدِیْنَ فِیْھَا کی سزا پاؤگے **قولہ** مدخول ہے۔ بچند وجہ پہلے اگر ہر قسم کی تحریف خواہ بزیادتی خواہ بکمی خواہ تغیر خواہ تبدیل خواہ باسقاط سبقت احرف وبقائے حرف واحد سب

حفظ اور صحت قرآن پر شیعوں کے طعن

سے محفوظ رکھنے کا وعدہ خدا نے فرمایا تھا۔ تو اس صورت میں کا فر اوّل یہ حضرت عثمان تھے اور کس لئے خود کمرہمت اوپر ترتیب اور جمع کرنے کے اور اپنے جمع کردہ کے رکھنے کے اور دوسرو کے جمع کردہ کے جلانے کی باندھتے۔ اگر حفظ خدا پر ایمان رکھتے تھے اور یقین اُس پر تھا کہ کسی طرح کی تضیع کو اس میں دخل نہیں ہوسکتا تو آنحضرت کو دخل دو معقولات کی کیا حاجت تھی؟ دوسرا وعدہ حفظ یاد آیا مطلق بکلام لفظی تھا جس کو آپ کے علماء کلام حقیقی نہیں سمجھتے یا مطلق بکلام حقیقی نفسی تھا کہ متکلم ہونا خدا کا نزدیک اہل سنت کے حقیقت میں کلام خدا نہیں ہے۔ یہاں تک کہ مطابق بواقع ہونا اس کا آپ کے علماء واجب نہیں جانتے اور حقیقت میں بمذاق اشارہ خدا پر کوئی بات واجب ہی نہیں ہے۔ تو حفظ اس کا کیونکر واجب ہوگا بلکہ ایفا بوعدۂ حفظ ہے کب واجب ہے اور محفوظ رہنا اس کا تغیّر اور تبدّل اور تحریف سے کیا ضرور ہے اور عذر جبری عادت غیر مسموع ہے۔ اس لئے کہ جبری عادت کو کس نے واجب کیا اور ثانی۔ پس ہر چند فی نفسہٖ نفوس عقلاء میں کلام نفسی کلام مہمل ہے جس کا ابھی تک کوئی محصل نہیں معلوم ہوا۔ مگر اس کی عدم تحریف کو تحریف کلام لفظی سے کیا علاقہ ہے اور ثالث۔ پس اس سے بدیہی ابطلان زیادہ کون امر ہوگا۔ اس لئے مشاہدہ بالعین ہے کہ نساخ بہت تحریفیں کرتے ہیں اور صفحات اور نقوش کرم خوردہ بھی ہو جاتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان نے صدہا نسخے جلا دیئے اگر وعدہ اسی کے حفظ کا ہوتا تو ضرور تھا کہ آسمان سے آگ نازل ہوتی اور حضرت عثمان کو بعوض جلانے مصاحف کے جلا دیتی۔ تیسری تشخیص محل حفظ ہے ضرور ہے کہ آیا محل اس کا سفینہ بیاض عثمانی ہی تھا تو البتہ قبل اُس کے حفظ معدوم تھا کہ حضرت عثمان کو مجال احراق ملی۔ لیکن کیا وجہ اس کی کہ آیت حفظ تو شاید پیشتر ہی نازل ہوئی ہوگی یا محل حفظ قلب مطہر جناب رسول خدا تھا نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِكَ وَلَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ اور بعد اس کے قلوب اوصیا طاہرین؟ اُن کے محفوظ تھا یا محل حفظ صدور مومنین موقنین تھا بایات بیّنات فی صدور الذین اوتوا العلم یا محل لوح محفوظ تھا بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ

بچر کیف تحریف اور تبدیل اور تنقیص اور اختلال فی النظم پر سینکڑوں احادیث صحاح اہل سنت دلالت کرتے ہیں - چنانچہ نیز یہ اور استقصا میں اس کے پتے اور نشان مذکور ہیں - پس جو مخلص اہل سنّت اپنے واسطے تجویز کریں وہی شیعوں کے واسطے سمجھ لیں اور تحقیق اس امر کی کہ کس قسم کی تحریف ممکن الوقوع ہے اور کس قسم کی غیر ممکن الوقوع ہمارے علماء نے اپنی کلام یہ کی ہے - ولیس ھذا محل البحث عنہ اقول اس مکان پر مخاطب منطق دان نے قرآن کے غلط کرنے میں تو بہت کچھ اس کی تحریفیں بیان کیں کہ جس کے کئے تو اپنے معقول بیحصول سے بھی طرح طرح کی باتیں بنائیں اور لوگوں کو سنائیں - اول تو ایک قرآن کے دو کلام الٰہی بنائے ایک حقیقی نفسی دوسرا نقوش لفظی - بھلا آج تک تو ہم نے کسی اور حقیقی نفسی کا تو کہیں نام ہی نہیں سُنا - ارے اس منطق دان کے منہ میں خاک پڑے جو اس طرح خدا کے قرآن سے بدگمان کرے - یہ دوسرا قرآن مخاطب نے اس واسطے بنایا کہ کسی طرح اس قرآن کی حفظ صحت ثابت نہ ہو تب ہی تو ہم کو بھی کہا کہ اس لفظی قرآن کو تمہارے علماء کرام خدا نہیں جانتے بھلا یہ بات واہیات اہلسنت و الجماعت کے حق میں کون کہ سکتا ہے کہ جنکو قرآن سے ایسی محبت کہ جس کے ایک ایک حرف یاد کرنے میں اپنی تمام عمر صرف کر دیتے ہیں اور جو آپ کہتے ہیں کہ اگر حضرت عثمان اس حفظ قرآن پر ایمان رکھتے تو کیوں اور لوگوں کے جمع کئے ہوئے قرآن جلاتے اور جمع کردہ کو مروج فرماتے - مخاطب جی خدا مسبّب الاسباب ہے - تمام دنیا کے کام ظاہری سبب سے انجام ہوتے ہیں - اگر آپ ایسا نہ کرتے تو قانون قدرت کے بخلاف یہ کام کس طرح انجام ہوتا - چنانچہ جب اکثر لوگ نادان قرآن میں غلطی کرنے لگے تو اسی وقت خداوند کریم دانا تر حکیم نے حضرت عثمان کو یہ توفیق دے کر اپنے قرآن کو صحیح کرا دیا اور اپنے حفظ کا وعدہ پورا کیا - دوم جو کہا کہ اگر حفظ کا محل بیاض عثمانی ہی ہے - تو یا محل حفظ قلب منور جناب رسولِ خدا تھا یا قلوب اوصیا یا محل صدور مومنین موقنین تھا یا محل لوح محفوظ تھا - تو جناب ان سب کے دلوں پر بھی تو یہی قرآن تھا - تب بھی تو اسی قرآن کی محافظت عیاں ہوئی پھر اس بات کے کہنے سے آپ کو کیا نجات ملی - اور جو آپ نے اس مقام پر لوح محفوظ کا بھی نام لیا تو کیوں صاحب لوح محفوظ پر قرآن کے نقصان کا اس رب ذوالجلال کو کس کا خیال تھا کہ جس کی محافظت کا وعدہ فرمایا تھا - بھلا وہاں تو کسی شیطان کو بھی مجال نہیں ہے جو اس جگہ پہنچ کر نقصان کرے - حضرت خداوند تعالےٰ جو اول و آخر کا جاننے والا ہے وہ تو اس قرآن میں تمہارے نقصان کرنے کا سب حال جانتا تھا - اس لئے اس کی حفظ کا وعدہ فرمایا اور ہم

سب کو سنایا کہ اکثر دُنیا کے شیطان لوگ میرے قرآن میں اس طرح نقصان کرینگے کہ ہر ایک میری آیات میں اپنی لاطائل تاویلات بنائیں گے اور ان کے معنے بدل کر لوگوں کو سنائیں گے۔ یہانتک کہ میرے قرآن کو بیاض عثمانی کہینگے۔ مگر تاہم بھی اس میں کسی بد اندیش کا کوئی حیلہ پیش نہ جائیگا۔ میرا قرآن اوّل سے آخر تک باامان رہے گا۔ پس جیساکہ اس کے حفظ کا وعدہ فرمایا وہ اسی طرح سب ظہور میں بھی آیا اور جو کہا کہ اس قرآن میں تو بہت لکھنے والے بھی تحریف کر دیتے ہیں اور اس کے صفحات اور نقوش کرم خوردہ بھی ہو جاتے ہیں اور حضرت عثمان نے بھی اس کے صدہا نسخے جلا دیئے تو پھر حفظ خدا کہاں رہا۔ جواب کیوں ایسے جھوٹے افترے بناتے اور جاہلوں کو سناتے ہو اور کیوں اس طرح قرآن پر بھی طعن کر کے اپنا ایمان گنواتے ہو حضرت اس طرح سے تو حفظ خدا کا وعدہ خلاف نہیں ہوتا جبتک کہ قرآن میں کوئی غلط بیان مروّج نہ ہو جائے یا اختلاف نہ پڑ جائے۔ سو بفضلہ تعالے آج تک تو اس قرآن میں نا کوئی غلط رواج ہوا نہ کوئی اس میں اختلاف پڑا۔ ہاں اگرچہ کسی کاتب سے کوئی سہو آ حرف یا زیر زبر کا فرق بھی آ جاتا ہے تو اور کروڑوں قرآن اور لاکھوں حافظ موجود ہیں جس کو فوراً صحت کر لیتے ہیں۔ دیکھو خدا کا شان یہاں تک تو حق تعالے اُس اپنے وعدہ حفظ کا نگہبان ہے جیساکہ سب تمہارے مجتہد اور علماء نے آج تک تو اس قرآن کے نقصان کرنے میں اس قدر دلائل لاطائل دوڑائے کہ آپ کی طرح ایک ایک آیات میں طرح طرح کی تاویلیں بنائیں اور معنے بدلے یہانتک اس قرآن کو تم نے بیاض عثمانی بنایا اور دوسرا بھی فرضی قرآن چالیس سیپارے کا لوگوں کو سنایا مگر تب بھی دیکھ کہ خدا نے ہر جا تمہارا ہی مُنہ سیاہ کیا۔ اس قرآن کا تو کچھ نقصان نہ ہوا بلکہ اسی طرح جب تمہارا کوئی علماء بدخواہ قرآن میں نقصان کرنے لگتا ہے تو پھر اُسی وقت خدا کسی اہلسنت کے علما کو وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ کی طرح تمہارے پیچھے ایسا لگا دیتا ہے کہ وہ فوراً انکو جھٹلا کر پشیمان بناتا ہے مخاطب جی ذرا اپنے ہی حال پر خیال کیجئے کہ اسی طرح خدا اپنے قرآن کو ہر شیطان بدگمان سے امان دیتا ہے۔ پس دیکھ لو کہ اس کام کا حفظ نام ہے الحمد للہ کہ جو خداوند کریم نے اس اپنے قرآن کی تعظیم میں نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ؕ کا وعدہ فرمایا تھا وہ صادق آیا اور جو کہا کہ حضرت عثمان نے قرآن کے صدہا نسخے جلا دئے۔ حضرت اگر اس ارشاد سے حضرت عثمان کی بے ادبی مراد ہو تو اس کو بھی آخر اسی کتاب کے چھٹے طعن میں دیکھ لو مگر اس جا ہم آپ سے یہ پوچھتے ہیں کہ حضرت عثمان نے اس ہمارے قرآن کے نسخے جلائے یا کہ اس تمہارے چالیس سیپارے کے اگر اس قرآن کا نام کو تو جواب اس سے تو حضرت عثمانؓ پر کوئی الزام نہیں آتا۔ کیونکہ معاذ اللہ اگر وہ کسی غرض سے

جلاتے تو پھر کیوں اس کو باترتیب صحیح بناتے۔ اگر باترتیب صحیح نہ ہوتا تو کیوں تمام آئمہ علیہ السلام
بھی اس پر عمل فرماتے۔ اگر کہو کہ اس نے چالیس سیپارے کو جلایا۔ پھر اس کو غلط بنایا تو ہم کہتے کہ
پیچھے امیر علیہ السلام نے بھی کیوں نہ اُس قرآن چالیس سیپارے کو صحیح کر کے جمع کیا تب تو اصحاب ثلاثہ
کا بھی کوئی خوف نہ تھا کیوں آپ اس غلط بیاض عثمانی پر عمل کرتے اور پڑھتے رہے اور تمام آئمہ علیہ السلام
بھی کیوں اسی غلط قرآن کے فرمان لوگوں کو سناتے اور پڑھاتے رہے اگر کہو کہ آئمہ علیہ السلام تو
اس قرآن چالیس سیپارہ پر عمل کرتے تھے جو اب بھی امام مہدی علیہ السلام کے پاس غائب ہے تو ہم
پوچھتے ہیں کہ اس وقت تک وہ ایک ہی قرآن تھا جو امام صاحب کے پاس غائب ہے یا کہ آج کی طرح
لاکھوں کروڑوں تھے۔ اگر وہ ایک ہی تھا تو فرمائیے کہ تیراں چوداں پشتوں تک جو تمام حضرت کی امت
روم اور شام کیا مشرق اور مغرب تک اہل اسلام تھے کیا ان کو خدا کے قرآن کی تلاوت تو کجا زیارت تک
نصیب نہ ہوئی تو دین اسلام کا کس پر کام رہا اگر کہو کہ اس وقت بھی وہ اسی طرح بکثرت تھے۔
تو پس ہم پوچھتے ہیں کہ وہ اب کہاں ہیں کسی کا کوئی پتہ مقام تو دیجئے یا کہیں ملک ہی کا نام لیجئے
اگر ایران یا کوفہ لکھنؤ کا نام لو تو خدا کا شان وہاں بھی تو یہی قرآن ہے۔ کیوں ایسا جھوٹ بنا کر جاہلوں
کو سُناتے ہو۔ اور کیوں اس خدا کے قرآن کو بیاض عثمانی[۱] کہہ کر اپنا ایمان گنواتے ہو اگر آپ ان
دلائل عقلی کے قائل نہ ہوں تو خیر کچھ نقلی کا حال باجمال سنئے۔ دیکھو ہم اسی قرآن خدا کے فرمان
سے صحیح الترتیب تو خود تمہاری کتابوں سے بھی ثابت کر دکھلاتے ہیں۔ اگرچہ اس قرآن پر آپ
کے مذہب کا ایمان تو نہیں مگر وعدے خدا کے موافق ضرور جھوٹ پر سچ غالب آتا ہے اس واسطے
لاچار اسکی صحت کا اقرار تو خود بخود بھی تمہاری قلم سے نکل جاتا ہے۔ جیسا کہ مصائب النواصب کی جلد
رابع طائفہ امامت میں ہے کہ تغیر ہونا قرآن میں قول جمہور امامیہ کا نہیں ہے۔ مگر تھوڑوں نے اُس
سے کہا ہے اور وہ لائق اعتبار کے نہیں ہیں۔ دیکھو یہ تمہار علماء شیعہ امامیہ صاحب تو آپ کو اُن
تھوڑوں میں شمار کرتے ہیں جو بے اعتبار ہیں۔ اگر اس سے بھی سیری نہ ہو تو اور لو۔ آپ کے صاحب
مجمع البیان بھی اپنی تفسیر میں یہ تحریر کرتے ہیں ذکر الاجل المرتضے علم الھدی ذو المسجد ابو
القاسم علی ابن الحسین الموسوی ان القران کان علی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
مجموعاً مؤلفا علی ما ھو علیہ الان واستدل علی ذالک بان القران کان یدرس و
یحفظ جمیعہ فی ذالک الزمان حتی اعین علی جماعۃ من الصحابۃ فی حفظھم وانہ کان
یعرض علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ویتلی علیہ وان جماعۃ من الصحابۃ کعبد اللّٰہ بن مسعود

[۱] بیاض عثمانی کا کیا معنی یعنی یہ کلام ربانی بھی نہیں ہے۔ اگر کوئی شیعہ اس کا کچھ اور معنی بنائے یا دھوکے سے کہے کہ ہمارا تو اس قرآن پر کوئی انکار نہیں ہے تو آخر اس کتاب کے طعن قرآن میں دیکھ لیویں کہ یہ ہما جان اس قرآن سے کسقدر مستفید ہیں۔

وابی کعب وغیرہما ختم القرآن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عدۃ ختمات وکل ذالک یادنی تامل یدل علی انہ کان مجموعا مرتبا غیر منثور ولا مبثوث وذکر ان من الخالف الامامیۃ والحشویۃ لیتد بخلافہم فان الخلاف مضاف الی قوم من اصحاب الحدیث نقلوا اخبارا ضعیفۃ ظنوا صحیحا لا یرجع بمثلہا عن المعلوم المقطوع علی اصحۃ یعنی ذکر کیا علی بن الحسین الموسوی نے کہ قرآن تھا حضرت کے وقت میں جمع اور ترتیب کے ساتھ اس طور پر جیسا کتاب موجود ہے اور وہ دلیل لایا اس بات پر اس طرح سے کہ حضرت کے وقت میں قرآن پڑھا جاتا تھا تمام وکمال اور ایک جماعت صحابہ کی اس کے حفظ کرنے پر معین تھی اور حضرت کے سامنے پڑھا جاتا تھا اور ایک جماعت صحابہ نے مثل ابن مسعود وابن کعب وغیرہ ختم کئے بہت ختم روبرو حضرت کے اور ادنے تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب باتیں دلالت کرتی ہیں کہ قرآن مرتب تھا پراگندہ نہ تھا اور ذکر کیا اس نے کہ جن جمیع امامیہ یا حشویہ نے کچھ اس قرآن موجودہ میں اختلاف کیا اس کا اعتبار نہیں ہے۔ اس واسطے کہ وہ خلاف ان لوگوں کا جنہوں نے اخبار ضعیفہ نقل کی ہیں اور ان کو صحیح سمجھے پس معلوم یقینی کو چھوڑ کر ان کا قول معتبر نہ ہوگا۔ دیکھو تمہارے طبرسی صاحب تو کہتے ہیں کہ حضرت کے وقت بھی یہی قرآن اسی ترتیب کے ساتھ تھا جیسا کہ اب موجود ہے اور جس امامیہ نے اس میں کچھ بھی اختلاف کیا تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ اور اس کا قول معتبر نہ ہوگا۔ مخاطب جی اس آپ کے قول پر تو خود تمہارے طبرسی صاحب نے بول کیا جو تم نے کہا کہ یہ بیاض عثمانی ہے یا جیسا پہلی آیت کی بحث میں فرمایا کہ خواہ ائمہ تحریف ہو کر امۃ بنا ہو پس یہ آپ کی تحریفات واہیات تو سب خاک میں مل گئی چنانچہ تمہارے شیخ صدوق ابوجعفر محمد بن علی بابویہ صاحب بھی یوں لکھتے ہیں۔ (اِعْتِقَادُنَا فِی الْقُرْاٰنِ اِنَّ الْقُرْاٰنَ اِنَّ الَّذِیْ اَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَی النَّبِیِّ ھُوَ مَا بَیْنَ الدَّفَّتَیْنِ وَھُوَ مَا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ لَیْسَ بِاَکْثَرَ مِنْ ذٰالِکَ وَمَبْلَغُ سُوَرِہٖ عِنْدَ النَّاسِ مِائَۃٌ وَّاَرْبَعَۃَ عَشَرَ سُوْرَۃً وَعِنْدَنَا وَالضُّحٰی وَاَلَمْ نَشْرَحْ وَاحِدَۃٌ وَلِاِیْلَافِ وَاَلَمْ تَرَ کَیْفَ سُوْرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ وَمَنْ نَسَبَ اِلَیْنَا اَنَّا نَقُوْلُ اِنَّہٗ اَکْثَرُ مِنْ ذٰالِکَ فَھُوَ کَاذِبٌ) یعنی راوی کہتا ہے کہ اعتقاد ہمارا قرآن میں یہ ہے کہ تحقیق قرآن جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا وہی ہے جو دو دفتوں میں موجود ہے۔ اور وہی ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں پایا جاتا ہے اس سے زیادہ نہیں ہے اور اس کی سورتیں لوگوں کے نزدیک ایک سو چودہ ہیں اور ہمارے نزدیک والضحیٰ والم نشرح ایک سورہ ہے اور لایلاف اور الم ترکیف ایک سورت ہے۔ اور جو شخص ہماری طرف نسبت کرتا ہے جو ہم کہتے ہیں۔ کہ قرآن اس سے

زیادہ ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ حضرت سلامت ہم تو آپ کو جھوٹا کہ نہیں سکتے مگر تمہارے صدوق صاحب کہتے ہیں کہ یہ قرآن وہی ہے جو حضرت پر نازل ہوا۔ اور جو اس قرآن پر طعن کرتا ہے یا کمی بیشی کی جو ہم کو نسبت دیتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ سو کمی بیشی کی کیا آپ تو اس کو کلام ربانی بھی نہیں جانتے بیاض عثمانی کہتے ہو۔ پھر فرمائیے کہ اس میں تمہارے صدوق وغیرہ جھوٹے ہیں یا کہ آپ اگر اب بھی آپ کو کاذب نہ کہو تو اور لو ذرا اپنے مجمع البیان کا بھی بیان سنئے (اِنَّ الْقُرْاٰنَ مُعْجِزَةُ النُّبُوَّةِ وَمَاْخَذُ الْعُلُوْمِ الشَّرْعِيَّةِ وَالْاَحْکَامِ الدِّيْنِيَّةِ وَعُلَمَاءُ الْمُسْلِمِيْنَ قَدْ بَلَغُوْا فِیْ حِفْظِهٖ وَعِنَايَتِهٖ الْغَايَةَ حَتّٰی عَرَفُوْا کُلَّ شَیْءٍ فِيْهِ مِنْ اِعْرَابِهٖ وَحُرُوْفِهٖ وَاٰيَاتِهٖ فَکَيْفَ يَجُوْزُ اَنْ يَّکُوْنَ مُغَيَّرًا اَوْ مَنْقُوْصًا مَعَ الْعِنَايَةِ وَالضَّبْطِ الشَّدِيْدِ) یعنی قرآن نبوت کا ایک معجزہ ہے اور شرعی علموں اور دینی حکموں کا اصل ہے اور اسلام کے عالم اور اس کی محافظت میں نہایت کے درجے کو پہنچے ہیں۔ یہاں تک کہ جو قرآن میں حرکتوں اور قرائتوں اور حرفوں اور آیتوں سے انہوں نے اس کو معلوم کر رکھا ہے پس ایسی سچی محافظت اور بڑی نگہداشت میں کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس میں تغیر یا نقصان ہو گیا ہو سبحان اللہ وبحمدہ کہ اللہ جلشانہ نے اس اپنے قرآن کو خود دشمنوں کی زبان سے ایسا صحیح اور ثابت کر دیا کہ اب جس میں کسی بدگمان کا طعن باقی نہ رہا اور تحریف وغیرہ کا بہتان بھی ان کا خود پشیمان ہوا۔ ہمکو اپنے مخاطب بیچارے تعصب کے مارے پر افسوس آتا ہے کہ منکر قرآن ہو کر اپنا ایمان بھی گنوایا۔ پھر بھی مطلب تو ہاتھ نہ آیا +

آٹھویں آیت کی بحث حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِيْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَکِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ کَلِمَةَ الَّذِيْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَکَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَکِيْمٌ ۝ یعنی جب کفار نے پیغمبر کو مکہ سے نکالا تو دوسرا ان کا یار جب دونوں غار میں تھے تو حضرت نے کہا اپنے یار یعنی ابو بکر صدیق کو کہ کچھ غم نہ کر ہمارے

ساتھ اللہ ہے۔ پس نازل کی اللہ نے سکینت اپنی اوپر ان کے یعنے ابابکر صدیق پر اور مدد کی اللہ نے رسول کی ساتھ اس لشکر کے کہ جس کو تم نے نہیں دیکھا اور کیا کلمہ ان کافروں کا پست اور کلمہ اللہ کا بلند ہے اور اللہ غالب و حکمت والا ہے۔ یہ ہجرت کا ذکر ہے کہ جب کفار نے حضرت کو نہایت تنگ کیا اور طرح طرح کی ایذائیں دینی شروع کیں۔ یہاں تک کہ در دولت پر گئے تو بحکم الٰہی حضرت نے ابوبکر صدیق کو ہمراہ لے کر دونوں غار میں گئے تو تین دن تک اس غار دشوار میں رہ کر آخر مدینہ میں پہنچے کہ سب علماء شیعہ و سُنی اس پر متفق ہیں۔ پس اس آیت شریفہ سے صدیق اکبر کے چند فضائل ثابت ہوئے اوّل تو خدا اور رسول حضرت ابوبکر کا اسلام اور ایمان نہایت پکا اور سچا جانتے تھے ورنہ ایسے نازک وقت مصیبت سخت میں نہ خدا حکم دیتا نہ حضرت ان کو اپنے ہمراہ لیتے۔ دوّم خداوند کریم نے حضرت ابوبکر کی تعظیم میں لفظ صاحبہ کا فرمایا جس سے تو آپ کی صحابیت کا مرتبہ ثابت ہوا۔ سوم لفظ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا سے صدیق اکبرؓ کی بڑی فضیلت ظاہر ہوئی جیسا حق تعالےٰ دوسری آیت میں فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ؕ کہ خدا انہیں لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی اور نیک ہوتے ہیں۔ چہارم سکینت کے لفظ کو سب قرآن سے دیکھ لیجئے کہ یہ اپنی تسکیں خداوند ان لوگوں پر فرماتا ہے جو ایمان میں پکے اور اسلام میں مضبوط ہوتے ہیں۔ الحمد للہ کہ حضرت کی رفاقت و صحابیت کی لیاقت اسلام اور ایمان حضرت صدیق کا خدا نے خود تصدیق کر دیا۔ پس مخاطب ہوشیار نے اس آیت غار کی بحث میں تو طرح طرح کے ڈھنگ نکالے اور پوچ تراشے۔ مگر ایک تو جان کر خدا کے قرآن میں نقصان کیا۔ دوسرا اس غار کے وہ معنے طیار کیئے جن کو تو جاہل بھی سن کر ہنس پڑتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں کہ یہ قرآن کے معنے ہیں یا شیخ چلّی کے ترانے ہیں کہ جن کا ایک ایک فقرہ ہم لکھ کر دکھلانے اور انصاف چاہتے ہیں چونکہ مخاطب نے اس کی بحث کی ابتدا میں تو اور بھی بہت کچھ لغویات بکے جن سب کا جواب باصواب تو بیشتر گذر چکا ہے۔ اس واسطے اس تمام کلام خام کو اس مقام پر ارقام نہیں کیا۔ صرف خاص بحث غار کو اختصار کیا **قال** المخاطب والمتعصب العظیم باقی رہی آیت ثالث جو ملقب بہ آیت غار ہے اور سنیوں کا مایۂ افتخار ہے اور شیعوں کے نزدیک یار غار کے لئے موجب ہزاران ہزار عار دشنار ہے۔ اگر بجاہلیت تقریر سنیاں لفظ غار کو مہمل کر کے مع لقب اُس کا آیت عار کرے تو بیجا نہیں ہے **اقول** والمستعین بالرب الکریم۔ مخاطب جی آئیے ذرا اس آیت ثالث کا بھی ملاحظہ فرمائیے بیشک یہ آیت غار اہلسنت کے نزدیک مایۂ افتخار تو کیا بلکہ وہ ہتھیار ہے کہ سب اشرار منکر بدکار کے سر پر یہ تلوار ذوالفقار ہے کہ جس آیت غار سے تو لیل و نہار شیعوں کو

ہزاراں ہزار خار بیشمار چبھتے ہیں اور بھی جتنے آپ اس میں ""انکار کرتے ہیں اتنے ہی آپ کو زخم
بسیار ہوتے ہیں۔ پھر حضرت اگر اس کا لقب عار کر دیا غار انشاء اللہ تعالے سب سے آپ کا دل بقرار
وجگر افگار ہوگا **قولہ** بہر کیف یہ آیت شریفہ بھی بتقریب سابق موضوع تمام اسی پر دلالت رکھتی ہے کہ
کل اصحابہ کامل الایمان نہ تھے ورنہ کیا ضرورت اس عتاب وخطاب کی ہوتی۔ اگر تم لوگ نہ نصرت اور
مدد کروگے تو تمہاری نصرت کا محتاج نہیں ہے **اقول** دیکھ یہ آیت بھی بطور سابقہ آیتوں کے
کل صحابہ کے ایمان اور شان پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ جب سب کیلئے آمنو کا مقصود اس کی ابتدا
میں موجود ہے تو پس اس کے سامنے یہ آپ کا کہنا بے سود ہے اور جو کہا کہ خدا تمہاری نصرت کا محتاج
نہیں ہے کہ یہ کلمہ کچھ عتاب کا نہیں ہے صرف اس میں تو عنایت اور ہدایت کا خطاب ہے جیسا کوئی
اپنے دوست کو کہتا ہے کہ یہ کام تو صرف تمہارے فائدے کیلئے ہے ورنہ مجکو اس کی کچھ غرض نہ تھی
قولہ پس دعوے کامل الایمانی کل بحمد اللہ ان تینوں آیتوں سے بخوبی باطل ہوا **اقول** جھوٹے بدخواہ
کا منہ سیاہ یہ تینوں تو کیا ہم نے تو سب قرآن سے کل صحابہ کا شان اور ایمان ثابت کر دیا۔
قولہ اور جس بناپر حضرت مخاطب نے ابتدا کتاب سے بالو کی دیوار اٹھائی تھی وہ از بیخ برکندہ
ہوگئی **اقول** ارے ہمارا دعوٰی تو لوہے کی آڑ اور پہاڑ کی دیوار ہے جسنے آپ کی طرح ٹکر ماری اسی کا سر ٹوٹ گیا۔ لک پھوٹ گیا۔
قولہ یہ سب گفتگو آپ کے پچھلے راہ کی تھی۔ اب ہم آپ کے اگلے راہ پر نظر کرتے ہیں **اقول**
مخاطب جی آپ کے پچھلے راہ پر تو سب نے دیکھ لیا اور جھوٹے کو بھی جھوٹا کیا۔ اب ذرا آگے آیئے
کچھ اس کا بھی مزہ پایئے **قولہ** کہ اب آپ بالخصوص فضیلت ابوبکر آیت غار سے ثابت کرنا چاہتے
ہیں **اقول** انشاء اللہ تعالے جیسا کہ ہم نے کل صحابہ کو کامل الایمان اظہر من الشمس عیان
کر دیا ہے۔ اسی طرح تو اس آیت غار سے بھی صدیق اکبر کے فضائل بسیار ثابت کریں گے۔
قولہ پس یہ آیت مشتمل اوپر چند لفظوں کے ہے کہ آپ کے نزدیک اس سے فضیلت نکلتی ہے۔
اور شیعوں کے نزدیک انہیں الفاظ سے سراسر کفر ونفاق نکلتا ہے **اقول** ارے خام بد کلام کفر و
نفاق کا تو کیا نام دیکھ ہم تو شیعوں ہی کی زبانی ان لفظوں سے حضرت صدیق کی فضیلت ثابت
کر دکھلاتے اور تم کو جھٹلاتے ہیں **قولہ** لہٰذا جناب والا سے یہ استفسار کیا جاتا ہے کہ اگر اثبات
فضیلت مطابق تفسیر اہل سنت کیا چاہتے تو بخوبی معلوم ہے کہ شیعہ اس کو نہیں مانتے اور اگر
بنا بر تفسیر شیعہ کے اثبات فضیلت کیا چاہتے ہیں تو ترجمہ آپ نے کس تفسیر شیعہ سے کیا ہے اور
کس کتاب شیعہ سے لکھا ہے اس کا پتہ دلنشان دیجئے **اقول** حضرت شیعہ کب کسی کو مانتے اور

سچ جانتے ہیں۔ دیکھو ہم نے تو کل اصحابہ کا شان بھی کتب شیعہ سے ثابت کیا ہے اور یہ فضیلت صدیق
بھی علماء شیعوں سے تصدیق کرتے ہیں ذرا تحمل کیجئے تو سب پتہ اور نشان بھی لیجئے **قولہ**
حق یہ ہے کہ ترجمہ لفظی پر بھی آپ نے اکتفا نہ کی بلکہ توجیہات رکھ کر مذاق اہل سنت پر
کئے پس اگر کوئی شخص بمذاق شیعہ بھی کچھ توجیہات کرے تو آپ کے لئے کچھ جائے کلام نہیں ہے۔
اس لئے کہ ہر شخص کو اپنی اپنی سمجھ کا اختیار ہے **اقول** ایسی سمجھ پہ پتھر پڑے جو اس طرح خدا
کے قرآن سے منکر کرے ہم نے تو کل علماء اہل سنت سے اکتفا کیا اور کریں گے۔ مگر آپ نے
تو کسی شیعہ سے بھی اتفاق نہ کیا ہر سے بڑھ کر اس آیت قرآن کے وہ معنے بیان کئے کہ جن کو شیطان
بھی سن کر حیران ہو جاتا ہے۔ حضرت اس میں نہ تو کچھ توجیہات کی ضرورت ہے نہ کسی تاویل کی حاجت
ہے جناب باری تو صاف صاف اور سیدھے سیدھے لفظوں سے حضرت ابو بکر صدیق کی فضیلت
تصدیق فرماتا ہے اور انہیں لفظوں سے تم کو جھٹلاتا ہے **قولہ** مثل اس کے کہ جناب باری عزّ
اسمہ فرماتا ہے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ یعنی اے بظاہر ایمان لانے والو اگر تم لوگ ہمارے
پیغمبر کی مدد نہ کروگے تو خدا اس کی مدد کرے گا جس طرح سے پیشتر اس سے عالم تنہائی میں کوئی یار
و مددگار اس کا نہ تھا اور درمیان دشمنان ظاہری و باطنی کے گرفتار تھا۔ خدا نے اس کی مدد کی تھی
اقول دیکھو ہم مخاطب کی ہٹ دھرمی اور دیانت ہر کس کو دکھلاتے ہیں۔ پھر قرآن میں نقصان
کرنے والے کا منہ سیاہ بناتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ بظاہر ایمان لانے کا معنے آپ نے کس حرف کا
بنایا اور کیوں ایسا جھوٹ فرمایا۔ پوشیدہ نہ رہے کہ مخاطب بظاہر ایمان لانے کا معنے منافقوں کو
فرماتا ہے کہ جس سے معاذ اللہ سب صحابہ کو منافق بناتا ہے۔ ارے خدا سے ڈر کچھ تو اپنے ایمان کا
پاس کر کہ جن منافقوں سے خدا ہر جا اپنی بیزاری چاہتا ہے۔ کب ان کو جناب باری اہل ایمان کا
خطاب دے کر ان کو امداد کے لئے فرماتا ہے کہ اے ایمان والو اگر تم ہمارے پیغمبر کی مدد نہ کروگے
تو خدا اس کی مدد کرے گا۔ بھلا دوستوں کے سوائے کوئی دشمن سے بھی مدد مانگتا ہے۔ پھر کیوں
خدا پر بھی ایسی تہمت لگاتے ہو۔ اور کیوں اس طرح قرآن کا بھی غلط معنی بنا کر اپنا ایمان گنواتے ہو۔
اب ہم بھی اس آیت قرآن کا معنے بیان کرتے ہیں۔ پھر جھوٹے بدگمان کو پشیمان کرتے ہیں۔ دیکھو
اس آیت کی ابتدا میں تو خدا تعالےٰ سب صحابہ کو اہل ایمان فرماتا ہے اور سب کو بطور ہدایت
کے سمجھاتا ہے کہ اے ایمان والو اگر تم نہ مدد کروگے رسول کی تو اُس کی مدد کی ہے اللہ نے
بھی پیشتر۔ پس اس آمنوا کے خطاب سے تو اصحاب عالیجناب کا ایمان اور شان ثابت ہو گیا اور

مخاطب کا طعن بدگمان تو سب شتر کا گوز ہو کر اُڑ گیا **قولہ** اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ جس وقت میں نکالا تھا اس کو گھر سے کفار نے کہ وہ دشمن ظاہر تھے۔ درحالیکہ ثانی اثنین تھا یعنی ان دو کا تھا کہ جس کا دوسرا دشمن باطنی تھا۔ معنی ثانی اثنین اور ثالث ثلٰثہ کے باتفاق اہل لغت و اہل تفسیر احد اثنین اور احد ثلٰثہ کے ہیں۔ یعنی ایک دو کا اور ایک تین کا۔ پس جس طرح ثالث ثلٰثہ میں ایک خدا برحق اور خدایان باطل تھے اسی طرح ثانی اثنین میں ایک حق اور دوسرا باطل تھا **اقول** اے اہل انصاف ذرا غفلت کی آنکھ کھولو اس جھوٹ اور سچ کا میزان تو لو قرآن میں نقصان کرنے والے کی نسبت کچھ تو بولو۔ ارے محرف قرآن دشمن ایمان بھلا اس طرح قرآن کا غلط معنے کون مسلمان سن سکتا ہے اور کلام خدا میں ایسا خطا کون کر سکتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ دشمن باطنی کا معنیٰ آپ نے کہاں سے نکالا اور کس حرف کا بنایا۔ کیوں اس طرح خدا کے قرآن میں نقصان کر کے اپنا ایمان گنواتا ہے۔ اور کیوں اصحاب ثلٰثہ کی دشمنی سے آپ کو ناری بناتا ہے۔ دیکھ اس آیت شریفہ میں تو نہ کچھ تاویل کی حاجت ہے نہ تغییر کی ضرورت ہے۔ اس میں تو صاف صاف خداوند کریم صدیق اکبرؓ کی تعظیم فرماتا ہے جیسا کہ سب مسلمانوں کو اس طرح سمجھاتا ہے کہ اے ایمان والو اگر تم نہ مدد کرو گے رسول کی تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے بھی آگے جب کہ اس کو کفّار نے نکالا اپنے گھروں سے تو دوسرا اس کا یار تھا غار میں یعنی صدیق اکبر پس دین کے صراف ذرا ان ہر دو معنے کا انصاف کریں پھر جھوٹے بیدین پر یہ آیت پڑھیں "لعنت اللہ علی الکاذبین" اور بھی اس جا ثالث ثلٰثہ کی نظیر تو مخاطب نے اس طرح تحریر کی ہے جیسا کسی نے کہا ہے چہ خوش گفت سعدی در زلیخا + الایا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا + کجا ثانی اثنین کا معنی اور کجا یہ ثالث ثلٰثہ کا راگ بھاگ گانا۔ حضرت اس مثال ناقص خیال سے بھلا جاہلوں کو ہنسایا یا اپنی جاہلیت کا جوہر دکھلایا **قولہ** اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ جس وقت وہ دونوں حق و باطل ایک غار میں جمع ہوئے تھے اور اس باطل نے اس حق کو ناحق غار تیرہ تار میں مثل مار آستین ایذا دینی شروع کی اور قلق اور اضطراب اور جزع و فزع خواہ حقیقۃً از راہ زولی اور عدم ایمانی بصدق وعدہ خدا اور رسول خواہ بمکر و خدع و عدم ایمان خدا و رسول شروع کیا **اقول** مخاطب جی اذ ہما فی الغار کے لفظ میں آپ نے اتنے کلمے واہیات کیوں فرمائے اور حق و باطل کے معنے بھی آپ نے کس حرف کے بنائے بھلا کون مسلمان اس طرح قرآن کا غلط معنے بناتا ہے اور کون کلام الٰہی میں سے ایسے دلائل لاطائل کر کے اپنا ایمان گنواتا ہے۔ نہ کچھ

خدا کا خوف نہ رسول کا لحاظ جو مخاطب کے منہ در آتا ہے - دیوانوں کی طرح بکے جاتا ہے - کیوں
صاحب اس آیت میں حق و باطل کس حرف کا بیان ہے یا آپ کا شیطانی گمان ہے اگر یہی ہے تو
تو پس اس کے جواب میں تو کلمہ لاحول کا پڑھنا ثواب ہے اور بھی وہاں کس نے حضرت کو
ایذا دیا اور کس نے جزع و فزع کیا یہ معنے بھی آپ نے کہاں سے بنائے - کیوں اس طرح قرآن کو
جھٹلاتے اور آپ کو ناری بناتے ہو حضرت خدا سے شرم نہ آیا - مگر اتنا بھی عقل نے آپ کو نہ سمجھایا کہ بھلا
کسی ثبوت یا قاعدے مضبوط کے سوا یہ ہمارے گھر کی بناوٹ کون مانے گا اور اس طرح قرآن کا بھی
غلط معنی کون سنیگا ہاں ان واہیات تباہیاں سے اپنے اتباع کو تو خوش فرمایا - مگر محرف قرآن ہو کر
اپنا ایمان گنوایا کیا ہاتھ آیا جناب سنیئے اذ ھما فی الغار کا تو صرف اتنا معنے اختصار ہے کہ جس وقت وہ
دونوں غار میں تھے یعنی ایک محمد مصطفے دوسرا صدیق رضی اللہ عنہا پھر اس سے زیادہ مگر آمادہ باتیں جو
آپ نے کی ہیں وہ کہاں سے بنالی ہیں جو کہا کہ اس کا جزع و فزع خواہ حقیقۃً خواہ بمکر کیوں ایسے
صریح جھوٹ لکھ کر بیچارے جاہلوں کو سناتے ہو اور کیوں اس طرح قرآن میں بھی نقصان کر کے اپنا ایمان
گنواتے ہو اے حضرات ان ہر ایک بات کی بھی ہم عنقریب اسی آیت کی بحث میں تکذیب کریں گے قولہ
اذ یقول لصاحبہ جس وقت ہمارے پیغمبر نے اس اپنے ساتھی جو موذی تھا کہا اور اس کو ایک فعل قبیح سے
بقولہ لاتحزن ان اللہ معنا" منع اور نہی فرمایا یعنی اے بے ایمان بصدق خدا اور رسول کیوں روتا
ہے - یا کیوں بظاہر حزن ہم سے مکر و خزع کرتا ہے خدا ہمارے ساتھ ہمکو ہر طرح سے محفوظ رکھے گا
ہمارے صدق سے تیری بھی جان بچے گی اور خدا تیرے مکر و خدع سے بھی ہم کو بچاوے گا **اقول**
اے دشمن ایمان منکر قرآن خدا سے ڈر قیامت کا خوف کر کیوں خدا کے قرآن الہی فرمان میں اپنے بدگمان
کو دخل دیتا ہے اور کیوں اس کے صاف سیدھے معنے چھوڑ کر ہمکو اپنی گھر کی باتیں سناتا ہے ہم پوچھتے
ہیں کہ اذ یقول لصاحبہ کے لفظ میں موذی کسی آپ کے عزیز کا نام ہے یا کوئی آپ کا تقیہ کلام ہے - کہ
جس کو اس مقام پر ارقام کیا اور "لاتحزن اِنّ اللہ معنا" کے معنے میں بھی بے ایمان آپ کا لقب ہے یا اس
کے لکھنے کا کیا سبب ہے بھلا یہ الفاظ لکھ لوگوں کو تو ہنسایا اور خدا کے قرآن کا بھی غلط معنے بنایا
مگر اب کچھ شرم بھی آیا یا نہیں - دیکھو اس آیت شریفہ کے تو ایک ایک حرف سے جناب باری صدیق اکبر
کی فضیلت ظاہر فرماتا ہے چنانچہ قولہ تعالےٰ اذ یقول لصاحبہ یعنی جس وقت پیغمبر نے اپنے رفیق ابابکر
صدیق کو فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا کہ اے ابابکر کچھ غم نہ کر ہمارے ساتھ اللہ ہے - پس اول تو لفظ صاحبہ
کے خطاب سے بقول خدا اور رسول جناب صدیق کا اصحاب ہونا تصدیق ہو گیا دوم معنا کی ضمیر جمع متکلم کی

ہے جس سے خدا کی معیت میں حضرت صدیق بھی شریک ہوئے سبحان اللہ ایسا قرآن میں اور کس کا شان ہے کہ جسکو پروردگار اپنے پیغمبر کا یار غار بنائے اور جس کے ساتھ خود اپنی معیت کو بھی ظاہر فرمائے کہ جس سے تو ابابکر صدیق کا پرہیزگار اور متقی ہونا تصدیق ہوا جیسا کہ دوسری آیت میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْنَ یعنی خدا ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو کہ نیک ہوتے ہیں۔ مخاطب جی ان نصوص قرآنی کلام ربانی کے مقابل ذرا وہ آپ کی نکتہ دانی حرکت شیطانی تو ملائیے پھر اس میں آپ ہی لحظہ منصف ہو کر فرمائیے کہ اب کون موذی اور بے ایمان ہے اور کون جھوٹا و بدگمان ہے **قولہ** فانزل اللہ سکینتہ علیہ پس ایسے وقت نازک میں کہ باہر سے کفار فکر سید ابرار میں تھے اور درمیان مار آستین نیش زنی کر رہا تھا خدا نے اپنے پیغمبر پر سکینہ نازل کیا کہ اس کو کسی طرح سے باوجود دشمنان بیرونی و اندرونی کی بھی قلق اور اضطرار نہ ہوا۔ اگر اس پر سکینہ نازل ہوا ہوتا ہے تو کیوں ظاہر اضطرار کرتا اور اگر اس وقت میں داخلاً و خارجاً کوئی مومن پیغمبر کے ساتھ ہوتا تو خدا ضرور اُس سکینہ میں جو اپنے پیغمبر پر نازل کیا تھا۔ اُس کو بھی شریک کر لیتا جیسے جس جس مقام پر پیغمبر کے ساتھ مومنین تھے۔ جب پیغمبر پر سکینہ نازل ہوا تو مومنین کو شریک کر لیا اور فرمایا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ مگر چونکہ اس مقام پر سوائے ایک کافر کے کوئی مومن ساتھ نہ تھا اس لئے سکینہ مخصوص بہ پیغمبر کیا **اقول** اے شیعان مخالف قرآن خدا جن کی شان میں ثانی اثنین فرمائے آپ ان کا نام دشمن خانگی رکھیں اور وہ جن کو تصاحبہ کہ کر حضرت کا یار غار بنائے تم ان کو کافر اور مار شرار کہو اور پھر وہ جن پر رحمت بھیجے تم ان پر لعنت کرو تو کیا یہ عداوت ثلاثہ کا معنے ہے یا فی الحقیقت خدا کو جھٹلانا ہے نعوذ باللہ منہا ارے خدا سے ڈرو کچھ تو اپنے ایمان کا پاس کرو تعجب تو یہ آتا ہے کہ بقول تمہارے خوف تو حضرت صدیق کھاتا ہے اور سکینت کا کلمہ خدا رسول کو فرماتا ہے۔ حضرت یہ کونسا دستور مشہور ہے کہ زخم اور کو ہو اور مرہم اور کو۔ بھلا وہ کون شخص ہے جو یہ تقریر بے نظیر آپ کی سن کر نہ ہنس پڑے گا اور اس آپ کے علم اور عقل پر بھی آفرین نہ کرے گا۔ کیوں ایسی بے جوڑ باتیں بناتے اور جاہلوں کو سناتے ہو اور کیوں اس طرح نص قرآن کا بھی غلط معنی کر کے اپنا ایمان گنواتے ہو۔ حضرت آپ نے تو اس آیت مذکور کے معنے اس دستور سے بھی نہ بنائے جیسا نقل مشہور ہے کہ کسی ہندو نے ایک مسلمان سے کہا کہ تمہارے قرآن میں تو ہمارے رام اور لچھمن کا بھی بیان ہے۔ وہ حیران ہو کر پوچھنے لگا وہ کہاں ہے اس نے کہا سورۂ یوسف میں جو اول میں حروف مقطعات ہیں (الٓر) الف سے مراد اللہ ہے اور ل سے مراد لچھمن اور ر سے مراد رام ہیں۔

مسلمان یہ سن کر ہنس پڑا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہندو نے بھی کچھ حرفوں کا جوڑ تو ملایا اور آپ نے تو اس آیت کے وہ معنے بنائے جو سراسر بے جوڑ بلکہ کفر کے طور ہیں کہ نہ یہ کسی شیعہ ہی کی تفسیر سے مطابقت پاتے ہیں۔ نہ کسی کی کچھ سمجھ میں آتے ہیں۔ دیکھو ہم بھی اس آیت کے لفظی معنے لکھ کر اہل انصاف کو دکھلاتے ہیں۔ پھر جھوٹے بدخواہ کا منہ سیاہ بناتے ہیں۔ کہ جب حضرت صدیق نے اس عالیشان سرور دوجہان کو ایک تنگ مکان میں دیکھا اور دشمن کفار بھی غار پہ آئے تو صدیق اکبر نے غم کھایا تب بحکم الٰہی حضرت نے فرمایا قولہ تعالےٰ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ یعنی جس وقت حضرت کے کہا اپنے یار غار کو لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہ اے ابابکر صدیق کچھ غم نہ کر ہمارے ساتھ اللہ ہے فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ یعنی اللہ تعالےٰ نے اپنی سکینت اس پر نازل کی یعنی صدیق اکبر کو خدا نے اپنی رحمت بھیج کر اس غم کی تسلی دی۔ پس اس سے چند فضائل ثابت ہوئے۔ ایک تو حضرت صدیق کا اصحاب ہونا تصدیق ہوا۔ دوسرا جناب باری نے اس کو اپنی معیت میں شامل کیا۔ تیسرا اپنی رحمت کو بھیج کر ان کا سینہ نور گنجینہ کر دیا۔ اے حضرات شیعہ لامیہ ہم تم ہی سے قسمیہ پوچھتے ہیں کہ ان ہر دو معنے سے کون ٹھیک لائق تصدیق ہے ہاں اپنے منہ سے تو نہ مانو گے۔ مگر کچھ دل سے تو جانو گے الحمد للہ کہ اہل انصاف کے آگے تو اس آیت شریفہ سے تو حضرت صدیق کی بھی تعریف ثابت ہو گئی اور مخاطب کا بیان بھی سب کا سب پشیمان ہو گیا باقی رہے وہ اعتراض جو ان ہر ایک فضائل کے مقابل انہوں نے طرح طرح کے دلائل لاطائل بنائے اور رنگ کے گیت گائے کہ جن سب کی تو مولوی سید مہدی علی صاحب نے ایسی تردید کی ہے جو قابل دید ہے۔ لیکن ہم بھی کچھ ان پر بحث کر کے اہل انصاف کے پیش کرتے ہیں۔ پھر جھوٹے بداندیش کا دل ریش کرتے ہیں چنانچہ ہم نے جو کہا کہ لصاحبہ

اوّل لصاحبہ کے لفظ پر بحث

کے لفظ سے صدیق اکبر کا اصحاب ہونا تصدیق ہوتا ہے۔ اس پر شیعہ چند طرح کے اعتراض کرتے ہیں۔ اوّل کہتے ہیں کہ لفظ صاحب سے ہمراہ کی مراد ہے اس کی کچھ فضیلت نہیں ہے کیونکہ خدا تعالےٰ نے قرآن میں کافر کو مومن کا بھی صاحب بیان کیا ہے۔ فقال لصاحبہ وھو یحاورہ اکفرت بالذی خلقك من تراب دوم حضرت یوسف نے بھی قید خانہ میں کافر کو فرمایا یا صاحبی السجن پس صاحب کے لفظ سے تو فضیلت کیسی اسلام بھی ثابت نہیں ہوتا **جواب** آیت اوّل میں حق تعالےٰ نے کافر صاحب مومن کا کہا ہے۔ مگر اسی وقت خداوند کریم دانا و حکیم نے تو اکفرت بالذی خلقك من تراب فرما کر اس کا تو کفر ظاہر کر دیا اور دیکھو اس جگہ تو پروردگار صدیق اکبر کو خود پیغمبر کا صاحب قرار دے کر ساتھ ہی اس کی شان اور ایمان کا وہ کلمہ فرما دیا جیسا کہ پیغمبر صاحب کی طرف سے کہا لا تحزن ان اللہ معنا کہ اے ابابکر صدیق تو نہ غم کر ہمارے ساتھ اللہ ہے۔ پس ان دونوں میں کیا نسبت اور کون مناسبت ہے

دوسری آیت کا جواب یہ ہے کہ صاحبی السجن کے لفظ سے تو صاحب کا مضاف سجن کی طرف ہے یعنی اے صاحب قید خانے کے نہ کہ حضرت یوسف کی طرف اور اس آیت شریفہ میں تو مضاف خاص نبی کی طرف ہے کہ اذ یقول لصاحبہ یعنی جب حضرت نے کہا اپنے صاحب کو پس دیکھو ان دونوں بیانوں میں تو زمین و آسمان بلکہ کفر اور ایمان کا فرق ہے پھر آپ نے ایسی غلط نظیر کیوں تحریر کی کہ جس کا حال دیگر مثال دیگر ہے

دوم لاتحزن کے لفظ پر بحث

"لاتحزن" کے لفظ میں ان حضرات نے طرح طرح کے لغویات بنائے اور رنگ رنگ کے گیت گائے ہیں ہر ایک کا جدا رنگ علیحدہ ڈھنگ جتنے منہ اتنی باتیں۔ اول تو یہ فرماتے ہیں کہ در اصل ابوبکر کو حزن نہ تھا مکر کے سبب سے روتا اور چلاتا تھا کہ کفار آواز سن کر پیغمبر صاحب کو گرفتار کر لیں اس واسطے حضرت بھی اس کو بار بار خفا ہو کر سمجھاتے اور رونے سے منع فرماتے تھے لیکن وہ باز نہ آتا جیسا کہ اُن کی کتاب حسنیہ میں ہے کہ ابابکر جزع و فزع کرتا تھا اور قریب تھا کہ پیغمبر خدا کو رسوا کرے بلکہ غرض اُسکے چیخنے اور چلانے سے یہ تھی کہ کفار مطلع اور آگاہ ہو جاویں اور بعضے دانشمندوں نے اتنا اور بڑھا دیا ہے کہ اس نے اپنا پاؤں بھی باہر کر دیا تاکہ کافر دیکھ کر اندر گھس آویں تو جب سانپ نے کاٹ لیا تب وہ پاؤں اندر کیا **جواب** کیوں صاحب حضرت صدیق کی بدنیتی اور مکر وغیرہ آپ نے کہاں سے بنا لیا۔ اور کس حرف کا معنے کیا۔ یہ آپ کا قیاس ہے یا شیطانی وسواس ہے۔ اس کا کوئی ثبوت بھی دیتے ہو یا صرف اپنے منہ سے کہتے ہو منہ کی بات تو قابل سماعت نہیں ہے حضرت اس واہی تباہی کا جواب تو ہم اور بھی بہت باثواب دیویں گے۔ مگر اس جا تو آپ کے جھٹلانے کو صرف ایک ہی آیت کافی اور وافی ہے۔ دیکھو خدا تعالےٰ تو اس میں حضرت صدیق کا غمگین ہونا فرماتا ہے نہ کہ رونا چلانا وغیرہ۔ اگر ان کی نیت میں کچھ بھی فتور ہوتا تو ضرور خدا اُن کی بدنیتی یا مکر کا ذکر کرتا حزن کا لفظ نہ فرماتا جب خدا نے ایسا نہیں کیا صرف کلمہ حزن کا فرما دیا تو بس قرآن کے سامنے یہ تمہارا بہتان کون مانتا ہے۔ اور ایسے صریح جھوٹ کو سچ کون جانتا ہے جب بعض شیعہ امامیہ نے دیکھا کہ یہ حزن کا انکار تو ہمارے کچھ درکار نہیں آتا۔ اس سے تو خود قرآن ہم کو جھوٹا بناتا ہے۔ تب اس اپنے مکر کا ذکر چھوڑ کر دوسری طرف کا راہ لیا یعنی محزون ہونا صدیق اکبر تسلیم تو کیا۔ مگر پھر بھی حزن کا معنے خوف وغیرہ کھاتا کہ کر بہت کچھ زباندرازی و نکتہ بازی کی کہا کہ ابابکر ایسا بزدل تھا جو کافروں کو دیکھ کر ڈر کے مارے جزع و فزع کرتا تھا۔ جیسا کہ مخاصب نے بھی کہا کہ ابابکر نے جزع و فزع حقیقتاً از راہ بزدلی شروع کیا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جزع و فزع کا لفظ آپ نے کہاں سے نکال لیا اور انکار رونا چلانا بھی کس حرف کا معنے کیا۔ کیوں ایسے جھوٹ بنا کر لوگوں کو سناتے ہو اور کیوں اس طرح محرف قرآن بھی ہو کر اپنا ایمان گنواتے ہو حضرت قرآن میں تو حزن کا معنے فقط غم کھانا

ہے نہ کہ معاذ اللہ رونا اور چلانا یا خوف کھانا اگر نہیں کہو تو سب قرآن میں دیکھ لو چنانچہ سورہ طٰہ میں جناب باری حضرت موسےٰ کی والدہ شریفہ کے حق میں فرماتا ہے کی تقر عینہا ولا تحزنی یعنی ٹھنڈی رہی اُس کی آنکھ اور غم نہ کھاوے اور اسی طرح یہ کلمہ سورہ مریم میں بھی حضرت مریم کو فرمایا "لا تحزنی" اور سورۂ یوسف میں بھی حضرت یوسف کیلئے یعقوب علیہ السلام نے کہا قال انی لیحزننی کہا کہ مجکو غم پکڑتا ہے پھر یعقوب علیہ السلام فرماتے ہیں قال انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ بولا میں تو کھولتا ہوں اپنا احوال اور غم اللہ ہی کے پاس اور حق تعالےٰ سورت یونس میں ہمارے حضرت کو بھی فرماتا ہے ولا یحزنک قولھم یعنی نہ غم کھا ان کی بات سے پھر پروردگار ہمارے سید ابرار کو فرماتا ہے واصبر وما صبرک الا باللہ ولا تحزن علیھم اور تو صبر کر اور تجھ سے صبر ہوسکے اللہ ہی کی مدد سے اور ان پر غم نہ کھا علیٰ ہذا القیاس اسی طرح سب قرآن میں دیکھ لو کہ حزن کا معنے سوائے غم کھانے کے اور تو ہو ہی نہیں سکتا پھر اتنا واویلا کیوں مچایا۔ اگر اس پر آپ کا شک رفع نہ ہو تو اور تو دیکھو جناب باری نے تو اپنے تمام کلام میں غم اور خوف کا جدا جدا حرف اور جدا ہی معنے کیا ہے۔ جیسا کہ سورت یونس میں حق سبحانہٗ تعالےٰ فرماتا ہے۔ الا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ یعنی تحقیق اولیاء اللہ ہیں نہ ڈر ہے اُن پر نہ وہ غم کھاویں گے۔ اور بھی سورت انعام میں فرمایا فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ جو وہ یقین لائے اور نیک ہوئے نہ ان کو خوف ہے نہ وہ غم کھاویں گے۔ الحمد للہ کہ لاتحزن کے لفظ پر جو شیعان کے طعن بدگمان تھے یعنی صدیق اکبر کو خوف کا الزام لگانا جزع اور فزع رونا چلانا وغیرہ ان سب سے تو اُن کو خود قرآن خدا کے فرمان ہی نے جھوٹا کیا اور حزن کا معنے فقط غم کھانا فرمایا حضرت اسی واسطے تو ہم عرض کر چکے ہیں کہ آپ قرآن کی آیتوں پر بحث نہ کیا کرو۔ کیونکہ آپ اس کے ماہر نہیں ہیں تب ہی تو آپ مغالطے کھاتے اور پشیمانی اٹھاتے ہو اگر اس ہمارے بیان اور خدا کے فرمان پر بھی آپ کا اطمینان نہ ہوا ہو خیر آپئے کسی اپنی تفسیر کا بھی ملاحظہ فرمایئے دیکھو کہ تمہارے کاشانی صاحب بھی خلاصۃ المنہج میں اس لاتحزن کا ترجمہ کیا لکھتے ہیں (چوں بگفت پیغمبر مریار خود را اندوہ مخور) کیوں صاحب اندوہ کا معنی وہی غم کھانا ہے یا نہیں یا کہ اب بھی وہی رونے چلانے کے ترانے گاؤ گے خیر اس غلطی کا قصور تو ہمارے مخاطب بیچارے کا بھی نہیں ہے کیونکہ ایک کاشانی صاحب کے سوا تو آج تک ان کے کسی مجتہد اور علماء سے لاتحزن کا معنے صحت نہ ہوسکا۔ سب اسی طرح واویلا مچاتے اور اپنا منہ سیاہ بناتے گئے ہاں شاید کاشانی نے بھی اندوہ کا معنے وہی خوف کھانا مراد لیا ہو ہم تعجب کرتے ہیں کہ یہ بے حیا ابن سبا کے چیلے اپنی تفسیروں کو بھی نہیں دیکھتے اور نہ کچھ قرآن کے فرمان کا لحاظ کرتے ہیں کہ وہ کیا فرما رہا ہے سلاو ہم

کہا کہتے ہیں جو کسی کے مُنہ در آتا ہے وہی بے تحاشہ بکے جاتا ہے۔ اور یہی نہ اپنے دعوے کا کوئی ثبوت دیتے ہیں نہ کوئی وجہ بتلاتے ہیں صرف ہمکو اپنے گھر کی باتیں سناتے چلے جاتے ہیں اتنا بھی نہیں جانتے کہ ہمارے گھر کی باتیں خصم کب مانے گا اور کسی ثبوت کے سوا سچ کون جانے گا خیر اب ہم اپنے مخاطب کا بھی دل رنج نہیں کرتے اور نہ ان کی خوش فہمی کو روکتے ہیں اگر ہم فرضاً حزن کا معنے خوف ہی کھانا تسلیم کریں تب بھی تو صدیق اکبر کی شان میں کوئی نقصان نہیں آتا بلکہ اس سے بھی ان کا ایمان اور شان ثابت ہوتا ہے حضرت یہ وہ آیت غار حکمت پروردگار ہے کہ اس کو جس طرف سے دیکھو اُسی پہلو سے ابابکر صدیق کی فضیلت تصدیق ہوتی ہے دیکھو اس خوف تمہارے کے بھی طعن ہم سب بیان کر کے اہل انصاف کو دکھلاتے ہیں پھر ان سے جھوٹے بدگمان کو پشیمان بناتے ہیں۔ چنانچہ اس خوف پر شیعہ جدید ابن سبا کے مرید چند طرح اعتراض کرتے ہیں۔ اوّل کہتے ہیں کہ ابابکر کو کامل یقین پیغمبر صاحب کے وعدے اور خدا کی حفاظت پر نہ تھا ورنہ وہ اس طرح خوف نہ کرتا اور نہ ڈرتا **جواب** جیسا کہ آپ فرماتے ہو کہ رسول خدا بار بار ابابکر پر خفا ہوتے اور اُس کو رونے چلانے سے منع کرتے اگر آپ کی طرح کوئی ملحد کہے کہ معاذاللہ پیغمبر صاحب کو بھی خدا کے وعدے اور حفاظت پر یقین نہ تھا ورنہ حضرت باوجود پیغمبر ہونے کے اس کے رونے چلانے سے نہ گھبراتے اور نہ بار بار منع فرماتے نہ اس کے راز فاش کرنے سے کچھ خفا ہوتے پس جو حضرات شیعہ اُس ملحد کو جواب دیویں ہماری طرف سے بھی وہی سمجھ لیویں۔ دوم کہتے ہیں کہ لاتحزن کا لفظ نہی عن المعصیت کا لفظ ہے جیسا مخاطب نے بھی کہا کہ اس کو ایک فعل قبیح سے منع و نہی فرمائی کہ جس نہی سے ابوبکر کی شان تو کیا اُلٹا معصیت عیاں ہے۔ **جواب** کیوں ایسے جھوٹے افترا بناتے اور جاہلوں کو سُناتے ہو۔ یہ کون کہتا ہے کہ لاتحزن نہی عن المعصیت ہے معاذاللہ حضرت یہ تو جاہل بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ محض تشفی و تسلی کا کلمہ ہے۔ اگر آپ کے نزدیک محزون اور خائف ہونا خطا ہے تو پھر حضرت ایک صدیق تو کیا اس تمہارے الزام خام میں تو تمام پیغمبر اور امام بھی گنہگار ٹھہرے کہ جن کو تو پروردگار لاتحزن ولاتخف فرماتا ہے پھر تو ان کی معصومیت بھی کہاں رہی تب بھی تو آپ کے مذہب تشیع کی مٹی خوار ہوئی۔ مخاطب جی سب قرآن میں دیکھو کہ اکثر پیغمبروں کی شان میں یہ ہر دو کلمے بہت جگہ عیاں ہیں چنانچہ سورت صٓ میں جب فرشتوں کو دیکھ کر حضرت داؤد نے خوف کھایا تو فرشتوں نے فرمایا لاتخف اور جب حضرت موسےٰ کا عصا سانپ ہو کر دوڑا تو آپ ڈرے حق تعالےٰ نے سورہ طٰہٰ میں فرمایا قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ فرمایا کہ پکڑلے اس کو اور نہ ڈر اور بھی جب جادوگروں سے حضرت موسےٰ نے خوف کھایا تب جناب باری نے فرمایا قلنا لاتخف انک انت الاعلےٰ فرمایا تو نہ ڈر مقرر تو ہی غالب ہوگا۔

پھر جب حضرت موسٰے وہارون علیہ السلام کو فرعون کی طرف جانے کا حکم ہؤا تو وہ ڈرے تب خدا نے فرمایا قال لا تخافا انني معكما فرمایا کہ کچھ خوف نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں اور آیت فاوجس منهم خيفة کی تفسیر میں تمہارے علامہ طبرسی صاحب نے بھی یہ لکھا ہے فلما امتنعوا عن الاكل خاف منهم وظن انهم يريدون سوء فقالوا اى قالت الملائكة لا تخف يا ابراهيم کہ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم کے ساتھ کھانا نہ کھایا تو آپ ڈرے کہ کہیں یہ لوگ بدی سے پیش نہ آویں تب ملائکہ نے کہا اے ابراہیم کچھ خوف نہ کر اور ہم سے نہ ڈر کہ ہم آدمی نہیں ہیں یا جیسا لا تحزن کے لفظ حضرت یعقوب ویوسف علیہ السلام وغیرہ اور ہمارے حضرت کی شان میں بھی اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ تو پس اسی طرح سب قرآن میں دیکھ لو کہ لا تحزن اور لا تخف یہ دونوں کلمے خدا نے تمام پیغمبروں کی شان میں ارقام فرمائے ہیں۔ کیوں صاحب ہم پوچھتے ہیں کہ ان پیغمبروں نے بھی خوف کھایا یا نہیں اور ان کو بھی حق تعالٰے نے ابابکر صدیق کی طرح لا تحزن ولا تخف فرمایا یا نہیں اگر فرمایا تو پھر کیا وجہ کہ ایسے لفظ پر طعن ہو اور اسی سے شان ہو پس اب جو کچھ آپ ان پیغمبروں کے حق میں کہو وہی حضرت ابو بکر کی شان میں سمجھ لو ہاں اگر اپنی عادت کے موافق کچھ اس میں بھی اپنی دلیل یا تاویل بڑھاؤ یعنی معصوم یا غیر معصوم کا کچھ فرق بتاؤ تو بھی دیکھو رب العالمین نے تو اور مؤمنین کی شان میں بھی اسی طرح لا تحزن ولا تخف فرمایا ہے۔ قولہ تعالٰے ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة الا تخافوا ولا تحزنوا یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا ہمارا پروردگار ہے پھر اسی پر مضبوط رہے تو فرشتے ان پر نازل ہو کر یہ کہتے ہیں کہ لا تخافوا ولا تحزنوا کہ کچھ خوف نہ کرو اور نہ کچھ غم اور بھی اللہ جلشانہٗ دوسری جگہ مؤمنین کو فرماتا ہے ولا تحزنوا وانتم الاعلون کہ کچھ غم نہ کرو تمہیں کو غلبہ ہو گا۔ کیوں حضرت اب کیونکر صدیق اکبر پر اس غم اور خوف وغیرہ کے طعن بدگمان کرو گے اور کس منہ سے ان کو بزدلا وغیرہ بھی کہو گے کیونکہ خداوند کریم نے تو جس طرح حضرت داؤد و حضرت ابراہیم و حضرت یعقوب و حضرت موسے وہارون کو لا تحزن ولا تخافا انني معكما کہ کر ان کا خوف وغم دور کیا تو اسی طرح حضرت ابابکر صدیق کو بھی لا تحزن ان الله معنا فرما کر مطمئن کر دیا اور بھی جیسا اور مؤمنین کو لا تخافوا ولا تحزنوا فرما کر ان کی تشفی کی تو اسی طرح حضرت صدیق کو بھی لا تحزن کہ کر تسلی دی الحمد للہ کہ خوف وغیرہ کے طعن سے تو خود قرآن نے اُن کو ایسا پشیمان کیا کہ اب کسی بدگمان کا کچھ بھی چون وچرا باقی نہ رہا ہاں ان کی بے حیائی منہ چڑھائی تو قیامت تک نہ جائیگی۔ سیوم بعضے شیعہ امامیہ اکثر بیچارے جاہلوں کو اس طرح بھی سوال کرکے برملال کرتے ہیں۔ کہ حزن ابو بکر کا طاعت تھا یا معصیت۔ اگر طاعت تھا تو رسول خدا نے کیوں

منع کیا۔ اگر معصیت تھا تو پس ابوبکر گناہگار ہوا۔ **جواب** حضرت آیات مذکورہ سے دیکھو لو کہ حضرت موسےٰ و ہارون و حضرت ابراہیم وغیرہ علیہم السلام نے بھی اسی طرح خوف کھایا اور جناب باری نے ان کو بھی لاتحزن و لاتخف کہ کر منع فرمایا تو ہم بھی آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان پیغمبروں کا خوف طاعت تھا یا معصیت۔ اگر طاعت تھا تو خدا کا طاعت سے منع کرنا ثابت ہوا۔ اگر معصیت تھا تو پھر یہ سب پیغمبر اور مرسل معصوم نہ ٹھیرے کل انبیاء اہل خطا ہوئے تب بھی تو آپ کے مذہب پر غضب آیا پھر اس کہنے سے آپ کے کیا ہاتھ آیا۔ پس جو آپ اس کا جواب بتا دیں ہماری طرف سے بھی وُہی قبول فرمادیں۔ اب ہم بھی خوف صدیق کی بابت شیعہ پاک سے پوچھتے ہیں کہ ابابکر صدیق کو اپنی جان کا اندیشہ اور تکلیف پہنچنے کا ڈر تھا یا پیغمبر صاحب کی ایذا اور مصیبت کا خوف تھا۔ اگر کہو کہ ان کو اپنی جان کا خوف تھا۔ جیسا کہ ہمارے مخاطب بھی کہتے ہیں کہ اُس کا جزع فزع حقیقتاً ازراہ بزدلی تھا پس اس میں تو وہ تمہاری بدنیتی کے بدگمان نفاق وغیرہ کے طعن سب باطل ہوئے جو کہا کہ یہ اندرونی کافروں کے دوست اور حضرت کے دشمن تھے اور اُن کا جزع و فزع مکر وغیرہ کرنا اور ایذا پہنچانا رونا یا چلانا راز فاش کرنا یہ سب تمہاری واہیات باتیں خاک میں مل گئیں۔ کیونکہ اگر وہ کافروں سے ملے ہوئے ہوتے تو پھر ان کو ان سے کیا ڈر تھا بلکہ اپنے ہم رازوں کو دیکھ کر خوش ہوتے نہ کہ غم کھاتے اور خدا بھی ان کی نسبت لاتحزن نہ فرماتا۔ اگر کافروں سے ملے ہوئے نہیں تھے تو اس سے وہی بات ثابت ہوئی جس کا ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ خاص حضرت کے یار غمخوار دشمن کفار تھے اور اگر کہو کہ یہ پیغمبر کی مصیبت پر خائف ہوئے تھے تو پس اس خوف کو تم گناہ کہا۔ اگر کفر بھی کہو۔ مگر ہم اس کو ثواب کیا ہزارہا ایمان سے افضل شان جانتے ہیں بھلا وہ یار غار عاشق زار حضرت کی ایسی مصیبت دشوار کو دیکھ کر جگر افگار کیوں نہ ہوتے۔ گو حضرت کی جان سلامت کا بھی آپ کو اطمینان تھا لیکن اس شہنشاہ سلطان الانبیاء کو ایک تنگ مکان میں دیکھ کر غم سے خود بیجان ہو جاتے تھے تب خدا نے اپنی سکینت اس عاشق مصطفےٰ پر عطا فرمائی۔ ہم نے جو کہا کہ یہ آیت بھی ابابکر صدیق کے ایمان کو تصدیق کرتی ہے کہ جس پر خدا نے اپنی سکینت عطا کی۔ یعنی رحمت بھیج کر تسلی دی اس پر حضرات شیعہ چند طرح کے اعتراض کرتے ہیں۔ اوّل کہتے ہیں کہ علیہ کی ضمیر راجع طرف رسول علیہ السلام کے ہے نہ کہ ابوبکر کے۔ یعنی خدا نے نازل کی اپنی تسلّی پیغمبر پر جیسا ہمارے مخاطب بھی کہتے ہیں کہ خدا نے اپنے پیغمبر پر سکینہ نازل کیا **جواب** حضرت اس میں بھی آپ نے نہ تو کوئی ثبوت پیش کیا نہ بیچاری عقل کو نزدیک آنے دیا وہ کون شخص ہے جو اس تقریر

سوم فانزل اللہ سکینتہ علیہ کے لفظ پر بحث

شیخ چلی کی نظیر کو سُن کر نہ ہنس پڑے گا۔ بھلا کس کو تعجب نہ ہو گا کہ غم تو حضرت صدیق کھائے اور تسلّی خدا پیغمبر کو فرمائے یہ کون سی بات قابل سماعت ہے۔ ہاں یا تو کہو کہ خوف حضرت کو تھا۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ جب ایسے خوف کے سبب آپ ابابکر صدیق پر بزدلی اور نامردی وغیرہ کے طعن کرتے ہیں کہ جن سے تمہاری سب کتابیں بھری پڑی ہیں۔ پھر آپ اسی خوف کو کس مُنہ سے حضرت کی طرف منسوب کرو گے کچھ شرم بھی آتی ہے یا نہیں۔ حضرت اس میں تو ہماری بھی کچھ اور کہنے کی حاجت نہیں اسی آیت شریفہ کا معنے خود تم کو جھوٹا بناتا ہے۔ جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہ جب کہا پیغمبر نے اپنے یار کو کہ نہ غم کر ہمارے ساتھ اللہ ہے۔ پس اس سے تو صاف پیغمبر کا لاتحزن فرمانا ابابکر صدیق کو ثابت ہوتا ہے۔ نہ کہ ابابکر صدیق کا پیغمبر صاحب کو تو جب قرآن سے غم کھانا حضرت صدیق کا اور لاتحزن فرمانا حضرت کا ثابت ہوا تو فانزل اللہ سکینتہٗ علیہ کی ضمیر تو خود ہی راجع طرف صدیق اکبر کی ہوئی۔ کیونکہ غم اور تسلی تو لازم ملزوم ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ بجز بیماری دوا کب روا ہے اور بغیر غمگین تسکین کس کا دوا ہے۔ کچھ تو فرمائیے یہیں تو آئیے ذرا جھوٹے کو دو چار سنائیے۔ دوم جو مخاطب نے کہا ہے کہ اگر اس وقت میں داخلاً و خارجاً کوئی مومن پیغمبر کے ساتھ ہوتا تو خدا ضرور اس سکینہ میں جو اپنے پیغمبر پر نازل کیا تھا اُس کو بھی شریک کر لیتا جیسا کہ جس جس مقام پر پیغمبر کے ساتھ مؤمنین تھے۔ جب پیغمبر پر سکینہ نازل ہوا تو مومنین کو بھی شریک کر لیا اور فرمایا فانزل اللہ سکینتہ علیٰ رسولہ وعلی المؤمنین مگر چونکہ اس مقام پر سوائے ایک کافر کے کوئی مومن ساتھ نہ تھا اس لئے سکینہ بخصوص پیغمبر کیا۔ جواب کیوں ایسے افترے بناتے اور جاہلوں کو سناتے ہو اور کیوں اس طرح منکر قرآن بھی ہو کر آپ کو ناری بناتے ہو۔ یہ تو جاہل بھی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اگر اس وقت پیغمبر صاحب کو بھی حزن ہوتا تب خدا اس طرح رسول کو بھی شمول کر کے فانزل اللہ سکینتہ علیٰ رسولہ وعلی المؤمنین فرماتا مگر چونکہ جب غار میں حضرت کے ساتھ ایک ہی یار ابابکر صدیق تھا جو سید المرسلین کی مصیبت دیکھ کر غمگین ہوا جاتا تھا۔ اس واسطے خدا تعالےٰ نے پیغمبر کے سوا ایک ابابکر صدیق پر جو غمگین تھا اپنی تسکین کو بھیج دیا تب ہی تو علیہ واحد کا ضمیر ایک صدیق کی طرف تحریر کیا اور بعضے شیعہ امامیہ اس مقام پر یوں بھی ارقام فرماتے ہیں کہ یہ سکینہ سوائے شمول رسول کے تنہا کسی مومن پر نازل نہیں ہوئی چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری وغیرہ بھی اس تقریر کو بڑی آب وتاب سے اس طرح تحریر کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ ہرگز در ہیچ جائے کہ یکے از اہل ایمان بغیر حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ ننمودہ الا آنکہ نزول آں را شامل جمیع ایشاں داشتہ چنانچہ در بعض آیات فرمودہ ویوم حنین اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیْئًا وَّضَاقَتْ عَلَیْکُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ

عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۵ چوں باں حضرت غیر از ابو بکر در غار نبود لاجرم خدا ایتعالےٰ آنحضرت
را در نزول سکینہ مفرد ساخت واورا باں مخصوص گردانید ابو بکر را باو شرکت نہ داد الخ) جواب بھلا
ہم ان جھوٹوں کو کہاں تک جھٹلائیں اور ان کی پوچ بیہودہ مردودہ کب تک چھپائیں۔ ہاں آپ نے
امامیہ پاک شیعہ کا دعوےٰ تو کیا مگر امید ہے کہ کسی آپ کے مجتہد شیعاں مناظرہ خوان نے تو عمر میں
تمام قرآن فرمانِ خدا کو ایک مرتبہ تک بھی نہ دیکھا ہوگا۔ ورنہ آپ کے گرو بزرگوار اس زور شور سے
یہ انکار نہ کرتے اور اس شد و مد سے نہ کہتے کہ سوا شمول رسولؐ کے تنہا کسی مومن پر سکینہ نازل
نہیں ہوئی اے شیعو! ذرا اپنے مجتہدین اور تابعین کی جاہلیت پر افسوس کرو اگر شرم ہے تو چلو بھر
پانی میں ڈوب مرو۔ دیکھو جناب باری نے تو پیغمبر کے سوا تنہا مؤمنین پر بھی سکینہ کو ایک سورت فتح
میں دو مقام پر ارقام کیا ہے اوّل تو پہلے رکوع میں فرماتا ہے۔ وَهُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ
الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ یعنی وہ خدا جس نے نازل کیا سکینہ مؤمنین کے دلوں
پر تاکہ زیادہ کرے ایمان ان کے ایمان کے ساتھ پھر تیسرے رکوع میں فرماتا ہے۔ اِذْ
یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْهِ یعنی جب بیعت کی انہوں
نے درخت کے نیچے پس جانتا ہے اللہ جو ان کے دلوں میں ہے تو پس نازل کی سکینت اوپر
ان کے۔ دیکھو جیسا کہ اس بیعت الرضوان وغیرہ کے مقصود میں حضرت بھی موجود تھے تو ان کے
سوا خدا نے اپنی تسکین مؤمنین پر عطا کی۔ اسی طرح یہ سکینہ بھی حضرت کے سوا تنہا ابا بکر صدیق پر
نازل ہوئی پھر کیوں تم اور تمہارے قاضی صاحب نے کہا کہ سوا شمول رسول کے سکینہ تنہا کسی مومن
پر نازل نہیں ہوئی ہم حیران ہیں کہ ایسے کچے طعن کر کے پھر بھی آپ پشیمان نہیں ہوتے۔ مخاطب
جی اب آپ اس کا کیا جواب دو گے۔ یا تو اس میں اپنے قاضی رتل بھوکھ وغیرہ کو جھوٹا کہو۔
یا اس طرح ناڈکہ ہمارے قاضی صاحب کے پیچھے حضرت عثمان نے آکر یہ آیتیں قرآن میں
درج کر دی ہیں ورنہ تیسرا تو لاچار ہمارا دعوےٰ اختیار کرنا پڑا۔ کیوں ایسی باتیں بناتے ہو۔
کہ جن سے الٹا ذلّت و خواری شرمساری اٹھاتے ہو۔ ہاں مصنّف کتاب تو کہلایا مگر الٹا آپ کو
پشیمان بنایا گیا ہاتھ آیا۔ حضرت اسی واسطے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ آپ اہل سنت سے مناظرہ کیا کرو
کیونکہ آپ صرف زبان کے ہوشیار ہو۔ ثبوت کے بالکل عار ہو تب ہی تو ہمیشہ آپ کو ہار آتی ہے۔
خصوصاً اسی ہماری کتاب پر بھی اگر کوئی آپ کا عالم بھائی عادت ابن سبائی کے موافق منہ چڑھائی
کرے پھر تو اس کا ردّ فی الفور سہل طور ہمارا تھوڑا خواندہ بھی بنا سکتا ہے۔ کیونکہ آپ کی تردید کا مقصود

توسب اسی کتاب میں موجود ہے۔ اس کو کسی اور ثبوت دینے کی بھی حاجت نہیں اور آپ کے علماء تو آج تک مذمت صحابہ کی تلاش میں مر رہے کوئی آیت یا حدیث تو نہ ملی۔ پس اسی واسطے تو اس بحث کا کرنا آپ کو نحس پڑتا ہے حضرت ہم نے تو سب خلاصہ آپکو سنا دیا اور وجہ شکست تمہاری کا بھی حال بیان کیا۔ آگے آپ کا اختیار۔ خواہ باز آؤ خواہ ہمیشہ اسی طرح کی مذمت اٹھاؤ۔ اور جو اس آیت غار

آیت غار کا ثبوت

کے فضائل میں شیعوں نے اپنے دلائل لاطائل کہے تھے۔ وہ تو ہم نے ایسے زائل کر دئے کہ اب سوا ایک انکار منکر بد کردار کے اور کوئی تکرار باقی نہیں رہا لیکن اس انکار پر بھی ہم ایک وہ ہتھیار کرتے ہیں کہ جس کے سامنے تو وہ انکار کرنا بھی ان کا بالکل دشوار ہو جائے یعنی ایک روایت ان کی بڑی معتبر تفسیر سے ہم ایسی تحریر کرتے ہیں۔ جو خود ان ہی کی زبان سے ان کو جھٹلاتی اور کاذب بناتی ہے چنانچہ ان کے علامہ طبرسی صاحب اپنی تفسیر مجمع البیان میں اس طرح لکھتے ہیں۔ وقد ذکرت الشیعۃ فی تخصیص النبی فی ھذہ الایۃ بالسکینہ کلاما رأینا الاضراب عن ذکرہ احری لئلا اُنا ناسب علیٰ شیئ یعنی شیعوں نے اس آیت میں سکینت کو پیغمبر صاحب کے ساتھ مخصوص ہونے پر ایسی باتیں لکھیں ہیں کہ ہم ان کا نہ لکھنا ہی مناسب سمجھتے ہیں۔ تاکہ کوئی کہنے والا مجکو بھی کچھ کہنے نہ لگے دیکھو اس مفسر نے تو صاف لکھ دیا ہے کہ اس آیت میں فضیلت صدیق کی نسبت جو شیعہ اعتراض کرتے ہیں وہ ایسی پوچ اور بیہودہ ہیں کہ ان کے بیان کرنے سے بھی شرم آتی ہے۔ پس اس ایک ہی روایت سے کل شیعوں کے تار پود نابود ہو گئے۔ مخاطب جی اب کچھ آپ کو بھی شرم آئی یا نہیں نہیں تو بھلا آپ کے جھوٹے ہونے میں اب کونسی بات باقی رہی صرف زبان کا انکار یا کوئی اور بھی ہتھیار ہے۔ مگر خفا نہ ہونا ہم نے تو آپکو جھوٹا نہیں کہا تمہارے ہی طبرسی صاحب تم کو اور تمہاری ایسی باتیں کہنے والوں کو جھوٹا کہتے ہیں۔ اگر اس میں کوئی یہ تعجب کرے کہ علامہ طبرسی نے خود شیعہ ہو کر کیوں شیعوں کو جھوٹا کہا۔ ہم کہتے ہیں یہ ایک روایت تو کیا ایسی تو اُن کی صدہا روایتیں ہیں جو خود ان کے برخلاف ہیں۔ وجہ مخالفت کی یہ ہے کہ اوّل تو ان کے موّرخین حال اور مقدمین میں کمال اختلاف ہے۔ دوّم اُن کے متؤخرین میں سے دو بڑے متعصب مؤرخ ہوئے ہیں ایک قاضی نور اللہ شوستری دوسرے مولوی دلدار علی صاحب کہ انہوں نے تو ابن سبا یہودی سے بھی بڑھ کر قدم رکھا ہے۔ اپنے نئے نئے افتراء نکال کر کتابیں بنائیں اور طرح طرح کی باتیں لوگوں کو سنائیں۔ تاکہ آج کل کے سب شیعہ امامیہ ان ہی کی تلقین کے مقلدین ہیں۔ اور اب اُن مقدمین بیچاروں کی تو کوئی بات ہی نہیں سنتا بلکہ جہاں تک ہو سکتا ہے ان کے کلام کو جھٹلاتے اور کاذب بناتے ہیں۔ کہ یہ سب بات بھی ان کی تصنیفات دیکھنے سے معلوم

ہو سکتی ہے۔ سیوم شیعہ جدید کا بھی حال قابل دید ہے کہ ایک صاحب کا دعوےٰ اور دوسرے کا کوئی جواب اور
کسی کا کوئی اقرار کسی کا کچھ انکار نیا راگ نیا گانا نیا رنگ نیا ترانہ۔ غرض جیسا موقع جس نے دیکھا ویسا ہی
بے تحاشا کہہ دیا پس اسی وجہ سے ہمارے علماء نے ان کو جھوٹا کیا اگر اس ایک روایت کے بیان سے
مخاطب کا بدگمان رفع نہ ہو تو ہم کسی اور معتبر تفسیر کی بھی نظیر دیتے ہیں تاکہ پھر بھی جھوٹے کو جھوٹا کہتے
ہیں، چنانچہ ان کے بڑے معتبر مفسر خلاصۃ المنہج آیت غار کی تفسیر یوں تحریر فرماتے ہیں:۔ (وقتیکہ بیروں
کردند اورا کافراں یعنی قصد اخراج او کردند از مکہ حق تعالےٰ اورا دستورے خروج داد در حالتے
کہ دوم دو بود یعنے یاو نمود مگر ابوبکر در وقتیکہ او وابوبکر در غارے بودند کہ علے جبل ثور اطل است۔
جانب یمن مکہ ومیسر ساعتے از ساعات در آں وقت کسے در بنجا بے رسید شبانہ واہل سحر ادر آں نزول
مے کردند پس پیغمبر شب پنجشنبہ در شہر مکہ امیر المومنین علی در جائے خود بخوابانید وبرفاقت ابوبکر بیروں
آمدہ در ہماں شب بداں غار متوجہ شد در انجا بروز آور دحق تعالےٰ در آں شب درخت مغیلاں بروئے
آں غار بر دیانید وجفت کبوتر باشی را امر کرد تا پائے در غار را آشیانہ گرفتند وتخم نہادند وعنکبوت را
الہام داد تا بر در غار تنید چوں بگفت پیغمبر مر یار خود را اندوہ مخور و در ستے کہ خدائے با ماست نصرت
مادہد بر دشمنان مارا نگہدار د از شر ایشاں مروی است کہ یکے از کفار محازی غار بنشست تا اراقہ کند
رسول روئے از وے بگردانید وابوبکر گفت وید بے کہ مرا نمے بیند اگر مارا دیدندے در مقابل ما کشف عورت
نہ کردندے پس دست با مناجات برداشت وگفت بار خدایا چشم ہائے ایشاں کور کن حق تعالےٰ چشم ہائے
ایشاں را کور گردانید از دیدن پیغمبر آنکہ ہماں کوہ گردیدند ورخنہ ہائے کوہ را تجسس کردند ودر غار نہ رفتند
پس فرو فرستاد خدائے رحمت خود را کہ سبب آرامش دل است بر رسول تا تیقن شدہ از صمیم قلب۔
بدانست کہ کفار بد وظفر نیابند قوت داد پیغمبر خود را بہ لشکر ہائے ملائکہ شماندیدند ایشاں را یعنے فرشتگان
فرستاد در غار تا پاسبانی او کردند بگردانید خدائے کلمہ آنہا کہ کافر شدند فروتر یعنی دعوت کفر کہ ایشاں صادر
می شد خوار بے مقدار ساخت وکلمہ خدائے کہ دعوت اسلام یا توحید یا کلمہ شہادت است آں بلند تر
در رفیع قدر تر است مراد آنست کہ حق تعالےٰ رسول را از دست کفار خلاص دادہ بمدینہ رسانید) پس اس
تفسیر سے تو سب شیعوں کے طعن بدگمان باطل ہوئے یعنی جو مخاطب نے حضرت صدیق پر جزع وفزع
کے اعتراض دور و دراز کئے تھے وہ تو سب کے سب اس مفسر نے اڑا دیئے گو اس نے مذہبی تعصب
کے سبب صدیق اکبر کی شان مفصل عیاں نہیں کی مگر تاہم بھی ان کا حضرت کے ہمراہ در دخواہ ہونا تو ثابت
کر دیا اور ہمارے مخاطب کو بھی جھوٹا کیا۔ کیوں مخاطب جی یہ تمہارا صاحب خلاصۃ المنہج شیعہ ہے یا نہیں۔

اور اس مفسر نے بھی اس آیت کا معنے موافق ہمارے کیا ہے یا نہیں پھر وہ حضرت صدیق کے مکر وغیرہ کا ذکر کہاں ہے اور ان کا رونا چلانا بھی آپ نے کس حرف کا معنے کیا تھا وہ تو کہیں ہمکو بھی دکھلائیے۔ نہیں تو پس ان واہیات تباہیاں سے آپ کو جھوٹا بنائیے۔ اب ذرا اس کے سامنے مخاطب کا وہ فقرہ ملائیے۔ جو کہا کہ اس کا ترجمہ آپنے کس تفسیر شیعہ سے کیا ہے۔ حضرت اب اچھی طرح اُس اپنے مفسر امامیہ اور تفسیر شیعہ کو بھی دیکھ لو پھر تو جھوٹے کو جھوٹا کہو۔ پس اس آیت غار کے طعن سے تو خود قرآن نے ان کو پشیمان کیا۔ مگر کچھ اور طور کی باتیں بناکر اپنا دل خوش کر لیا کہا کہ نہ تو خدا نے ابابکر صدیق کے ہمراہ لینے کا حکم دیا نہ حضرت نے بخوشی اس کو اپنے ہمراہ لیا وہ بدنیتی کے سبب سے راہ روک کھڑا تھا۔ اس واسطے جبرائیل نے کہا کہ اس کو ہمراہ لیجئے ورنہ یہ کافروں سے خبر کر دیگا۔ **جواب** ارے اس تمہاری تقریر بدتر نظیر کو کون عاقل پذیر کرتا ہے اور کون اس کو مانتا اور سچ جانتا ہے۔ دیکھو اس سے بھی ہم تم کو کس طرح جھٹلاتے اور کاذب بناتے ہیں۔ اس تمہاری تمہید کی زیادہ تردید تو آیات بیّنات ہیں سے۔ ہم صرف ثبوتاً دیگر اپنا دعوے مضبوط کرتے ہیں چنانچہ ہمارا دعوے ہے کہ جب کفّار مکّہ نے حضرت کے قتل کا ارادہ کیا تب خدا نے ہجرت کا حکم دیا تو بحکم الٰہی حضرت نے اس رات جناب امیر کو اپنے بستر پر سُلایا اور صدیق اکبر کو اپنے ہمراہ فرمایا۔ وہ یار اس طرح غمخوار تھے کہ حضرت کو اپنے اوپر سوار کر کے غار تک لے پُہنچے۔ پھر پہلے آپ نے اس غار شب تار میں جاکر اس کو صاف کیا اور اپنی چادر پھاڑ کر اس کا سب سُوراخ بند کر دیا۔ پھر سلطان الانبیاء مع اس ہمراہ دردخواہ کے اُس غار تیرہ تار میں رونق فزا ہوئے اور بھی اس موقع میں جو جو کارگزاری و فرمانبرداری عشق اور محبت ابابکر صدیق کا حضرت کے ساتھ تھا وہ ہم سب اہل نظیر کے آگے تحریر کرتے ہیں کہ وہ حضرات تین دن رات اس غار دشوار میں رہے اور صدیق اکبر کے فرزند ارجمند وہاں کھانا اور پانی پہنچاتے رہے چوتھے دن حسب الارشاد حضرت کے وہ برخوردار دو مہار شتر معہ عارنام غلام کے خاطر لایا تو ایک پر وہ فرزند نیکنام و غلام اور ایک پر جناب سید ابرار اور صدیق اکبر سوار ہوکر مدینہ میں پہنچے اے یارو دیکھو اس طرح کی غمخواری و جان نثاری عاشق صادق کا کام ہے۔ یا معاذاللہ فاسق و منافق کا کیوں اس میں دین کے صرّاف کھوٹے کھرے کا انصاف نہیں کرتے اس سے کمال فضیلت صدیق اکبر کی ثابت ہوئی کہ جتنے حضرت کے یار کبار تھے کوئی اس رتبہ کا نہ تھا کہ جس کو پیغمبر صاحب ایسے وقت مصیبت سخت میں اپنے ہمراہ لیتے اور اپنا یار غار بناتے سوا اس رفیق ابابکر صدیق کے کہ ان ہر ایک امر کا ثبوت بھی ہم خود شیعہ ہی کی کتابوں سے مضبوط دیتے ہیں پہلے تو اسی تفسیر خلاصۃ المنہج کا وہ فقرہ دیکھو جو تمہارے کاشانی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت نے جناب امیر کو اپنے بستر پر سُلایا اور ابابکر صدیق کو خود رفیق کر کے اپنا ہمراہ

فرمایا۔ وہو ہذا (پس پیغمبر شب پنجشنبہ در شہر مکہ امیر المؤمنین علی را در بجائے خود بخوابنید و برفاقت ابوبکر بیروں آمدہ در ہماں شب بداں غار متوجہ شد) اگر اس پر بھی سیری نہ ہو تو ذرا اپنی معتبر تاریخ حملہ حیدری کو بھی دیکھ لو جو شیعوں کی بڑی معتبر کتاب تواریخ ہے۔ اشعار حملہ حیدری سے

چنیں گفت راوی کہ سالار دیں ۔۔۔ چو سالم بحفظ جہاں آفریں
ز نزدیک آن قوم پر مکر رفت ۔۔۔ بسوئے سرائے ابوبکر رفت
پئے ہجرت او نیز آمادہ بود ۔۔۔ کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
نبی بر درِ خانہ اش چوں رسید ۔۔۔ بگوشش ندائے سفر در کشید
چوں بوبکر زاں حال آگاہ شد ۔۔۔ ز خانہ بروں رفت و ہمراہ شد
گرفتند پس راہ یثرب بہ پیش ۔۔۔ نبی کند نعلین از پائے خویش
بسر پنجۂ راہ رفتن گرفت ۔۔۔ پئے خود ز دشمن نہفتن گرفت
چوں رفتند چندے بدامانِ دشت ۔۔۔ قدوم فلک ساحی مجروح گشت
ابوبکر آنگہ بدوشش گرفت ۔۔۔ ولے زیں حدیث است جائے شگفت
کہ در کس چنان قوت آمد پدید ۔۔۔ کہ بار نبوت تواند کشید
برفتند القصہ چندے دگر ۔۔۔ چو گردید پیدا نشانِ سحر
بدیدند غارے دراں تیرہ شب ۔۔۔ کہ خواندی عرب غارِ شورش لقب
گرفتند در جوف آں غار جائے ۔۔۔ ولے پیش بنہاد بوبکر پائے
بہر جا کہ سوراخ یا رخنہ دید ۔۔۔ قبا را بدرید و آن رخنہ چید
بدیں گونہ تا شد تمام آن قباء ۔۔۔ یکے رخنہ نہ گرفتہ ماند از قضاء
بر آں رخنہ ماندہ آں یار غار ۔۔۔ کف پائے خود را نمود استوار
در آمد رسول خدا ہم بغار ۔۔۔ نشستند یکجا بہم ہر دو یار
بغار اندروں تا سہ روز و سہ شب ۔۔۔ بسر برد آں شہ بہ فرماں رب
شدی پور بوبکر ہنگام شام ۔۔۔ ببردی دراں غار آب و طعام
نبی گفت پس پور بوبکر را ۔۔۔ کہ اے چوں پدر اہل صدق و صفا
دو جمازہ باید کنوں راہوار ۔۔۔ کہ مارا رساند بہ یثرب دیار
برفت از برش پور بوبکر زود ۔۔۔ بدنبال کارے کہ فرمودہ بود

ازو جملہ وار ایں سخن چوں شنود	دو جمازہ در دم مہیّا نمود
بصبح چہارم برآمد زغار	دو جمازہ آوردہ بد جملہ وار
نشست از بریک شتر شاہ دین	ابوبکر را کرد باخود قریں
برآمد برآں دیگرے جملہ دار	بہمراہ او گشت عامر سوار

الحمد للہ کہ ہمارے دعوے کے ایک ایک لفظ کا ثبوت مضبوط ہو چکا اے شیعو ذرا اس اپنی کتاب کے حرف بحرف کو دیکھو نہایت غور سے سوچو اور سمجھو کہ بوجود ایسے تعصّب کے مؤلف کتاب صدیق اکبر کی کیسی کیسی فرمانبرداری وجان نثاری تصدیق کرتا ہے اور کیا کیا فضائل ان کی شان میں بیان کرتا ہے۔ اب فرمائیے کہ اس سے زیادہ کامل الایمان کا کونسا معنی ہے۔ اور کسی عاشق معشوق کا بھی اس سے بڑھ کر اور کون فسانہ ہے جو اس طرح عاشق و معشوق کی محبت میں اپنے وطن اور مال عیال گھر کنبے قبیلے کو چھوڑ کر ایسی خدمت گذاری و جان نثاری کرے کہ اگرچہ ہزارہا رنج و بلا میں مبتلا ہو تو بھی اپنے سردار سے ایک دم جدا نہ ہو پس یہ عاشق صادق کا کام ہے اور عشق حقیقی اسی کا نام ہے حضرت اگر اتنی تلقین سے بھی اس تمہارے ناقص یقین کی تسکین نہ ہوئی ہو تو ایک اور روایت بھی لو روایت کیا بلکہ خاص امام کا کلام جس کا نام تفسیر حسن العسکری ہے۔ دیکھ صدیق اکبر کا ایمان اور شان تو سورت بقر میں بھی خود امام حسن عسکری علیہ السلام اس طرح ارقام فرماتے ہیں ان اللہ تعالے اوحی الیہ وقال یا محمد ان اللہ العلی الاعلےٰ یقرأ علیک السلام ویقول لک ان ابا جھل والملأ من القریش قد دبروا علیک قتلک الی ان قال ارٰی ان تصحب ابا بکر فانہ ان انسک وساعدک ووازرک وتثبت علی تعاھدک وتعادک کان فی الجنۃ من رفاقتک وفی غرفاتھا من خلصائک الی ان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لابی بکر ارضیت ان تکون معی یا ابا بکر تطلب کما اطلب وتعرف بانک انت الذی تحملنی علی ما ادعیتہ فتحمل علے انواع العذاب قال ابوبکر یا رسول اللہ اما انا لو عشت عمر الدنیا عذب جمیعاً اشد عذاب لا ینزل علی موت صریح ولا فرح وکان ذالک فی محبتک لکان ذالک احب الی ان اتنعم فیھا وانا مالک لجمیع ممالیک ملوکھا فی مخالفتک وھل انا ومالی وولدی الا فدائک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا جرم ان اطلع اللہ علی قلبک ووجد ما فیہ موافقاً لما جرٰی علی لسانک جعلک منی بمنزلۃ السمع والبصر والراس من الجسد وبمنزلۃ الروح من البدن۔ حاصل کلام امام علیہ السلام کی یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام جناب رسالتمآب کے پاس وحی لائے اور کہا کہ اللہ جلشانہ آپکو سلام کہتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ ابوجہل اور اس کی قوم قریش نے آپ کے قتل کا ارادہ مصمم کیا ہے۔

اسواسطے آپ کو چاہئے کہ ابوبکر کو اپنا رفیق کیجئے کہ اگر وہ موانست کرے اور اپنے عہد پر قائم رہے تو
جنت میں بلکہ اعلےٰ علیین میں آپ کا رفیق ہوگا تب رسول خدا ابوبکر کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے
ابابکر تو راضی ہے کہ اس سفر میں میرے ہمراہ ہو اور کفار قریش جس طرح پر مجھے قتل کیلئے تلاش کریں اسیطرح
تیرے قتل کیواسطے درپے ہوں اور یہ بھی مشہور ہووے کہ تو نے مجھے اس کام پر آمادہ کیا اور میری
رفاقت کے سبب سے تجھ پر قسم قسم کے عذاب پہنچیں۔ ابابکر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں تو وہ شخص ہوں
کہ اگر آپ کی محبت سے سخت ترین بلاؤں میں گرفتار رہوں اور قیامت تک اُن میں پھنسا رہوں تو میرے نزدیک
اس سے بہتر ہے کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی سلطنت قبول کروں۔ میری جان و مال اہل وعیال سب کے سب
آپ پر قربان ہیں۔ آپکو چھوڑ کر کہاں جاؤں یہ سنکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق اللہ
تعالےٰ تیرے دل پر مطلع ہوا اور پائی تیرے دل کی بات موافق تیری زبان کے بالیقین خدا نے تجھکو بمنزلہ
میری سمع وبصر کے گردانا اور تجکو میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے۔
پس اس امام کے کلام نے تو تمام ان کا مناظرہ ہی اختتام کر دیا۔ اور اس سے چند فائدے حاصل ہوئے۔
اوّل تو صدیق اکبر کا بحکم خدا حضرت کے ہمراہ ہونا اس میں جنہوں نے کہا ہے کہ بلا اجازت حضرت کے ابوبکرؓ
بدنیتی سے راہ روک کھڑا تھا وہ سب کے سب جھوٹے ہوئے۔ دوم امام کے کلام سے یہ بھی ثابت ہوگیا۔ خدا
نے فرمایا کہ اے محمدؐ ابابکر صدیق جنت بلکہ اعلےٰ علیین میں آپ کا رفیق ہوگا جس سے تو بلا شک وشبہ حضرت صدیق
کا بہشتی ہونا تصدیق ہوگیا۔ سیوم ابابکر صدیق کو پیغمبر خدا سے ایسی محبت تھی کہ اپنا وطن و گھر مال وعیال سب
تن جان کو حضرت پر اس طرح فدا و قربان کیا کہ ان سب سے منہ موڑا۔ مگر ایک حضرت کا دامن نہ چھوڑا۔ دیکھو
عشق حقیقی اور محبت صدیقی اس کا نام ہے۔ چہارم خود پیغمبر علیہ السلام نے حضرت ابابکر صدیق کو اپنا سمع وبصر
بنایا تاکہ ان کو اپنا سر وجسم روح وتن فرمایا اگر اس میں کوئی تعجب کرے تو ذرا اس دوسری حدیث کو بھی دیکھ
لے جو ان کی بڑی معتبر کتاب معانی الاخبار میں امام موسیٰ رضا علیہ السلام سے ارقام ہے حضرت نے فرمایا کہ ابابکر
بمنزلہ میری سمع کے ہے اور عمرؓ بمنزلہ میری بصر کے اور عثمان بمنزلہ میرے دل کے ہے۔ پس اب کون مسلمان
ہے جو ان صریح آیات وحدیثات کو سن کر پھر خلفاء ثلاثہ پر کبھی زبان سے طعن کر سکے یا ان کی شان میں کچھ بدگمان
ہو سکے نعوذ باللہ منہا دیکھو جناب رب العالمین جنکو اعلےٰ علیین میں بھی حضرت کا رفیق بنائے اور جن کو خود
حضرت بھی اپنا سمع بصر۔ دل اور جان فرمائے تو پھر جو کوئی ان سے دشمنی رکھے اور برا کہے تو فی الحقیقت اس
بدنصیب نے خاص نص وحدیث کی تکذیب کر کے خدا اور رسول کو اپنا دشمن بنایا اور یہ سب رنج وایذا بھی
خود انہیں کو پہنچایا۔ اے بھائیو خدا سے ڈرو اس کے رسول کا لحاظ کرو تعصب کو چھوڑو اصحاب ثلاثہ کی دشمنی

سے منہ موڑو خدا کے قرآن و حضرت کے فرمان کو سچ مانو۔ ان کے سوا اوروں کی واہیات تباہیاں کو جھوٹ جانو اس عناد اور فساد سے باز آؤ نہ کسی کو برا کہو نہ آپ کو کہلاؤ پس ہمارا تو اتنا ہی کہنا تھا آگے مانو نہ مانو آپ آپ کی منشاء وما علینا الا البلٰغ المبین الحمد للہ کہ آیات قرآنی کلام ربانی سے تو اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان بھی ٹھیک ٹھیک تصدیق ہو گیا اور ان کے دشمنان بدگمان کو بھی خدا نے خوب پشیمان کیا اب انشاء اللہ تعالےٰ ہم اسی طرح ان حضرات ثلاثہ کے درجات تو معرکہ حدیثیات سے بھی ثابت کر دکھلاتے ہیں پھر اہل دید صاحب فہمید سے انصاف چاہتے ہیں ؛

پہلی شہادت کی بحث صحابہ کی فضیلت میں

پہلی شہادت حدیث نجوم کی بحث

بقول آئمہ علیہ السلام یہ حدیث عام کتب شیعہ میں ارقام ہے پیغمبر خدا نے فرمایا۔ اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ یعنی حضرت نے فرمایا کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں اُن میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے۔ ہدایت پاؤ گے۔ اور فرمایا دَعُوْلِی اَصْحَابِی۔ یعنی میرے اصحاب کی میرے لئے رعایت کرو۔ یعنی میری خاطر کسی کو برا نہ کہو۔ اگر کوئی شیعہ اس سے انکار کرے یا اس کا ثبوت مانگے تو وہ بھی حاضر ہے چنانچہ ان کے عیون اخبار میں جو بڑی معتبر کتب شیعہ سے ہے۔ لکھا ہے (حَدَّثَنَا الْحَاکِمُ اَبُوْعَلِیِ الْحَسَنُ اِبْنُ الْبَیْہَقِیْ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیَ الصَّوْلِیِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنِ مُوْسٰی اِبْنِ نَصْرِ الرَّازِیْ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ قَالَ سُئِلَ الرِّضَاءُ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ وَعَنْ قَوْلِہٖ دَعُوْلِی اَصْحَابِی فَقَالَ ھٰذَا صَحِیْحٌ) یعنی ایک شخص نے امام موسیٰ رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ پیغمبر خدا نے یہ فرمایا کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں اُن میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ چھوڑ و میرے واسطے میرے اصحابوں کو تو امام موصوف نے کہا یہ صحیح ہے پس اس سے پانچ باتیں حاصل ہوئیں۔ ایک تو اس حدیث کی صحت کو متواتر علماء شیعہ نے تصدیق کیا۔ دوسرا امام موسٰے رضا علیہ السلام نے اُن کو صحیح فرمایا تیسرا اس سے حضرت کے یار اصحاب کبار مثل ستاروں کے بے شمار ثابت ہوئے۔ چوتھا یہ سب اصحاب عالی جناب بے خطا و راہنما تھے۔ پانچواں۔ ان کی عیب جوئی اور بدگوئی سے بھی حضرت نے منع فرمایا۔ پس اس سے اور زیادہ فضائل صحابہ کے کون دلائل ہیں۔ اور ثبوت بھی اس سے کون مضبوط ہے۔ اس میں شیعہ چند طرح کے اعتراض کرتے ہیں۔ اول کہتے ہیں کہ سائل نے تو ایک حدیث نجوم دوسری دَعُوْلِی اَصْحَابِی ان دونوں حدیثوں کا سوال کیا اور امام نے تو پچھلی حدیث دَعُوْلِی اَصْحَابِی کی نسبت ہٰذا صحیح کا جواب دیا ہے نہ کہ حدیث نجوم

کی بابت۔ جیسا مخاطب بھی کہتے ہیں کہ ہٰذا صحیح کا جو لفظ اس مقام پر واقع ہے مطلق بحدیث دیگر ہے۔
جواب پہلے تو ہم اس حدیث دیگر کی بابت شیعوں سے پوچھتے ہیں کہ جب اس حدیث کو آپ صحیح جانتے
اور مانتے ہو۔ تو پھر کیوں صحابہ کو بُرا کہتے ہو۔ وہ صحابہ کہ جن کے واسطے خود حضرت فرمائے کہ کسی میرے
اصحاب کو میری خاطر بُرا نہ کہو پھر آپ تو اُن کو بُرا کیا منافق اور کافر کہ کر لعنت و تبرہ کرتے ہیں تو کیا حضرت
کے فرمان پر ایمان لانا اسی کا نام ہے۔ اقرار اور تسلیم کا بھی یہی معنٰے ہے۔ کچھ شرم بھی آتا ہے یا نہیں۔
دوم بھلا اس تمہاری کچی تقریر کو بھی کون عاقل پذیر کرتا ہے کہ سائل دونوں حدیثوں کی بابت سوال کرے
اور امام صرف پچھلی ایک حدیث کا جواب دیوے۔ پہلی حدیث کی بابت کچھ بھی نہ کہے۔ تو اس کو دانشمند کون
پسند کرتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ سوال کے بعد جب امام نے ھٰذا صحیح کہا تو سائل نے اس وقت دونوں
حدیثوں کی بابت سمجھا ہوگا یا ایک کی نسبت۔ اگر ایک کی بابت کہو تو پھر کیوں سائل نے دوسری حدیث کی
بابت امام علیہ السلام سے استفسار نہ کیا۔ اگر امام کا ہٰذا صحیح کہنا سائل نے دونوں حدیثوں کی نسبت سمجھا ہے تو پھر
کیوں امام صاحب نے ایک مہمل لفظ کہ کر سائل بیچارے کو غلطی میں ڈال دیا۔ کیوں سچ اور جھوٹ کا فرق نہ کیا
کیوں ایسے جھوٹ کہ کر آپ کو جھوٹا بناتے ہو اور کیوں اس طرح امام کو بھی الزام لگا کر اپنا ایمان گولتے ہو حضرت
ہٰذا صحیح اس واسطے لفظ واحد ہے کہ جب دونوں حدیثوں کا مقصود بھی واحد ہے اور فضائل صحابہ کی بابت
سائل کا سوال بھی واحد ہے۔ پس لئے امام علیہ السلام نے بھی ہٰذا صحیح کہ کر اس قول سائل کی تصدیق کی جس سے
تو دونوں حدیثوں کی صحت ثابت ہوگئی۔ جب علماء شیعہ نے دیکھا کہ اب تو لاچار اس حدیث کی صحت کا اقرار
کرنا پڑتا ہے تب ان کے صاحب عیون کے پیچھے اتنی عبارت اور بڑھادی وہو ہٰذا یریدون من لم یغیر
بعدہ ولم یبدل قیل وکیف نعلم انہم قد غیروا او بدلوا قال لما یروونہ من انہ صلی اللہ علیہ والہ
وسلم قال لیذادون رجال من اصحابی یوم القیامۃ عن حوضی کما تذاد غرائب الابل عن الما
فاقول یا رب اصحابی اصحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فیوخذ بہم ذات الشمال
فاقول بعدا لہم وسحقا افتری ھذا لمن لم یغیروا ولم یبدل انتہی یعنی مراد ان اصحاب سے
جو حدیث میں مذکور ہیں وہ ہیں کہ جنہوں نے کچھ تبدل و تغیر نہیں کی۔ پوچھنے والے نے امام سے پوچھا کہ یا حضرت
ہم کیونکر جانیں کہ اصحاب نے کچھ تبدل و تغیر کی ہے امام نے جواب دیا کہ خود پیغمبر صاحب کی حدیث موجود ہے
حضرت نے فرمایا کہ کچھ لوگ اصحاب سے قیامت کے دن حوض سے علیحدہ کر لئے جاویں گے۔ تب میں کہونگا
کہ خدایا یہ میرے اصحاب ہیں تب اللہ جل شانہ فرماویگا کہ تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے پیچھے کیا کیا
بدعتیں بنائیں ہیں اور دوزخ کی طرف کھینچ لئے جاویں گے تب میں کہونگا۔ کہ دور ہو دفع ہو۔ جواب اُن

الفاظ کے بڑھانے سے غرض ان کی یہ ہے کہ بعض اصحاب حدیث نجوم کے مصداق سے خارج ہو جائیں دیکھو اس تمہاری زائد عبارت اور نئی گھاڑت کو تو ہم ابھی جھٹلاتے اور رشتر کا گوز بنا کر اڑاتے ہیں۔ حضرت جو آپ نے

حدیث حوض کوثر کا ذکر

اس نظیر میں حدیث حوض کو تحریر کیا ہے۔ کہ حشر کے روز حوض سے کچھ لوگ ہانکے جاویں گے سو جناب پیغمبر خدا نے اپنی امت کو اُن لوگوں کی عبرت کے واسطے یہ ارشاد فرمایا ہے جو حضرت کے بعد آپ کی طرح ملحد ہو گئے اور طرح طرح کی بدعتیں بنائیں اور شرع شریف کے برخلاف چلنے لگے اگر کہو کہ حدیث میں لفظ صحابی آیا ہے۔ سو بعض جگہ رِجَالٌ مِنْ اُمَّتِیْ بھی آیا اور عرف عرب میں یہ قلت کے لئے بھی آتا ہے اگر یہ فرماؤ کہ اس ارشاد سے تو حضرت کے زمانے والے لوگ مراد ہیں۔ سو صحابہ کے سوائے بھی تو اس قسم کے چند فرقے ہیں۔ جیسا کہ قوم بنی تمیم کے لوگ اور چند اقوام دیگر بھی تھے جو قریب وفات کے مرتد ہو گئے چونکہ حضرت اُن کو مسلمان چھوڑ کر تشریف لے گئے تھے۔ اس لئے حشر میں ان کو اصحابی کہہ کر جواب دیوینگے۔ پس اس ارشاد سے بھی۔ آپ کی مراد تو حاصل نہ ہوئی۔ اس حدیث حوض سے تو کوئی بھی حضرت کا اصحاب لائق عذاب نہ ہوا سب کے سب باصواب رہے۔ جیسا کہ قرآن و تمام احادیث عترت سے ثابت ہوا کہ سب اصحاب رسول عادل و مقبول تھے نہ ان میں سے کوئی منافق تھا نہ مرتد ہوا مگر وہی چند رجال جو نو مسلم اعراب مرتد ہو گئے تھے کہ جن کو حضرت کے بعد صدیق اکبر نے قتل کیا اور بعضوں کو پھر مسلمان کر دیا پس خاص تو کجا اس حدیث سے تو کہیں عام اصحابہ کو بھی الزام نہ آیا۔ اور آپ کی بحث تو خاص اُن اصحاب رضی اللہ عنہم کبار مہاجرین و انصار پر ہے کہ جن مقبولین کو تو خود تمہارے ہی علماء اس حدیث حوض سے مستثنیٰ کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے صاحب استقصاء الافہام نے بجواب منتہی الکلام کے اس طرح ارقام کیا ہے۔ کہ ہرگز حدیث حوض در حق مقبولین اصحاب کرام جناب خیر الانام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وارد نیست و ہرگز ایں حدیث بر آنہا منطبق نے تواند شد۔" پس جب مقبول اصحاب رسول یعنے خلفاء راشدین انصار و مہاجرین کو اس حدیث حوض سے کچھ تعلق نہ ہوا۔ تو پھر کیوں اس کو تم ناحق اصحاب ثلاثہ کی نظیر میں تحریر کرتے ہو۔ اور کیوں اس کے پیچھے (من لم یغیر بعدہ من لم یبدل) کی بھی زائد عبارت کو لکھا کیونکہ نہ تو اصحاب ثلاثہ کے فضائل کچھ اس سے زائل ہوئے نہ آج تک اُن کا یقین کچھ آپ سے تبدل و تغیر ہو سکا تو پھر اس زائد عبارت لکھنے سے آپ کو کیا حاصل ہوا۔ اور حدیث حوض کوثر کا الزام بھی تمہارے کس کام آیا۔ دیکھو اس حدیث نجوم کی صحت تو ہم دوسرے طریق سے بھی ثابت کر دکھلاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے ملا جبار آملی اثنا عشریہ بھی کتاب جامع الاستفسار میں اس حدیث کو اس طرح لکھتے ہیں (اَنَا كَالشَّمْسِ وَعَلِيٌّ كَالْقَمَرِ وَاَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ) یعنی پیغمبر خدا نے فرمایا کہ میں مثل آفتاب کے ہوں اور علیؑ مانند چاند کی اور میرے

اصحاب مثل ستاروں کے ہیں۔ جس کسی کی پیروی کروگے۔ ہدایت پاؤگے۔ حضرت کون کون سی حدیث کو آپ جھٹلاؤگے۔ اور کس کس کے پیچھے وہ الفاظ بڑھاؤگے۔ بھلا یہ اپنا جھوٹ کب تک چھپاؤگے اور اس کاغذ کی کشتی کو کہاں تک بہاؤگے۔ دیکھو تمہارے مُلّاں صاحب نے بھی حدیث نجوم کی تو ٹھیک ٹھیک تصدیق کی کہ ایک تو اس حدیث کی صحت کو بھی ثابت کیا۔ دوسرا جو تمہارے صاحب عیون نے اسکے پیچھے من لم یغیر بعدہ کا دم لگایا تھا وہ بھی بریدہ کردیا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اب تو اس حدیث کی صحت کا اقرار کرتے ہو یا اسی انکار کا گرم بازار ہے۔ اگر اب بھی اقرار کرنا دشوار ہے۔ تو لاچار انکار ہی کردیجے اور لیجیے۔ دیکھو حدیث نجوم کو تو ہم تیسری حدیث سے بھی صحیح بناتے ہیں پھر جھوٹے بدکار کو دو چار اور سناتے ہیں۔ چنانچہ تمہارے شیخ صدوق صاحب بھی کتاب معانی الاخبار میں حدیث یوں لکھتے ہیں (حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ اَحْمَدَ الْوَلِيْدِ رَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الصَّفَّارِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُوْسَى الْخَشَّابِ عَنْ غِيَاثِ ابْنِ كُلُّوْبٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ آبَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا وَجَدْتُمْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَالْعَمَلُ لَكُمْ بِهٖ لَا عُذْرَ لَكُمْ فِيْ تَرْكِهٖ وَمَا لَمْ يَكُنْ فِيْ كِتَابِ عَزَّ وَجَلَّ وَكَانَتْ فِيْهِ السُّنَّةُ مِنِّيْ فَلَا عُذْرَ لَكُمْ فِيْ تَرْكِ سُنَّتِهٖ مِنِّيْ فَمَا قَالَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا بِهٖ اِنَّمَا مَثَلُ اَصْحَابِيْ فِيْكُمْ كَمَثَلِ النُّجُوْمِ بِاَيِّهَا اُخِذَ اهْتُدِيَ بِاَيِّ اَقَاوِيْلِ اَصْحَابِيْ اَخَذْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ وَاخْتِلَافُ اَصْحَابِيْ لَكُمْ رَحْمَةٌ) امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جو پاؤ تم خدا کی کتاب میں اس پر عمل کرو کوئی عذر تم کو اس کے ترک پر نہیں ہوسکتا۔ اور جو کتاب خدا میں نہ پاؤ اس میں میری سنت پر عمل کرو کوئی عذر تم کو میری سنت کے ترک پر نہیں ہوسکتا۔ اور جس کو میری سنت نہ ملے تو عمل کرو اس پر کہ جو کچھ میرے اصحاب نے کہا ہو کیونکہ میرے اصحاب تمہارے بیچ میں ایسے ہیں جیسا کہ ستارے ہیں۔ جس کسی ستارے کو کوئی لے لے۔ وہ راہ پر پہنچ جاوے گا۔ تو اسی طرح میرے اصحاب ہیں۔ جس کسی کا قول پکڑو گے۔ ہدایت پاؤگے۔ اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے واسطے رحمت ہے۔ پس الحمد للہ کہ حدیث نجوم کا ثبوت اور صحت تو ٹھیک ٹھیک تصدیق ہوگیا کہ جس سے کل حضرت کے اصحاب عالیجناب باصواب ہوئے۔ کسی روایت وغیرہ سے بھی نہیں۔ خاص اُن حدیثوں سے کہ جن کو متواتر آئمہ علیہ السلام نے ارقام فرمایا۔ امام محمد باقر و حضرت صادق اور موسےٰ رضا علیہ السلام نے اس کی صحت کو ایسا ثابت کردیا کہ اب کسی بھی بدخواہ کا کچھ چون وچرا باقی نہ رہا ہم تعجب کرتے ہیں کہ اس فرقے بیچا ابن سباء کا ایسا دل سخت وسیاہ ہے۔ کہ ایسے اپاک معصوموں کی کلام کو بھی دیکھ کر نہ کچھ ان کو ڈر آتا ہے نہ دل نرم ہوتا ہے اور بھی نہ تو یہ کسی حدیث کو سچ جانتے ہیں۔ نہ کہیں

امام کی کلام کو مانتے ہیں - بلکہ جہانتک ہوسکتا ہے - ان سب کو جھٹلاتے اور کاذب بناتے چلے جاتے ہیں
حضرت ان تمام آئمہ اکرام کو اگر اپنے پیشوا اور امام جانتے ہو تو پھر کیوں ان کی طرح سب حضرت کے
اصحاب کو باصواب نہیں مانتے ہو اور کیوں مثل ستاروں کے ان کو اپنا راہنما اور پیشوا نہیں جانتے ہو اگر نہیں
تو پھر کس منہ سے شیعان علی کہلاتے ہو کچھ شرم بھی آتا ہے یا نہیں - کیوں تمام آئمہ علیہ السلام کے برعکس
ہوکر آپ کو ناری بناتے ہو اور کیوں اس انکار جھوٹے تکرار سے اپنا ایمان گنواتے ہو ہرگز نہ ہوئے مغز سخن
سے آگاہ ٭ لاحول ولاقوۃ الا باللہ - اب ذرا ہمارے مخاطب منطق دان کے بھی بیان سنئے کہ وہ بھی
اس حدیث کی نسبت اپنا کیا کیا رنگ بدلتے اور ڈھنگ تراشتے ہیں - یہ ایک حدیث تو کیا اکثر مخاطب
ہوشیار کی تو ان باتوں پر زیادہ مدار ہے - اوّل تو ہر مقام پر تمام احادیث اور آئمہ کی کلام کو احاد کہ کر
جھٹلاتے ہیں - دوسرا ان سب کو تقیہ کی قید لگا کر اپنا دامن چھوڑاتے ہیں - جیسا کہ اس جگہ بھی آپ یہ
فرماتے ہیں قال المخاطب متعصب العظیم کہ یہ حدیث ہمارے نزدیک آحاد سے ہے اور اس کی صحت ہم پر
ثابت نہیں ہے یا محمول بر تقیہ ہے - اور اس جواب اجمالی میں کل جگہوں پر جاری اور ساری ہے -
ہمارے نزدیک کوئی نقص نہیں جز ایک نقص کے کہ لفظ تقیہ ایسا دلدوز اور جگر سوز اہلسنت ہے کہ
جس کو سن کر امثال حضرت مخاطب کے تن بدن میں ایسی آگ لگے گی کہ کسی کے بجھانے سے نہ بجھیگی از سر
تا پاؤں جل بھن کر خاک ہو جائینگے اور جیتے جی ہی قعر دوزخ میں پہنچ جائینگے - لیکن ہم اس کو کیا کریں آپ
جلیں یا بھنیں ہم تو سچی بات کہیں گے اقول والستعین بالرب الکریم ماقبل اس بیان کے بھی مخاطب
نے اپنی زبان بے لگام کو تو اس قدر دوڑایا کہ اپنے نامۂ اعمال کی طرح ورق کے ورق سیاہ کر دئے اور
دشنام بدکلام سے بھی کوئی صفحہ خالی نہ چھوڑا - اس واسطے اُس فضول بیہودہ کو منقول نہ کیا اور اس تمام کلام کا
خلاصہ ارقام یہ ہے - اوّل تو مخاطب نے اس حدیث کو آحاد کہ کر جھٹلایا - دوم اس کو تقیہ کا بھی الزام لگایا -
جواب اوّل حضرت سلامت احاد اس کلام کا نام ہوتا ہے جو کہیں ایک روایت ضعیفہ سے کسی غیر معتبر کتاب میں
ارقام ہوا اور جس کا رواج بھی عام نہ ہو دیکھو یہ حدیث شریفہ تو بفضلہ تعالےٰ تمہاری چند کتابوں معتبرہ سے بروایات
متواتر ثابت ہے - چنانچہ اس حدیث کی صحت کا امام محمدؐ باقر و جعفر صادق اور موسےٰ رضا علیہم السلام بھی اقرار
فرمائیں اور جسکو آپ کے سب راوی بھی صحیح بتائیں جیسا کہ تمہارے شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں اور علامہ
طبرسی نے احتجاج میں اور ملا باقر مجلسی بحار الانوار میں - اور حیدر آملی نے بھی جامع الاسرار میں اس کی صحت
کا اقرار کیا تو پھر ہم تعجب کرتے ہیں کہ باوجود اتنے ثبوت اور اقرار کے ہمارے مخاطب نے کیوں اس حدیث کو
احاد اور موضوعہ کہ کر انکار کیا یا تو دیدہ دانستہ ان سب اپنے علماء و پیشوا کو جھٹلایا - یا خود اپنی جاہلیت کا جلوہ

دکھلایا۔ جب مخاطب نے دیکھا کہ اس احاد سے بھی ہماری مراد تو حاصل نہیں ہوتی تب اس کو اپنے تقیہ کی تہمت
دی۔ اس تقیہ کذاب کا خانہ خراب کہ نہ تو اس نے کسی امام کو الزام سے خالی چھوڑا نہ پیغمبر خدا سے منہ موڑا
حضرت کون کون سی حدیث کو اس اپنے تقیہ خبیث کی تہمت لگاؤ گے اور کس کس اپنے مجتہد اور محدث کو
کو بھی جھوٹا بناؤ گے یا اپنے صاحب عیون اخبار کو یا جامع الاستفسار کو یا معانی الاخبار کو اگر ان سب اپنے
اگلوں وپچھلوں کو بھی جھٹلاؤ اور کاذب بناؤ۔ تب بھی تو آپ کی مراد حاصل نہیں ہوتی دیکھو خدا کی شان
اس حدیث کی صحت اور تصدیق تو اس امام صادق علیہ السلام سے بھی ثابت ہوئی جو بقول شیعہ یا امام تقیہ سے
بھی مستثنےٰ وممنوع تھے جیسا کہ تمہاری بحار الانوار میں ملا باقر مجلسی نے اور کافی میں ملا یعقوب کلینی نے
لکھا ہے۔ کہ جو صحیفہ امام جعفر صادق کا تھا اس میں یہ حکم تھا (حَدِّثِ النَّاسَ اَفْتِهِمْ وَلَا تَخَافَنَّ اِلَّا اللّٰهَ
وَانْشُرْ عُلُوْمَ اَهْلِ بَيْتِكَ وَصَدِّقْ اٰبَاءَكَ الصَّالِحِيْنَ فَاِنَّكَ فِيْ حِرْزٍ اَمَانٍ) کہ تم تمام مخلوق کو فتوے
دو اور ان سے باتیں کرو اور کسی سے خدا کے سوائے نہ ڈرو اور اپنے اہلبیت کے علوم کو منتشر کرو اور اپنے
آباء صالحین کی تصدیق کرو۔ اس لئے کہ تم حرز اور امان میں ہو۔ کیوں صاحب اب کس منہ سے اس امام کو
تقیہ کا الزام دو گے اور کیونکر اس اپنے صحاح اربعہ کو بھی جھوٹا کہو گے پس خداوند کریم نے تو اس حدیث نجوم کو
تہمت تقیہ سے بچا دیا اور تم تقیہ بازوں کو بھی تمہارے بڑے محدث صاحب کافی او کلینی نے خود جھوٹا کیا۔
مخاطب جی انشاء اللہ تعالےٰ ہم عنقریب اسی حدیث کی بحث میں اس تمہارے تقیہ کذاب کی تو ایسی مٹی خراب
کریں گے۔ کہ جس کو دیکھ کر سب ناظرین بھی آفرین پڑھینگے۔ اور شیعہ آہ آہ و اہل سنت قہقہہ کرینگے گو آپ
غصے کی آگ میں جلینگے۔ مگر ہاتھ افسوس کے ملینگے۔ ابھی یہ تماشہ کچھ دور تو نہیں ابھی ظہور میں آوے گا۔ اور
آپ کو دکھلایا جاوے گا۔ اور جو آپ نے کہا کہ ہم کیا کریں آپ جلیں یا بھنیں ہم تو سچی بات کہینگے۔ مگر ہم پوچھتے ہیں
کہ آپ کب کے راست گو مشہور ہوئے ہیں کہ جب مصنف کتاب بنے پھر تو آپ کے کہنے کی بھی کیا حاجت وہ تو آپ کی
خود تصنیف تعریف کر رہی ہے۔ یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی آپ جیسا ایک اور صادق زبان جہان دنیا
میں ہوتا پھر جھوٹ کا تو کہیں نام نشان ہی نہ رہتا۔ تب ہی تو آپ کی بدولت کذب بیچارہ لکھنؤ اور ایران میں بھاگتا
پھرتا ہے حضرت اس طرح کی واہی تباہی بدخواہی کو تو کام فرمایا مگر آپ نے بھی تو بھر پایا کیا فائدہ آیا قولہ
حضرت سلامت شیعوں کا اعتقاد کہ وہ آپ کے اعتقاد کے نہایت برخلاف ہے یہ ہے کہ آپ کے حضرات
ثلاثہ ان سب صفات کے جامہ زیب نہیں کافر منافق مرتد آثم فاسق ظالم الغرض مجموعہ ان سب صفات کمل الذات
کے بھی حضرات ہیں پس اس صورت میں ضرور ہے۔ کہ پہلے حسن وخوبی حضرات ثلاثہ کسی دلیل قطعی سے ثابت
تب ہوس ان کی مصداق حدیث نجوم ہونے کی دلیں لائیے اقول مخاطب جی یہ دنیا کیا کہتی ہے۔ اس میں جو

بیچ پاؤ گے آخر کو وہی اُٹھاؤ گے اور بھی یہ گنبد کا آواز ہے جیسا کہو ویسا ہی سُن لو۔ اوّل جو فرمایا کہ شیعوں کا اعتقاد آپ کے برخلاف ہے۔ سو یہ آپ کا ترانہ ہم نے بھی مانا مگر شیعوں کا اعتقاد ایک ہمارے تو برخلاف نہیں ہے۔ اگر صاف بنظر انصاف دیکھو تو آپ کا سب اصول خدا اور رسول قرآن و حدیث اور تمام آئمہ اکرام کے برخلاف ہے۔ نہ کسی پر ایمان نہ یقین نہ کوئی مذہب نہ دین۔ ایسے اعتقاد پر خاک پڑے۔ جو خدا اور رسول سے منکر کرے۔ حضرت اس تمہارے عقائد مقائد کو تو ہم نہیں دیکھتے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کس ثبوت سے اصحاب ثلاثہ کو معاذ اللہ منافق و کافر کہتے ہیں۔ اور کون اس میں کوئی آیت یا حدیث بھی دیتے ہیں۔ نہیں تو یہی منافق و کافر جھوٹا وغیرہ تو ہم تم کو بناتے ہیں۔ ذرا تحمل کیجئے۔ اور جو آپ نے کہا کہ پہلے کسی دلیل سے تم اصحاب ثلاثہ کا حسن اور خوبی ثابت کرو ہم حیران ہیں کہ ہر مقام پر آپ کا یہی تقیہ کلام ہے۔ اور بار بار وہی انکار ہے کہ جس سے تو چند بار ہم آپ کو خجل و خوار شرمسار بھی کر چکے۔ تب بھی اس انکار بیفائدہ تکرار سے آپ باز نہیں آتے جناب کوئی دلیل تو کیا ہم نے تو اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان بصدہا نصوص قرآنی و حدیث رسول یزدانی اور بقول آئمہ علیہ السلام کے ثابت کر دیا ہے۔ دیکھ منجملہ ان کے خود پیغمبر علیہ السلام اُن کو اپنا سمع و بصر اور دل بناتے ہیں۔ اور جیسا کہ امام صادق علیہ السلام بھی ان کے حق میں فرماتے ہیں کہ یہ دونوں امام تھے عادل اور انصاف کرنے والے دونوں حق پر تھے اور مرے حق پر ان دونوں پر ہو رحمت خدا کی قیامت کے دن۔ کیوں صاحب اس سے اور زیادہ ایمان کا کون نشان ہے۔ اور ایسا کس کا شان ہے۔ اگر اتنے پر بھی سیری نہ ہو تو اور لو۔ ایک وہ روایت بھی ہم پیش کرتے ہیں۔ روایت کیا خاص کلام جناب امیر علیہ السلام سے بھی ہم جھوٹے بداندیش کا دل ریش کرتے ہیں۔ جیسا کہ تمہاری کتاب۔ اطواق الحمایت میں امام موید باللہ یحیٰ زیدی شیعہ نے لکھا ہے کہ جب ایک گمراہ ٹولہ بدخواہ کچھ آپ کی طرح حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی عیب جوئی و بدگوئی کر رہا تھا ان کو فرمایا۔ (فَقَالَ مَا بَالُ قَوْمٍ يَذْكُرُوْنَ اَخَوَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَزِيْرَيْهِ وَصَاحِبَيْهِ وَسَيِّدَيْ قُرَيْشٍ وَاَبَوَيِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَنَا بَرِیْئٌ مِمَّا يَذْكُرُوْنَ عَلَيْهِمَا فرمایا جناب امیر نے کہ کیا حال ہے۔ اُس قوم کا جو ذکر کرتے ہیں دو برادر رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا اور دو وزیران کے کا اور دو سردار قریش کا اور دو باپوں مسلمانوں کا کہ میں بیزار ہوں اس سے جو ذکر کرتے ہیں میں اس پر ان کو عذاب کرونگا۔ اور بھی جیسا اس خطبہ کے اخیر پر یہ الفاظ بھی تحریر ہیں۔

یہ خطبہ صفحہ ۲۱ پر دیکھو	فَقُبِضَا عَلٰى ذٰلِكَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ فَوَالَّذِیْ خَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَاَ النَّسَمَةَ لَا يُحِبُّهُمَا اِلَّا مُؤْمِنٌ

فَاضِلٌ وَلَا يُبْغِضُهُمَا اِلَّا شَقِیٌّ مَارِقٌ وَحُبُّهُمَا قُرْبَةٌ وَبُغْضُهُمَا مُرُوْقٌ۔ یعنی علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دونوں نے وفات پائی۔ اسی حال پر یعنی موت تک کامل الایمان رہے۔ خدایا رحمت کر ان دونوں پر پس قسم اس

دکھلایا۔ جب مخاطب نے دیکھا کہ اس احاد سے بھی ہماری مراد تو حاصل نہیں ہوتی تب اس کو اپنے تقیہ کی تہمت دی۔ اس تقیہ کذاب کا خانہ خراب کہ نہ تو اس نے کسی امام کو الزام سے خالی چھوڑا نہ پیغمبر خدا سے منہ موڑا حضرت کون کون سی حدیث کو اس اپنے تقیہ خبیث کی تہمت لگاؤ گے اور کس کس اپنے مجتہد اور محدّث کو کو بھی جھوٹا بناؤ گے یا اپنے صاحب عیون اخبار کو یا جامع الاستفسار کو یا معانی الاخبار کو اگر ان سب اپنے اگلوں پچھلوں کو بھی جھٹلاؤ اور کاذب ناؤ۔ تب بھی تو آپ کی مراد حاصل نہیں ہوتی دیکھو خدا کی شان اس حدیث کی صحت اور تصدیق تو اس امام صادق علیہ السلام سے بھی ثابت ہوئی جو بقول شیعہ یا امام تقیہ سے بھی مستثنیٰ و ممنوع تھے جیسا کہ تمہاری بحار الانوار میں ملّا باقر مجلسی نے اور کافی میں ملا یعقوب کلینی نے لکھا ہے۔ کہ جو صحیفہ امام جعفر صادق کا تھا اس میں یہ حکم تھا (حَدِّثِ النَّاسَ اَفْتِهِمْ وَلَا تَخَافَنَّ اِلَّا اللّٰہَ وَانْشُرْ عُلُوْمَ اَهْلِ بَيْتِكَ وَصَدِّقْ اٰبَاءَكَ الصَّالِحِيْنَ فَاِنَّكَ فِيْ حِرْزٍ اَمَانٍ) کہ تم تمام مخلوق کو فتوے دو اور ان سے باتیں کرو اور کسی سے خدا کے سوائے نہ ڈرو اور اپنے اہلبیت کے علوم کو منتشر کرو اور اپنے آباء صالحین کی تصدیق کرو۔ اس لئے کہ تم حرز اور امان میں ہو۔ کیوں صاحب اب کس منہ سے اس امام کو تقیہ کا الزام دو گے اور کیونکر اس اپنے صحاح اربعہ کو بھی جھوٹا کہو گے پس خداوند کریم نے تو اس حدیث نجوم کو تہمت تقیہ سے بچا دیا اور تم تقیہ بازوں کو بھی تمہارے بڑے محدث صاحب کافی او کلینی نے خود جھوٹا کیا۔

مخاطب جی انشاء اللہ تعالٰے ہم عنقریب اسی حدیث کی بحث میں اس تمہارے تقیہ کذاب کی تو ایسی مٹی خراب کریں گے۔ کہ جس کو دیکھ کر سب ناظرین بھی آفرین پڑھینگے۔ اور شیعہ آہ آہ و اہل سنت قہ قہ کرینگے گو آپ غصے کی آگ میں جلینگے۔ مگر ہاتھ افسوس کے ملینگے۔ ابھی یہ تماشہ کچھ دور تو نہیں ابھی ظہور میں آوے گا۔ اور آپ کو دکھلایا جاوے گا۔ اور جو آپ نے کہا کہ ہم کیا کریں آپ جلیں یا بھنیں ہم تو سچی بات کہینگے۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کب کے راست گو مشہور ہوئے ہیں کہ جب مصنّف کتاب بنے پھر تو آپ کے کہنے کی بھی کیا حاجت وہ تو آپ کی خود تصنیف تعریف کر رہی ہے۔ یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی آپ جیسا ایک اور صادق زبان جہان دنیا میں ہوتا پھر جھوٹ کا تو کہیں نام نشان ہی نہ رہتا۔ تب ہی تو آپ کی بدولت کذب بیچارہ لکھنؤ اور ایران میں بھاگتا پھرتا ہے حضرت اس طرح کی واہی تباہی بدخواہی کو تو کام فرمایا مگر آپ نے بھی تو بھر پایا کیا فائدہ آیا **قولہ** حضرت سلامت شیعوں کا اعتقاد کہ وہ آپ کے اعتقاد کے نہایت بر خلاف ہے یہ ہے کہ آپ کے حضرات ثلاثہ ان سب صفات کے جامہ زیب نہیں کافر منافق مرتد آثم فاسق ظالم الغرض مجموعہ ان سب صفات کمل الذات کے بھی حضرات ہیں پس اس صورت میں ضرور ہے۔ کہ پہلے حسن و خوبی حضرات ثلاثہ کسی دلیل قطعی سے ثابت تب ہو س ان کی مصداق حدیث نجوم ہونے کی دلیلیں لائیے **اقول** مخاطب جی یہ دنیا کیا کہتی ہے۔ اس میں جو

بیچ پاؤگے آخر کو وہی اُٹھاؤ گے اور بھی یہ گنبد کا آوازہ ہے جیسا کہو ویسا ہی سُن لو۔ اوّل جو فرمایا کہ شیعوں
کا اعتقاد آپ کے برخلاف ہے۔ سو یہ آپ کا ترانہ ہم نے بھی مانا مگر شیعوں کا اعتقاد ایک ہمارے تو برخلاف
نہیں ہے۔ اگر صاف بنظر انصاف دیکھو تو آپ کا سب اصول خدا اور رسول قرآن وحدیث اور تمام آئمہ اکرام
کے برخلاف ہے۔ نہ کسی پر ایمان نہ یقین نہ کوئی مذہب نہ دین۔ ایسے اعتقاد پر خاک پڑے۔ جو خدا اور رسول سے
منکر کرے۔ حضرت اس تمہارے عقائد مقائد کو تو ہم نہیں دیکھتے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کس ثبوت سے اصحاب ثلاثہ
کو معاذ اللہ منافق و کافر کہتے ہیں۔ اور کون اس میں کوئی آیت یا حدیث بھی دیتے ہیں۔ نہیں تو یہی منافق و کافر
جھوٹا وغیرہ تو ہم تمکو بناتے ہیں۔ ذرا تحمل کیجئے۔ اور جو آپ نے کہا کہ پہلے کسی دلیل سے تم اصحاب ثلاثہ کا حُسن
اور خوبی ثابت کرو ہم حیران ہیں کہ ہر مقام پر آپ کا یہی تقیہ کلام ہے۔ اور بار بار وہی انکار ہے کہ جس
سے تو چند بار ہم آپ کو خجل وخوار شرمسار بھی کر چکے۔ تب بھی اس انکار بفائدہ تکرار سے آپ باز نہیں آتے
جناب کوئی دلیل تو کیا ہم نے تو اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان بصدہا نصوص قرآنی وحدیث رسول یزدانی
اور بقول آئمہ علیہ السلام کے ثابت کر دیا ہے۔ دیکھو منجملہ ان کے خود پیغمبر علیہ السلام اُن کو اپنا سمع وبصر اور
دل بناتے ہیں۔ اور جیسا کہ امام صادق علیہ السلام بھی ان کے حق میں فرماتے ہیں کہ یہ دونوں امام تھے عادل اور
انصاف کرنے والے دونوں حق پر تھے اور مرے حق پر ان دونوں پر ہو رحمت خدا کی قیامت کے دن۔
کیوں صاحب اس سے اور زیادہ ایمان کا کون نشان ہے۔ اور ایسا کس کا شان ہے۔ اگر اتنے پر بھی سیری
نہ ہو تو اور لو۔ ایک وہ روایت بھی ہم پیش کرتے ہیں۔ روایت کیا خاص کلام جناب امیر علیہ السلام سے بھی ہم
جھوٹے بداندیش کا دل ریش کرتے ہیں۔ جیسا کہ تمہاری کتاب۔ اطواق الحمایت" میں امام موید باللہ
یحیٰی زیدی شیعہ نے لکھا ہے کہ جب ایک گمراہ ٹولہ بدخواہ کچھ آپ کی طرح حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق
کی عیب جوئی وبدگوئی کر رہا تھا ان کو فرمایا۔ (فَقَالَ مَا بَالُ قَوْمٍ يَذْكُرُوْنَ اَخَوَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَزِيْرَيْهِ وَصَاحِبَيْهِ وَسَيِّدَيْ قُرَيْشٍ وَاَبَوَيِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَنَا بَرِئٌ مِمَّا يَذْكُرُوْنَ عَلَيْهِمَا
فرمایا جناب امیر نے کہ کیا حال ہے۔ اُس قوم کا جو ذکر کرتے ہیں دو برادر رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا اور
دو وزیران کے کا اور دو سردار قریش کا اور دو باپوں سلمانوں کا کہ میں بیزار ہوں اس سے جو ذکر کرتے
ہیں میں اس پر ان کو عذاب کرونگا۔ اور بھی جیسا اس خطبہ کے اخیر پر یہ الفاظ بھی تحریر ہیں۔

یہ خطبہ صفحہ ۲۱ پر دیکھو

فَقُبِضَا عَلٰى ذٰلِكَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ فَوَالَّذِيْ خَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَءَ النَّسَمَةَ لَا يُحِبُّهُمَا اِلَّا مُؤْمِنٌ
فَاضِلٌ وَلَا يُبْغِضُهُمَا اِلَّا شَقِيٌّ مَارِقٌ وَحُبُّهُمَا قُرْبَةٌ وَبُغْضُهُمَا مُرُوْقٌ۔ یعنی علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دونوں
نے وفات پائی۔ اسی حال پر یعنی موت تک کامل الایمان رہے۔ خدایا رحمت کر ان دونوں پر پس قسم اس

شخص کی کہ چیرا دانہ کو اور پیدا کیا جان کو دوست انہیں کا نہیں ہے۔ مگر بلند درجہ والا صاحب شان کا
اور دشمن انہیں کا نہیں ہے۔ مگر بے نصیب خارج دین سے دیکھو جناب علی علیہ السلام اپنی زبان معجز
بیان سے شیخین کا شان کس طرح بیان فرماتے ہیں۔ کہ یہ دونوں رسول اللہ کے برادر وطن کے وزیر ہیں۔
اور یہ تمام قریش کے سردار اور سب مسلمانوں کے باپ ہیں اور بھی جناب امیر کس محبت اور شفقت کے ساتھ ان
کے حق میں خدا تعالےٰ سے رحمت کی دعا مانگتے ہیں اور کس طرح قسمیہ فرماتے ہیں کہ ان کے دوستوں کا
بڑا شان اور درجہ بلند ہے۔ اور ان کا دشمن بدگران دین ایمان سے خارج ہے۔ کیوں مخاطب جی آپ تو
اصحاب ثلاثہ کو معاذ اللہ منافق اور کافر کہتے ہو اور جناب امیر تو ان کو رسول اللہ کے برادر اور وزیر فرماتے ہیں
اور بھی تم اُن کو لعنت کرتے ہو۔ اور وہ ان پر رحمت بھیجتے ہیں۔ پھر ایک لحظہ تو منصف ہو کر فرمائیے۔ کہ
اب اصحاب ثلاثہ کافر بنے یا بقول امیر علیہ السلام کہ تم منافق و کافر فاسق اور فاجر ٹھہرے۔ خدا کی شان
جن کی محبت کا آپ بڑھ کر دعوے کرتے تھے۔ خدا تعالےٰ نے انہیں کی زبان سے تم کو جھوٹا بنایا جھوٹا
کیا۔ تم کو تو لعنتی اور اصحاب ثلاثہ کو رحمتی فرمایا۔ پھر ان کے بُرا کہنے سے تم کو کیا ہاتھ آیا یہی کہ اُلٹا آپ کو
کافر منافق بیدین بنایا۔ کیا فائدہ پایا۔ پس الحمد للہ کہ اس امام کی کلام نے تو اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان
بھی ثابت کر دیا۔ اور ان کے بُرا کہنے والوں کا بھی خدا نے بُرا کیا یعنی ایک ہاتھ سے دیا دوسرے سے لیا
جب مخاطب نے دیکھا کہ اس عیب جوئی بدگوئی سے بھی کچھ بن تو نہ آیا۔ تب ایک اور طرح کی واہی تباہی کو
کام فرمایا۔ قولہ اگر حدیث نجوم کو اہل سنت مسلم کریں۔ پھر شیعوں کے واسطے ابتطال حدیث اقتدا کی حاجت
کسی دلیل کی نہوگی بلکہ یہی حدیث نجوم واسطے ابتطال خلافت شیخین کے کافی ہو جائیگی۔ اس لئے کہ جب کل
صحابہ کی اقتدا کا حکم صادر ہوا۔ تو تخصیص اقتدائے شیخین لغو ہوگی اور اگر حکم اقتدا دلیل خلافت ہو۔ تو چاہئیے
کہ کل صحابہ خلیفہ بن جائیں۔ یہی مقام ہے کہ جب اہل سنت یہاں آجاتے ہیں۔ تو بُوبڑی پھنس جاتے ہیں۔
اور بقول عامہ چیر غٹو ہو جاتے ہیں۔ اور سوائے قیں قیں اور چیں چیں کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ اقول افسوس
ہے کہ ہمارے مخاطب بیچارے نے خلفائے ثلاثہ کی عداوت سے اپنے علم اور عقل دونوں کو رخصت کر دیا۔ اور ناحق
ان کی مذمت میں چند اوراق کو سیاہ کیا آخر انصاف کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر یہ کہا کہ حدیث نجوم واسطے ابتطال
خلافت کے کافی ہے۔ کیونکہ جب کل صحابہ کی اقتدا کا حکم ہوا۔ تو شیخین کی خلافت باطل ہو جاویگی۔ ذرا
دین کے صراف مخاطب کی دیانت اور انصاف پر فاتحہ خیر پڑھیں حضرت اگر اسی طرح کوئی آپ کو بھی کہے
کہ تمام اہل بیت مصطفےٰ کی اقتدا بھی تو آئمہ کی امامت کو باطل کرتی ہے۔ تو پھر جو اس کو آپ جواب دیدیں
ہماری طرف سے بھی وہی سمجھ لیویں بھلا اس تمہاری تقریر بے نظیر کو کون عاقل پذیر کرتا ہے۔ کہ کجا اس

حدیث کا معنے اور کجا اس میں تمہارا خلافت کا راگ بھاگ گانا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اصحابوں کی متابعت کرنے
میں کس طرح خلافت خلفاء ثلاثہ کی باطل ہوتی ہے۔ کچھ تو فرمائیے یا کوئی نظیر ہی دکھلائیے۔ دیکھو بادشاہ کے
وزیر۔ امیر۔ حاکم۔ سردار اہلکار وغیرہ ہوتے ہیں۔ کیا ان کی متابعت کرنے میں بادشاہی کو زوال آتا ہے یا
کہ ان کی فرمانبرداری میں شاہی مرتبہ کمال ہوتا ہے۔ پھر کیوں کہا کہ کل صحابہ کے اقتدا میں شیخین کی خلافت
باطل ہو جاوے گی۔ جھوٹوں کا مدعا نہ کچھ شرم نہ حیا۔ حضرت یہ تو آپ نے اہل سنت پر بڑا احسان کیا جو اس
حدیث نجوم کو خلافت کی نظیر میں تحریر کیا تب تو اس کا یہ معنیٰ ہوا یعنی حضرت نے فرمایا کہ سب میرے اصحاب مثل
ستاروں کی ہیں۔ ان میں سے جس کسی کو خلیفہ اور راہنما بناؤ گے۔ اُسی سے ہدایت پاؤ گے۔ پس اس میں تو
اجماع امت بھی روا ہوا۔ کہ اسی فرمان سے اُمت نے اجماع کر کے اصحاب ثلاثہ کو اپنا خلیفہ ورہنما بنایا۔ پھر
اس نظیر تحریر کرنے سے آپ کو کیا فائدہ آیا۔ مخاطب جی اگرچہ آپ خلفاء ثلاثہ کی مذمت میں کتنا ہی قیل قال
چیں چیں کے غل مچاؤ۔ اور حسد کی آگ میں اپنے تن اور بدن جلاؤ۔ تب بھی ان کی شان میں تو کچھ نقصان اور
نہیں آتا۔ بلکہ خدا کی شان اسی طرح تو ہر مکان میں آپ ہی کو پشیمان ہونا پڑتا ہے۔ پس اس سے بہتر تو
یہ ہے کہ اس بیفائدہ خواہ مخواہ چون وچرا کرنے سے باز آؤ۔ اور مستور کی طرح خانہ خاموشی میں بیٹھ جاؤ۔
تب کچھ اہل سنت کے پنجے سے جان بچے گی۔ نہیں تو اسی طرح ملامت وندامت تو قیامت تک اٹھانی پڑیگی
جب مخاطب نے دیکھا کہ اس بات سے بھی کچھ نجات تو نہ ملی۔ تب اور طور سے واویلا مچایا۔ اور اپنی زبان کو
محض کذب کی لگام دے کر اس طرح دوڑایا کہا کہ اہل سنت خود قائل ہیں۔ کہ حدیث نجوم ضعیف اور نامعتبر
ہے۔ بلکہ موضوع اور مکذوب ہے۔ ان کے علماء بزاز بخاری وبحی اور بیہقی ابن جوزی وغیرہ سب اس
حدیث کے منکر ہیں۔ جواب اس دعوے کذاب سے بھی مخاطب مجیب کی ہم چند وجہ تکذیب کرتے ہیں
اوّل کہتے ہیں کہ آپ نے کچھ ہمارے علماء کا نام تو لیا۔ اگر سچے ہوتے تو کیوں کسی ان کی تحریر کو پیش نہ
کیا۔ دوم یہ تمہاری تقریر تو کوئی جاہل بھی پذیر نہیں کرتا۔ کیونکہ جب اس حدیث کا کوئی لفظ وحرف
اہلسنت کے برخلاف نہیں۔ تو پھر کیوں ہمارے علماء نے اس سے انکار کیا۔ یا تو اس کی کوئی وجہ فرمائیے
وجہ بھی وہ کہ ہر کس کے دل لگ جائے۔ نہیں تو آئیے ذرا جھوٹے کو گھر تک پہنچا دیجئے۔ سوم اگرچہ وہ انکار بھی
کرتے مگر ہم نے تو اپنی کلام سے تم کو الزام نہیں دیا صرف تمہارے علماء کے اقرار سے اس حدیث کو صحیح کیا
ہے۔ جس کا ہم آپ سے جواب مانگتے ہیں۔ پھر ان راویوں کے نام لکھنے سے آپ کا کیا کام نکلا۔ اور ہمارا
انکار بھی آپ کے کیا درکار آیا یہی کہ مغز کھپایا۔ کیا فائدہ آیا۔ قولہ پس یہ حدیث کتب امامیہ میں جس طرح
اہل سنت نقل کرتے ہیں۔ اصلاً ومطلقاً موجود نہیں ہے۔ خصوصاً اربعہ امامیہ کہ جس پر مذہب شیعہ کا

بعد جمع و توفیق دار و مدار ہے۔ کسی طرح موجود نہیں۔ ہاں بعض کتب دیگر میں بوجہ دیگر نہ بطور اہل سنت
بطریق اخبار احاد منقول ہے۔ ایک تو عیون میں۔ دوسری معانی الاخبار میں علاوہ اس کے جو اور بعض کتب
دیگر میں ہے۔ وہ انہیں سے منقول ہے۔ لیکن نہ اس طریق سے جو اہل سنت روایت کرتے ہیں اس
لئے کہ جو عیون میں منقول ہے۔ وہ ضمن سوال سائل میں ہے۔ نہ قول معصوم ہے۔ نہ قول راوی
ہے۔ اور امام نے ہرگز اس کی تصحیح نہیں کی ہے۔ اور ہذا صحیح کا جو لفظ اس مقام پر واقع ہے مطلق
بحدیث دیگر ہے۔ و علی تنزل اگر فرض کر لیں کہ اس سے متعلق ہے۔ جو امام کا ہذا کہنا اولاً تو منقول بخبر احاد
ہے۔ کہ شیعوں کا اس پر اعتماد نہیں۔ اور اُن کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ اور ثانیاً محمول بر تقیہ ہے۔ ربما
لاما مکم فان غاطوا فقل موتوا بغیظکم کما قال اللہ لاسلافکم۔ ثالثاً اس میں لم یغیر ولم یبدل ایسی
غضب کی قید ہے۔ کہ حضرات ثلاثہ کو بدر اور ان کی ہستی کے لئے کار شر رسفر کرتی ہے اس لئے کہ شیعہ ان
کو اول مغیرین اور مبدلین سے جانتے ہیں۔ اور جب ہم نے ثلاثہ کو نکال کر ان کے منفرین ڈال کر فراغت کی
تو پھر سنیوں کو کیا ملا۔ اقول بھلا یہ آپ کا مناظرہ ہے یا مجنونوں کی بڑ ہے۔ اور مباحثہ ہے یا دیوانوں کی
جھک ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ مخاطب ہمارے دعوے کی تردید فرماتا ہے۔ یا کہ تائید کرتا جاتا ہے۔
کچھ ایسی گول مول باتیں لکھتا ہے۔ کہ جس سے نہ کچھ انکار معلوم ہوتا ہے نہ اقرار حضرت اس جا بھی تو
آپ نے وہی شیعوں کے گائے ہوئے گیت گائے۔ اور وہی بے سرے تال بجائے کہ جن کی تو عنقریب تکذیب
ہو چکی ہے۔ جیسا آپ نے یہاں بھی اپنے احاد کو یاد کیا اور آپنے تقیہ کا نام لیا۔ یا اس حدیث کو پیچھے لم یغیر
ولم یبدل کا دم لگایا۔ اور ہذا صحیح کا جواب بھی دوسری حدیث کی نسبت فرمایا کہ جن سب بات لغویات سے تو
ابھی ہم نے آپ کو خوب جھٹلایا۔ دیکھ باقی امور سے بھی انشاء اللہ تعالےٰ ہم ابھی آپ کو جھٹلاتے اور
کاذب بناتے ہیں۔ جو آپ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جس طرح اہل سنت نقل کرتے ہیں ہماری کہیں کتاب معتمدہ
امامیہ میں موجود نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ بعض ہماری کتب دیگر میں بوجہ دیگر بطریق اخبار احاد منقول
ہے۔ سو ہم پوچھتے ہیں۔ کہ پہلا فقرہ آپ کا جھوٹا ہے یا پچھلا۔ کیوں ایسی مجمل باتیں بناتے اور جاہلوں
کو سناتے ہو۔ شرم کی بات ہے کہ اسی منہ سے انکار کرنا اور اسی سے اقرار۔ جیسا کہا کہ یہ حدیث ایک تو ہماری
کتاب عیون میں ہے۔ دوسری معانی الاخبار میں ہے۔ علاوہ ان کے جو بعض کتب دیگر میں ہے۔ وہ انہیں
سے منقول ہے۔ پس باوجود اتنے اقرار اور ایسے تکرار کے آپ نے کیوں اس کی صحت اور موجود ہونے
سے انکار کیا۔ اور کیوں کہا کہ یہ حدیث کتب معتمدہ امامیہ میں اصلاً و مطلقاً موجود نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں
کہ عیون و معانی الاخبار۔ احتجاج و بحار الانوار اور جامع اسرار وغیرہ یہ سب آپ کی معتمدہ کتابیں ہیں۔ یا

نہیں اور ان کے مصنف شیخ صدوق علامہ طبرسی - ملا باقر مجلسی اور حید ر آملی وغیرہ بھی یہ آپ کے بڑے علماء شیعہ امامیہ ہیں - یا نہیں - اور ان سب نے ہماری طرح اس حدیث کی صحت کو تصدیق کیا ہے یا نہیں اگر نہیں کہو تو ذرا پھر اسی کتاب کے پانچ چار ورق الٹ کر دیکھ لو - تو پس جب ان سب تمہارے علماء نے اس حدیث کو ہماری طرح تصدیق کیا اور صحیح بنایا تو پھر کیوں آپ نے اس کی صحت سے انکار فرمایا اور کیوں بار بار اس کو احاد بھی کہہ کر جھٹلایا - بھلا اس میں جاہلوں کو دھوکا دیا یا دیدہ دانستہ منکر حدیث ہو کر اپنے ایمان کو رد کیا - اور جو آپ نے کہا کہ حدیث نجوم جو کتاب عیون میں منقول ہے - وہ ضمن سوال سائل میں ہے - نہ قول معصوم ہے نہ قول راوی ہے اور نہ ہرگز امام نے اس کی تصحیح کی ہے جواب جھوٹا - کذاب ہمیشہ خراب ایک عیون تو کیا دیکھ حدیث نجوم کی صحت تو ہم نے ان سب تمہاری کتابوں معتمدہ سے ثابت کر دی ہے - اور کسی راوی کا بھی کیا - نام خاص آئمہ اکرام امام صادق و موسٰے رضا علیہم السلام سے اس کی صحت تصدیق ہوئی - پھر کیوں کہا کہ نہ یہ قول معصوم ہے نہ قول راوی ہے - ہم پوچھتے ہیں کہ یہ آئمہ علیہم السلام ہیں یا نہیں اور ھذا صحیح بھی امام موسے رضا علیہ السلام کی کلام ہے یا نہیں - نہیں تو آپ بھی کہہ نہیں سکتے ہو - اگر ہے تو پس یہ سب کارروائی آپ کی باد گولہ ہوائی ہو کر اڑ گئی - کیوں ایسا جھوٹا انکار کر کے آپ کو جھوٹا بنایا - اور جو کہا کہ ہم نے ثلاثہ کو نکال کر فراغت کی جھوٹے بدخواہ کا منہ سیاہ - بھلا کس آیت یا حدیث سے آپ نے اصحاب ثلاثہ کو نکالا کہ ہر جا خدا نے تمہارا ہی منہ کالا کر ڈالا حضرت ہم نے تو اسی طرح ہر مکان پر آپ کو پشیمان بنایا پھر ان کی بدگوئی کرنے سے آپ کو کیا ہاتھ آیا - **قولہ** اولاً شیعہ اس حدیث کو اخبار احاد سے جانتے ہیں کہ مقام اعتقاد میں جس پر اعتماد نہیں رکھتے ثانیاً سلمنا اخبار احاد نہیں ہے - لیکن لانسلم کہ جس طرح سے روایت کرتے ہو اسیطرح ہماری کتب میں بھی ہے - بلکہ ہماری کتب میں زیادتی تقید و تفسیر باہلبیت علیہ السلام ہے - پس بدون اس تفسیر و تقید کے ہم مسلم نہیں کرتے - اور اگر کوئی مخالف اس تفسیر کو مسلم نہ کرے - بجز اس کے عدم تسلیم سے ہم پر الزام نہیں عائد ہو سکتا - ثالثاً یہ کہ تفسیر نہ ہی سہی لاکن لانسلم کہ مراد اس سے صحابہ ہیں - بلکہ مراد اس سے اہل بیت علیہ السلام ہیں - اور قول تمہارا کہ اطلاق لفظ اصحاب اہل بیت پر مطلقاً جائز نہیں ہے - باطل ہے - کما ستعرف رابعاً سلمنا کہ صحابہ ہی مراد ہے - لاکن لانسلم کہ کل صحابہ مراد ہیں - بلکہ صحابہ اہل بیت مراد ہیں - پس طبقہ صحابہ میں اقتدا الصحابہ اہلبیت بہ ہمیں حدیث واجب ہے اور طبقہ غیر صحابہ میں بھی اقتدا اہل بیت بدلائل دیگر و بعض سابق علی الاحق واجب ہے - اور کچھ ضرور نہیں ہے کہ وجوب اقتدائی کل اہلبیت ایک ہی دلیل سے ثابت کیا جائے اگر صحابہ اہلبیت کی اقتدا ایک دلیل سے اور اہلبیت غیر صحابہ کی اقتدا بدلیل دیگر ثابت ہوئی تو کیا ضرر ہے -

خامساً سلمنا کہ صحابہ اہلبیت سے عام مراد ہیں لیکن لانسلم کہ منافقین اور مرتدین اور غاصبین اور
ظالمین اس میں داخل نہیں بلکہ موقنین مومنین کاملین جو مصداق لم یغیروا ولم یبدلوا ہیں مراد ہیں کہ مرجع
ان کی اقتدا کا طرف اقتدائے اہل بیت علیہ السلام کے ہے۔ اس لئے کہ اقتدا اس اقتدا کی جو اقتدائے معصوم ہے
عین اقتدا معصوم ہے۔ اور اس لئے کہ کل انکی مقتدا اس کے ہیں اقتدا مخصوص باہلبیت ہے یا اقتدا
سے اقتدا جزئی مراد ہے نہ اقتدا کلی یعنی قولاً و فعلاً و تقریراً۔ اس لئے کہ بدلائل قطعیہ ہمارے نزدیک یہ امر
مخصوص بمعصومین علیہم السلام ہے۔ اقول قربان مخاطب مناظرہ دان سے کہ بندروں کی طرح ایک شاخ
سے دوسری شاخ پر اُچھلتے ہیں۔ اور دوسری سے تیسری پر کودتے ہیں۔ نہ ایک دعوے نہ ایک مقام
نہ ایک سخن نہ ایک کلام۔ کلام بھی وہ حرکت انجام کہ کوئی جن بھی سمجھ نہ سکے۔ دیکھو ہمارے مخاطب بیچارے
نے تو اس ایک ہی حدیث میں طرح طرح کے رنگ بدلے اور ڈھنگ تراشے مگر کسی بھی بات سے نجات
تو نہ ملی۔ اب اس مکان پر بھی مخاطب منطق دان نے پانچ طرح کا بیان فرمایا۔ اول تو اپنی عادت کے موافق
یہاں بھی اس حدیث کو اخبار احاد کہ کر جھٹلایا۔ دوم کہا کہ بدون تفسیر و تقلید اہلبیت کے ہم اس کو مسلم
نہیں کرتے۔ سوم کہا کہ مراد اس حدیث سے اہلبیت علیہم السلام ہیں۔ چہارم کہا کہ صحابہ ہی سہی۔ مگر کل مراد
نہیں۔ صحابہ اہلبیت مراد ہیں۔ پنجم فرمایا کہ صحابہ منافقین و ظالمین وغیرہ اس میں داخل نہیں ہیں۔ جواب
اول حضرت سلامت لفظ احاد کے کچھ آپ کو معنے بھی یاد ہیں یا صرف کہیں سے سن کر اس کا نام ارقام کرتے
جاتے ہو۔ جو ہر موقعہ اور مقام پر آپ کا یہی تکیہ کلام ہے بھلا بار بار وہی انکار کرنا تو شرم کی بات ہے کہ
جس انکار سے ہم چند بار آپ کو جھٹلا چکے اور بقول آئمہ علیہ السلام اس حدیث کو متواتر بنا چکے پھر بھی اس
اپنے احاد بداعتقادی سے تو آپ باز نہیں آتے۔ اور وہی ٹانگ ایک مرغی کی کہی جاتے ہو۔ نہ کوئی سند نہ گواہ
نہ شرم نہ حیا۔ دوم جو کہا کہ بدون تفسیر و تقلید اہلبیت کے ہم اس کو مسلم نہیں کرتے۔ سو جناب ہم نے تو متواتر
علماء شیعہ سے اس حدیث کو صحیح کیا ہے۔ خیر ان سب اپنے علماء شیخ صدوق علامہ طبرسی ملا باقر مجلسی وغیرہ
تو جانے دو۔ اور ان سب کو جھوٹا ہی کہو مگر امام صادق علیہ السلام و موسے رضا کے فرمان کو آپ کس طرح جھٹلا
سکتے ہیں۔ کہ جنہوں نے تو اس حدیث کو تحریر فرمایا۔ اور صحیح بنایا۔ پھر کیوں کہا کہ بدون تفسیر و تقلید اہلبیت
کے ہم مسلم نہیں کرتے۔ جھوٹوں کا مدعا نہ کوئی شاہد نہ گواہ۔ سوم جو کہا کہ لفظ اصحاب سے اہلبیت علیہ السلام
مراد ہیں جیسا کہ ان کے صاحب استقصاء الافہام نے بھی بجواب منتہی الکلام کے لکھا ہے۔ مراد از اصحاب
اور حدیث اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم اہلبیت علیہ السلام اند جواب دیکھو اس
سے بھی ہم آپ کو بچند وجہ جھٹلاتے اور کاذب بناتے ہیں۔ اول تو لفظ اصحاب سے اہلبیت کو مراد لینا۔

بھلا کون تعجب نہ کرے گا اور کون آپ کو جھوٹا اور محرف حدیث بھی نہ کہے گا۔ کیونکہ آج تک تو تمام خاص
و عام میں ان ہر دو الفاظ کا معنٰی جدا جدا اور علیحدہ ہوتا چلا آیا ہے۔ کہ اصحاب کا اطلاق تو صرف یاروں
اور دوستوں سے مروج ہے۔ اور اہل بیت خاص گھر والے و بنی فاطمہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور بھی اب تک
تو کہیں حدیث میں نہ کسی اصحاب کو اہل بیت مراد لیا ہے۔ نہ کسی نے اہلبیت کو اصحاب کا خطاب دیا ہے۔
پھر کیا وجہ کہ اس ایک حدیث نجوم میں اصحاب کا معنےٰ اہل بیت مراد لیا جاوے۔ یا تو اس کی کوئی خاص
وجہ دکھلاؤ۔ و ہر کس کے دل لگاؤ۔ نہیں تو پس آپ کو جھوٹا بناؤ۔ دوسرا جب لفظ اصحاب سے اہل بیت
مراد لی جائے۔ تب تو آپ کے مذہب تشیّع کی مٹی ہی خراب ہو گی۔ کیونکہ اگر کوئی خارجی بھی یہ معنی سنکر
آپ کو کہے کہ حدیث حوض میں بھی اصحابی اصحابی کے ارشاد سے تو اہل بیت مراد ہیں۔ تب آپ اس کو کیا جواب
دو گے۔ میری سمجھ میں تو قیں قیں اور چیں چیں کے سوائے اور کیا کہو گے۔ تیسرا اوّل تو اس حدیث کے
پیچھے آپ نے لم یغیر ولم یبدل کا دم لگایا۔ اور اسی کی نظیر میں حدیث حوض کو بھی تحریر فرمایا۔ اور اب اس حدیث
سے مراد اہلبیت کو لیا۔ پھر تو اس حدیث نجوم کے یہ معنی ہوئے۔ کہ وہ اہل بیت مثل ستاروں کے ہیں۔ کہ
جنہوں نے کچھ تبدل و تغیر دین میں نہیں کیا۔ اور جو معاذ اللہ مرتد نہیں ہوئے۔ اور جو دوزخ کی طرف کھینچے
نہ جاوینگے۔ کیوں صاحب نقل کفر کفر نہ باشد۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔ کہ وہ ایسے کون تمہارے اہل بیت
میں سے ہیں۔ کہ جنہوں نے بقول تمہارے دین رسول میں تبدل و تغیر کیا۔ اور جو مرتد ہوئے اور جو دوزخ
میں ڈالے جاوینگے کہ جن کے حق میں آپ نے حدیث حوض کی بھی نظیر فرمائی اور لم یغیر ولم یبدل کی بھی قید
لگائی۔ جیسا کہ آگے بھی آپ نے فرمایا کہ اس حدیث میں لم یغیر ولم یبدل غضب کی قید ہے۔ کیوں صاحب
غضب کا قیدخانہ آپ نے کس کے لئے بنایا تھا۔ اور اب اس میں کس کو ڈالا ہے۔ کچھ شرم بھی آتا ہے یا
نہیں۔ نہیں تو اور کچھ نہ کہو صرف اتنا ہی کہ دو کہ اہلبیت کے بدگو کا منہ کالا۔ ہم بھی کہینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ
اب کون شخص ہے جو اس گفتگو میں آپ کو اہل بیت کا بدگو نہ سمجھے گا۔ اور ان کا دوست بیرونی و دشمن
اندرونی تم کو نہ جانے گا۔ دیکھو اس بیچارے ابن سبا کے ٹوٹے نے کسی کو بھی برا کہنے سے خالی نہ چھوڑا۔ اور
اس طرح حرکت آمیز باتیں بنا کر اہل بیت رسول اللہ کی بھی بدگوئی سے منہ نہ موڑا پھر ہم کو تعجب آتا ہے کہ
یہ کس منہ سے آپ کو دوست اہل بیت کہلاتے ہیں۔ اور کیونکر اپنا لقب شیعہ پاک بناتے ہیں۔ چہارم جو
مخاطب نے کہا کہ صحابہ ہی سہی۔ مگر اس میں کل صحابہ مراد نہیں ہیں جواب یہ تو ہم نے آگے بھی ثابت
کر دیا ہے۔ اور بھی کریں گے۔ کہ کل حضرت کے اصحاب با صواب تھے۔ اور وہی سب کے سب اہلبیت
رسول اللہ کے بھی اصحاب تھے۔ کوئی بھی ان میں یار خطا وار نہ تھا تو یہ اس تمہاری جھوٹی زبان

کی فغان کون سنتا ہے۔ اور یہ حرکت آمیز مکر و پیچ کی باتیں بھی کون مانتا ہے پنجم جو کہا کہ اس میں صحابہ
منافقین وظالمین داخل نہیں ہیں جواب بھلا کون آپ کی طرح احمق بیوقوف کہتا ہے کہ رسول خدا ظالمین
اور فاسقین کو اپنا اصحاب بناتا ہے۔ یا ان کی یہ تعریف فرماتا ہے۔ معاذ اللہ جن کی اس حدیث شریف
میں تعریف ہے۔ وہ تو سب بیخطا ستاروں کی طرح راہنما تھے۔ کوئی اُن میں ظالم اور فاسق وغیرہ
نہ تھا۔ چنانچہ بارہ ہزار وفادار تو ہم نے خود تمہاری ہی کتابوں سے ثابت کر دیئے ہیں۔ جیسا کہ
آپ کے ابوجعفر محمد بن شیخ بابویہ قمی بھی یہ لکھتے ہیں۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدُ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ کَانَ
اَصْحَابُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِثْنَاعَشَرَ اَلْفِ ثَمَانِیَۃَ اٰلَافٍ مِنْ غَیْرِ الْمَدِیْنَۃِ
وَاَلْفَانِ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ وَاَلْفَانِ اَلطُّلَقَا اَلْمُرِیْرُ فِیْہِمْ قَدَرِیْ وَلَا مَرْجِیْ وَلَا جَبْرِیَّۃ
وَلَا مُعْتَزِلِیْ وَلَا صَاحِبُ رَاْیٍ۔ امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ اصحاب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ۱۲ ہزار تھے۔ آٹھ ہزار مدینے سے باہر کے۔ و دو ہزار مدینے والے و دو ہزار
طلقا ان میں نہ کوئی قدریہ تھا نہ جبریہ نہ کوئی خارجی نہ معتزلی۔ تھا۔ نہ کوئی دین میں اپنی رائے
کو دخل دینے والا تھا۔ کیوں صاحب اب کس منہ سے کسی دوچار اصحاب کا نام لوگے۔ اور
کس کس کو معاذ اللہ منافق وغیرہ کہوگے۔ وہ تو بارہ ہزار بھی ایسے تھے کہ جن کے ایمان اور شان
کی کہ خود امام صادق علیہ السلام شہادت دیتے ہیں۔ اور ان سب کو مومنین موقنین کہتے ہیں۔
الحمدللہ کہ ایک تو اس حدیث نجوم کی صحت بھی ٹھیک ٹھیک تصدیق ہوگئی۔ دوسرا حضرت کے اصحاب
بھی سب باصواب ہوئے۔ تیسرا جن کے لئے شیعوں نے یہ سب کچھ بنایا اور واویلا مچایا تھا۔
ان اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان بھی اس کے ہر مکان سے ثابت ہوگیا۔ چوتھا۔ جو جو اس
حدیث پر ان کے طعن بدگمان تھے۔ ان سب سے بھی خداوند تعالے نے ان کو خوب پشیمان

بحث تقیہ

کر ڈالا۔ باقی رہا ان کا تقیہ کہ مذہب شیعہ کا یہ ایک بڑا عظیم الشان ارکان ہے کہ جس
کو انہوں نے اپنا آبائی اجدائی اصول دین ٹھیرایا۔ اور نماز روزہ سے بھی بڑھ کر اس کا ثواب بتایا چنانچہ
ان کی کتاب کشف الغمہ کے دو باب ۲ فصل احوال آئمہ میں حضرت امام موسےٰ رضا سے یہ روایت کرتے
ہیں۔ لَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا وَرَعَ لَہٗ وَلَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا تَقِیَّۃَ لَہٗ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ
فَقِیْلَ لَہٗ یَا ابْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ اِلٰی مَتٰی قَالَ اِلٰی وَقْتِ یَوْمِ وَھُوَ خُرُوْجِ قَائِمِنَا تَرَکَ
التَّقِیَّۃَ قَبْلَ خُرُوْجِ قَائِمِنَا فَلَیْسَ مِنَّا۔ یعنی نہیں ہے دین اس شخص میں جو پرہیزگار نہیں ہے
اور نہیں ہے ایمان اس شخص میں جس میں تقیہ نہیں ہے۔ پوچھا امام سے کب تک تقیہ جائز

ہے - فرمایا نکلنے امام آخرالزمان تک پس امام صاحب فرماتے ہیں - کہ جو شخص تقیہ کو ترک کرے
آگے نکلنے امام زمان سے وہ ہم سے نہیں ہے - یعنی وہ گروہ شیعوں سے خارج ہے - اور بھی
ان کے جامع الاخبار کے دو باب فصل اوّل میں یہ حدیث منقول ہے - قَالَ النَّبِیُّ تَارِکُ
تِقِیَّۃِ تَارِکُ الصَّلٰوۃِ یعنی تقیہ کا ترک کرنے والا بھی بے نماز کے برابر ہے - اور بھی منکر تقیہ کو
کافر کہ کر اس کو رحمت الٰہی کہتے ہیں - غرض اس مذہب کی کل تقیہ پر مدار ہے - اور اس کے سوائے
یہ فرقہ ایسا بیکار ہے - جیسا کہ بغیر عصا کے اندھا لاچار ہے - اور بھی کسی نے کہا کہ تقیہ کو مذہب
تشیع سے وہ نسبت ہے - جیسا کہ تار برقی کو آہنی سڑک سے ہے - اگر تار نہ ہو تو ریل کا چلنا بند
ہو جاوے - اسی طرح اگر مذہب شیعہ میں تقیہ نہ ہوتا تو یہ فرقہ ایک بھی قدم آگے نہ چلتا کیونکہ جیسا ان
کے ایک قول کی دوسرے قول سے اور ایک فعل کی دوسرے فعل سے مطابقت نہیں ہے - اور ایک حدیث
دوسری کی مخالف ہے - تو اس اختلاف کے سبب ہر جاہل کو بھی اس مذہب کا جھوٹ اور غلط ہونا
کھل جاتا ہے - لیکن تقیہ کی بدولت تو اس جھوٹی سڑک پر مذہب تشیع کا انجن چل رہا ہے - اور بھی اسی
تقیہ کے ذریعہ تو اُن کے ہر ادنے اور اعلےٰ نے مناظرہ میں قدم ڈالا ہے - کہ جو کلام آئمہ علیہ السلام نے
فضائل صحابہ میں ارقام کی ہے - اس تمام کے مقابل یہ صرف ایک تقیہ کا نام لکھتے ہیں پھر خوشی کے مارے
اس طرح اس تقیہ کے فخر یہ گیت گاتے ہیں - جیسا کہ ہمارے مخاطب بھی فرماتے ہیں - کہ تقیہ ہمارے
مذہب شیعہ کے لئے ہمالیہ پہاڑ بلکہ آہنی حصار ہے - مخاطب جی دیکھ اس تمہارے خیالی پہاڑ کی تو
ہم نصوص قرآنی جلوہ ربانی سے مثل کوہ طور کے دھوڑ اڑاتے ہیں - اور اس تمہارے حصار بالو کی دیوار
کو بھی ہم جڑھ سے اکھاڑ کر خاک میں ملاتے ہیں - حضرت ہم آپ کی طرح زبانی باتیں تو نہیں بناتے -
دیکھ انشاءاللہ ابھی کر دکھلاتے ہیں - اب پہلے ہم تقیہ کی وجہ تسمیہ کو بھی ظاہر کر کے ہر کس کو اس کا
ماہر کرتے ہیں - چونکہ جب شیعہ نے ہرے بڑھ کر محبت اہل بیت کا دعوے کیا - تو اس لئے اہل سنت
کے علماء نے جو جو آئمہ علیہ السلام کے کلام فضائل صحابہ میں ارقام تھے - وہ ان کے پیش کئے خصوصاً
جناب امیر کے برابر اصحاب ثلاثہ کی نمازوں میں شریک ہونا - ہر جہاد اور لڑائیوں میں ان کا رفیقی ہو کر
مشورہ دینا - اور اُن کے بعد بھی اپنی عہد خلافت میں ہمیشہ ان کا بیان کرتے رہنا - اور بھی اسی
طرح جب انہوں نے دیکھا کہ جناب امیر سے لیکر گیارہ امام تک تو سب کے سب نے خلفاء ثلاثہ
کی اپنی ہر تصنیف میں تعریف فرمائی ہے - تب خیال کیا کہ اگر ہم تمام اس آئمہ کی کلام صحیح جانیں -
اور سچ مانیں تو پھر اس ہمارے مذہب تشیع کی تو بیخ برکندہ ہوتی ہے - اور اگر علانیہ ان کو بھی

جھٹلاویں - تو اس مذہب سے خارج ہونا پڑتا ہے - اس لئے کوئی ایسی وجہ ہو کہ جس سے تمام اس آئمہ کی کلام کی تکذیب بھی ہو - اور یہ مذہب تشیع بھی ہاتھ سے نہ جائے - تب ان کے علماء او عقلا نے ایک اور عجیب طور سے ان کی اس طرح تکذیب کی کہ ایک خوبصورت و خوشنما لفظ یعنی تقیہ آئمہ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا - اور اس کو اپنا اصول قرار دیا - جس سے دونوں مطلب حاصل ہوئے - ایک تو فضائل صحابہ کے انکار کا عمدہ ہتھیار ملا - دوسرا اس میں تمام کلام آئمہ علیہ السلام کو بھی جھٹلایا - مگر اتنا لحاظ فرمایا کہ جھوٹ کی جا بجا با دب تقیہ سے کام لیا - کہ جس کا معنےٰ صرف جھوٹ کہنا ہے - یعنی سوائے خدا اوروں سے ڈر کر سچی بات کو چھپانا - اور جھوٹ کو ظاہر کرنا - پس اہل سنت کے نزدیک یہ مطلق حرام و منافقی نشان ہے - دیکھو اس ابن سبا کے فرقے بے حیا نے کس طرح محبت کے پردے میں ہو کر آئمہ الہدےٰ کو جھٹلایا - اور ان کو چار جرم کا مجرم بنایا - ایک تو اس میں تمام آئمہ اکرام کو خدا کے سوائے اوروں سے ڈرنے کا الزام دیا - اور اس آیت کے مخالف کیا - چنانچہ قولہٗ تعالےٰ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ - جناب باری فرماتا ہے کہ نہ ڈرو لوگوں سے - اور مجھ سے ڈرو دوسرا انہوں نے ائمۃ الہدیٰ کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نفاق کی تہمت دے کر کہا کہ ان کے دل میں کچھ اور ہوتا تھا اور منہ سے اور کہتے تھے - جیسا کہ منافقوں کے بارے میں جناب باری فرماتا ہے - يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ یعنی وہ جو کہتے ہیں اپنے مُنہ سے وہ نہیں ہے ان کے دلوں میں - تو وہ کفر کے نزدیک ہیں - تیسرا انکو اس آیت کے بھی مصداق بنایا کہ جن کے واسطے پروردگار اس طرح فرماتا ہے - یا اہل الکتاب لم تلبسوا الحق بالباطل وتکتمون الحق وانتم تعلمون - کہ اے کتاب والو کیوں ملاتے ہو - اور کیوں چھپاتے ہو سچی بات کو جان کر - اب کون مسلمان گمان کر سکتا ہے کہ ائمہ علیہ السلام اس آیت کے بھی برخلاف ہو کر ضرور سچ میں جھوٹ ملاتے ہونگے معاذ اللہ - چوتھا ان معصوم پاک کو اس آیت کا بھی مصداق بنایا - جیسا کہ ہر جا خدا نے فرمایا ہے - لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ یعنی لعنت ہے اللہ کی جھوٹوں پر - اے مسلمانو! ذرا غفلت کی آنکھ کھولو ایسے دشمن دین کے حق میں کچھ تو بولو کہ جو فرقہ خدا کے قرآن اور حضرت کے فرمان کو بھی جھٹلائے - اور تمام آئمہ علیہ السلام کو بھی اس طرح جھوٹے الزام لگائے تو پھر کیوں اس کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھا جائے - دیکھو ایسے پاک معصوموں پر یہ کیا کیا تہمتیں بناتے ہیں - اور کیسے کیسے ان کو جھوٹے الزام لگاتے ہیں - ایک تو انہوں نے ائمہؑ اطہار کو اس تقیہ مردار کی نسبت دے کر ان سب آیات قرآنی کا منکر بنایا - دوم نقل کفر کفر نباشد - معاذ اللہ ان کو جھوٹا وغیرہ کہ کر

منافقوں تک پہنچا یا پھر ہم تعجب کرتے ہیں۔ کہ یہ کیونکر آپ کو مومن پاک بناتے ہیں۔ اور کس منہ سے
محب اہل بیت کہلاتے ہیں۔ نہ شرم از خدا نہ شرم از رسول۔ اور بھی ہم حیران ہیں۔ کہ اس تقیہ
کا معنٰے صرف جھوٹ کہنا ہے۔ جس کو یہ مجہول اپنے دین کا اصول سمجھتے ہیں۔ اور جھوٹ پر لعنت
ہے۔ جس کو یہ رحمت کہتے ہیں پھر ایسی الٹی سمجھ والوں کا ہم کیا علاج کریں۔ بجز اس کے کہ یہ
آیت پڑھیں۔ وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا ۚ وان یروا سبیل
الغیّ یتخذوہ سبیلا ط یعنی وہ لوگ بھی ہیں۔ کہ اگر دیکھیں راہ سیدھا۔ اس کو نہ
ٹھیراویں راہ ۔ اور اگر دیکھیں راہ الٹا اس کو ٹھہراویں راہ پھر پڑے۔ ایسی سمجھ کو جو اس
طرح قرآن کے مخالف ہو۔ پس اس تقیہ کے جھٹلانے اور کاذب بنانے کو تو یہی چار پانچ آیتیں قرآن
کی کافی اور وافی ہیں۔ مگر اتنی تلقین پر شاید مخاطب کی تسکین نہ ہووے۔ تو پھر ہم مخاطب کے
ساتھ ان سب فقرات کی بحث کرکے اہل انصاف کو دکھلاتے ہیں۔ تاکہ اور بھی جھوٹے کو جھوٹا
بناتے ہیں۔ چونکہ اوپر جو ہم نے کہا ہے کہ تقیہ کا معنی غیر سے ڈر کر سچی بات کو چھپانا اور جھوٹ
کو ظاہر کرنا ہے۔ تو اس بات کا مخاطب یہ جواب دیتا ہے قولہ دعوٰے آپ کا کہ تقیہ کا معنے جھوٹ
کہنا ہے۔ اور جھوٹ رحمت نہیں ہو سکتا۔ یہ معنے تقیہ کے نہیں معلوم آپ نے کہاں سے نکالے
ہیں۔ یعنی لغوی ہیں۔ کہ عرفی ہیں کہ شرعی ہیں۔ کہیں پتہ اور نشان دیجئے۔ لغت میں تقیہ ماخوذ
ہے وقے یقین وقائتہ وتقاۃ وتقیہ سے کہ معنی حذر کردن و خوف کردن و پرہیز کردن کے
ہیں اور عرف میں بمقتضائے حدیث مشہور استر ذہبک و ذہابک ومذہبک اپنے مذہب کو چھپانا تعجب
ہے کہ چھپانا مال کا اور چھپانا سفر کا جھوٹ نہ ہوا۔ اور چھپانا مذہب کا جھوٹ ہو جائے حضرت سلامت
کذب تقیہ میں نہ اتحاد مفہومی ہے نہ مصداقی پھر دونوں ایک کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اقول۔ مخاطب
فرماتے ہیں کہ تقیہ کا معنے جھوٹ کہنا نہیں ہے۔ پھر اپنی عادت کے موافق چند صیغے گردان کر
تقیہ کا معنی حذر کردن و خوف کردن اور پرہیز کردن کی بتائے اور چوتھا اس کا معنے چھپانا فرمایا۔
جواب۔ حضرت سلامت ان چہار لفظوں کا معنی بھی تو ایک ہی خوف کھانا اور جھوٹ کہنا ہوا۔ کیونکہ خوف
اس تقیہ کی ابتدا ہے۔ اور جھوٹ انتہٰی ہے۔ اور فی الاصل تو وہی انتہا اور ابتدا ہے۔ تو پس
آپ کے تقیہ کا معنی لغوی و عرفی اور شرعی تو وہی غیروں سے ڈر کر سچ کو چھپانا اور جھوٹ کو
ظاہر کرنا ہوا۔ پھر کیوں اتنا انکار جھوٹا تکرار کیا اور کیوں کسی حدیث کا بھی نام لیا۔ اگر پھر بھی نہیں
کہو تو ذرا اپنی ہی کتابوں سے دیکھ لو۔ کہ وہ آپ کے راوی اس کا کیا معنے بناتے ہیں۔ اور

آپ کیا گیت گاتے ہیں۔ دیکھو پہلے ہم دو تین حدیثیں اور روایتیں بھی آپ کے تقیہ شریف کی تعریف میں اس مقام پر بطور نمونہ کے ارقام کرتے ہیں۔ تاکہ عام تمام اس کا معنی اور مطلب بخوبی سمجھ سکیں۔ چنانچہ آپ کے میرن صاحب قبلہ و کعبہ حدیقۂ سلطانیہ کے باب سوم میں اسطرح لکھتے ہیں کہ ترجمہ امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ ایک مرتبہ ایک مخالف شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کی مجلس میں آیا۔ اور ایک شیعہ سے پوچھنے لگا کہ تو عشرہ مبشرہ یعنی دسوں اصحاب کے حق میں کیا کہتا ہے۔ شیعہ نے جواب دیا کہ میں ان کے حق میں وہ کلمہ خیر کہتا ہوں کہ جس کے سبب سے خداوند عالم میرے گناہ بخشتا ہے۔ اور میرے درجات بلند کرتا ہے پس اس ناصبی نے کہا کہ خدا کا شکر ہے۔ کہ مجھے تیری دشمنی سے نجات دی۔ مجھ کو یہ گمان تھا۔ کہ تو رافضی ہے اور صحابہ کبار سے دشمنی رکھتا ہے۔ تب اس مرد مومن نے دوسری بار کہا کہ خبردار کہ جو شخص صحابہ سے ایک کو دشمن رکھے۔ بس پر خدا کی لعنت ہو۔ پھر ناصبی نے کہا شاید تو نے کچھ تاویل کی ہو۔ اس نے کہا کہ جو شخص عشرہ مبشرہ یعنی دسوں کو دشمن جانے۔ تو اس پر خدا کی اور فرشتوں کی اور تمام خلق کی لعنت ہو۔ پس وہ ناصبی اٹھا۔ اس مومن کے سر کو بوسہ دیا اور کہا مجھے معاف کر کہ میں تجھکو رافضی جانتا تھا۔ پھر اس مرد مومن نے کہا کہ میں تجھکو مؤاخذہ نہیں کرتا تو میرا بھائی ہے۔ یہ سن کر وہ ناصبی چلا گیا۔ جب وہ باہر گیا تب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اُس مرد مومن سے کہا کہ تو نے نہایت محکم کلام کیا۔ خدا تجھکو جزا خیر دے۔ فرشتے

لہ از حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام منقول است۔ کہ بعض مخالفین از سرکشاں بمجلس حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام درآمد و بیکی از شیعاں آنحضرت گفت کہ ما تقول العشرۃ المبشرۃ از صحابہ پیغمبر شیعہ گفت میگویم درحق ایشاں کلمہ خیری کہ خداوند عالم بسبب آں گناہاں مرا فرو بریزد و درجات مرا بلندی فرماید۔ پس آں ناصبی گفت حمد و شکر برائے خداست کہ مرا از دشمن تو نجات داد من گمان داشتم۔ کہ تو رافضی و بغض بصحابہ کبار داری۔ آں مرد مومن بار دیگر گفت آگاہ باش کہ ہر کسے کہ از صحابہ یکے را دشمن دارد۔ پس بر اوست لعنت خدا۔ ناصبی گفت شاید تاویل کردہ۔ لاکن بگو کسیکہ عشرہ مبشرہ صحابہ را عدو دارد بر اوست لعنت خدا و ملائکہ و تمام خلق پس آں ناصبی برجست و سرش را بوسہ داد و گفت بخش مرا کہ من ترا بغض متہم ساختہ بودم مرد مومن گفت بر تو چیز نسبت من بایں افترا از تو مؤاخذہ ندارم تو برادر من آں ناصبی ازینجا برفت۔ پس حضرت صادق علیہ السلام فرمود کہ کلام محکمی گفتی بر خداست جزائے تو ہر آئینہ فرشتگان از حسن توریہ تو خوشنود شدند کہ دین خود را از اختلال نگہداشتے و خود را از دست او برہانیدے زادنی اللہ مخالفینا عمی الی عمی خداوند عالم در دشمنان ما بر نافہمی ایشاں نافہمی دیگر بیفزاید کسانیکہ بمعاریض کلام اطلاع نداشتند عرض کردند کہ ایں مرد مرد چہ کرد در ظاہر آنچہ ناصبی میگفت اینم با و موافقت مینمود حضرت فرمود ندکہ اگر شما نفہمید ید مراد او پس بدرستیکہ ما فہمیدہ ایم و حق تعالٰے قول او را قبول فرمودہ ہرگاہ یکے از دوستان ما داد است دشمنان ما می افتد خداوند عالم او را بجوابے موافق میسازد کہ دین و آبرویش از دست آن بدبختاں محفوظ ماند مراد آں مرد مومن از قول او من البغض واحد من الصحابۃ آن بود کہ ہر کہ دشمن دارد

۲ یکے از عشرہ ما کہ آں امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب است بر آں دشمنی کنندہ لعنت خدا بادو آنچہ باو اگر گفت من البغض العشر فعلیہ لعنت اللہ راست گفتہ چرا کہ ہر کس ہمہ دہ کس عیب میکند پس علی علیہ السلام را ہم عیب کردہ است پس بایں جہت بعنت خدا گرفتار شود ۱۲ +

تیرے حسن طوریہ سے خوش ہوئے کہ تو نے اپنے دین کو بھی خلل سے بچایا۔ اور اپنے آپ کو بھی اس کے ہاتھ سے چھڑایا۔ خدا ہمارے مخالفوں کی نابینائی کو اور زیادہ بڑھاوے۔ اور ان کی نافہمی پر نافہمی زیادہ کرے کہ وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ جب یہ امام نے فرمایا۔ تو جو لوگ ایسی باتوں کو نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ یا حضرت اس مرد مومن نے کیا کیا کہ جیسا وہ ناصبی کہتا تھا۔ یہ بھی وہی کہتا جاتا تھا تب امام نے فرمایا کہ تم نہیں سمجھتے ہو میں اس کا مطلب سمجھتا ہوں۔ مراد اس مرد مومن کی اس کہنے سے کہ جو شخص صحابہ میں سے ایک کو دشمن رکھے۔ اس پر خدا کی لعنت ہو۔ وہ ایک حضرت علی ہے۔ اور مطلب اس کہنے سے کہ جو شخص دشمن جانے دسوں کو اس پر خدا کی لعنت ہو۔ یہ ہے کہ حضرت علی بھی ان میں داخل ہیں۔ پس جو شخص دسوں کو دشمن رکھے گا وہ حضرت علیؓ کو بھی دشمن رکھے گا۔ اس لئے اُس پر لعنت ہو خدا کی۔ خیر اس روایت جھوٹی حکایت پر شیعہ جتنا اپنا فخر و ناز کریں۔ ہم نہیں روکتے۔ اور نہ اس کی کچھ تکذیب کرتے ہیں اہل دید صاحب فہید تو اس کے دیکھنے سے خود بخود اس مذہب کی سب صداقت ولیاقت سمجھ لیں گے بس اس تمام روایت خام سے ان کے تقیہ مردود کا یہ مقصود نکلا کہ ایک تو اس میں سراسر حیلہ سازی و دغا بازی ہے۔ دوسرا اس کا وہی معنی ہوا۔ جو ہم نے کہا ہے۔ کہ غیر سے ڈر کر سچی بات کو دل میں چھپانا اور ظاہر زبان سے جھوٹ کہنا۔ جیسا اُس شیعہ کا ایک ناصبی سے ڈر کر دل میں تو ایک امیر علیہ السلام کو امام بنانا۔ اور ظاہر زبان سے عشرہ مبشرہ کی جھوٹی تعریف کا کہنا۔ کیوں صاحب یہ آپ کا تقیہ تو وہی جھوٹ کا جھوٹ نکلا۔ پھر وہ جھوٹا انکار آپ کے کیا درکار آیا۔ جو کہا کہ تقیہ جھوٹ نہیں ہے کیوں ایسے جھوٹے کے پیچھے آپ بھی جھوٹے ہوئے۔ تیسرا اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ان کے تقیہ میں نہ کوئی جبر نہ ظلم نہ اکراہ ہے۔ خود بخود غیر سے ڈر کر جھوٹ کہنا۔ اس تقیہ کی بنا ہے۔ حضرت سلامت دیکھ کہ آئمہ علیہ السلام تو بقول تمہارے ایک ایک آدمی سے بھی اس قدر ڈر جاتے اور سچ کو چھپاتے تھے کہ اختلاف کے سوائے تو کسی اپنے شیعہ کو بھی سچی بات نہ فرماتے تھے چنانچہ تمہارے ملا باقر مجلسی بھی بحار الانوار میں بروایت زرارہ کے امام باقر علیہ السلام کا یہ قول لکھتے ہیں:- عَنْ زُرَارَۃَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ سَئَلْتُہٗ عَنْ مَسْئَلَۃٍ فَاَجَابَنِیْ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ فَسَاَلَہٗ عَنْھَا فَاَجَابَہٗ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِیْ قَالَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ فَسَاَلَہٗ عَنْھَا فَاَجَابَہٗ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِیْ وَاَجَابَ صَاحِبِیْ فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ قُلْتُ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ رَجُلَانِ مِنْ اَھْلِ الْعِرَاقِ مِنْ شِیْعَتِکَ قَدْ یَسْئَلَانِ فَاَجَبْتَ کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا بِغَیْرِ مَا اَجَبْتَ بِالْاٰخَرِ

فَقَالَ یَا زُرَارَۃُ اِنَّ ھٰذَا خَیْرٌ لَّنَا وَاَبْقٰی لَنَا وَلَکُمْ لَوْ اَجْمَعْتُمْ عَلٰی اَمْرٍ وَاحِدٍ لَقَصَدَکُمُ النَّاسُ وَلَکَانَ اَقَلَّ بَقَائِنَا وَبَقَائِکُمْ فَقُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ فَاَجَابَنِیْ بِمِثْلِ جَوَابِ اَبِیْہِ۔ یعنی زرارہ نے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا۔ امام نے کچھ اس کو جواب دیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا۔ اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا۔ اس کو پہلے شخص کے برخلاف جواب دیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا۔ اس کو پہلے شخص کے برخلاف جواب دیا۔ پھر تیسرا شخص آیا اس کو دونوں جوابوں کے برخلاف جواب دیا۔ زرارہ کہتا ہے۔ کہ جب وہ دونوں آدمی چلے گئے۔ تب میں نے کہا۔ یا ابن رسول اللہ اس کا کیا سبب ہے کہ دو آدمی اہل عراق سے آئے وہ دونوں آپ کے شیعوں میں سے تھے۔ اور آپ نے ان دونوں کو جواب ایک دوسرے کے خلاف دیا ہے۔ امام نے فرمایا کہ یہی ہمارے حق میں بہتر ہے۔ اور اسی میں ہماری تمہاری خیریت ہے۔ اگر اس میں تم مختلف نہ ہو۔ ایک بات پر متفق ہو جاؤ۔ تو لوگ تم کو نہ چھوڑیں۔ اور ہم تم زندہ رہنا نہ پاویں زرارہ کہتا ہے کہ جب میں نے اس امر کو امام جعفر صادق سے پوچھا۔ تو انہوں نے بھی اپنی اپنے پدر بزرگوار کے موافق جواب دیا پس اس امام کی کلام سے بھی وہی تین باتیں ثابت ہوئیں کہ جن کا ہم نے دعوے کیا تھا۔ اوّل تو اس سے ظاہر ہوا۔ کہ ائمہ علیہ السلام اپنی جان بچانے کے واسطے لوگوں سے اس قدر ڈرتے تھے۔ کہ بقول شیعہ اسی میں اپنی زندگی سمجھتے تھے۔ دوم۔ سچ کو یہاں تک چھپاتے تھے۔ کہ اور تو کیا اپنے شیعوں کو بھی سچی بات نہ فرماتے تھے۔ بلکہ ایک ہی مسئلہ میں چند اختلاف ڈال کر کسی کو کچھ کسی کو کچھ سناتے تھے۔ سوم یہ تو عام تمام جانتے ہیں۔ کہ زبان کا دل کے مخالف ہونا اور خلاف کہنا جھوٹ کا یہی معنی ہے۔ مخاطب جی اس سے اور زیادہ جھوٹ کس کو بولتے ہیں۔ کیا جھوٹ کو کوئی اور دم ہوتی ہے۔ یا جھوٹ کسی جانور کا نام ہے۔ دیکھئے بقول تمہارے آئمہ علیہ السلام تو بخوشی خود بلا اکراہ غیرہ کی ایک ہی اپنی بات میں چند اختلاف فرماتے تھے پھر تم نے کیوں کہا کہ یہ معنی تقیہ کے نہیں معلوم آپ نے کہاں سے نکالے ہیں۔ ارے دیکھ اس تقیہ کا معنی جھوٹ کہنا تو تمہاری ہی ہر کتاب میں مثل آفتاب کے روشن ہے۔ اور تقیہ کی بناء اور آپ کا مدعا بھی تو یہی ہے۔ کہ جب کسی اہلسنت نے آپ سے پوچھا کہ یہ فضیلت صحابہ کی امام نے کیوں ارقام کی ہے۔ تب آپ کے علماء ہر جا اس کا یہی جواب دیتے ہیں کہ تقیہ کے سبب سے لوگوں سے ڈر کر امام صاحب نے یہ ثلاثہ کی جھوٹی تعریف کر دی تھی ورنہ اصل میں تو آپ ان کے دشمن تھے۔

پس اس کے سوائے اور تو کوئی اس تقیہ کا معنٰی ہی بن نہیں آتا۔ کہ اسی نظیر کے واسطے تو آپ تقیہ کو تحریر کرتے ہو۔ اگر پھر بھی آپ نہیں کہو تو ذرا اس سوال کا بھی ہم کو جواب دو۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جس جس تعریف صحابہ کے مقابل آپ تقیہ کو پیش کرتے ہیں۔ تو کیا وہ تعریف صحابہ کی امام صاحب نے جھوٹی کی ہے۔ یا کہ سچی اگر اپنی عادت کے موافق کہو کہ یہ تعریف امام نے تقیہ کے سبب جھوٹی کی ہے تو پس اس میں ہمارا ہی دعوٰی تصدیق ہوا۔ جو ہم نے کہا ہے۔ کہ تقیہ کا معنے جھوٹ کہنا ہے۔ اور اگر کہو کہ امام صاحب نے صحابہ کی سچی تعریف کی ہے۔ تو ماشاء ہماری بھی یہی مراد ہے کہ تمام آئمہ علیہ السلام خلفا رضی اللہ عنہا کی صفت وثنا اسی طرح دل سے ادا کیا کرتے تھے۔ اور ہمیشہ ان کی محبت کا دم بھرتے تھے۔ الحمدللہ کہ ہر طرح ان کے تقیہ کا معنی جھوٹ کہنا تو ثابت ہو گیا۔ جھوٹ بھی وہ کہ جس کو بغیر کسی جبر اور ظلم کے تمام آئمہ اکرام نے بخوشی خود رضا مند ہو کر پسند کیا۔ اور جو آپ نے کہا کہ کذب اور تقیہ اتحاد مفہومی ہے نہ مصداقی۔ **جواب**۔ حضرت سلامت جس طرح سے دیکھو اتحاد مفہومی یا مصداقی تقیہ کا وہی معنی جھوٹ کہنا ہے عقل اور فہم کا تو کیا نام یہ تو عام تمام سمجھ سکتا ہے۔ کہ ایسے کذب کا تو آپ نے تقیہ نام رکھا ہے۔ اگرچہ آپ کتنا ہی منطق میں غوطے لگاؤ اور کتنا ہی اپنے جھوٹ کو چھپاؤ۔ اس تمہارے تقیہ کا معنی سوائے جھوٹ کے اور تو کوئی صادق نہیں آتا جب مخاطب نے دیکھا کہ یہ انکار تو ہمارے کچھ درکار نہ آیا۔ تب لاچار اس کے جھوٹ کا اقرار فرمایا۔ مگر کہا کہ سب جھوٹ کذب نہیں ہوتا۔ **قولہ** ارے کبھی ایسا ہے۔ کہ تقیہ میں ضرورت مقتضی اظہار باطل کے ہوتی ہے۔ لیکن ہر اظہار باطل حقیقت میں کذب نہیں ہے جس طرح ہر اظہار حق صدق نہیں ہے۔ جیسے آپکے ثلاثہ اور کل منافقین اِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کہتے تھے۔ مگر خداوند تعالٰے بقول خود وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ شہادت ان کے کذب کی دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ خدا کے نزدیک اظہار ظاہری پر مدار صدق و کذب نہیں ہے۔ بلکہ ضرور ہے۔ کہ بصمیم قلب ہو۔ اور جب تقیہ میں اظہار باطل بصمیم قلب نہیں ہے۔ تو ضرور ہے۔ کہ خدا کے نزدیک کذب نہ ہو جس طرح اظہار ظاہری اِنَّکَ رسول اللہ صدق نہ ہوا۔ **اقول**۔ اس جگہ مخاطب فرماتے ہیں۔ کہ کبھی تقیہ میں ضرورت جھوٹ بولنے کی ہوتی ہے۔ لیکن ہر ظاہر جھوٹ حقیقت میں کذب نہیں ہے۔ جس طرح ہر ظاہر سچ صدق نہیں ہے **جواب** مخاطب نے آپ کو منطق دان تو کہلایا مگر علم اور عقل تو دونوں کو رخصت فرمایا ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کونسا جھوٹ ہے۔ جو حقیقت میں کذب نہیں ہے۔ اور وہ کون سچ ہے جو صدق نہیں ہے۔ حضرت ایک تو سچ ہوا۔ دوسرا جھوٹ ان کے درمیان یہ تیسرا درجہ آپ نے کونسا بیان کیا ہے۔ جو کہا کہ ہر ظاہر باطل حقیقت میں کذب نہیں ہے جس طرح ظاہر

حق صدق نہیں ہے۔ بھلا اس تیسرے کام کا کیا نام ہوا۔ ہماری تو سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اس کو کیا کہا جاتا ہے۔ ہاں کچھ سچ اور جھوٹ ملا کر شاید آپ نے اسی کا نام تقیہ رکھا ہے۔ مگر جب جھوٹ میں سچ یا سچ میں کچھ جھوٹ ملا۔ تب بھی تو وہ سب کا سب جھوٹ ہو گیا۔ پھر اس مہمل کلام سے آپ کا کیا کام نکلا۔ اور جو آپ نے اس کی نظیر میں یہ آیت تحریر کی ہے کہ منافق بھی تو ظاہر پیغمبر علیہ السلام کو رسول اللہ کہتے تھے۔ مخاطب جی گو وہ ظاہر زبان سے تو رسول اللہ بھی کہتے تھے۔ مگر جب دل ان کا زبان کے متصل نہ تھا۔ تب ہی تو حق تعالےٰ نے "واللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون" کہ کر ان کو جھوٹا اور منافق بنایا۔ پھر تم نے کیوں ناحق اس آیت کو اپنے تقیہ کی نظیر میں تحریر کیا۔ دیکھو یہ آیت شریفہ تو خود تمہارے تقیہ کو جھٹلاتی۔ اور تم کو منافق بناتی ہے۔ کہ جب زبان کا دل کے مخالف ہونا تمہارے تقیہ کا یہی معنی ہے۔ تو پھر کیوں تم اپنے تقیہ کو جھوٹ اور نفاق نہیں کہتے۔ ذرا ہم کو آپ جھوٹ کی تعریف تو سناؤ کہ جھوٹ کس کو کہتے ہیں۔ حضرت صرف و نحو کو بھی جانے دو۔ یہ تو جاہل بھی جانتے ہیں۔ کہ جھوٹ اسی کا نام ہے۔ جو زبان دل کے مخالف کلام کرے۔ یعنی اصل بات کچھ اور ہو۔ اور کہے کچھ اور جیسا کہ اس آپ کے تقیہ شریف کی تعریف ہے۔ جس کو تو جناب باری مطلق حرام اور منافقی نشان فرماتا ہے۔ قولہ تعالےٰ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ترجمہ یعنی وہی منافق ہیں جو کہتے ہیں اپنے مُنہ سے وہ نہیں ہے ان کے دلوں میں کیوں صاحب پروردگار تو فرماتا ہے۔ کہ جو لوگ زبان کا بیان اپنے دل کے موافق نہیں کہتے۔ وہی تو بدیقین منافق بیدین ہیں۔ پھر تم نے کیوں کہا کہ بصمیم قلب ہو تو خدا کے نزدیک اظہار ظاہری پر مدار صدق و کذب نہیں ہے۔ حضرت کہیں غلطی یا سہواً یا ایک آیت اکراہ کے سوائے بھلا اور کس جگہ خدا نے فرمایا ہے۔ کہ اگر بصمیم قلب ہو تو ظاہر زبان سے جھوٹ بکتے پھرو۔ معاذ اللہ اور وہ آیت اکراہ بھی اس تمہارے تقیہ سے تو بالکل جدا اور مستثنےٰ ہے۔ کیونکہ ظلم و جبر کجا اور بخوشی خاطر خود خلاف کہنا کجا کہ جس تمہارے تقیہ شریف کی ہم اوپر تعریف کر چکے ہیں۔ کہ جس میں نہ کچھ جبر نہ ظلم صرف غیر سے ڈر کر سچ کو دل میں چھپانا اور ظاہر زبان سے جھوٹ کہنا ہے کہ جس سے پروردگار بار بار منع فرماتا اور اس تقیہ کو جھوٹا بناتا ہے چنانچہ قولہ تعالےٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۔ یعنی اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور کہو بات سیدھی۔ کیوں صاحب آپ کے نزدیک سیدھی بات کا یہی معنے ہے کہ دل میں کچھ اور ہونا اور زبان سے کچھ اور کہنا۔ کچھ شرم بھی آتا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں کہو تو اور لو۔ قولہ تعالےٰ

سیپارہ ۵ رکوع ۴ ۔ ۲۲ سیپارہ رکوع ۴ ۔ ۵ سیپارہ اول رکوع ۱۰

لَاتَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ یعنی مت ملاؤ صحیح میں غلط اور یہ کہ چھپاؤ سچ کو جان کر پس اس سے اور زیادہ ثبوت آپ کیا مانگتے ہیں۔ دیکھو ہر طرح کے جھوٹ بکنے سے تو خدا تعالے نے خود منع فرمایا ہے اور اس تمہارے تقیہ کو جھوٹا کیا۔ کہا کہ اے ایمان والو بیچ میں ہرگز جھوٹ نہ ملاؤ۔ یعنی جو بات دل میں ہو زبان سے بھی وہی کہو نہیں تو آپ کو منافق سمجھ لو۔ مخاطب جی منافق بھی تو اسی طرح حضرت سے ڈر کر دل میں اپنے بدعقیدے کو چھپاتے تھے اور ظاہری زبان سے اسلام کی جھوٹی تعریفیں سناتے تھے۔ تبہی تو حق تعالے نے اُن کو جھوٹا اور منافق فرمایا۔ پھر اس آیت وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ کے لکھنے سے آپ کو کیا ہاتھ آیا۔ **قولہ** پس اگر کسی شیعہ نے وقت تقیہ میں من حیث التقیہ کہا کہ حضرت عتیق حضرت ابوبکر صدیق اس دار دنیا میں خلیفۃ الرسول اور دار آخرت میں سید کھول ہیں۔ تو وہ بیشک بحیثیت تقیہ میں سچا ہے۔ جس طرح سے انہیں حضرت بحیثیت عدم تقیہ غاصب وکاذب غادر وخاین و آثم فی الصحیح مسلم کہنے میں سچا ہے۔ پس کسی حال میں اس پر اطلاق کاذب نہیں ہو سکتا۔ مثال اس کی یہ ہے کہ من حیث ضعف الاسلام حکم لکم دینکم ولی دین حق ہے۔ اور من حیث قوت الاسلام حکم فاقتلوا المشرکین حق ہے۔ **اقول** مخاطب فرماتا ہے۔ کہ اگر کسی شیعہ نے من حیث تقیہ یعنی ظاہر زبان سے اصحاب ثلاثہ کا شان بیان کر دیا۔ تو وہ سچا ہے جس طرح وہ باطن میں ان کو غاصب وکاذب وغیرہ جانتا ہے۔ **جواب** حضرت ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ آپ کے تقیہ کا معنی اسی طرح ظاہر زبان سے جھوٹ کہنا اور دل میں سچ کو چھپانا ہے کہ جس کو اللہ پاک نفاق فرماتا ہے۔ پھر کیوں آپ نے اتنا واویلا مچایا اور کیوں اس کے جھوٹ سے انکار فرمایا۔ اب بھی تو وہی جھوٹ کا جھوٹ نکل آیا۔ خدا کی شان تم اپنی ہی زبان سے آپ پشیمان ہوئے۔ مخاطب جی ہم شیعوں کی بات تو آپ سے نہیں پوچھتے۔ ہم کہتے ہیں کہ آئمہ علیہ السلام کیوں اس طرح اصحاب ثلاثہ کے جھوٹے فضائل بیان کرتے تھے۔ جیسا کہ اُن کو خلیفہ رسول و سید کھول کہتے اور ان کو پیغمبر صاحب کی دل جان بتاتے اور اُن کو پاکدامن بے عیب فرماتے۔ اور بھی ان کو صدیق صدیق کہ کر موت تک ان کے ایمان کی تصدیق کی کہ جن ہر ایک کی نظیر میں آپ تقیہ کو تحریر کرتے ہو۔ بھلا نہ تو کسی مخالف نے خلفاء ثلاثہ کی صفت ثنا کرانے میں آئمہ اطہار کو قیدی اور گرفتار بنایا نہ کسی نے ان پر جبر کیا نہ پکڑا پھر وہ معصوم پاک کیوں اس طرح کے جھوٹ بکتے تھے۔ اور خدا نے بھی اُن کو کس جگہ حکم دیا ہے کہ تم معاذ اللہ منافقوں اور کافروں کی جھوٹی تعریفیں کیا کرو

پس یا توان ہر دو بات کا کہیں ثبوت مضبوط دکھلاؤ۔نہیں تو ائمہ پاک کو ایسے جھوٹ اور انفاق کا اطلاق نہ لگاؤ۔حضرت یہ فعل مردودی تو اس تمہارے پیر ابن سبا یہودی کا ہے۔کہ وہ اسی طرح دل میں تو اصحاب ثلاثہ کو اپنا دشمن جانتا تھا۔اور ڈر کے مارے بظاہر زبان سے ان کی تعریفیں کرتا تھا کہ جس منافقی کام کا تم نے تقیہ نام رکھا ہے۔اور جس کی پیروی پر اب تک آپ قدم بقدم چلے آتے ہیں۔پھر کیوں ناحق آئمہ پاک کو اس نفاق کی تہمت لگاتے ہو۔وہ تو ایسے کامل الایمان اور صادق زبان تھے کہ سوائے خدا نہ کسی غیر سے خوف کھاتے تھے۔نہ اپنا دین چھپاتے تھے۔یہاں تک کہ اپنی جان کو بحق تسلیم کیا۔مگر تب بھی جھوٹ کا نام نہ لیا۔پھر کیوں ایسی باتیں بناتے ہو۔کہ جس سے ناحق آئمہ علیہ السلام کو جھوٹے الزام لگاتے ہو۔اور جو آپ کہتے ہیں۔کہ اگر کوئی شیعہ بحیثیت تقیہ ثلاثہ کی جھوٹی تعریفیں کرے۔تو اس طرح کسی حال میں اس پر اطلاق کاذب نہیں ہو سکتا۔سو جناب کذب کا تو کیا نام۔ہم کہتے ہیں۔کہ یہی تو منافقوں کا کام ہے کہ ظاہر میں کچھ اور کہنا اور باطن میں کچھ اور ہونا گر اسی کام کا تو نفاق نام ہے جس کی بار بار پروردگار خبر دیتا ہے۔ قولہ تعالےٰ یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوْبِهِمْ کہ وہی منافق ہیں۔جو کہتے ہیں اپنے منہ سے جو وہ نہیں ہے ان کے دلوں میں۔کیوں صاحب آپ تو ظاہر و باطن کے مخالف کو کاذب بھی نہیں کہتے۔اور جناب باری تو ان کو منافق بناتا ہے۔پھر ہم تمہارا کہا مانیں یا اس خدا کے فرمان کو سچ جانیں۔کیوں اس طرح مکر و فریب بناتے اور لوگوں کو سناتے ہو۔اور جو آپ فرماتے ہو کہ مثال اس کی یہ ہے۔کہ من حیث ضعف الاسلام حکم لکم دینکم ولی دین حق ہے اور من حیث قوت الاسلام فاقتلوا المشرکین حق ہے۔جواب۔تم بھی جھوٹے اور یہ تمہاری مثال بھی جھوٹی۔کیوں ایسا جھوٹ کہ دیا۔اور کیوں اس مثال خام کو اپنے تقیہ کی نظیر میں تحریر کیا۔بھلا اس میں جاہلوں کو دھوکا دیا۔یا محرف قرآن ہو کر اپنے ایمان کو رد کیا۔دیکھ یہ آیت شریفہ تو الٹا تم کو اور تمہارے تقیہ کو بھی جھوٹا بناتی ہے۔ شان نزول اس کا یہ ہے کہ ابتدا اسلام میں جب کہ چالیس سے کم لوگ ایمان لائے تھے۔تو ابوجہل وغیرہ کافروں نے ہمارے حضرتؐ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ایک سال ہمارے خداؤں کی پرستش کیجئے تو ہم بھی ایک برس آپ کے خدا کی عبادت کریں گے۔جب ذات الٰہی نے یہ سورت نازل فرمائی۔قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَا اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ وَلَا اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَا اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ٥ کہ کہ دے اے میرے حبیب ان کافروں کو کہ نہ پوجوں گا میں وہ چیز جن کو تم پوجتے ہو۔یعنی بتوں کو اور نہ تم پوجنے

والے ہو اس کو جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور نہ میں ہوں پوجنے والا اس چیز کا جس کی تم پرستش
کرتے ہو۔ اور نہ ہو گے تم عبادت کرنے والے جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے واسطے تمہارا
دین اور میرے لئے میرا دین ہے۔ پھر آیات سیف وغیرہ سے یہ منسوخ ہوئی کیوں مخاطب جی
بھلا یہ آیت تمہارے تقیہ کو ثابت کرتی ہے۔ یا خود تمہارے تقیہ کو جھٹلاتی اور کاذب بناتی
ہے۔ کہ نہ تو اس میں پیغمبر علیہ السلام نے تمہارے تقیہ کی طرح کافروں سے ڈر کر کسی منافق وغیرہ
کی جھوٹی تعریف کی ہے۔ نہ اُن کے بتوں کو تسلیم کیا۔ بلکہ ضعف اسلام کے وقت بھی علانیہ فرمایا
کہ میں ہرگز تمہارے بتوں کو نہ مانوں گا۔ اور نہ ان کی پوجا کروں گا۔ دیکھو اگر تقیہ درست و جائز
ہوتا تو کیوں ہمارے حضرت اس وقت ہزارہا کفار کے سامنے بلا خوف و خطر اس طرح فرماتے کہ
نہ میں تمہارے بتوں کو مانتا ہوں نہ تمہارے دین کو سچ جانتا ہوں۔ بھلا نہ تو اس میں پیغمبر خدا نے کسی
سے خوف کھایا نہ اپنا دین چھپایا نہ کسی کی معاذ اللہ جھوٹی تعریف کی تو پھر کیوں تم نے یہ آیت تقیہ
کی نظیر بیں کہ دی۔ خدا کی رضا جو آیت مخاطب کی قلم سے آتی ہے۔ وہی الٹا ان کو جھٹلاتی ہے۔
اور جو اس مقام پر آپ صحیح مسلم کا بھی نام لیتے ہیں۔ سو ہم کہتے ہیں۔ کہ کب صاحب مسلم نے اصحاب ثلاثہ
کو غاصب وغیرہ کہا۔ محض جھوٹ یہ صرف آپ ہی کا بہتان بدگمان ہے۔ خیر جب وہ بھی کہیں جھوٹا
نشان دکھلاؤ گے۔ تب اس کا بھی مزہ پاؤ گے۔ اور بھی اس مکان پر مخاطب منطق دان نے ایک
جھوٹ کے بھی دو اقسام بیان کئے کچھ تو جھوٹ مجازی بنایا کچھ حقیقی فرمایا۔ مگر کسی بھی طرح کچھ بن
تو نہ آیا۔ صرف بیفائدہ مغز کھپایا۔ کیا فائدہ آیا پس جب مخاطب نے دیکھا کہ اس مثال سے بھی
الٹا زوال آیا۔ تب ایک اور عجیب طور کی نظیر کو تحریر فرمایا **قولہ** امر دائر ہو درمیان حرام کھانے
اور جان جانے کے تو اختیار حرام حسن ہو جائیگا کما فی اکل المیتۃ عند الاضطرار اسی طرح
خدا نے بقول ان تتقوا منھم تقۃ عند الاضطرار اجازت خلاف کرنے کی ہم کو دی ہے پس جس
طرح اکل میتہ باجازت خدا حسن ہو گیا۔ اُسی طرح سے یہ خلاف کرنا بھی حسن ہو جائیگا۔ اور جس طرح
اجازت خدا اکل میتہ میں رحمت خدا ہے اسی طرح اجازت تقیہ بھی رحمت خدا ہے۔ **اقول** اس مقام
پر مخاطب کی کلام کا خلاصہ ارقام یہ ہے۔ کہا کہ جیسا جان جانے کے وقت حرام کھانیکی خدا نے ہم کو
اجازت عطا کی ہے۔ تو اسی طرح تقیہ میں بھی اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰۃً فرما کر ہم کو خلاف کرنیکی
اجازت دی ہے۔ جواب جھوٹا ہمیشہ خراب۔ حضرت۔ نہ تو خدا نے کہیں حرام کھانیکا حکم دیا ہے نہ جھوٹ
بکنے کا امر کیا ہے۔ اور بھی نہ حرام کھانیکو کہیں حسن بنایا۔ نہ جھوٹ کو رحمت فرمایا۔ یہ سب آپ کے بہتان

بدگمان ہیں۔ اور جو نظیر آپ نے حرام کھانے میں تحریر کی ہے۔ اس آیت کو بھی ہم لکھ کر اہل انصاف
کے پیش کرتے ہیں پھر جھوٹے بد اندیش کا دل ریش کرتے ہیں۔ دیکھو اس آیت سے بھی حق تعالےٰ
تو ہم کو حرام کھانے سے منع فرماتا ہے۔ قولہ تعالےٰ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ
وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا
مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ط ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ط اَلْيَوْمَ يَئِسَ
الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ط فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ
لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ یعنی حرام کیا گیا تم پر مردہ اور لہو اور گوشت سور کا اور
جن چیز پر نام پکارا اللہ کے سوائے اور جو مر گیا گردن مروڑنے سے یا چوٹ سے یا گر کر یا سینگ
مارنے سے یا جس کو کھایا پھاڑنے والے نے مگر تم نے ذبح کر لیا ہو کسی تھان پر اور یہ کہ بانٹا
کرو پانسے ڈالکر یہ گناہ کے کام ہیں۔ اگر یہ کروگے۔ تو نکل جاؤگے دائرہ اسلام سے۔ آج
ناامید ہوئے کافر تمہارے دین سے۔ سو ان کافروں سے مت ڈرو۔ اور مجھ سے ڈرو آج میں
پورا دے چکا دین تمہارا اور پورا کیا تم پر احسان اپنا پسند کیا میں نے تمہارے واسطے دین مسلمانی
پھر جو کوئی بیوس اور لاچار ہو گیا بھوک میں اور نہ زیادتی کی اس نے کچھ تو اللہ معاف کرنے والا ہے
مہربان۔ دیکھو خداوند تعالےٰ تو حرام کھانے سے یہانتک منع فرماتا ہے۔ کہ جو شخص کچھ بھی حرام آلود
ہوگا۔ تو وہ دائرہ اسلام سے نکل جاوے گا۔ ہاں اتنا فرمایا کہ جو بیوس اور بیقرار بھوک میں نہایت
لاچار ہو فقیہ فرماتے ہیں کہ سات دن تک بھوک سے جان بلب آجائے۔ تب اگر کچھ حرام بقدر ضرورت
کھالیوے تو اس بیوسی کے بعد اللہ معاف کرنے والا ہے۔ کیوں صاحب کس جگہ خدا نے آپ کو
حرام کھانے کی اجازت دی ہے۔ اور کہاں حرام کو حسن فرمایا ہے۔ بلکہ حرام کھانے والے کو تو دائرہ
اسلام سے بھی خارج بنایا۔ صرف بے وسی کے پیچھے یہ خطا معاف کیا۔ پھر آپ نے حسن کس حرف کا معنے
لیا۔ کیوں اس طرح قرآن کے غلط معنی جانتے ہو۔ اور کیوں خدا پر ایسے بہتان کرکے اپنا ایمان
گنواتے ہو۔ اس مخاطب کی نظیر اور تقریر سے تو یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ تقیہ کو مانتے ہیں۔
وہ حرام کھانا بھی جائز جانتے ہیں۔ تو پس جو حرام کھانے کو ٹھیک جانینگے وہی اس تقیہ کو
مانیں گے۔ نعوذ باللہ منہا۔ ذرا ہمارے مخاطب بیچارے کی مکر بازی اور حیلہ سازی کو دیکھو کہ
کبھی تو اپنے تقیہ کی نظیر میں آیت اکراہ کو تحریر فرماتا ہے۔ کبھی اس آیت حرمت علیکم دکھلاتا ہے

مگر جناب یہ دونوں آیتیں آپ کے تقیہ سے تو بالکل جدا اور مستثنےٰ ہیں کہ ان دونوں کا مطلب اور ہے - اور آپ کے تقیہ کا مقصد اور ہے - آیت اکراہ میں تو جناب باری نے جبر اور ظلم کی بڑی بھاری شرط فرمائی ہے - اور اس آیت میں بھی بیوس اور لاچاری کی سخت قید لگائی ہے - اور آپ کے تقیہ میں تو نہ جبر ہے - نہ ظلم نہ کوئی بیوسی نہ لاچاری صرف اس کا سبب تو آپ نے خوف لکھا ہے - جیسا آپ نے پہلی بحث میں بھی فرمایا کہ تقیہ کے معنی حذر کردن و خوف کردن کے ہیں سو دیکھو اس غیر کے خوف سے تو خدا ہم کو جا بجا منع فرماتا - اور اس کو حرام بتاتا ہے - جیسا کہ اسی آیت میں بھی فرماتا ہے - فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي کہ اے لوگو اور کسی سے مت ڈرو صرف مجھ سے ڈرو - پس خدا نے تو اس تمہارے تقیہ کو بیخ سے اکھاڑ دیا اور تم کو جھوٹا کیا پھر اس حرام کھانے کی نظیر سے بھی آپ کا کیا کام نکلا - یہی کہ اُلٹا آپ کو خجل و خوار شرمسار بنایا کیا ہاتھ آیا - اور جو آپ نے چور کی طرح توڑ پھوڑ کر آیت اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً کو بھی تقیہ کے ثبوت میں پیش کیا - اور بڑی آب و تاب سے کہا کہ اس میں خدا نے ہم کو اجازت خلاف کہنے کی دی ہے - سنو جناب نہ اس میں کہیں اجازت جھوٹ بکنے کی ہے - نہ دین چھپانے کی ہے - یہ صرف آپکے افترات لغویات ہیں - ذرا اس کو اپنی ہی تفسیروں میں دیکھو کہ یہ آیت کس کے حق میں اتری اور کیا اس کا معنےٰ ہے - شان نزول اس کا یہ ہے - کہ ابتدا اسلام میں ایک انصاری کی جماعت نے رؤسائی یہود کے ساتھ اپنی دوستی اختیار کی تھی - حق تعالےٰ نے ان کو اس فعل قبیح سے منع فرمایا - لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً - وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۵ کہ نہ پکڑیں مسلمان کافروں کو دوست سوائے مسلمانوں کے اور جو کوئی یہ کام کرے گا - تو اس کو اللہ کے دین سے کچھ بھی نہیں ہے - مگر یہ کہ تم پکڑا چاہو ان سے بچاؤ یعنی اگر دنیاوی کام سے کچھ لینا دینا رکھو تو خیر ورنہ اللہ ڈراتا ہے - تمہیں اپنے عذاب سے - اور اللہ ہی تک پہنچنا ہے تم کو - دیکھو اس آیت شریفہ میں تو پروردگار صاف فرماتا ہے - کہ اے مسلمانوں تم کافروں سے اپنی دوستی کو توڑو - اور ان سے ہر طرح منہ موڑو ہاں ضعف الاسلام کے وقت اس میں صرف اتنا فرمایا کہ اگر احکام دنیاوی میں کچھ ان سے انجام رکھو - تو مضائقہ نہیں ہے - پھر قوت اسلام کے بعد یہ بھی حکم منسوخ ہو گیا - اور جا بجا فرما دیا کہ تم کافروں سے لڑو ان سے مت ڈرو - اور مجھ سے ڈرو - کیوں صاحب تمہارے تقیہ کی طرح اس آیت میں کس جگہ ہم کو خدا نے فرمایا ہے -

کہ تم کافروں سے ڈر کر اپنے دین کو چھپاؤ اور ان کی جھوٹی تعریفیں کرو معاذاللہ۔ بلکہ اسی آیت میں بھی یہاں تک اپنے عذاب سے ڈراتا ہے کہ اگر کافروں کے ساتھ کچھ بھی محبت کی بات کروگے۔ تو تم کو خدا اپنے دین سے خارج کردیوےگا۔ ہم حیران ہیں کہ مخاطب اپنے تقیہ میں وہ آیتیں بیان کرتا ہے۔ جو الٹا اُن کے تقیہ کو جھٹلاتی اور کاذب بناتی ہے۔ بھلا نہ تو اس میں کہیں سچ کو چھپانا ہے۔ نہ جھوٹ کہنا ہے۔ پھر کیوں تم نے اس آیت منسوخہ کو ناحق اپنے تقیہ کی نظیر میں تحریر کیا۔ اور کیوں محرف قرآن بھی ہو کر اپنے ایمان کو رد کیا۔ اور جو آپ نے کہا کہ جس طرح اجازت خدا اکل میت میں رحمت خدا ہے۔ اسی طرح اجازت تقیہ بھی رحمت خدا ہے۔ جواب کیوں ایسے جھوٹ بناتے اور اپنا ایمان گواتے ہو۔ نہ تو خدا نے کہیں حرام کھانے کی اجازت دی ہے نہ کہیں جھوٹ کی تعریف کی ہے۔ یہ صرف آپ کی بدگمانی حرکت شیطانی ہے۔ بھلا کون مسلمان حرام کھانا جائز ٹھہراتا ہے اور کون جھوٹ کو رحمت بناتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جس تقیہ کی صرف حرام اور جھوٹ پر بنا ہے۔ تو اس پر رحمت خدا کب روا ہے۔ بلکہ جھوٹ پر تو لعنت ہے۔ پھر لعنت کو کون بیوقوف رحمت کہتا ہے۔ سوائے آپ کے کہ جن کا تو نہ قرآن پر ایمان ہے نہ کہیں حدیث پر یقین ہے۔ صرف اس ایک اپنے پیر ابن سبا کی تلقین کو آئین کرتے چلے جاتے ہو۔

شیعوں کا اعتراض کہ اہلسنت انبیاء کو معصوم نہیں جانتے

قولہ آپ جھوٹے ہیں۔ اور یہ معنی بھی جھوٹے ہیں۔ شیعوں نے یہ معنی تقیہ کے نہیں بیان کئے۔ ہاں یہ معنی وہ لوگ بیان کریں تو بیجا نہیں ہے جو حضرت ابراہیم کے تین جھوٹوں کے قائل ہوئے ہیں۔ اگر اس میں کچھ تامل ہو۔ تو جمع بین الصحیحین کو ملاحظہ فرمائے کہ اس میں منقول ہے۔ اِن رسول اللہ قال فی صفہ حال الخلق یوم القیامۃ انھم یاتون اٰدم فیعتذر الیھم فیاتون نوحًا فیعتذر الیھم فتاتون ابراھم فیقولون یا ابراھیم انت بنی اللہ وخلیلہ من اھل الارض اشفع لنا الیٰ ربک اماتری مانحن فیہ فیقول لھم ان ربی قد غضبا علیٰ غضبی ماغضب قبلہ ولن یغضب بعدہ مثلہ وانی کذبت ثلث کذبات نفسی نفسی اذھبوا الیٰ غیری۔ یعنی جناب رسول خدا نے بیان حال خلق میں روز قیامت کے فرمایا کہ خلائق حضرت آدم کے پاس آویں گے۔ اور سوال شفاعت کریں گے۔ تو حضرت آدم اُن سے عذر کریں گے۔ کہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ پھر حضرت نوح کے پاس آویں گے۔ وہ بھی عذر کرینگے۔ پھر حضرت ابراہیم کے پاس آویں گے۔ اور عرض کریں گے کہ اے ابراہیم آپ نبی اللہ اور خلیل خدا اہل زمین سے ہیں

شفاعت کیجئے۔ ہماری لپنے پروردگار سے آیا نہیں دیکھتے ہیں آپ کہ ہم کس حال میں مبتلا ہیں پس حضرت ابراہیم ان کے جواب میں فرماوینگے کہ پروردگار میرا آج میرے اوپر ایسا غضبناک ہوا تھا کہ کبھی ہوا۔ نہ ہوگا۔ اور میں تین جھوٹ بولا ہوں جس سے خود اپنے نفس کے واسطے محتاج شفاعت ہوں۔ دوسروں کی شفاعت کیا کروں گا جاؤ میرے غیر کی طرف۔ دوسری حدیث اسی کتاب سے سنئے۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ یَکْذِبْ اِبْرَاھِیْمُ اِلَّا ثَلٰثَ کِذْبَاتٍ یعنی حضرت ابراہیم نے تین ہی جھوٹ بولے۔ پس ان احادیث سے جو آپ کے صحاح سے منقول ہوئی۔ معاذاللہ حضرت ابراہیم کا جھوٹ ہونا صاف صاف ثابت ہے۔ اور جو کہ شاہ صاحب نے اپنے کیدوں میں اس کا جواب دیا ہے کہ کذب سے مراد کذب حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ وہ عبارت ہے اسی کلام سے کہ جو بظاہر کذب معلوم ہو اور حقیقت میں کذب نہ ہو انتہی محصلاً یہ جواب قابل مضحکہ اطفال ہے۔ اگر کذب سے کذب حقیقی مراد نہ ہوتا۔ تو حضرت ابراہیم کا جھوٹی معذرت کرنا لازم آتا ہے۔ کہ ہم قابل شفاعت کرنے کے نہیں ہیں۔ اور ہمارا خدا ہم پر ایسا غضب ناک ہے کہ ہوا تھا نہ ہوگا۔ پس اگر حضرت ابراہیم کذبات ثلثہ میں صادق تھے۔ تو اس اعتذار میں معاذاللہ کاذب تھے۔ اور اگر اعتذار میں صادق تھے۔ تو کذبات ثلثہ میں کاذب ہیں۔ اقول۔ اس جا بھی مخاطب نے کہا کہ تقیہ کا معنے جھوٹ کہنا نہیں ہے۔ یہ معنے وہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ جو پیغمبروں کو معصوم نہیں جانتے۔ جیسا کہ اہل سنت حضرت ابراہیم کے تین جھوٹوں کے قائل ہیں۔ جن کے جواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب بھی لکھتے ہیں کہ ان کذب سے کذب حقیقی مراد نہیں ہے۔ جواب کیوں ایسے جھوٹے گیت گاتے اور جاہلوں کو سناتے ہو۔ اور کیوں اپنے تقیہ کے جھوٹ سے بھی انکار فرماتے ہو کہ جس کا جھوٹ تو ہر مکان پر اظہر من الشمس عیاں ہو چکا ہے حضرت اہل سنت تو سب پیغمبروں کو معصوم جانتے ہیں۔ بلکہ جو ان کو معصوم نہ کہے ان کو برا مانتے ہیں ہاں اتنا بیان کرتے ہیں۔ جتنا قرآن میں بیان ہے۔ جیسا حضرت آدم سے خطا ہوا۔ یعنی گندم کا دانہ کھایا پھر خدا تعالےٰ نے معاف فرمایا۔ چنانچہ قولہ تعالےٰ۔ وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی ثُمَّ اجْتَبٰہُ رَبُّہٗ فَتَابَ عَلَیْہِ وَھَدٰی یعنی بے فرمانی کی آدم نے لپنے رب کی۔ پھر راہ سے بہکا۔ پھر نوازا اس کو اس کے رب نے پھر متوجہ ہوا اور راہ پر لایا۔ یا جیسا حضرت موسےٰ نے جب قبطی کو مار ڈالا۔ تو کہا۔ قولہ تعالےٰ۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَہٗ۔ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ یعنی اے رب میں نے برا کیا ہے اپنی جان کا سو بخش تو

مجھ کو پھر اس کو بخش دیا بے شک وہ ہے بخشنے والا مہربان یا جیسا داؤد علیہ السلام نے ایک شخص
کی عورت سے اپنا نکاح کرنا چاہا جس کی جناب باری اس طرح خبر دیتا ہے۔ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ
وَخَرَّ رَاكِعًا وَّأَنَابَ ٥ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَالِكَ یعنی گناہ بخشوانے لگا اپنے رب سے اور گرا
جھک کر اور رجوع ہوا۔ پھر ہم نے معاف کر دیا وہ کام علی ہذا القیاس اسی طرح اکثر پیغمبروں سے
سہو و خطا ہوئے۔ مگر پھر خداوند تعالےٰ نے معاف فرما دیئے۔ پھر اس کلام الٰہی پڑھنے
سے اہلسنت پر کیا الزام آیا اور بھی حضرت ابراہیم کے تین جھوٹوں کی نسبت شاہ صاحب کا سچ
کہنا یہ معنے ہے۔ کہ پہلا جو حضرت ابراہیم نے اپنی بی بی کو بہین بتایا۔ تو اس سے آپ کی
خاص اخوت اسلامی مراد تھی بموجب كُلُّ مُؤْمِنٍ إِخْوَةٌ دوم جب کفار نے آپ کو میلہ شرک
پر ہمراہ لیجانے کو بلایا۔ تو اس واسطے آپ کو بیمار فرمایا کہ اس سے مراد بیماری روحی تھی بموجب
إِنِّي سَقِيمٌ ٥ سوم بت تو آپ نے توڑا مگر بڑے بُت کے نام لینے سے آپ کی مراد صرف
خجل و خوار کرنا کفار نابکار کا تھا۔ بموجب فعلہ کبیرہم پس نہ اس میں کہیں جھوٹ کو دخل ہے نہ یہ
آپ کے تقیہ شریف کی تعریف ہے۔ کیونکہ ان باتوں کے سبب تو کفار نے حضرت خلیل اللہ
کو ایسی سخت مصیبت میں گرفتار کیا کہ ان کے جلانے تک نوبت پہنچی اور آپ کے تقیہ کا معنی
تو صرف بخوشی خود جھوٹ کہنا ہے۔ پھر ان دونوں کا ایک کون سا معنے ہے۔ ہاں اگر پھر بھی ان
تین باتوں کو جھوٹ کہو۔ پھر تو اپنے مذہب تشیع کو استعفےٰ دو کہ اس اقرار سے تو وہ معصوم
خطا وار ہوتا ہے۔ ہم تو پھر بھی کہیں گے کہ اور پیغمبروں کی طرح یہ خطا ان کا خدا نے معاف فرمایا
پھر اس نظیر دینے سے بھی آپ کو کیا ہاتھ آیا۔ اور جو آپ نے کہا کہ یہ جواب شاہ صاحب کا قابل
مضحکہ اطفال ہے کیونکہ اگر کذب سے کذب حقیقی مراد نہیں ہے۔ تو پھر حضرت ابراہیم کا جھوٹا معذرت
کرنا لازم آتا ہے۔ جو کہا کہ ہم قابل شفاعت کرنے کے نہیں ہیں۔ تب بھی تو اس جھوٹے عذر کرنے
میں آپ کاذب ٹھیرے جواب۔ کیوں اس طرح ابلہ فریبی بناتے ہو اور کیوں ناحق ایسے مرسلین
کی بھی توہین کر کے اپنا ایمان گواتے ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر پیغمبروں سے کوئی سہو و خطا نہیں
ہوا۔ جیسا کہ آپ کہتے ہیں۔ تو پھر کیوں حضرت آدم نے کہا ہے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا اور کیوں
حضرت موسےٰ نے بھی کہا قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي اور بھی کیوں حضرت داؤد
نے اپنا گناہ بخشوایا۔ اگر ان سے کوئی خطا نہیں ہوا۔ تو پھر کیوں ان انبیاء نے یہ جھوٹے خطا
اپنے ذمہ لگائے تب بھی تو جھوٹے اقرار کرنے سے یہ خطا وار ہوتے ہیں جو آپ اس کا

جواب بنادیں ہماری طرف سے بھی وہی منظور فرمادیں۔ غرض اہلسنت کا یہی مذہب ہے۔ کہ اکثر پیغمبروں سے سہواً خطائیں ہوئیں۔ مگر خداوند تعالٰی نے معاف فرمادیں۔ پھر ویسے ہی پاک معصوم رہے۔ جیسے کہ تھے پس نہ اس میں کسی پیغمبر کی معصومیت کو نقصان آیا۔ نہ قرآن کے کے مخالف ہونا پڑا۔ اور جو آپ نے کہا ہے۔ کہ یہ معنی تقیہ کا وہ لوگ بیان کریں تو بیجا نہیں ہے۔ جو حضرت ابراہیم کے تین جھوٹوں کے قائل ہیں۔ سو حضرت ان تینوں جھوٹوں کے تو آپ کے بھی سب علماء قائل ہیں۔ جیسا تمہارے مجمع البیان طبرسی میں یہ عبارت بڑی دھوم دھام سے ارقام کی ہے۔ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ کِذْبِ ثَلٰثَۃَ کِذْبَاتٍ۔ یعنی ابراہیم نے تین جھوٹ بولے جیسا کہ چاہیئے دیکھو ان تین جھوٹوں کو تو آپ کے علماء نے بھی تصدیق فرمایا پھر کیوں ناحق جھوٹا الزام اہلسنت کو لگایا اور کیوں اتنا واویلا مچایا۔ یہ ایسے ناشناس بے انصاف ہیں کہ اپنے گھر کی خبر نہیں لیتے اوروں کو کہ دیتے ہیں۔ جیسا عام ان کا تقیہ کلام ہے۔ کہ ہم کل پیغمبروں کو معصوم جانتے ہیں۔ اور اہل سنت تمام انبیاء اور آئمہ علیہ السلام کو غیر معصوم سمجھتے ہیں حضرت ذرا اپنے علماء کے اقوال اور اصول مذہب کا حال تو دیکھو کہ معصوم یا غیر معصوم تو کیا آپ نے تو کسی بھی انبیاء اور آئمۃ الہدےٰ کو کفر تک نہیں چھوڑا اور نہ کسی کو بُرا کہنے سے مُنہ موڑا ہے۔ یہ بھی آپ کا عقیدہ ہم ہر کس کو سناتے اور جھوٹے کو گھر تک پہنچاتے ہیں۔ ذرا پہلے تو حضرت آدم علیہ السلام کا کچھ حال باجمال سنئے۔ چنانچہ آپ کے فاضل شیخ صدوق صاحب طائفہ ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن موسےٰ بن بابویہ القمیین کتاب خصال میں یہ روایت متواتر فرماتے ہیں عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اُصُوْلُ الْکُفْرِ ثَلٰثَۃٌ اَلْحِرْصُ وَالْاِسْتِکْبَارُ وَالْحَسَدُ فَاَمَّا الْحِرْصُ فَاٰدَمُ حِیْنَ نُہِیَ عَنِ الشَّجَرَۃِ حَمَلَہُ الْحِرْصُ عَلٰی اَنْ اَکَلَ مِنْھَا وَاَمَّا الْاِسْتِکْبَارُ فَاِبْلِیْسُ حِیْنَ اُمِرَ بِالسُّجُوْدِ فَاَبیٰ وَاَمَّا الْحَسَدُ فَابْنَا اٰدَمَ حِیْنَ قَتَلَ صَاحِبَہٗ حَسَدًا۔ ترجمہ علماء شیعہ کہتے ہیں کہ اصول کفر کے تین ہیں۔ حرص و تکبر اور حسد۔ لیکن حرص پس آدم جب کہ منع کیا گیا درخت سے تو حرص نے اس کو اس پر برانگیختہ کیا۔ کہ اس میں سے کھالیا۔ اور تکبر پس ابلیس جب کہ اس کو حکم کیا گیا سجدے کا اس نے انکار کیا۔ اور حسد پس آدم کا بیٹا جب کہ اس نے اپنے بھائی کو حسد سے قتل کر ڈالا۔ دیکھو حرص کفر ہے جو بقول علماء شیعہ حضرت آدم میں پایا گیا۔ اے اہل دید صاحب فہمید یہ کیا ہے۔ اس فرقے بدخواہ نے۔ تو حضرت آدم علیہ السلام کو معاذ اللہ شیطان سے بھی بڑھ کر گمراہ کہا ہے۔ کہتے ہیں کہ آدم نے مراتب آئمہ پر حسد کیا۔ اس لئے خدا نے غضبناک ہو کر ان کو ملعون بنا دیا نعوذ باللہ منہا۔

پیغمبروں پر شیعوں کے اعتقاد کا ذکر

چنانچہ ان کے محمد بن بابویہ نے علی بن موسے رضا سے عیون الاخبار میں یہ روایت بڑے فخر سے نقل کی ہے۔ وہو ہذا۔ اِنَّهٗ قَالَ اِنَّ اٰدَمَ حِیْنَ اَکْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِاِسْجَادِ الْمَلَائِکَةِ لَهٗ وَاِدْخَالِهِ الْجَنَّةَ قَالَ فِیْ نَفْسِهٖ اَنَا اَکْرَمُ الْخَلْقِ فَنَادٰی اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِرْفَعْ رَاْسَكَ یَا اٰدَمُ فَانْظُرْ اِلٰی سَاقِ عَرْشِیْ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَوَجَدَ فِیْهِ مَکْتُوْبٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ وَعَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَزَوْجَتُهٗ فَاطِمَةُ سَیِّدَةُ النِّسَاءِ الْعَالَمِیْنَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدُ اَشْبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَقَالَ اٰدَمُ یَا رَبِّ مَنْ هٰؤُلَاءِ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ هٰؤُلَاءِ مِنْ ذُرِّیَّتِكَ وَهُمْ خَیْرٌ مِنْكَ وَمِنْ جَمِیْعِ الْخَلْقِ وَلَوْلَا هُمْ مَا خَلَقْتُكَ وَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَالْاَسْمَاءَ وَالْاَرْضَ فَاِیَّاكَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَیْهِمْ بِعَیْنِ الْحَسَدِ فَاَخْرَجَكَ مِنْ جِوَارِیْ فَنَظَرَ اِلَیْهِمْ بِعَیْنِ الْحَسَدِ فَسَلَّطَ عَلَیْهِ الشَّیْطٰنُ حَتّٰی اَکَلَ مِنْ شَجَرَةِ الَّتِیْ نَهَی اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا۔ یعنی جب کہ آدم کو جس وقت بزرگ کیا خدا نے بسبب سجدہ کرنے فرشتوں کے اور داخل کرنے بہشت کے پس کہا آدم نے اپنے جی میں کہ میں بزرگترین تمام خلق کا ہوں پس فرمایا خدا عزوجل نے کہ اے آدم تو سر اپنا اٹھا کر میری عرش کی طرف دیکھ۔ پس آدم نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا اس جگہ لکھا ہوا ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ وَعَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَزَوْجَتُهٗ فَاطِمَةُ سَیِّدَةُ النِّسَاءِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ پس کہا آدم نے اے رب یہ کون لوگ ہیں پس فرمایا عزوجل نے کہ یہ تیری ذریت میں سے ہیں۔ اور تجھ سے بہتر بلکہ تمام خلق میری سے بہتر ہیں۔ اگر نہ پیدا کرتا میں ان کو تو نہ پیدا کرتا میں جنت و دوزخ۔ آسمان اور زمین کو خبردار ہو۔ تم اُن کو بچشم حسد ہرگز نہ دیکھنا۔ پس میں تم کو اپنی ہمسائیگی سے نکالدوں گا۔ پس آدم نے ان کی طرف بچشم حسد نظر کی۔ پس مسلط کیا اس پر شیطان کو یہاں تک کہ کھایا اس درخت سے جو منع کیا تھا۔ خدا تعالےٰ نے اور بھی یہ روایت تو ان کی کتاب معانی الاخبار میں بھی بڑے طول وطویل سے نقل ہے۔ کہ خدا نے بسبب حسد کے حضرت آدم اور شیطان کو معزول کیا۔ کیوں صاحب زبانی تو آپ حضرت آدم علیہ السلام کے قصور گندم سے بھی انکار فرماتے ہو۔ اور اپنے عقیدے میں تو معاذ اللہ مراتب آئمہ کا منکر کہہ کر ان کو کافر بناتے ہو۔ پھر ہم نے انبیاء کو غیر معصوم بنایا یا تم نے ان کو کفر تک پہنچایا۔ اگر کسی جاہل شیعہ کا اتنے سے اطمینان نہ ہو۔ کچھ اِس کا اور ثبوت مانگیں تو وہ بھی حاضر ہے۔ دیکھو اپنی تفسیر صافی کہ آیت وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ کی تفسیر میں وہ بھی اس طرح تحریر کرتے ہیں۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدُوْسٍ النَّشَاپُوْرِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا

عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ قُتَیْبَۃَ عَنْ اَحْمَدَ عَنِ ابْنِ سُلَیْمَانَ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ صَالِحِ الْهَرَوِیِّ قَالَ قُلْتُ لِرِضَا یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الشَّجَرَۃِ الَّتِیْ اَکَلَ مِنْھَا اٰدَمُ وَحَوَّاءُ مَا کَانَتْ فَقَدِ اخْتَلَفَ النَّاسُ فِیْھَا فَمِنْھُمْ مَنْ یُّرْوِیْ اِنَّھَا الْحِنْطَۃُ وَمِنْھُمْ مَنْ یُّرْوِیْ اِنَّھَا الْعِنَبُ وَمِنْھُمْ مَنْ یُّرْوِیْ اِنَّھَا شَجَرَۃُ الْحَسَدِ فَقَالَ کُلُّ ذٰلِکَ حَقٌّ قُلْتُ فَمَا مَعْنٰی ھٰذِہِ الْوُجُوْہِ عَلٰی اِخْتِلَافِھَا فَقَالَ یَا اَبَا الصَّلْتِ اِنَّ شَجَرَۃَ الْجَنَّۃِ تَحْمِلُ اَنْوَاعًا فَکَانَتْ شَجَرَۃُ الْحِنْطَۃِ وَفِیْھَا عِنَبٌ وَلَیْسَتْ کَشَجَرَۃِ الدُّنْیَا وَاِنَّ اٰدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا اَکْرَمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِاِسْجَادِ الْمَلَائِکَۃِ لَہٗ وَبِاِدْخَالِہِ الْجَنَّۃَ قَالَ فِیْ نَفْسِہٖ ھَلْ خَلَقَ اللّٰہُ بَشَرًا اَفْضَلَ مِنِّیْ فَعَلِمَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ مَا وَقَعَ فِیْ نَفْسِہٖ فَنَادَاہُ اِرْفَعْ رَأْسَکَ یَا اٰدَمُ فَانْظُرْ اِلٰی سَاقِ عَرْشِیْ فَرَفَعَ اٰدَمُ رَأْسَہٗ اِلٰی سَاقِ الْعَرْشِ فَوَجَدَ عَلَیْہِ مَکْتُوْبًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَزَوْجَتُہٗ فَاطِمَۃُ سَیِّدَۃُ النِّسَاءِ الْعَالَمِیْنَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدُ شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَقَالَ اٰدَمُ یَا رَبِّ مَنْ ھٰؤُلَاءِ فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ ھٰؤُلَاءِ مِنْ ذُرِّیَّتِکَ وَھُوَ خَیْرٌ مِّنْکَ وَمِنْ جَمِیْعِ خَلْقِیْ لَوْلَا ھُمْ مَا خَلَقْتُکَ وَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ وَلَا السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَاِیَّاکَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَیْھِمْ بِعَیْنِ الْحَسَدِ وَتَمَنّٰی مَنْزِلَتَھُمْ فَسَلَّطَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الشَّیْطَانَ حَتّٰی اَکَلَ مِنَ الشَّجَرَۃِ الَّتِیْ نُھِیَ عَنْھَا وَتَسَلَّطَ عَلٰی حَوَّاءَ تَنْظُرُ اِلٰی فَاطِمَۃَ بِعَیْنِ الْحَسَدِ حَتّٰی اَکَلَتْ مِنْ شَجَرَۃٍ لَمَّا اَکَلَ اٰدَمُ فَاَخْرَجَھُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ جَنَّتِہٖ وَاَھْبَطَھُمَا عَنْ جِوَارِہٖ اِلَی الْاَرْضِ - عبد السلام بن صالح ہروی کہتا ہے کہ میں نے امام موسٰے رضا سے پوچھا کہ اے فرزند رسول اللہ وہ درخت کیا تھا - جس سے آدم اور حوا نے کھایا تھا - لوگوں نے اس میں اختلاف کر رکھا ہے - بعض کہتے ہیں کہ وہ گندم کا درخت تھا - اور اور بعض روایت کرتے ہیں کہ وہ انگور کا درخت تھا - اور بعضوں کا قول ہے کہ وہ حسد کا درخت تھا - امام نے فرمایا کہ جنت کا درخت چند قسم پر پھلتا ہے - یہ درخت اصل میں گندم کا تھا - اور اس میں خوشہ انگور کے تھے - اور جب خدا تعالٰے نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور جنت میں داخل کر کے بزرگی عطا فرمائی - تو آدم نے اپنے دل میں کہا کہ کیا کوئی بشر مجھسے افضل ہے - خدا تعالٰے نے خطرہ قلبی معلوم فرما کر فرمایا کہ اے آدم سر اپنا اٹھا کر ساق عرش پر دیکھ - جب آدم نے دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا - لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ علی ابن ابی طالب امیر المومنین وزوجۃ فاطمۃ سیدۃ النساء العالمین -

والحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ تو حضرت آدم نے کہا۔ اے پروردگار یہ کون ہیں۔ فرمایا یہ تیری اولاد میں سے ہیں۔ اور تجھ سے و تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو نہ میں تجکو پیدا کرتا اور نہ جنت و نار اور نہ آسمان نہ زمین بناتا۔ خبردار ہو کہ ان کو حسد کی نگاہ سے نہ دیکھنا نہیں تو اپنے قرب سے تجھ کو نکال دونگا۔ تو آدم نے اُن کو حسد کی نگاہ سے دیکھا۔ اور اُن کے مرتبہ کی آرزو کی پس خدا تعالےٰ نے اُس پر شیطان کو مسلط کر دیا۔ یہانتک کہ اس جنت سے کھایا جس کی ممانعت تھی اور حوا نے فاطمہ کی طرف دیکھا حسد کی نظر سے اُس پر بھی شیطان مسلط ہوا۔ اور اُس نے بھی اُسی درخت سے کھایا پس خداوند کریم نے اُن کو اپنے جنت سے نکال دیا۔ اور اپنے قرب سے جدا کر کے زمین پر اُتار دیا۔ ان روایات بدتر حکایات سے تو اور بھی بہت وجوہ قابل غور ہیں۔ لیکن اِس جگہ ہم صرف اتنا لکھا چاہتے ہیں۔ اور ہر کس کو دکھلاتے ہیں۔ کہ پہلا تو علماء شیعہ نے اصول کفر کے تین بنائے یعنی حرص و تکبر اور حسد سو یہ تینوں ہی حضرت آدم میں پائے۔ اول حرص جیسا کہا آدم جب منع کیا گیا درخت سے تو حرص نے اس کو اُس پر برانگیختہ کیا۔ دوم تکبر کہا کہ جب خدا تعالےٰ نے آدم کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور جنت میں داخل کر کے بزرگی عطا فرمائی۔ تو اپنے دل میں کہا کہ کیا کوئی بشر مجھ سے افضل ہے۔ سوم حسد جیسا کہا کہ آدم نے اہل بیت کی طرف بچشم حسد کے نظر کی تو مسلط کیا اس پر شیطان کو۔ دیکھو اس تحریر بدتر نظیر سے تو خلیفۃ اللہ بہ نسبت ابلیس کے سہ گنا کفر میں زیادہ ہوئے۔ نعوذ باللہ من ذالک کہ ابلیس نے تو ایک تکبر کیا تھا۔ اور حضرت آدم کو شیعوں نے حرص تکبر اور حسد تینوں کی تہمت دیکر کافر کہا ذرا دین کے صراف بنظر انصاف دیکھیں کہ یہ ابن سباء کے چیلے بدخواہ حضرت آدم صفی اللہ سے کیا بداعتقاد رکھتے ہیں۔ اور کیا کیا ان کو بُرا بکتے ہیں۔ افسوس جن کا پتلا خدا پاک اپنی ید قدرت سے بناوے اور اس کو فرشتوں سے سجدہ کراوے اور اس میں اپنا روح ڈالے اور اس کی پشت سے انبیاء اور اولیاء نکالے اور اس کو تمام بشر کا باپ بناوے اور اس پر اپنے صحیفے نازل فرماوے شیعہ اُس کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ شیطان الرجیم سے بھی بڑھ کر خوار و گناہگار کہیں۔ تو پھر اُن کے ذریت بالخصوص آئمہ علیہ السلام بھی کیونکر معصوم ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی اور پیغمبر کا بھی حال با جمال دیکھنا ہو تو دیکھ لو حضرت یونس علیہ السلام کے حق میں بھی آپ کے صاحب کلینی بروایت ابی عبداللہ اس طرح نقل کرتے ہیں۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ اِنَّ یُوْنُسَ عَلَیْہِ السَّلَامِ قَدْ اَتیٰ ذَنْبًا کَانَ الْمَوْتُ عَلَیْہِ ھِلَاکًا۔ یعنی حضرت یونسؑ نے ایسا گناہ کیا کہ موت اس پر موجب ہلاکت کا تھا۔ اور اس روایت کو مفصل طور پر تو آپ کے ملا باقر

مجلسی صاحب بھی یوں لکھتے ہیں۔ ابو حمزہ ثمالی روایت کردہ کہ روزے عبداللہ پسر عمر بخدمت امام زین العابدین آمد و گفت کہ تو چہ گوئی یونس را از برائے چہ شکم ماہی انداختند آنحضرت بگفت بے من گفتہ ام کہ ولایت جد من امیر المؤمنین را بر و عرض کردند او توقف نمود عبداللہ گفت گر راست میگوئی علامتی بر راست گفتاری خود بمن بنما پس حضرت فرمود تا عصابہ بر دیدہ من و البستند و بعد از ساعتے فرمود کہ چشمہائے خود را بکشائید چوں دیدہ ہائے خود را کشادم خود را در کنار دریائے کہ موجہائش ملبند شدہ بود دیدم پس پسر عمر گفت کہ اے سید من خود من در گردن تست حضرت فرمود کہ اضطراب مکن کہ الحال راست گوئی خود بتو بنمایم پس فرمود کہ اے ماہی ناگاہ ماہی سر از دریا بیروں آورد مانند کوہ عظیم و میگفت لبیک اے ولی خدا حضرت فرمود تو کیستی گفت من ماہی یونسم سید فرمود کہ مرا خبر دہ کہ قصہ یونس چگونہ بود ماہی گفت کہ اے سید حق تعالٰے ہیچ پیغمبری مبعوث نہ کردہ از آدم تا جد تو محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم مگر آنکہ ولایت شما اہل بیت را بر و عرض کردند پس ہر کہ قبول کرد سالم بماند و ہر کہ اباکرد مبتلا گردید تا آنکہ حق تعالٰے یونس را بہ پیغمبری مبعوث گردانید پس حق تعالٰے وحی کرد باو کہ اے یونس قبول کن ولایت امیر المؤمنیں علی و آئمہ راشدیں از صلب اوبا سخنان دیگر کہ باوحی نمود یونس گفت چگونہ اختیار کنم ولایت کسے را کہ او را ندیدہ ام و نمے شناسم و رفت بکنار دریا پس خدا بمن وحی فرمود کہ یونس را فرو برد استخوان او را است بکن پس چہل روز در شکم من ماند و او را میگردانیدم در دریاہا و در تاریکیہا ندا میکرد لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین قبول کردم ولایت امیر المؤمنین و آئمہ راشدین را از فرزندان او پس چوں ایمان آورد بولایت شما امر کرد پروردگار من کہ او را انداختم بر ساحل دریا پس حضرت امام زین العابدین فرمود کہ اے ماہی برگرد بسوئے اشیان خود و آب موج قرار گرفتہ انتہی۔ حاصل اس کا یہ ہوا کہ جب یونس علیہ السلام کو حکم خدا کا پہنچا کہ تم ولایت امیر المؤمنین علی و آئمہ راشدین پر ایمان لاؤ تو انہوں نے حکم خدا کو نہ مانا اور ولایت آئمہ کے ایمان سے صریح انکار کر دیا۔ اس سبب سے چالیس روز شکم ماہی میں اس کو عذاب دیا گیا اور موت اُس پہ ہلاکت کا ہوا۔ علے ہذا القیاس اور بھی اسیطرح ان کے مناقب مرتضوی میں ہے۔ کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیا مبعوث ہوئے۔ ولایت آئمہ ان پر پیش کی گئی تو اسی طرح سب نے انکار کیا کہ جس خطا کے سبب اکثر انبیاء مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ چنانچہ حضرت آدم کا جنت سے نکلنا اور حضرت ابراہیم کا آگ میں ڈالا جانا اور حضرت یوسف کا چاہ کنعان میں مقید ہونا۔ اور حضرت ایوب

کا سخت بیماری کی مصیبت میں لاچار ہونا وغیرہ ہا۔ کیوں صاحب آپ نے تو کسی بھی پیغمبر کو خطا سے خالی نہ چھوڑا خطا بھی وہ کہ ولایت آئمہ پر ایمان لانے سے کل انبیاء الوالعزم نے انکار کر دیا کہ جس انکار کو آپ صریح کفر میں شمار کرتے ہیں۔ بھلا جب پہلے انبیاء ہی نے حکم خدا کو نہیں مانا۔ اور ولایت آئمہ سے انکار کر دیا۔ پھر اور بیچاروں کا تو کیا ذکر اور کون شکایت ہے۔ ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ہم حیران ہیں کہ یہ صاحبان اپنے گریبان میں تو نہیں دیکھتے کہ ہمارے علماء کیا باتیں بنا کر ہر انبیاء کو کفر تک پہنچاتے ہیں۔ اور ہم جھوٹے الزام اوروں پر لگاتے ہیں نہ آنکھ میں شرم نہ کوئی ایمان نہ دھرم۔ اب ذرا اہلبیت علیہ السلام اور آئمہ اکرام کی شان میں بھی کچھ ان کے بہتان سنئے۔ چنانچہ مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ملا باقر مجلسی سے منقول کیا ہے۔ کہ یہ الفاظ ناروا علی مرتضٰے کے حق میں حضرت زہرا بنت رسول اللہ نے کہے ہیں۔ مانند جنین رحم پردہ نشین شدۂ و مثل خائناں درخانہ گریختہ خود را ذلیل کردی گرگاں ے درند وے برند تو از جائے خود حرکت نے کنی وغیرہ وغیرہ امیر المؤمنین فرمود صبر کن۔ و آتش غضب خود را فرو نشاں الخ اور بھی اس سے زیادہ اہلبیت کی شان میں یہ بد کلام بکتے ہیں۔ مگر اُن دشنام کو ہم بے ادبی کے سبب ارقام نہیں کرتے۔ صرف ان کی زبان سے آئمہ کی خطا کا بیان کرتے ہیں۔ کہ جس کا یہ ہم کو الزام لگاتے ہیں۔ چنانچہ ان کی منہج البلاغت میں جناب امیر کا خود قول ہے۔ لَا تَكُفُّوا عَنْ مَقَالَةٍ بِحَقٍّ اَوْ مَشْوَرَةٍ بِعَدْلٍ فَاِنِّیْ لَسْتُ بِفَوْقٍ اِنْ اُخْطِیْ وَلَا اٰمَنُ مِنْ ذٰالِكَ فِیْ فِعْلِیْ۔ جناب امیر نے فرمایا کہ حق بات کرنے اور نیک مشورہ دینے میں تم باز نہ رہو۔ کیونکہ میں خطا سے برتر نہیں ہوں۔ اور نہ میں اپنے فعل میں خطا سے بچنے والا ہوں۔ دیکھو جناب امیر بھی آپ کو خطاوار فرماتے ہیں۔ اور بقول تمہارے حضرت امام حسینؑ بھی اپنے بھائی حسن علیہ السلام کو اس خطا کا الزام لگاتے ہیں۔ جو آپ نے خلافت امیر معاویہ کے سپرد کی۔ جیسا کہ آپ کے علامہ فصول وغیرہ لکھتے ہیں۔ کہ فرمایا حسین علیہ السلام نے کہ اگر میری ناک کاٹی جاتی۔ تو اس سے بہتر تھا۔ جو میرے بھائی حسن نے کیا۔ یعنی صلح جو امیر معاویہ سے کی۔ کیوں صاحب آپ نے تو جناب امیر کو بھی جنین پردہ نشین وغیرہ کہہ کر بُرا کہا۔ ایک امیر تو کیا بقول تمہارے کوئی بھی اہل بیت خطا سے خالی نہ رہا۔ ہم کہتے ہیں کہ جو الفاظ بتول بنت رسول نے حق جناب امیر میں کہے ہیں۔ اگر وہ اسی طرح ٹھیک ہیں۔ تو پھر علی مرتضٰے کی معصومیت تو کجا بلکہ ان گفتار سے تو وہ اعلےٰ درجہ کے خطا دار ہوئے۔ اگر آپ کی ذات میں وہ کوئی بات نہ تھی۔ پھر تو خاتون قیامت علیہا الرحمت نے

معاذ اللہ خلاف فرمایا۔ تب بھی تو آپ کے نزدیک وہ معصومیت ٹھیک نہ رہی۔ اور یہ بھی فرمائیے کہ یا تو امام حسن نے امیر معاویہ کو خلافت کا دینا بیجا کیا۔ یا امام حسین نے یہ کہ کر خطا کیا۔ دیکھو اس طرح کی خطا سے تو کوئی بھی نہ بچا اور جناب امیر تو خود اپنی خطا کے قائل بھی ہوئے۔ پھر وہ معصومیت کہاں رہی جو تمہارے زعم باطل میں تھی۔ کہ معصوم سے کوئی سہواً خطا نہیں ہوا۔ حضرت خطا تو کیا آپ نے تو نہ کسی انبیا نہ آئمۃ الہدیٰ کو برا کہنے سے خالی چھوڑا نہ کسی اور کی بدگوئی سے منہ موڑا۔ علاوہ اس کے آپ تو تمام آئمہ پاک کو اس جھوٹ اور نفاق کی بھی تہمت لگاتے ہیں۔ کہ جس کو آپ تقیہ فرماتے ہیں۔ جس شریف کی یہ تعریف ہے کہ تمام آئمہ علیہ السلام غیروں سے ڈر کر سچی بات کو دل میں چھپاتے تھے اور ظاہر زبان سے جھوٹ بکتے تھے۔ معاذ اللہ یہ ظاہر حرام منافقی نشان ہے۔ کہ جس کو آپ آئمہ کا مذہب بتاتے اور یہی اپنا اصول دین ٹھہراتے ہیں۔ تف ایسے عقیدے پر اور نفرین ایسے مذہب پر کہ نہ تو ان کی بدگوئی سے کوئی پیغمبر چھوٹا نہ ان کے دشنام سے کوئی امام بچا۔ اے شیعو خدا سے ڈرو۔ کچھ تو رسالت کا لحاظ کرو۔ کیوں اس طرح انبیاء اور اہلبیت رسول اللہ کی شان میں بے ادب باتیں بناتے ہو اور کیوں ایسی جھوٹی تہمتیں لگا کر اپنا ایمان گنواتے ہو۔ ابھی تو توبہ کا وقت ہے کل قیامت کا دن نہایت سخت ہے۔ **قولہ** قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِہٖ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ یعنی جو لوگ اظہار کفر کریں گے۔ بعد ایمان لانے کے پس اوپر ان کے غضب ہے جانب خدا سے اور واسطے ان کے ہے عذاب عظیم مگر وہ لوگ کہ باکراہ خاطر فقط زبان سے اظہار کفر کریں۔ اور دل ان کے اطمینان رکھتے ہوں۔ ساتھ ایمان کے وہ لوگ بہشتی ہیں۔ کہ نہ ان کو عذاب ہے اور نہ غضب خدا ہے۔ یعنی خدا ان سے ایسے اظہار کفر میں ناخوش نہیں ہے۔ پس یہ آیت شریفہ نص صریح جواز تقیہ میں ہے۔ اور دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ اظہار کفر وقت خوف بجبر و اکراہ نہ بخوشی خاطر اور اخفائے ایمان قلب میں جائز اور مباح اور موجب عذاب و ناخوشی خدا نہیں ہے۔ اور مولد اس کے آپ کی تفاسیر رازی اپنی کبیر میں ذیل تفسیر آیت الا ان تتقوا منھم تقاۃ فرماتے ہیں واعلم ان نظیر ھذہ الآیۃ قولہ تعالیٰ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ اِلٰی اٰخِرِہٖ یعنی جان تو کہ مثل آیت اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا کی آیت اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ بھی ہے۔ **اقول** اے جاہلوں کے دھوکا دینے والے وائے خدا کے قرآن میں نقصان کرنے والے خدا سے ڈر کر اپنے ایمان کا پاس کر کیوں اس آیۂ اکراہ کو اس جا رقام کیا اور کیوں اس کو ناحق اپنے تقیہ کا الزام دیا۔ کہ اس میں تو محض ظلم اور جبر کا مضے ہے۔ اور تمہارے تقیہ میں تو اپنی خوشی سے خود جھوٹ کہنا ہے۔ جیسا کہ تمام آئمہ علیہ السلام بخوشی خود اپنے شیعوں کو بھی الگ ایک بات صحیح

اختلاف پاکر ہمیشہ جھوٹ کو ظاہر کرتے اور سچ کو چھپاتے تھے کہ جس کا تو ہم پہلی بحث تقیہ میں بیان کر چکے ہیں۔ اور اس آیت اکراہ میں تو دیکھو ذات الٰہی نے جبر اور ظلم کی بڑی بھاری شرط فرمائی ہے۔ چنانچہ اس آیت کا اصول اور شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ کفار نے حضرت عمار اور اس کا باپ یاسر اور اُس کی ماں اوسیمہ رضی اللہ کو گرفتار کر لیا۔ اور کہا کہ تم ہمارے دین میں پھر آؤ۔ اور ہمارے بتوں کی تعریف کرو۔ تو ان اصحاب عالیجناب نے ان کو صاف جواب دیا۔ پھر کفار نے ان کے دونوں ماں باپ کو شہید کیا۔ تب حضرت عمار ضعف جسمانی بے طاقت و ناتوانی کے سبب کافروں کی ایذا اُٹھا نہ سکے۔ آخر جس بات میں ان کی رضامندی تھی۔ وہ کہ دی جب یہ خبر ہمارے حضرت کو پہنچی کہ عمار نے کفر اختیار کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ کیونکہ عمار تو سر سے پاؤں تک ایمان سے بھرا ہوا ہے۔ اتنے میں عمار بھی روتے ہوئے حاضر آئے۔ آپ اپنے دست مبارک سے اُس کے آنسو پونچھتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ کہ جو کفر کرے اللہ کے ساتھ ایمان لانے کے بعد مگر جو کوئی زبردستی کیا گیا اور مجبور ہوا۔ اور اس کا دل ثابت رہا ساتھ ایمان کے یعنی جس کا دل عمار کی طرح برقرار رہا۔ مگر جو کوئی کھول دیوے کفر کے ساتھ اپنا سینہ تو ان پر ہے غضب اللہ کا اور اس کے واسطے ہے عذاب بڑا۔ کیوں صاحب یہ آیت کس طرح تمہارے تقیہ کے مطابق ہوئی جو آپ نے کہا کہ یہ آیت شریفہ نص صریح جواز تقیہ میں ہے۔ جھوٹے بدخواہ کا منہ سیاہ۔ اور بھی نہ تو اس میں کہیں جناب باری نے جھوٹ کہنے کا امر کیا ہے۔ نہ کسی جھوٹے بدگو کی تعریف کی ہے۔ اس جبر میں بھی تو اُس مجبور کا صرف قصور دور کر کے اتنا فرمایا کہ اگر عمار کی طرح کوئی سخت ظلم میں گرفتار ہو جائے۔ تب کچھ غیر کلمہ کہے۔ تو خیر ورنہ اس فعل قبیح سے تو اس طرح ڈرایا۔ بلکہ تنبیہ کر کے فرمایا کہ جو کوئی دل کھول کر کفر کی بات کہے گا۔ تو وہ ہمیشہ میرے غصہ و عذاب میں رہیگا۔ اور بھی اگر یہ آیت تقیہ میں ہوتی۔ یا تقیہ جائز ہوتا۔ تو کیوں حضرت عمار پیغمبر خدا کے پاس آکر تائب ہوتے۔ اور کیوں روتے اور حضرت بھی کیوں اس طرح اُس کے آنسوں پونچھنے اور حضرت عمار کے ماں باپ بھی کیوں شہادت پاتے۔ کیوں نہ ایک لحظہ تقیہ کو کام فرمایا۔ اگر پھر بھی اس آیت اکراہ کو اپنے تقیہ کا گواہ کرو۔ تو ہم پوچھتے ہیں۔ کہ جس جس کلام امام کے سامنے آپ تقیہ کو ارقام کرتے ہیں تو بھلا کس سنی اور ناصبی نے اس امام کو حضرت عمار کی طرح قیدی اور گرفتار کر کے اس طرح ایذا

پہنچائی۔ اور کس نے پکڑ کر جبراً اصحاب ثلاثہ کی جھوٹی تعریف کرائی۔ ذرا وہ کہیں ہم کو بھی دکھلاؤ۔
تب اس آیت اکراہ کو اپنے تقیہ کی نظیر میں تحریر فرماؤ نہیں تو اس صریح جھوٹ سے باز آؤ۔ کیوں ایسی
جھوٹی تہمتیں امامین معصومین کو لگاتے ہو۔ اور کیوں اس طرح نصوص قرآنی کلام ربانی کے بھی
غلط معنی بنا کر اپنا ایمان گنواتے ہو۔ اور جو آپ نے کہا کہ امام فخرالدین رازی صاحب لکھتے ہیں
کہ مثل آیت الاان تتقو کہ یہ آیت اکراہ بھی ہے۔ سو حضرت یہ تو جاہل بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اس آیت اکراہ
کا مطلب جدا ہے۔ اور اس آیت تتقو کی اور بنا ہے۔ کیونکہ ایک تو اس آیت اکراہ کا حکم منسوخ نہیں
ہوا۔ اور آیت تتقو منہ تقٰۃ منسوخ ہے۔ دوسرا آیت اکراہ میں تو جبراً اور ظلم کی شرط ہے۔ اور تتقوا
میں تو جناب باری صرف اخلاق کی قید لگاتا ہے۔ اور کافروں کی دوستی سے منع فرماتا ہے۔ مگر اتنا
کہا کہ اگر کام دنیاوی میں کچھ ان کے ساتھ برتاؤ رکھو تو خیر نہیں تو ان کی محبت میں تم بھی کافر ہو جاؤ گے
پھر ان دونوں آیات کی ایک طرح کی کونسی بات ہے۔ اور کیوں ایسے کمال رازی صاحب بھی ان دونوں
کی ایک مثال لکھتے تھے۔ ہاں اگر ان سبب سے دونوں آیات کی ایک بات لکھی ہو۔ تو ٹھیک۔
اس کو تو ہم بھی تصدیق کرتے ہیں۔ ایک تو آیت اکراہ میں بھی جناب باری نے کلمہ کفر سے سخت منع
فرمایا۔ دوسرا آیت تتقو میں بھی کافروں کی دوستی سے کافر بنایا۔ یا ان کے شرائط کے سبب کہ
آیت اکراہ میں جبر کی شرط ہے۔ اور تتقو میں اخلاق کی قید ہے۔ مگر دیکھ آپ کا تقیہ مذکور تو
ان دونوں آیتوں سے دور ہے۔ کیونکہ نہ اس میں کوئی جبر کی شرط ہے۔ نہ اخلاق کی جا ہے صرف
صرف اس میں بخوشی خود جھوٹ کہنا روا ہے۔ جو سراسر خطا ہے۔ اگر کہو کہ ہمارے تقیہ میں بھی
خوف کی شرط ہے۔ سو حضرت اوّل تو خود تمہارے ملّا باقر مجلسی صاحب تو اس سے بھی تم کو جھٹلاتے
اور آپ کے تقیہ کو بھی خوف سے بالکل مستثنٰی بناتے ہیں۔ کہ جس کا بیان پہلی بحث میں عیاں ہو چکا
ہے۔ جیسا فرماتے ہیں کہ آئمہ علیہ السلام تو اپنے شیعوں کو بھی ایک ایک بات میں چند اختلاف
سناتے تھے۔ پھر فرمائے کہ اپنے دوستوں سے خوف کھانے کا کیا معنے ہے۔ دوم فرض کیا
اور مان لیا کہ خوف ہی سہی مگر دیکھ کہ اس خوف تمہارے کو تو خدا جا بجا منع و حرام بناتا ہے جیسا
کہ یہ فرماتا ہے۔ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ یعنی تم نہ ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو
بس خدا نے تو اس تمہارے تقیہ کی بنا ہی کو اُکھاڑ دیا۔ کہ اس خوف سے بھی تم کو جھوٹا کیا۔ پھر
پھر رازی صاحب سے بھی آپ نے کیا لیا۔ **قولہ** پھر رازی صاحب فرماتے ہیں کہ التقیہ جائزۃ
یقون النفس وھل یجوز لقون المال یحتمل ان یکون الحکم فیھا بالجواز

لقوله حرمة مال المسلم حرمة دمه ولقوله من قتل دون ماله فهو شهيد ولان الحاجة الى المال شديدة حتى ان الماء ان يبيع بثمن غال سقط فرض الوضوء وجاز الاقتصار على التيمم دفعا لذلك القدر من نقصان المال}
یعنی تقیہ جائز است بے شبہ واسطے حفظ نفس کے اور آیا جائز ہے واسطے حفظ مال کے بھی مثل حرمت خون پس احتمال ہے کہ وہ بھی جائز ہوا - اس لئے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرمت مال مسلم کی مثل حرمت خون اُسکے کی ہے - اور پھر فرمایا کہ جو شخص مقتول ہو حفظ مال میں اپنے وہ شہید مرا اور بھی واسطے اس بات کے کہ حاجت طرف مال کے شدید ہے۔ یہانتک کہ اگر پانی بقیمت بکتا ہو - تو فرماتے ہیں - قال مجاهد كان هذا الحكم ثابتا فی اول الاسلام لاجل ضعف المسلمين واما بعد قوة الاسلام یہ حکم باقی نہیں ہے - اس مقام پر بندہ کہتا ہے کہ جب مجاہد صاحب نے علت جوائز تقیہ ضعف اسلام ٹھیرایا - پس کون احمق کہتا ہے کہ جہاں قوت اسلام ہے - اور مسلمانوں کو کچھ خوف نہیں وہاں بھی جائز ہے کلام تو مقام خوف میں ہے - پس جن مقامات میں کہ ضعف اسلام کو ہے - وہاں علت جواز تقیہ پائی گئی ہے پس علت سے معلول کو مختلف کرنا اس سے زیادہ کیا قباحت وحماقت ہو گی - اور جب ابتدائے اسلام میں آپ قائل بجواز تقیہ ہو گئے - تو قبیح عقلی تو اس کا جاتا رہا - باقی قبیح شرعی پس جب تلک کوئی ناسخ آیات تقیہ کا نہ بیان فرمائیگا - جب تلک حکم ثابت استصحابا رفع نہیں ہو سکتا - **اقول** قربان مخاطب منطق دان کا کوئی بھی داستان جھوٹ اور بہتان سے خالی نہیں ہے - خدا کی شان اس مکان پر بھی بہت کچھ واویلا مچایا اور اپنے پوچ کو چھپایا مگر چھپ نہ آیا - سچ ہے کہ خیانت کی علامت چھپ نہیں سکتی - آخر کو جھوٹ ظاہر ہو جاتا ہے - کیوں آپ نے اس مقام پر امام رازی صاحب کی کلام کو چور کی طرح توڑ پھوڑ کر لکھ دیا - اور کیوں دو آیتوں کی تفسیر کو ایک جگہ ملا کر تحریر کیا - دیکھو یہ آپ کا پوچ ہم کھولنا چاہتے ہیں - پھر آپ کی خیانت اور دیانت ہر کس کو دکھلاتے ہیں - چنانچہ اول جو آپ فرماتے ہیں - کہ امام رازی صاحب نے کہا ہے - کہ تقیہ جائز ہے واسطے حفظ نفس کے اور آیا جائز ہے واسطے حفظ مال کے یا جیسا کہا کہ جو شخص مقتول ہو - حفظ مال اپنے میں وہ شہید مرا سو حضرت یہ تو جاہل بھی جانتے ہیں - کہ یہ کلمے امام صاحب نے آیت اکراہ کے بیان میں ارقام کئے ہیں کہ جو اپنے مال یا جان کے واسطے حضرت عمار کی طرح کہیں ظلم میں گرفتار ہو جائے - تب جان بچائی - کیواسطے کچھ غیر کلمے کہے تو خیر ہے - مگر بھی

کہا اگر اس کے ماں باپ کی طرح شہید ہو جائے تو اس سے بہتر ہے پس یہ آیت اکراہ ہے کہ جس
سے آپ کا تقیہ تو بالکل جدا اور مستثنٰے ہے۔ کیونکہ نہ تو کسی نے کہیں امام کو حضرت عمار کی طرح ایذا
پہنچایا نہ کہیں کو گرفتار کر کے جبراً جھوٹ بکوایا پھر آپ کا تقیہ کیونکر اس آیت کے مطابق آیا۔
دوم جو امام صاحب نے بقول مجاہد کے لکھا ہے۔ کہ یہ حکم تقیہ ابتدائے اسلام میں بعلت ضعف مسلمانی
تھا اور بعد قوت اسلام یہ حکم باقی نہیں ہے۔ سو حضرت یہ کلمہ تو رازی صاحب نے آیت الا ان تتقو
منہم تقٰۃ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ جس کا حکم بھی بعد قوت اسلام منسوخ ہے مگر آپ کا تقیہ تو اس
آیت کے بھی مطابق نہیں آتا کیونکہ اوّل تو یہ آیت خود منسوخ اور اس کا عمل متروک ہے۔
دوم اس کی بحث تو اوپر ہو چکی ہے۔ کہ ضعف اسلام کے وقت بھی جناب باری نے صرف اتنا فرمایا
کہ کافروں کے ساتھ اگر کچھ کام دنیاوی میں انجام رکھو تو مضائقہ نہیں۔ مگر خبردار ان کی محبت میں
گرفتار ہو کر سزاوار نہ ہو جاؤ۔ دیکھو نہ تو اس میں تمہارے تقیہ کی طرح خدا نے کہیں جھوٹ بکنے کا
امر کیا ہے۔ نہ کسی کافر منافق کی تعریف کرنے کا حکم دیا ہے۔ پھر کیوں اس آیت منسوخہ کو بھی ناحق
اپنے تقیہ کی نظیر میں تحریر کیا۔ مخاطب جی یہ آپ کا تقیہ مذکور تو ان دونوں آیتوں سے دور ہے نہ یہ
کسی آیت نہ حدیث کے مطابق آتا ہے نہ اس کو کوئی ہمارا علماء جائز ٹھیراتا ہے یہ صرف آپ کی
حرکت بازی اور حیلہ سازی ہے۔ جو دو آیتوں کی تفسیر کو ایک جگہ تحریر کر کے جاہلوں کو دھوکا
دیا اور کیا لیا اور جو آپ نے فرمایا کہ کون احمق کہتا ہے کہ جہاں قوت اسلام ہے اور مسلمانوں کو کچھ
خوف نہیں ہے۔ وہاں بھی تقیہ جائز ہے۔ سو جناب اول تو خروج امام سے پہلے جو شیعہ اس خوف کو چھوڑے
اور منہ موڑے تو وہ بقول امام رضا علیہ السلام کے تو بد یقین منافق بیدین ہے۔ دوسرا ہم کہتے ہیں
کہ جس آیت کو خدا منسوخ فرمائے اور جس کا عمل متروک بنائے پھر جو آپ کی طرح اس کو جائز ٹھہرائے
تو احمق بیوقوف کیا وہ تو منافق بدگمان ہے نہ اس کا دین ہے نہ ایمان ہے اور بھی جو آپ نے
کہا کہ جبتک کوئی ناسخ آیات تقیہ کا نہ بیان فرمائیگا تب تلک حکم ثابت استصحابا رفع نہیں ہوسکتا مگر آیات
کی کیا بات حضرت کوئی ایک آیت تو کیا ہم نے تو چند آیتوں سے آپ کے تقیہ کو جھوٹا بنایا اور بنائینگے پھر
آپ کہانتک انکار کرتے جائینگے قولہ امام رازی صاحب فرماتے ہیں۔ وروی عوف عن الحسن
انہ قال التقیۃ جائزۃ للمؤمنین الی یوم القیامۃ یعنی عوف نے حسن سے روایت
کی ہے۔ کہ فرمایا کہ تقیہ مومن کیلئے جائز ہے تا روز قیامت۔ یعنی مقام تقیہ میں اور یہ حدیث صحیح
بخاری میں بھی ہے۔ قول حسن بہتر ہے۔ اس لئے کہ دفع ضرر انسان پر بقدر امکان واجب ہے اور

بیضاوی صاحب شان نزول اس آیت کے فرماتے ہیں۔ روی ان قریشا اکرھوا عمارا و ابویہ یاسر وسمیہ علی الارتداد فربطوا سمیہ بین بعیرین ووجی بحربتہ فی قبلھا وقالوا انک اسلمت من اجل الرجال فقتلت وقتلوا یاسر وھما اول قتلین فی الاسلام واعطاھم عمار بلسانہ ما ارادوا مکرھا فقیل یا رسول اللہ ان عمارا کفر فقال کلا ان عمارا ملئی ایمانا من قرنہ الی قدمہ واختلط الایمان بلحمہ و دمہ فاتی عمار رسول اللہ وھو یبکی فجعل رسول اللہ یمسح عینہ وقال مالک ان عادوا لک فعد لھم ماقلت محصل اس کا یہ ہے کہ یہ آیت نازل شان میں عمار اور ابوین اُن کے یاسر وسمیہ کی کہ وہ گرفتار ہوئے دست کفار قریش میں اور انہوں نے حکم کیا ان کو ایمان سے پھرو اور ابن عباس کی روایت میں ہے کہ حکم کیا کفار نے کہ جناب رسالت مآب کو برا کہو اور ہمارے اصنام کی مدح کرو۔ اور برابر دونوں اول قتلین فی الاسلام میں بعد اس کے بجانب عمار متوجہ ہوئے عمار نے بخوف جان جو کچھ انہوں نے چاہا اپنی زبان سے کہا اور جناب رسول خدا کو برا کہا اور اصنام کی مدح وثنا کی پس جب عمار مدینہ میں آئے لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ عمار کافر ہو گئے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہرگز نہیں بدرستی کہ عمار بھرا ہوا ہے ایمان سے از سرتا پا اور ایمان اس کے گوشت وخون میں مختلط ہوا ہوا ہے۔ پس عمار حاضر خدمت سراپا برکت ہوئے اور حالیکہ روتے تھے پس جناب رسولخدا نے آنسو کو پوچھنا شروع کیا اور فرماتے جاتے تھے کہ کچھ حرج نہیں ہے اے عمار واسطے تیرے اس امر میں جو تو نے کیا بلکہ اگر پھر ایسا اتفاق ہو تجھکو تو جیسا کیا ہے ویسا ہی پھر کرنا اور جو کچھ کہا تھا پھر وہی کہنا بعد اس کے قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ فیہ دلیل علی جواز تکلم بالکفر عند الاکراہ یعنی یہ دلیل اوپر جواز کفر بولنے کے وقت مجبوری کے اور پھر فرماتے ہیں کہ ہرچند افضل یہ ہے کہ اس سے پرہیز کرے جیسا کہ اس کے ماں باپ نے کیا۔ اور دلیل اس فضیلت کی وہ روایت ہے کہ مسلمہ کذاب نے دو مسلمانوں کو گرفتار کیا پس ایک سے کہا کہ کیا کہتا ہے درباب محمدؐ کے اس نے جواب دیا کہ وہ رسول اللہ ہیں پھر پوچھا کہ کیا کہتا ہے۔ میری بابت میں اس نے کہا کہ آپ بھی رسول اللہ ہیں۔ پس مسلمہ کذاب نے اس کو چھوڑ دیا۔ اور متوجہ ہوا طرف دوسرے کی اور کہا کیا کہتا ہے تو محمدؐ کے حق میں اس نے کہا کہ رسول اللہ ہیں پھر پوچھا کہ میرے حق میں کیا کہتا ہے۔ اس نے جواب دیا میں بہرہ ہوں پھر تین دفعہ یہی بات اس سے پوچھی اس نے وہی جواب دیا۔ مسلمہ کذاب نے اس کو قتل کیا پس یہ خبر جناب رسول اللہ کو پہنچی حضرت نے فرمایا کہ پہلے شخص نے بھی اچھا کیا کہ اجازت خدا پر عمل کیا اور کتمان حق کر کے اپنی جان بچائی اور دوسرے

نے بھی اچھا کیا کہ اظہار حق کیا۔ پس مبارک ہو اس کے واسطے الغرض اس آیت اور ان روایات تفسیریہ
جو آپ کے مذہب کی ہیں بالصریح جائز است اور خدا اور سول نے اجازت دی ہے اس کو مستحسن نہ سمجھنا
اور قبیح و مستہجن کہنا آپ ہی جیسے ایمانداروں کا کام ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ جب اس قسم کے تقیہ کو جو بنظر
ظاہر آپ کے قبیح و اشنع تھا جواز اس کا کتاب خدا سے اور آپ کی کتابوں سے ثابت ہی کر دیا ہے تو اقسام
دیگر کا جواز تو بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا۔ اور بہت سی آیات میں سے آیت کریمہ الا ان تتقوا منھم تقٰۃ اور
تقیہ علی بعض القراءۃ کما قال البیضاوی اور آیت کریمہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ اور آیت
کریمہ یکتم ایمانہ اور کریمہ لبثت فینا من عمرک سنین تفسیر بیضاوی اور بہت سی احادیث بھی ہیں
جہاں آپ بحث تقیہ بیان کرینگے وہاں ہم بھی بیان کر کے آپ کے ہفوات و نیز خرافات کو جو محض وساوس
شیطانی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ باطل کرینگے۔ **اقول** ہم اس مخاطب کی مرض سودا کا کیا علاج کریں
کہ جو کلمہ مُنہ میں آتا ہے دیوانوں کی طرح ہرجا وہی بکی جاتا ہے حضرت نہ تو اس آیت شریفہ میں تمہاری کوئی تقیہ کی
بات ہے۔ نہ کوئی ہماری بخاری میں یہ صحیح روایت ہے پھر بار بار وہی تکرار کرنا تو شرم کی بات ہے کہ
جس سے تو ہم چند مرتبہ آپ کو جھٹلا اور کاذب بنا چکے ہیں۔ جناب یہ وہی آیت اکراہ ہے جو آپکے تقیہ
سے بالکل جدا ہے۔ اور جس کا حکم بھی قیامت تک روا ہے امام رازی صاحب تو یہ اُسی آیت اکراہ
کا بیان کرتے جاتے ہیں۔ بیان کیا مفصّل عیان کر کے اس کو تمہارے تقیہ کی بحث سے خود بری بتاتے
ہیں۔ جیسا فرماتے ہیں کہ بھی قول حسن بہتر ہے اسلئے کہ دفع ضرر انسان پر بقدر امکان واجب ہے
کیوں صاحب ضرر انسان کی جان پر آنا وہی جبر اور ظلم کا معنے ہے یا نہیں۔ ہم کو تعجب تو یہ آتا ہے۔
کہ آپ ہر مقام پر تقریر اور نظیر تو اس آیت اکراہ کی دیتے ہیں۔ پھر نام اپنے تقیہ کا لیتے ہیں۔ جیسا کہ
اسی مقام میں بھی آپنے تقیہ کی نظیر میں ایک تو حضرت عمار کے ماں باپ کا قصہ تحریر فرمایا۔ دوسرا قاضی بیضاوی
صاحب نے بھی اس کلام کو ارقام کیا جو کہا کہ یہ دلیل ہے اوپر جواز بولنے کفر کے وقت مجبوری کے تیسرا
یہ روایت لکھی کہ مسلمہ کذاب نے دونوں مسلمانوں کو گرفتار کر کے ایک کو قتل کیا پس یہ تو سب آیت اکراہ کی
تفسیر ہے۔ کہ جس میں ظاہر جبر اور ظلم کی نظیر ہے۔ پھر حضرت وہ آپ کا میاں تقیہ تو ان میں کہیں نظر ہی نہیں
آتا۔ کیونکہ نہ تو اس طرح کسی سنی یا ناصبی نے کہیں امام علیہ السلام کو بقول رازی صاحب کے ضرر پہنچایا
نہ حضرت عمار کی طرح کسی نے اُن کو گرفتار بنایا نہ مسلمہ کذاب کی مانند کہیں نے آئمہ اکرام کو قتل کرایا نہ بقول
قاضی بیضاوی کے کسی نے کہیں امام کو مجبور کر کے جبراً جھوٹ بکوایا۔ تو پھر آپ نے کیوں اس آیت اکراہ
کی تفسیر اور تقریر کو لکھ کر ناحق اپنے تقیہ کی نظیر میں تحریر فرمایا۔ بھلا اس میں جاہلوں کو دھوکا دیا یا خدا

ورسول پر بہتان کر گئے اپنے ایمان کو رد کیا اور جو کہا کہ جب ہم نے اس قسم کے تقیہ کو ثابت کر دیا ہے۔ تو اقسام دیگر کا جواز بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا اے اہل دید صاحب فہمید ذرا مخاطب کی اس تمہید کو سمجھو کہ اس قسم کے تقیہ سے تو آیت اکراہ کو مراد لیتا ہے۔ اور قسم دیگر اپنے تقیہ کو کہتا ہے خدا کی شان خود مخاطب کی زبان سے دو تقیوں کا بیان ثابت ہو گیا کہ اس آیت سے اپنے تقیہ کو علیحدہ کر دیا۔ اور ہمارے دعوے کو مان لیا پس فیصلہ شد حضرت ہم بھی تو یہی کہتے ہیں۔ کہ اس آیت اکراہ سے آپکا تقیہ بالکل جدا ہے اسا اس طرح جبر لاچاری کا حکم تو قیامت تک جاری ہے کہ اگر کوئی عمار کی طرح سخت ظلم میں گرفتار ہو کر کچھ غیر کلمہ کہ دبوسے تو اس خطا کو خدا توبہ کے بعد معاف فرماتا ہے۔ اور اپنے تقیہ کی بنا کو دیکھو کہ جس میں تو بخوشی خاطر جھوٹ کہنا مباح ہے۔ پس اس طرح کا خطا خدا ہرگز معاف نہیں کرتا خطا کیا بلکہ اس میں تو کفر اور نفاق کی سزا ہے۔ اسی واسطے تو وہ جدا اور یہ جدا ہے مخاطب جی یہ بھی ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔ کہ اس دیگر اپنے تقیہ کو آپ کب ثابت کروگے قیامت کو یا کوئی اور کتاب بناؤگے کہ جب سے ہم کو کچھ اس کا ثبوت دکھلاؤگے۔ بھلا آج تک تو آپ سے درجا ونے تو کیا کسی ادنے روایت سے بھی ثابت نہ ہو سکا اور نہ آئندہ ہوگا۔ ہاں اپنے منہ سے تو آپ زمین اور آسمان کے کلاوے ملاتے ہو اور ایک دانہ رائی کا پہاڑ بناتے ہو مگر افسوس کہ ایک ثبوت دینے کے وقت ہار جاتے ہو اور جو اس جا بھی آپ نے تقیہ کے ثبوت میں ان دو آیتوں کو پیش کیا۔ ایک الا ان تتقوا منهم تقٰة اور دوسری ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة سو حضرت ان کا بھی آپ کے تقیہ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ آیت اوّل کا مذکور تو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اس میں تو جناب باری نے صرف کافروں کی دوستی سے منع کیا مگر ضعف اسلام کے وقت اتنا کہا کہ اگر ان کے ساتھ کچھ کام دنیاوی میں انجام رکھو تو مضائقہ نہیں پھر قوت اسلام کے بعد یہ بھی حکم منسوخ فرمایا۔ اور دوسری آیت میں تو پروردگار صرف دولتمندوں کو غریب اصحابوں کے واسطے مال دینے کا حکم فرماتا ہے۔ چنانچہ قولہ تعالےٰ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ہ ترجمہ خرچ کرو اے مالدارو راہ خدا میں یعنی جہاد میں اور نہ ڈالو آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں یعنی بخل نہ کرو کہ اس میں تمہارے دل خراب اور ہلاک نہ ہو جاویں۔ اور نیکی کرو اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو کیوں صاحب انہیں آیتوں کے سبب آپ تقیہ کو فرض جانتے ہو اور انھوں سے اس کو اپنا اصول دین سمجھتے ہو کچھ شرم بھی آتا ہے یا نہیں کہ نہ تو خدا تعالےٰ نے ان آیتوں میں کہیں سچ کو چھپانے کا حکم دیا ہے نہ کچھ جھوٹ کہنے کا امر کیا ہے دیکھو ایک آیت سے تو کافروں کی دوستی سے منع کیا اور دوسری میں سخاوت کا حکم دیا پھر وہ آپ کا تقیہ کہاں گیا کہ جس کی

نظیریں ناحق ان آیتوں کو تحریر کیا کیوں ایسی جھوٹی باتیں بناتے اور جاہلوں کو سناتے ہو اور جو آپ فرماتے ہو کہ اور بھی اسی طرح کی بہت حدیثیں ہیں۔ جہاں آپ بحث تقیہ بیان کرینگے وہاں ہم بھی ان کو پیش کر کے آپ کی مضنوعات کو باطل کرینگے۔ سو جناب جیسا منہ ہے۔ باتیں بناتے ہو ایسا کر تو نہیں دکھلاتے ہم کہتے ہیں۔ کوئی آیت، حدیث تو کیا کسی ٹوٹی پھوٹی روایت سے بھی آپ نے تو اپنے تقیہ کو ثابت نہ کیا اور نہ کوئی ثبوت دیا ہاں اگر آپ اس طرح کی جھوٹی باتیں بھی نہ بناتے اور جاہلوں کو بھی واہیات نہ بہکاتے تو پھر کیونکر آپ کو مصنف کتاب کہلاتے۔ حضرت آپ نے اہل کتاب کا خطاب تو لیا مگر ثبوت کے بدلے تو اُلٹا آپ کو جھوٹا کیا۔ کیا لیا۔ مخاطب جی دیکھو اب تک تو ہم نے صرف تمہارے اعتراضوں کا جواب دیا ہے اور کچھ ثبوت بھی دے کر اس تمہارے تقیہ کو جھوٹا کیا ہے۔ مگر اتنی تلقین پر شاید آپ کی پوری تسکین نہ ہوئی ہو تو اور لو اب ہم اور بھی عقلی اور نقلی دونوں ثبوت دے کر آپ کے تقیہ کو جھٹلاتے اور کاذب بناتے ہیں چنانچہ اوّل تو ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ آپ کا تقیہ جائز اور فرض ہوتا جیسا کہ آپ اس کو اپنا اصول دین بتاتے اور نماز روزہ سے بھی بڑھ کر اس کا ثواب سناتے ہو تو کیوں امام حسین علیہ السلام نے اس تمہارے دین کے اصول کو قبول نہ فرمایا۔ اور کیوں آپنے کربلا کی مصیبت میں مبتلا ہو کر اپنے دوستوں اور فرزندوں کو پیاسا قتل کرایا اگر یہ فرض ہوتا تو آپ ضرور تقیہ کر کے دو چار دن کے واسطے یزید کی بیعت منظور کر لیتے کہ جس سے تو اپنی جان بھی بچ جاتی۔ اور اس کا ثواب بھی حاصل ہو جاتا۔ دیکھو امام علیہ السلام نے تو اس کو یہانتک حرام بنایا کہ آیت اکراہ کو بھی پسند نہ فرمایا حضرت عمّار کے ماں باپ کی طرح امام نے جان شہادت کا جام پیا مگر کسی قسم کے تقیہ کو قبول نہ کیا اس جگہ بعضے شیعہ کہتے ہیں کہ تقیہ ایک یا دو یا تین آدمیوں کے واسطے جائز ہے اور امام علیہ السلام کے ساتھ تو بہتر آدمی تھے اس واسطے امام نے اس مقام پر تقیہ نہ کیا۔ جواب اوّل تو یہ تمہاری تقریر دلپذیر نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب ایک کے تقیہ کرنے سے بہتر آدمیوں کی جان بچتی تھی تو پھر جائز کیا اس طرح تو آپ پر ثواب بھی بیحساب تھا۔ دوم کیوں صاحب حضرت امام مسلم بن عقیل کے ہمراہ کونسی کون سپاہ تھی کہ جس کے سبب اُسنے بھی تقیہ نہ کیا معہ اپنے دو فرزندوں کے آپ کو شہادت کا جام پلایا تب بھی اس تقیہ کو کام نہ فرمایا۔ سوم امام زین العابدین علیہ السلام کے شام میں کون فوج اسلام کی تھی کہ جس لئے آپ نے شام کے دام کو اختیار کیا مگر تقیہ میں دخل نہ دیا۔ علی ہٰذا القیاس نہ تو اسیطرح کسی امام نے عمل کیا نہ رسول خدا نے اس کا کوئی حکم دیا پھر آپ نے اس تقیہ کو کہاں سے جائز بنا لیا پس ہم نے تو دلائل عقلی سے بھی آپ کے تقیہ کو جھوٹا کیا اب ہم کچھ اور بھی ثبوت نقلی اہل انصاف کو دکھلاتے ہیں اور اس جھوٹے کو پھر بھی جھوٹا بناتے ہیں۔ چنانچہ یہ تو ہم نے اوپر ثابت کر دیا ہے کہ اس تقیہ کا بغیر سے

ڈر کر سچی بات کو چھپانا اور جھوٹ کو ظاہر کرنا ہے۔ پس اس سے تین حرم ثابت ہوئے۔ اوّل جھوٹ کہنا دوم خدا کے سوائے غیر سے ڈرنا۔ سوم سچ بات کو چھپانا دیکھو ان تینوں باتوں کو ہم خاص قرآن خدا کے فرمان سے حرام بتاتے ہیں۔ چنانچہ اول جھوٹ کو تو ہر کس جانتا ہے۔ کہ یہ فعل ہر سے بدتر ہے۔ جس کے واسطے بار بار پروردگار فرماتا ہے لعنت اللہ علی الکاذبین۔ یعنی لعنت ہے اللہ کی جھوٹوں پر۔ دوم خدا کے سوائے اوروں سے ڈرنا سو اس کام کو بھی خدا تعالےٰ ۶ سیپارے ۲ پاء میں منع فرماتا ہے۔ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ یعنی لوگوں سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور بھی ۱۰ سیپارے ۲ پاء میں فرمایا۔ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ کیا ان سے ڈرتے ہو یعنے منافقوں سے سو اللہ کا ڈر چاہئے تم کو اگر ایمان رکھتے ہو۔ پھر ۲۱ سیپارے کے ۱ پاء میں ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ ۔ وہ لوگ جو پہنچاتے ہیں پیغام اللہ کے یعنی دین کے رہنما جو ڈرتے ہیں اللہ سے وہ نہیں ڈرتے کسی سے سوائے اللہ کے اور بھی اسی طور ۲۹ سیپارے کے ۱۳ پاء میں فرماتا ہے۔ فَمَنْ يُؤْمِنْ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا۔ یعنی جو کوئی یقین لاوے اپنے رب پر سو وہ نہ ڈریگا نقصان سے نہ زبردستی سے کیوں صاحب آپ کا بھی تو یہی ارشاد ہے کہ تقیہ کا معنی حذر کردن وخوف کردن کے ہیں اور اس تقیہ سے بھی آپ کی یہی مراد ہے۔ کہ آئمہ علیہ السلام لوگوں سے ڈر کر اصحاب ثلاثہ کی جھوٹی تعریفیں کیا کرتے تھے یعنی دل میں تو ان کو برا جانتے تھے اور خوف کے سبب ظاہر زبان سے ان کی شان بیان کرتے تھے۔ سو دیکھو اس طرح کے ڈر اور خوف کو تو خدا جا بجا حرام فرماتا ہے۔ ایک خوف تو کیا سب تقیہ بازوں کو اس سے جھوٹا بناتا ہے۔ جیسا فرماتا ہے۔ مسلمان اہل ایمان تو وہ ہیں جو نہیں ڈرتے اپنے نقصان سے نہ کسی کے جبر اور ظلم کرنے سے اور پچھلی آیت میں تو خاص آئمہ کو مخصوص کر فرمایا۔ یعنی دین کے راہنما جو ڈرتے ہیں اللہ سے وہ نہیں ڈرتے کسی سے پھر کس کے خیال میں آسکتا ہے۔ کہ آئمہ علیہ السلام جو خاص دین کے امام ہیں ان آیتوں کے مخالف ہو کر سوائے خدا اور لوگوں سے ڈرتے ہونگے یا خوف غیر کے سبب اصحاب ثلاثہ کی جھوٹی تعریفیں کرتے ہونگے نعوذباللہ من ذالک پس اس طرح کا خوف کھانا اور جھوٹ کہنا تو خدا نے قطعی منع فرمایا۔ سوم باقی رہا اس تقیہ کا معنی کہ سچ کہ چھپانا اور جھوٹ کو ظاہر کرنا یعنی دل میں کچھ اور رہونا اور زبان سے اور کہنا دیکھو خدا پاک نے اس تمام بدکام کا نام کفر ونفاق رکھا ہے جیسا کہ منافقوں کے حق میں ۶ سیپارے کے ۲ پاء میں اس طرح فرماتا ہے۔ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ یعنی بدلتے ہیں کلام کو اپنے ٹھکانے سے یعنی اس تقیہ کی طرح اصل

بات کو بدل کر کچھ اور بکتے ہیں۔ پھر اسی سیپارے ۳ پاء میں فرمایا۔ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ
کہ بے اسلوب کرتے ہیں بات کو اس کا ٹکانا چھوڑ کر یعنی سچی بات کی جگہ جھوٹ بکتے ہیں پھر جناب باری
۴ سیپارے کے ۴ پاء میں مسلمانوں کو اس نفاق سے منع فرماتا ہے۔ فَلْیَتَّقُوا اللّٰہَ وَلْیَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا
اے اہل ایمان ڈرتے رہو اللہ سے اور کہو بات سیدھی یعنی اللہ سے ڈرو جو بات دل میں ہو زبان سے
بھی وہی کہو لوگوں سے ڈر کر جھوٹ نہ بکو اور اسیطرح ۲۲ سیپارے کے ۲ پاء میں فرماتا ہے۔ یَا اَیُّھَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا اے ایمان والو وہ جو کہتے ہو اپنے منہ سے اور
نہیں کرتے ہو اس کو تو بڑی بیزاری ہے اللہ کے ہاں جو کہو وہ بات جس کو خود نہ کرو۔ یعنی جو بات
منہ سے کہو اگر پھر اس کو آپ نہ کرو تو اللہ بیزار ہوتا ہے ایسی باتوں سے اور بھی پہلے سیپارے
کے ا پاء میں اس تمام بدکام سے منع فرماتا ہے۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَکْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ
مت ملاؤ صحیح میں غلط اور یہ کہ چھپاؤ سچ کو جان کر یعنی اس تقیہ کی طرح سچ میں جھوٹ نہ ملاؤ۔ اور سچی بات
کو جان کر نہ چھپاؤ پھر ۴ سیپارے کے ۹ پاؤ میں اس طرح فرماتا ہے۔ ھُمْ لِلْکُفْرِ یَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْھُمْ
لِلْاِیْمَانِ یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاھِھِمْ مَا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ۔ وہ لوگ اس دن کفر کے نزدیک ہیں ایمان سے
کہ وہ بات کہتے ہیں اپنے منہ سے جو نہیں ہے ان کے دلوں میں یعنی جو اس تقیہ شیعوں کی طرح دل میں کچھ
اور ہو اور منہ سے کچھ اور کہیں تو وہ لوگ منافق و کافر ہیں کیوں صاحب اب کس منہ سے اپنے تقیہ کو جائز
فرماؤ گے اور اس کو اپنا اصول دین بناؤ گے۔ اور کیونکر اس تمام کلام خدا کو بھی جھٹلاؤ گے دیکھو قرآن
خدا کے فرمان نے تو اس تمہارے تقیہ کو بیخ سے اکھاڑ دیا۔ اور اس سبب تمہارے تار پود کو بھی نابود
کر کے تم کو جھوٹا کیا اگر اتنے فرمان سے بھی آپ کا پورا اطمینان نہیں ہوا کچھ حرکت شیطانی بدگمانی باقی
ہے تو کچھ فکر نہ کیجئے اور لیجئے چنانچہ ۳ سیپارے کے ۴ پاء میں بھی حق تعالےٰ اہل کتاب کی طرف
خطاب کر کے ہم کو اس طرح فرماتا ہے۔ یَا اَھْلَ الْکِتَابِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَکْتُمُوْنَ
الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ اے کتاب والو کیوں ملاتے ہو سچ میں جھوٹ اور کیوں چھپاتے ہو
سچی بات کو جان کر اگر اس پر بھی سیری نہ ہو تو اور لو اسی طرح سچ کو چھپانے اور جھوٹ کہنے والوں
کے حق میں جناب باری ۲ سیپارے کے ا پاء میں یوں فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا
مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتَابِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَ
یَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ ○ جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ کہ ہم نے اوتارا صاف حکم اور راہ کے نشان بعد
اس کے کہ ہم اس کو کھول چکے لوگوں کے واسطے کتاب میں یعنی اپنے قرآن میں صاف صاف حکم فرمادیا

کہ سچی بات لوگوں سے نہ چھپاؤ اور جھوٹ نہ کہو پھر لعد اسکے جو کوئی یہ کام کرے گا تو اس کو لعنت دیتا
ہے اللہ اور لعنت دیتے ہیں سب لعنت دینے والے اب کون مسلمان ہے جو آیات قرآنی کلام ربانی کو
دیکھ پھر اس تقیہ شیطانی کا نام لیگا یا اس کو معاذ اللہ جائز کہے گا کیونکہ خداوند تعالے نے تو اس تقیہ کا
ایسا منہ کالا کر ڈالا ہے کہ پھر قیامت تک اوجالا نہ ہوگا۔ مخاطب جی اگر خدا کے قرآن سے آپ کا بدگمان
رفع نہ ہو تو کچھ احادیث نبوی کو بھی دیکھ لو دیکھو رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سچ چھپانے والے
تقیہ بازوں کو اسی طرح لعنت فرماتے ہیں۔ چنانچہ تمہارے ملا باقر مجلسی صاحب کتاب بحار الانوار کی جلد
اول میں ان حدیثوں کو نقل کرتے ہیں۔ حدیث عَنْ اِبْنِ زَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَمْهُورٍ الْقُمِّيِّ رَفَعَهُ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ظَهَرَتِ الْبِدَعُ فِي اُمَّتِي فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ
فَاِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ حضرت نے فرمایا کہ جب میری اُمت میں بدعتیں ظاہر ہونے لگیں تو
عالم کو چاہیے کہ اپنا علم ظاہر کرے پھر ایسا نہ کرے گا تو اس پر اللہ کی لعنت ہو حدیث دیگر۔ اَبِي
عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغِيْرَةَ وَمُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ
ابَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْعَالِمُ الْكَاتِمُ يُبْعَثُ اَنْتَنَ اَهْلِ الْقِيَامَةِ يَلْعَنُ
عَلَيْهِ كُلُّ دَابَّةٍ حَتّٰى دَوَابُّ الْاَرْضِ الصِّغَارِ متواتر امام عبداللہ علیہ السلام سے ارقام ہے
حضرت نے فرمایا کہ اپنے علم کو چھپانے والا اُٹھایا جاوے گا اہل قیامت میں سب سے زیادہ بدبو والا۔
سب جانور اس پر لعنت کرتے ہیں یہانتک کہ زمین کے چھوٹے چھوٹے کیڑے۔ کیوں صاحب اس آپ
کے تقیہ کا بھی تو یہی معنے ہے کہ غیر سے ڈر کر حق بات کو چھپانا۔ اور ظاہر جھوٹ کہنا کہ جس پر تو خدا
رسول اور آئمہ مقبول لعنت فرماتے ہیں پھر کیوں ایسے لعین کو اپنا دین ٹھہرایا اور کیوں اس کے
پیچھے آپ کو بھی لعین بنایا کیا ہاتھ آیا۔ اگر خدا کے قرآن و حضرت کے فرمان سے آپ کا اطمینان نہ ہو
تو کسی اور امام کی بھی کلام سنئے۔ اور بھی کسی کی نہ خاص جناب امیر کی تحریر کو دیکھو۔ چنانچہ آپ کی کتاب
نہج البلاغت میں ہے۔ عَلَامَةُ الْاِيْمَانِ اِيْثَارُكَ الصِّدْقَ حَيْثُ يَضُرُّكَ عَلَى الْكِذْبِ حَيْثُ يَنْفَعُكَ
امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شان ایمان کی یہ ہے کہ مقدم رکھ تو سچ کو اس جگہ کہ نقصان تیرا ہو اور پر جھوٹ
کے اس جگہ کہ نفع تیرا ہو دیکھو جناب امیر تو کس طرح اس جھوٹ کو جھٹلاتے اور تمہارے تقیہ کو کاذب
بناتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ سچ بولو اگرچہ ضرر پہنچنے کا تم کو خوف ہو یا نفع کی اُمید ہو تو بھی جھوٹ۔ کہو
پس الحمد للہ کہ ہم نے اس تقیہ کے حصار جھوٹے پہاڑ کو تو جڑھ سے اکھاڑ دیا ایک تقیہ تو گیا ان کا
سب مذہب ہی نابود ہو گیا۔ کیونکہ اس مذہب کا کام تو سب اسی پر تمام تھا اور ان کا مناظرہ بھی اسی

نام تھا جس کو تو ہم نے خاص نص وحدیث اور تمام آئمہ کی کلام سے جھٹلایا اور کاذب بنایا اور جس کے غم میں شیعوں کو ایسا ماتمی لباس پہنایا کہ اب تو قبین قیں اور چیں چیں کے سوائے کچھ بن نہ آیا اور نہ آئندہ آئے گا۔ ہاں اُن کے منہ کا انکار جھوٹا تکرار تو قیامت تک نہ جائیگا ✚

دوسری شہادت کی بحث صحابہ کی فضیلت میں

دوسری شہادت کی بحث امام زین علیہ السلام کا صحابہ کے حق میں دعا فرمانا ✚✚

صحیفہ کاملہ میں ہے کہ جس کے ہر ایک لفظ کو شیعہ باعتبار صحت کے کلام الٰہی سے کم نہیں جانتے اس میں لکھا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تمام حضرت کے اصحاب اور ان کے تابعین کے حق میں خدا کی بارگاہ سے یہ دعا مانگتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خَاصَّۃً الَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الصُّحْبَۃَ وَالَّذِیْنَ اَبْلَوُا الْبَلَاءَ وَاَحْسَنُوا النَّصْرَۃَ وَکَانَفُوْہُ وَاَسْرَعُوْا اِلٰی وِفَادَتِہٖ وَسَابَقُوْا اِلٰی دَعْوَتِہٖ وَاسْتَجَابُوْا لَہٗ حَیْثُ اَسْمَعَھُمْ حُجَّۃَ رِسَالَتِہٖ وَفَارَقُوا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ فِیْ اِظْھَارِ کَلِمَتِہٖ وَقَاتَلُوا الْاٰبَاءَ وَالْاَبْنَاءَ فِیْ تَثْبِیْتِ نُبُوَّتِہٖ وَنُصِرُوْا بِہٖ وَمَنْ کَانُوْا مُنْطَوِیْنَ عَلٰی مَحَبَّتِہٖ یَرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ فِیْ مَوَدَّتِہٖ وَالَّذِیْنَ ھَجَرَتْھُمُ الْعَشَائِرُ اِذْ تَعَلَّقُوْا بِعُرْوَتِہٖ وَانْتَفَتْ مِنْھُمُ الْقَرَابَاتُ اِذْ سَکَنُوْا فِیْ ظِلِّ قَرَابَتِہٖ فَلَا تَنْسَ لَھُمْ اَللّٰھُمَّ مَا تَرَکُوْا لَکَ وَفِیْکَ وَاَرْضِھِمْ مِنْ رِضْوَانِکَ وَبِمَا حَاشُوا الْخَلْقَ عَلَیْکَ وَکَانُوْا مَعَ رَسُوْلِکَ دُعَاۃً لَکَ اِلَیْکَ وَاشْکُرْھُمْ عَلٰی ھَجْرِھِمْ فِیْکَ دِیَارَ قَوْمِھِمْ وَخُرُوْجِھِمْ مِنْ سَعَۃِ الْمَعَاشِ اِلٰی ضِیْقِہٖ وَمَنْ کَثَّرْتَ فِیْ اِعْزَازِ دِیْنِکَ مِنْ مَظْلُوْمِھِمْ اَللّٰھُمَّ اَوْصِلْ اِلَی التَّابِعِیْنَ لَھُمْ بِاِحْسَانٍ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ خَیْرَ جَزَائِکَ الَّذِیْنَ قَصَدُوْا سَمْتَھُمْ وَتَحَرَّوْا وِجْھَتَھُمْ وَمَضَوْا عَلٰی شَاکِلَتِھِمْ لَمْ یَثْنِھِمْ رَیْبٌ فِیْ بَصِیْرَتِھِمْ لَمْ یَخْتَلِجْھُمْ شَکٌّ فِیْ قَفْوِ اٰثَارِھِمْ وَالْاِئْتِمَامِ بِھِدَایَۃِ مَنَارِھِمْ مُکَانِفِیْنَ وَمُوَازِرِیْنَ لَھُمْ یَدِیْنُوْنَ بِدِیْنِھِمْ وَیَھْتَدُوْنَ بِھَدْیِھِمْ یَتَّفِقُوْنَ عَلَیْھِمْ وَلَا یَتَّھِمُوْنَھُمْ فِیْمَا اَدَّوْا اِلَیْھِمْ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی التَّابِعِیْنَ مِنْ یَوْمِنَا ھٰذَا اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَعَلٰی اَزْوَاجِھِمْ وَعَلٰی ذُرِّیَّاتِھِمْ۔ امام زین العابدین علیہ السلام ہمیشہ یہ دعا فرماتے تھے کہ خداوندا رحمت نازل کر او پر خاص اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنہوں نے حق صحبت نہایت خوشی سے ادا کیا۔ اور

جنہوں نے سب طرح کی مصیبتوں اور ایذاؤں کو اپنے اوپر اس کیلئے منظور کیا - اور جنہوں نے مل کر اس کو بخوبی امداد دی اور جنہوں نے اس کی رسالت قبول کرنے میں بڑی جلدی کی اور اس کی دعوت کی اجابت میں سبقت کی - اور جب ان کو پیغمبر خدا نے اپنی رسالت کی حجتیں بتائیں انہوں نے بلا توقف قبول کیں - اور ان کے کلمے کو ظاہر کرنے میں اپنے لڑکوں بالوں جوروؤں بچوں کو چھوڑا اور ان کی نبوت ثابت کرنے میں اپنے باپ اور بیٹوں کو قتل کیا - اور جب انہوں نے حضرت کا دامن پکڑا تو ان کے کنبے قبیلے کے لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا - اور جب پیغمبر کے سایہ میں آئے تب ان کے رشتہ داروں نے ان سے رشتہ توڑ دیا - پس خدایا نہ بھولنا تو ان باتوں کو جو پیغمبر کے اصحابوں نے تیرے پیچھے سب کچھ چھوڑا - اور راضی کر دینا تو ان کو اپنی رضامندی سے - اس لئے کہ انہوں نے خلق کو تیری ہی طرف جمع کر دیا اور تیرے پیغمبر کے ساتھ دعوت اسلام کا حق ادا کیا الٰہی وہ شکر کے لائق ہیں کہ انہوں نے اپنی قوم اور کنبے کے لوگ اور اپنے گھر وطن کو تیرے پیچھے چھوڑا اور تمام عیش و آرام کو ترک کر کے تنگ معاش کو تیرے لئے اختیار کیا - اور خداوند ان کے تابعین کو جزا خیر دے وہ جو دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار مغفرت کر ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم میں سے ایمان میں سبقت لیگئیں کیسے تابعین جو ان اصحاب کی چال پر چلتے ہیں اور ان کی پیروی کرتے ہیں جن کو کوئی شک و شبہ اُن کی نصرت میں نہیں ہوتا - اور جن کو کوئی شبہ ان کی پیروی میں نہیں آتا - کیسے تابعین جو مددگار و مددگار اصحاب کے ہیں - اور اپنا دین ان کے دین کے موافق رکھتے ہیں - اور جو ان کی ہدایت کے مطابق ہدایت پاتے ہیں - اور جو اصحاب سے اتفاق رکھتے ہیں - اور جو کچھ اصحاب نے ان کو پہنچایا اس میں ان پر کچھ تہمت نہیں کرتے ہیں - او رخدایا رحمت نازل کر ان اصحاب کی متابعت کرنے والوں پر آج کے دن سے جس میں ہم ہیں قیامت تک اور ان کی ازواج ذریات پر + اے بھائیو! ذرا اس دعا کے لفظوں پر خیال کرو اور اس کے معنے غور سے سوچو اور سمجھو کہ امام زین العابدین سید ساجدین علیہ السلام تمام حضرت کے اصحاب عالیجناب کو کس اوصاف اور خوبی سے یاد فرماتے ہیں - اور کس شفقت اور محبت کے ساتھ ان کے واسطے خدا سے رحمت کی دعا مانگتے ہیں - اور کس طرح اُن کی ہر کوشش اور مصیبت کو یاد کر کے ان ہر ایک کا شان بیان فرماتے ہیں - چنانچہ اول تو امام صاحب کا صحابہ کے حق میں دعائے خیر فرمانا - اور ان پر درود اور رحمت بھیجنا - دوم - پہلے ایمان لانے والے صحابہ کا شان ہر سے اعلےٰ تر ہونا - سوم حضرت کے ساتھ صحابہ کا ہجرت کرنا اور ان کے پیچھے اپنے گھر مال اور بال بچوں کا چھوڑنا - چہارم صحابہ کا خدا کی راہ میں طرح طرح کی مصیبتیں اور تکلیفیں اُٹھانا پنجم صحابہ کا پیغمبر خدا پر اس طرح فدا ہونا کہ اپنا مال و جان تک سب کچھ قربان کر دینا - ششم - صحابہ کا حضرت کے ہمراہ درد خواہ ہو کر ہر جنگ اور جہاد میں شریک ہونا اور امداد دینا - ہفتم صحابہ کا دین رسول اللہ صلعم

کے واسطے مخلوق کو دعوت اسلام کرنا ہشتم۔ صحابہ کا خدا کی محبّت میں اپنے باپ اور بیٹوں کو قتل کرنا نہم ان صحابہ کے تابعین یعنے پیروی کرنے والوں کے حق میں بھی سیّد ساجدین کا خدا سے رحمت چاہنا۔ اور دعا خیر فرمانا۔ اب با انصاف دیکھنا چاہئے۔ کہ اس کلام امام کے موافق ان صحابہ کے تابعین اور پیرو کون مذہب ہے۔ اہل سنّت یا شیعہ اور امام صاحب دعاخیر و رحمت کس کو فرماتے ہیں۔ اُمید ہے کہ اس حدیث کو دیکھ کر وہ کون مسلمان ہے جو دعوٰے اسلام اور ایمان کا رکھتا ہو اور امامت کو اپنا اصول دین سمجھتا ہو۔ پھر اُن صحابہ کی فضیلت میں کچھ بھی شک و شبہ لا سکے یا معاذ اللہ ان کو بُرا کہہ سکے۔ سوا کسی بدخواہ منکر و گمراہ کے سو اس پر بھی ہم منکروں کے انکار تو ہر کس کو مفصّل وار سناتے ہیں۔ پھر اہل دید صاحب فہمید سے انصاف چاہتے ہیں۔ قال المخاطب متعصب العظیم یہ کلام سراپا ملام مخاطب حالی مقام مترود ہے۔ موجود عدیدہ اور مردود ہے بنقوض سدیدہ لیکن اولاً پس صحابہ منافقین کہ جنکی شان میں خداوند قہار فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ فرماتا ہے۔ اور کل کفار دنیا سے ان کا مرتبہ بڑھاتا ہے۔ اور وہ اصحاب جن کی شان میں خدا يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ نازل کرتا ہے۔ ہرگز ہرگز عقل کسی عاقل کی باور نہ کرے گی۔ کہ جن کو خداوند جبّار فی الدرک الاسفل من النار کہے اور جن پر لعنت کرے امام زین العابدین ان پر صلوات بھیجیں۔ پس صلواۃ کا بھیجنا اصحاب اخیار پر ہے۔ نہ اشرار پر اور جب شیعہ آپ کے ثلاثہ سے ہر ایک کو ابو افرار کہتے اور جتنے دنیا میں شر و ربیں تا قیامت ہونگے۔ سب انہی کی ذات بابرکات سمجھتے ہیں تو پھر کیونکر آپ بغیر اثبات اُن کے اخیار ہونیکے مصداق فقرات صلوات کہہ سکتے ہیں۔ اور ثانیاً جس طرح سے امام رضا علیہ السلام نے اپنے جد علیؓ کے قول میں دعوٰے اصحابی میں بدلیل حدیث صحابی صحابی قید لم یغیر ولم یبدل اُسی دلیل سے لگاویں گے۔ ورنہ ترجیح لازم آوے گی اور بعد اس قید کے اوّل خارجین میں سے آپ کے ثلاثہ ٹھہر جاویں گے۔ اس لئے کہ اوّل مفسرین و مبدلین و مرتدین فلا مافا رقتھم سے ہمارے نزدیک وہی حضرات ہیں۔ پس یہ آپ کے حق میں کیا فائدہ کرے گی۔ اور ثالثاً" ما من عام الا وقد خص کما فی الاصول ولا دلالۃ للعام علی الخاص باحدی الدلالات ثلٰث کما فی علم المیزان۔ پس عمومات اقوال سے بالخصوص حسن و خوبی ثلثہ کہ مابہ انزاع یہی ہے۔ کما یغرض المخاطب و رقین ثابت کرنا کمال جہالت و حماقت و ضلالت ہے۔ اور یہ برابر فرض اس بات کے ہے۔ کہ امام زین العابدین علیہ السلام کا صلواۃ بھیجنا اصحاب مطلق پر ہوتا ہے۔ لیکن ان حضرات نے جن پر صلواۃ بھیجی ہے۔ ان اصحاب کو مقید کیا ہے بقید چند۔ بلفظ الذین احسنوا الصحابۃ والذین فعلوا الذی وکذا۔ پس جو لوگ کہ مصداق ان صفات کے نہیں ہیں۔ وہ البتہ اس صلوات سے خارج ہو جاوینگے۔ اور

بعد اس کے بیان معنے ہر فقرہ سے عنقریب معلوم ہوتا ہے۔ کہ کل منافقین و مرتدین خصوصاً آپ کے ثلاثہ مصداق کسی ایک صفت کے بھی مذکورہ سے نہیں ہیں۔ علاوہ بریں امام علیہ السلام نے اس مقام پر یہ بھی نہیں فرمایا کہ وہ اصحاب محمدؐ عامۃ کہ جس سے صحابہ مطلق نکلتا ہے اور آپ کل صحابہ کہہ سکتے ہیں اور جب کوئی قید نہ ہوئی تو مطلق الشئی موضوع مہملہ پر ہے۔ اور وہ ملازم جزیہ ہے پس صلوٰۃ اور بعض صحابہ کے ہوگی نہ اوپر کل صحابہ کے۔ اب ان بعض میں بھی کسی دلیل سے آپ کی خواہش درونی کے مطابق ہم ثلاثہ کو داخل نہ کرینگے۔ پھر آپ کو کیا نفع ملا۔ بلکہ اس مقام پر وہ اصحاب محمدؐ خاصۃً واقع ہے اور خاصۃً یا بہ نسبت اتباع الرسل کے ہیں جن کا ذکر سابق میں ہے۔ پس ضرور ہے کہ پہلے اپنے ثلاثہ کو اتباع الرسل عامۃً میں داخل کر لیجئے پھر اُن کے خاصۃ میں دخول کی تمنا کیجئے اور اتباع خاصۃً کی صفات میں امام علیہ السلام نے ایک تصدیق جنانی بحقائق ایمانی کو بیان فرمایا ہے۔ اور بجز اقرار لسانی کے تصدیق جنانی آپ کے ثلاثہ سے بحر اصل دور ہے۔ اور افعال نفاقی ان کے جو ہم آپ ہی کی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں۔ وہ سب دلیلیں ان کی عدم تصدیق جنانی کے ہیں۔ اور جب ایمان ہی نہ ہوا تو حقائق ایمانی کہاں سے آویگی اور حقیقۃ الایمان ۔خلوص الایمان اور محوضۃ الایمان ہے۔ جیسا کہ البشیر نے نہایہ میں کہا ہے۔ پس پہلے آپ ان کا ایمان ہی ثابت کر لیجئے۔ پھر خلوص و محوضت میں گفتگو ہوگی اور یا لفظ خاصۃً نسبت صلوٰۃ کے ہے پس ضرور ہوگا کہ جن پر صلوات خاص ہو پہلے وہ لوگ مصداق صلوات عام کے بھی ہوں اسلئے کہ جو وجود خاص کا بدون عام کے محال ہے اور صلوات عام پایا جانا موقوف ہے اتباع رسل ہونے پر اس لئے کہ انہیں پر صلوات عام بھیجی گئی ہے۔ اور ہم نے بیان کیا کہ آپ کے ثلاثہ اتباع الرسل سے خارج ہیں۔ بہ سبب عدم تصدیق جنانی بحقائق ایمانی کے یا لفظ خاصۃ بہ نسبت اصحاب کے ہے پس جب امام علیہ السلام نے صلوات مخصوصین صحابہ پر بھیجی تو آپ کے ثلاثہ کو اس سے کیا نفع ہوا۔ اس لئے کہ شیعہ کے نزدیک ان کا مقام مخصوص دوسری ہی باتوں کیلئے ہے۔ نہ صلوات کیلئے بالجملہ آپ کی تحریک الصلوین درباب صلوات محض لغو وبیکار ہے۔

اقول والستعین بالرب الکریم ۔علم اور لیاقت کجا جہالت اور حماقت کجا حضرت ذرا حوصلہ فرمائیے کسی دوسرے کی بھی عرض تو سننا چاہئے۔ اگر آپ نے اسی طرح ہر جگہ اور ہر مقام پر یہ ایک ہی راگ گانا تھا اور ایک ہی انکار کا بے سرو بے تار تال بجانا تھا تو پھر کیوں ناحق اتنا واویلا مچایا۔ اور اپنا مغز بھی کھپایا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ کے پاس اس ایک ہی انکار کے سوا اور ہتھیار نہ تھا۔ اور نہ اتنا ثبوت کی طاقت اور بحث کی لیاقت تھی۔ تو پھر کیوں آپ نے اس کتاب بنانے کی ہوس کی اور کیوں میدان مناظرہ میں قدم دھرا اتنا بھی نہ سمجھا کہ کسی ثبوت سند مضبوط کے سوا بھلا اس زبانی انکار پر کون اعتبار کرے گا۔ اور یہ طعن منطقی گمان

بھی کون مانیگا۔ خیر ہم زیادہ آپ کو نہیں شرماتے۔ جھوٹے کو جھوٹا بناتے ہیں۔ اس تمام مخاطب کے کلام کا خلاصہ انتقام یہ ہے۔ اوّل تو کہا کہ امام علیہ السلام نے صحابہ مؤمنین پر صلوات بھیجی ہے نہ منافقین پر۔ جواب بھلا آپ کی طرح کون احمق بیوقوف کہتا ہے کہ امام صاحب نے منافقوں پر صلواۃ بھیجتے تھے۔ نعوذ باللہ منہا کیوں ایسی مہمل باتیں بناتے اور جاہلوں کو سناتے ہو ہم کہتے ہیں کہ حضرت کے اصحاب تو سب باثواب تھے۔ جن پر دن رات امام صاحب یہ صلوات بھیجتے تھے۔ نہ اُن میں کوئی اشرار نہ منکر بدکار تھا یہ صرف آپ کی بدگمانی حرکت شیطانی ہے۔ اور جو آپ نے فرمایا۔ کہ وہ صحابہ جن کی شان میں خدا نے یُؤذُونَ اللّٰہَ ورسولہٗ نازل کیا ہے۔ سو جھوٹا کذاب ہمیشہ خراب کیوں اس آیت کو ناحق صحابہ کی نظیر میں تحریر کیا اور کیوں محرف قرآن ہوکر اپنے ایمان کو رد کیا۔ ذرا اس کو چھٹی آیت کی بحث میں پھر دیکھو کہ یہ تو ان مشرک اشرار کافر بدکار کے حق میں نازل ہوئی۔ جو غیر کو خدا کا شریک بناتے۔ جورو لڑکے کی نسبت دے کر اس کو رنج پہنچاتے تھے۔ اور حضرت کو بھی اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے ایذا پہنچا کر رنجیدہ کرتے تھے۔ پس ہم پوچھتے ہیں۔ کہ یہ فعل کس اصحاب نے کیا۔ اور کس نے اس طرح معاذ اللہ خدا کو بھی جورو لڑکے کا الزام دیا۔ کچھ شرم بھی آتی ہے یا نہیں۔ ہاں شرم سے کیا کام مناظرے میں تو نام ہوا۔ اور جو اس جگہ بھی آپ نے قیدلم یغیر ولم یبدل کا ذکر کیا تو ہم کہتے ہیں کہ آپ سے تو کوئی بھی حضرت کا اصحاب لائق عذاب نہ ہوسکا۔ اور نہ کسی کی شان میں کوئی نقصان آیا پھر ان واہیات تباہیاں نے بھی آپ کو کیا فائدہ دیا۔ بجز اس کے کہ اپنی کتاب کو موٹا کیا اور کیا لیا۔ دوم جو کہا کہ ہم شیعہ اصحاب ثلاثہ کو ہر سے بدتر جانتے اور بُرا سمجھتے ہیں۔ سو جناب اس طرح تو آپ نے ہرجا اپنا منہ سیاہ بنایا۔ مگر اصحاب ثلاثہ کے ایمان کا نقصان بھی کہیں کچھ کر تو نہ دکھایا۔ اور نہ کوئی فضائل اُنکا آپ سے زائل ہوا۔ اگرچہ آپ نے کتنا ہی زور لگایا۔ اور واویلا مچایا۔ ہم نے جناب شیعوں کا عقائد تو آپ سے نہیں پوچھتے۔ ہم ثبوت مانگتے ہیں کہ کس آیت یا حدیث کے ذریعہ آپ اُن کو بُرا سمجھتے ہیں۔ وہ تو ذرا کہیں ہم کو دکھلائیے۔ نہیں تو پس جھوٹے کا منہ سیاہ بنائیے۔ پھر اس تمہاری زبان بیچاری کے بہتان کون مانتا ہے۔ اور ایسے جھوٹے فغان کون سنتا ہے۔ خیر یہ تو ایک ہمارے مخاطب کا ہی قصور نہیں ان کے سب علماء کا یہی دستور ہے۔ جیسا کہ ان کے صاحب معیار الہدے نے بھی اس حدیث کے جواب میں اصحاب ثلاثہ کو جھوٹے الزام دے کر اس طرح ارقام کیا کہا کہ اس حدیث کے مصداق وہ لوگ ہیں جو کاہنوں کے کہنے سے مسلمان ہوتے۔ اور جہاد میں حضرت کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور صلح حدیبیہ میں نبوت پر شک کیا اور رسول خدا پر تہمت ہذیان کی اور حضرت کے جنازہ میں شریک نہ ہوئے۔ اور غصب خلافت وغصب فدک کیا وغیرہا پس صرف اتنے ہی کہنے میں یہ آپکو بڑا مناظرہ باز کہلاتے ہیں۔ اور ان کے اتباع بھی ان لفظوں کے نام ہی سن کر ناز کرتے کرتے بیدم ہوجاتے ہیں۔

ہم حیران ہیں کہ یہ صاحبان نہ تو ان کسی امر کا کوئی ثبوت دکھلاتے نہ کوئی سند پیش کرتے ہیں صرف آیت اور حدیث کی ناسخ یہ اپنی زبان کو بناتے ہیں۔ اور ہر مکان پر اسی طرح بہتان بکتے چلے جاتے ہیں نہ شرم از خدا نہ شرم از رسول حضرت ان ہر ایک بات سے تو ہم نے آپ کو ایسا جھٹلایا کہ جن کا جواب تو آپ کو قیامت تک بھی دستیاب نہ ہوگا۔ پھر فرمایئے کہ ثبوت کے سوا تو اس زبانی انکار پر الٹا آپ کو خجل و شرمسار بنایا گیا ہاتھ آیا۔ اور جو آپ ہر بحث کے مقابل یہ کہتے ہو کہ پہلے آپ ثلاثہ کا ایمان اور اسلام ثابت کر دو سو ہم تعجب کرتے ہیں کہ نہ مخاطب کو خود شرم آتی ہے نہ کچھ عقل سمجھاتی ہے کہ بھلا اس بار بار کے انکار جھوٹے تکرار پر کون اعتبار کرتا ہے۔ اور تمہارے کسی عام اور خاص کو بھی کون دیکھتا ہے۔ مخاطب جی ہم نے تو اس کتاب کے ہر باب و ہر ورق ہر صفحہ میں اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان تو خود تمہاری کتابوں سے اظہر من الشمس عیاں کر دکھلایا ہے اگر آپ کو مرض نسیان ہو تو ذرا پھر اس کو دیکھ لو تب تو جھوٹے کو جھوٹا کہو۔ خیر وہ بھی سب کچھ جانے دو اور یہی لو دیکھ اسی امام کے کلام سے بھی ہم اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان تو آپ کو ثابت کر دیتے ہیں۔ گو اس حدیث شریف میں سب صحابہ کی تعریف ہے۔ مگر امام علیہ السلام تو اس کلام میں بھی خاص کر اصحاب ثلاثہ کا شان مفصّل بیان فرماتے ہیں۔ جیسا آپ نے بھی کہا کہ جن پر امام نے صلوات بھیجی ہے ان اصحاب کو مقید کیا بصفات چند لفظوں کے دیکھو امام علیہ السلام تو اُن چند صفتوں کا موصوف بھی صرف اصحاب ثلاثہ کو بناتے ہیں۔ جیسا فرماتے ہیں کہ وہ اصحابہ جو ہر سے پہلے نبوت پر ایمان لائے۔ اور جنہوں نے حضرت کے پیچھے اپنے وطن اور گھر کنبے قبیلے کو چھوڑا اور حضرت کے ہمراہ درد خواہ ہو کر ہزارہا مصیبتیں اور تکلیفیں اُٹھائیں اور جنہوں نے ہر جہاد میں امداد دی اور جنہوں نے حضرت پر اپنے مال اور جان کو قربان کیا اور جنہوں نے دین کی تلقین کر کے مخلوق کو دعوت اسلام کی اور جنہوں نے محبّت خدا کے لئے اپنے باپ اور بیٹوں کو قتل کیا پس الحمد للہ کہ اس حدیث شریف سے بھی سب کی سب تعریف اصحاب ثلاثہ کی ثابت ہوئی کیونکہ ان سب مقصودیں ان کا موجود ہونا تو ہر انسان کو اظہر من الشمس عیاں ہے چنانچہ اول یہ تو ہر کس جانتا ہے۔ کہ سب سے پہلے نبوت پر تو ایمان حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق لائے اور اسلام میں سبقت کی۔ دوم ہجرت میں بھی زیادہ تر تو حضرت کے رفیق ابابکر صدیق تھے جس کی خود قرآن تصدیق کرتا ہے۔ سوم ہر مصیبت اور بلا میں بھی یہی حضرت کے ہمراہ درد خواہ تھے۔ کہ جن کا بیان تو کتب فریقین سے عیاں ہے اور جن کو پروردگار بھی یار غار فرماتا ہے۔ چہارم ہر جنگ اور جہاد میں بھی حضرت کے ساتھ یہی آبارکاب تھے۔ اور ہمیشہ اپنی جان و مال کو بھی راہ خدا میں فدا کرتے تھے جیسا یہ غلام

جہاد میں بھی حضرت کے ساتھ یہی اصحاب بارکاب تھے اور ہمیشہ اپنی جان و مال کو بھی راہ خدا میں فدا کرتے تھے جیسا یہ

حق میں جناب باری نے اتقی الذین فرما کر آیتیں نازل کیں پنجم جو امام نے فرمایا کہ دعوت اسلام کر کے اس اسناد

سے بھی اصحاب ثلاثہ مراد ہیں کہ جن خلفا نے تو اسلام کی ایسی دعوت کی کہ ہزار ہا مخلوق سے بیعت
لی۔ششم امام کا یہ فرمانا کہ وہ صحابہ جنہوں نے محبت خدا کے پیچھے اپنے باپ اور بیٹوں کو قتل کیا دیکھو تو
کلمہ بھی امام علیہ السلام نے خاص خلفا حضرت صدیق و عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں فرمایا کہ جو خاص محبت
محبت خدا کے لئے اپنے باپ کے قتل پر مستعد ہوئے اور اپنے بیٹے کو بھی قتل کیا مخاطب جی اگر اصحاب
ثلاثہ نہیں تھے۔ تو ایسے اور کون تھے۔ کہ جنہوں نے اس طرح حضرت کے ساتھ ہجرت کی کہ جن کی جابجا خدا نے بھی
خبر دی جنہوں نے ایسے جنگ اور جہاد بھی کر کے مخلوق کو دعوت اسلام کی اور ہزار ہا کی بیعت لی اور
جنہوں نے خدا کی محبت میں اپنے باپ اور بیٹے کو بھی قتل کیا وہ کون تھے اور یہ کام بھی کس نے کئے
ذرا کسی اور کا نام تو لو نہیں تو پس جھوٹے پر لعنت کہو حضرت اس طرح کا تو اور کوئی بھی آپ سے قیامت
تک دستیاب نہ ہوگا۔ اور نہ اس کلام امام سے کوئی مطابقت پائیگا سوائے ان خلفا رضی اللہ عنہما کے
پھر ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ جب اصحاب ثلاثہ ان سب مقصود میں موجود تھے۔ بلکہ ان تمام کام میں امام تھے
تو پھر کیوں یہ امام کی اس رحمت اور صلوات میں داخل نہیں ہیں۔ اور آپ نے بھی کیوں کہا کہ کل منافقین و
مرتدین خصوصاً آپ کے ثلاثہ مصداق کسی ایک صفت کے بھی صفات مذکورہ سے نہیں ہیں جھوٹے بدخواہ کا
منہ سیاہ کیوں ایسا صریح جھوٹ لکھ دیا۔ اور کہیں کسی موضوع اور مہملہ وغیرہ کا بھی نام لیا ہاں ایسا کچھ کہہ کر
اپنا پوچ تو چھپایا۔ اور اپنی کتاب کو بھی تو موٹا بنایا۔ مگر آخر بدنامی پشیمانی کے سوا کیا فائدہ آیا دیکھو اسی
امام علیہ السلام کے کلام سے بھی اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان تو ٹھیک تصدیق ہو گیا۔ اور امام کا ان پر رحمت
اور درود کا بھیجنا بھی ثابت ہو گیا۔ کیوں مخاطب جی کچھ اس کلام امام سے آپ کو بھی اعتبار ہوا یا کہ وہی انکار ہے
ہاں نفاقی انکار جھوٹے تکرار کا تو بحر بے کنار ہے کہ جس سے تو پیغمبر بھی لاچار تھے۔ مگر کہیں مضبوط وجہ
ثبوت کے سوا بھلا چور کی نہیں نہیں کو عدالت کب مانتی ہے۔ اور زبانی انکار سے بدکار کو سرکار کب
چھوڑتی ہے۔ بلکہ وہ جتنا انکار کرتا ہے۔ اتنا ہی خجل و خوار سزاوار ہوتا ہے۔ دیکھو ہمارے مخاطب بیچارے تو
ایک شاخ سے کود کر دوسری پر آتے اور یہ فرماتے ہیں۔ **قولہ** رابعاً امام علیہ السلام نے جس طرح سے اصحاب
پر صلوات بھیجی ہے اسی طرح سے تابعین پر بھی صلواۃ بھیجی ہے اور اس میں شک نہیں کہ کتنے تابعین
سے قاتلین جناب سید الشہداء علیہ السلام تھے۔ اور خود اشعث بن قیس کہ کتب رجال طبقہ صحابہ میں
میں مذکور ہے۔ شر کا قتل جناب امیر علیہ السلام سے تھا اور اس کا بیٹا محمد اشعث قاتلین جناب سید الشہداء
علیہ السلام سے تھا۔ پس ہرگز عقل کسی عاقل کی باور نہ کرے گی کہ امام زین العابدین علیہ السلام
اپنے باپ دادا کے قاتلین پر صلوات بھیجیں۔ **اقول** مخاطب جی ہم اس سے بھی آپکو جھٹلاتے اور کاذب بناتے

ہیں۔ اول تو تابعین ہیں سے کوئی قاتلین جناب علی مرتضےٰ وسید الشہدا کا نہیں ہے۔ اور نہ ان کو اشعث وغیرہ نے شہید کیا۔ نہ کوئی اس بات کی سند نہ ثبوت ہے۔ یہ صرف آپ کی زبان کا بہتان ہے۔ دوم امام کے قاتلین بدیقین کو ہم کب مسلمین کہتے ہیں۔ اور کب اس لعین کو تابعین سے جانتے ہیں۔ گو وہ آپ کی طرح زبان سے مسلمان بھی کہلاوے کیونکہ جو ان صحابہ کے اصول اور سنت رسول کے برعکس ہو جاوے اس خراب کو تو حضرت نے خود جواب دیا ہے۔ جیسا کہ فریقین میں یہ حدیث موجود ہے۔ مَنْ تَرَکَ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ حضرت نے فرمایا کہ جو میری سنت کے برخلاف ہو وہ میری امت سے نہیں ہے۔ پس فیصلہ شد۔ سوم حضرت آپ کا مقدمہ تو صرف اصحاب ثلاثہ پر ہے۔ اور آپ کے مناظرے کا بھی یہی سبب ہے۔ سو دیکھ نہ تو انہوں نے کہیں امام کو معاذ اللہ قتل کیا نہ کوئی ان کا تابعین قاتلین ہیں شریک ہوا۔ پھر ان واہیات تباہیاں نے آپ کو کیا فائدہ دیا اور کسی اشعث وغیرہ کے نام لکھنے سے بھی آپ کا کیا کام نکلا اور جو کہا کہ عقل تسلیم نہیں کرتی کہ امام زین العابدین اپنے باپ دادا کے قاتلین پر صلوات بھیجیں جھوٹے بدخصال کا بُرا حال بھلا کون کہتا ہے کہ امام زین العابدین نے اپنے قاتلین پر صلوات بھیجی ہے۔ نعوذ باللہ کیوں ایسی حرکت آمیز باتیں بناتے اور جاہلوں کو سناتے ہو۔ حضرت کے تو سب اصحاب با صواب تھے۔ اور ان کے تابعین بھی تمام اہل دین تھے۔ دیکھو جس طرح سے امام علیہ السلام نے سب اصحاب عالیجناب خصوصاً اصحاب ثلاثہ پر صلوٰۃ بھیجی ہے۔ کہ جس کو ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں۔ اسی طرح سے امام علیہ السلام تو ان کے تابعین کے حق میں بھی خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ بلکہ ان تابعین کا شان بھی تو ایسا مفصل بیان کیا کہ نہ اب کچھ تفسیر کرنے کی حاجت ہے۔ نہ تشریح کی ضرورت ہے۔ صاف صاف ان کے اوصاف کھول کر فرماتے ہیں۔ کہ خداوندا ان کے تابعین کو جزائے خیر دے وہ تابعین جو دعا کیا کرتے ہیں۔ کہ اے پروردگار مغفرت کر ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے ایمان میں سبقت لیگئے ہیں۔ وہ تابعین جو ان کی چال پر چلتے ہیں۔ اور ان کی پیروی کرتے ہیں۔ اور جو اپنا دین ان کے موافق رکھتے ہیں۔ اور جن کا اصحاب سے اتفاق ہے۔ خدایا رحمت نازل کر ان اصحاب کے تابعین پر آج کے دن کہ جس میں ہم ہیں قیامت تک۔ مخاطب جی آپ تو ایک اصحاب ثلاثہ کو روتے پھرتے ہو اور امام علیہ السلام تو جو ان کی پیروی کرنے والے لوگ ہیں۔ تا قیامت تک ان سب پر رحمت فرماتے ہیں۔ اور ان کے واسطے خدا سے جزا خیر کی دعا مانگتے ہیں۔ دین کے صراف بنظر انصاف دیکھیں کہ آیا اس کلام امام کے مطابق کون مذہب ہے۔ یعنے جو اس امام علیہ السلام کی طرح صحابہ پر رحمت اور صلوات بھیجتے ہیں۔ اور جو ان کی پیروی پہ چلتے ہیں۔ اور اپنا دین اُن کے دین کے موافق رکھتے ہیں۔ وہ تابعین ہیں یا کہ وہ بد اوصاف جو اس کلام امام کے برخلاف صحابہ کو تبرا بکتے ہیں۔ اور بجائے رحمت کے اُن پر لعنت بھیجتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا۔ الحمد للہ کہ یہ امام کی دعا اور رحمت خدا

توصرف اہل سنت و جماعت کے نصیب ہوئی آمین یارب العالمین۔ اور بھی اس جگہ تو مخاطب نے بہت کچھ واویلا مچایا کہ حضرت عثمان اور عبدالرحمن وغیرہ کا بھی کچھ قصہ بیان فرمایا۔ مگر اس سے بھی کچھ بن تو نہ آیا کہ کجا اصحاب ثلاثہ کا بیان اور کجا عبدالرحمن وغیرہ پر طعن۔ اس واسطے تو ہم نے اکثر مقام پر ایسے فضول کلام کو ارقام نہیں کیا۔ اور عرض کر دیا کہ ان بیفائدہ لغویات واہیات میں ہماری تضیع اوقات نہ کرو۔ ہاں اگر مزدراس جھوٹے مذکور کا بھی دیکھنا منظور ہو تو اس کو ذرا چوتھی آیت کی بحث شہادت حضرت عثمان میں دیکھ لو کیوں ایسے کچے طعن جھوٹے بہتان کر کے اُلٹا آپ کو پشیمان بناتے ہو۔ ؎ چرا عاقل کند کارے کہ باز آید پشیمانی **قولہ** خامسا۔ اگر امام زین العابدین علیہ السلام کی صلوات میں کل اصحاب مراد ہیں تو یہ قول معارض ہوا جاتا ہے انہیں حضرت کے قول سے جس میں غاصبین خلافت پر وہ لعنت کرتے ہیں۔ جیساکہ اس صحیفہ کاملہ میں دعا یوم الجمعہ میں فرماتے ہیں۔ اللّٰھم ان ھذا المقام لخلفائیک واصفائیک ومواضع امنائیک فی الدرجۃ الرفیعۃ التی اختصصتھم بھا قد ابتزوھا الی ان قال حتی عاد صفوتیک وخلفائیک مغلوبین مقھورین مبتزین یرون حکمک مبدلا وکتابک منبوذا وفرائیک محرفۃ عن جھات اشراعک وسنن نبیک متروکۃ اللھم العن اعداھم من الاولین والاخرین ومن رضی بفعالھم واشیاعھم واتباعھم محصل معنی یہ ہیں کہ خداوندا خلافت تامہ وریاست عامہ جگہ تیرے خلفا اور اصفیا کی ہے اور مقام تیرے امنا کی ہے۔ کہ تو نے مخصوص کیا تھا۔ ان کو ساتھ اس درجہ رفیعہ کے۔ پس چھین لی گئی یہ جگہ ان سے۔ یہانتک کہ ہو گئے برگزیدہ تیرے اور خلفاء تیرے مغلوب و مقہور چھین لیگئے حق ان کے دیکھتے ہی کہ غاصبین نے تیرے حکم کو مبدل کر دیا۔ اور تیری کتاب کو پس پشت کر ڈالا۔ اور تیرے فرائض کو راہ شریعت سے منحرف کر دیا اور طریقہ تیرے نبی کا چھوڑ دیا خداوندا اپنے خلفاء اور اصفیا کے اعدا پر لعنت کر از اولین تا آخرین اور لعنت کر ان پر جو ان کے کاموں پر راضی رہے اور لعنت کر ان کے ہمراہیان اور ان کے تابعین پر انتہٰے پس ضرور ہے کہ ملعونین غیر مرحومین ہوں۔ اور جب ملعونین غاصبین ہیں تو آپ کے ثلاثہ کا مصداق صلوات ہونا ممکن نہیں۔ ورنہ اجماع متضادین و متنافیین لازم آوے گا۔ **اقول** اے دین کے غم خوار خبردار ذرا مکار کے مکر سے ہوشیار رہو کہ یہ کلام مخاطب عالیمقام خود اپنی کتاب سے ارقام فرماتا ہے۔ کہ جس سے حضرت کے خلفاء رضی اللہ عنہما کو الزام لگاتا ہے مگر نہ تو مخاطب کو خود شرم آتا ہے نہ کچھ عقل ہی سمجھ آتا ہے۔ کہ بھلا یہ ہمارے گھر کی باتیں کون مانیگا۔ اور ایسی جھوٹی نظیر کو خصم کب پذیر کرے گا۔ گو یہ بات ہمارے قابل سماعت تو نہیں ہے مگر ہم کو ان کے حال پُر ملال پہ رحم آتا ہے۔ کہ اگر اس ہمارے مخاطب بیچارے کو کوئی اصحاب ثلاثہ کی شکایت کسی ہماری کتاب سے دستیاب

ہو سکتی تو بھ کیوں اپنے گھر کی باتیں ہم کو سناتا اور کیوں اتنا خجل خواری شرم ساری بھی اٹھاتا اس واسطے ہم اس کا بھی کچھ جواب باصواب مخاطب کو سناتے ہیں۔ اور اس حرکت بازی دھوکا سازی کو بھی ہم کھولنا چاہتے ہیں۔ دیکھو اس سے بھی ہم اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان تو ہر کس کو ثابت کر دکھلاتے ہیں۔ حضرت اگر یہ امام کا کلام ہے۔ اور انہیں لفظوں سے انتقام ہے جو آپ نے لکھی ہے۔ تو ان گفتار سے ہمارا تو کوئی انکار نہیں کیوں کہ اس فرمان کا بھی حدیث پچھلی کے مطابق بیان ہے۔ بلکہ اس میں بھی ظاہر اصحاب ثلاثہ کا شان ہے۔ یہ تو عام تمام جانتے ہیں کہ حضرت امامین حسنین کے روبرو یہ خلافت غیر کے ہاتھ آئی یعنی یزید پلید بھی خلیفہ بنے بعد اس کے مروانی بیدین خلافت نشین ہوئے جو غاصبین خلافت تھے۔ کہ جن کو اس کلام میں امام علیہ السلام نے غاصب بتایا اور فاسق فرمایا پھر کیوں اس امام کے کلام کو ناحق خلفائے مصطفےٰ کی نظیر میں تحریر کیا اور کیوں اس میں دیدہ دانستہ بیچارے جاہلوں کو دھوکا دیا۔ دیکھ اوّل تو اس امام کے زمانہ میں یہ خلافت بھی اصحاب ثلاثہ بہرہ نہ تھی۔ اور نہ ان کی اولادیں تھی نہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کسی غیر کو دی تھی کہ جس کسی کام سے امام صاحب تنگ ہو کر اصحاب ثلاثہ کے حق میں یہ کلام کر دی ہو معاذ اللہ۔ دوم یہ بھی ظاہر ہے کہ اس امام کے ایام میں تو خلیفہ بھی مروانی تھے۔ جو بیدین جبراً خلافت نشین ہوئے اور ان کو تمام آئمہ علیہ السلام کے ساتھ عداوت بھی اس قدر تھی کہ انہوں نے اہل بیت رسول اللہ پر معاذ اللہ آپ کی طرح چوراسی برس تبرہ کر لیا اور راہ شریعت سے منحرف ہو گئے نبی کا طریقہ چھوڑ دیا احکام الٰہی سے منہ موڑ دیا جن سے تنگ ہو کر امام علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ خداوندا ان غاصبین نے تیرے حکم کو مبدل کر دیا اور تیری کتاب کو پس پشت کر ڈالا اور تیرے فرائض کو راہ شریعت سے منحرف کر دیا۔ اور تیرے نبی کا طریقہ چھوڑ دیا کہ لعنت کر ان پر جو ان کے کاموں پر راضی ہیں اور لعنت کر اُن کے اُن کے ہمراہیاں اور ان کے تابعین پر۔ دیکھو ان کے حال بداعمال کے مطابق تو امام کی یہ کلام بھی صادق آتی ہے۔ اور اصحاب ثلاثہ کی بدگوئی سے تو تم کو خود جھٹلاتی ہے۔ کیونکہ ایسا تو کوئی بھی فعل معاذ اللہ ان خلفاء رضی اللہ عنہ سے صادر نہیں ہوا۔ کہ جن کا امام نے بیان کیا بلکہ اس سے بھی ان کی تو شان عیاں ہوئی۔ جیسا کہ فرمایا خداوندا خلافت تامہ و ریاست عامہ جگہ تیرے خلفاء اور اصفیا کی ہے یعنی خلفاء اربعہ کی اور مقام امناہی ہے۔ کہ تو نے مخصوص کیا تھا ان کو یعنی خلفاء اربعہ کو ساتھ اس درجہ رفیعہ کے۔ پھر فرمایا۔ کہ خداوندا اُن اپنے خلفاء اور اصفیا کے اعدا پر لعنت کر از اولین تا آخرین تک مخاطب جی دیکھ کہ امام علیہ السلام تو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہما کو خلیفہ برحق بتاتے ہیں۔ بلکہ ان کے دشمنوں پر لعنت فرماتے ہیں۔ لعنت بھی وہ کہ اُن کے ہر عیب جو بدگو کو قیامت تک لعین بے دین

بناتے ہیں آمین ثم آمین پھر آپ بھی اس لعنت سے کہاں جاتے ہو اور اب کیوں منہ چھپاتے ہو۔ سو ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ اگر اس میں یہ اصحاب ثلاثہ نہیں ہیں۔ تو امام صاحب نے یہ جمع کا صیغہ کس کے حق میں فرمایا ہے۔ اور کس کس کو خلفاء اور اصفیاء بنایا ہے۔ کہ اس امام کے آگے تو آپ کے زعم باطل میں ایک ہی جناب امیر خلیفہ گزرے۔ پھر امام نے یہ کس کس کا نام لیا جو کہا کہ خداوندا تو نے مخصوص کیا تھا۔ ان کو بھلا وہ کون تھے۔ کسی کا نام تو فرمائیے۔ نہیں تو آئیے ذرا جھوٹے کو دو چار اور سنائیے۔ دیکھو اس کلام امام کی طرح تو اور بھی تمام آئمہ علیہ السلام اُن خلفاء ثلاثہ کی ثنا فرماتے ہیں۔ اور انہیں کو برحق خلیفہ بناتے ہیں۔ جیساکہ نہج البلاغت میں جناب امیر بھی حضرت صدیق کے حق میں یہ کلمے فرماتے ہیں کہ جس نے پیغمبر کی سنت کو قائم کیا۔ اور بدعت کو دور کیا اور گیا اس دنیا سے پاک دامن کم عیب خلافت کی خوبی پائی اس کے فساد سے پہلے رحلت فرمائی۔ یا جیساکہ امام صادق علیہ السلام نے بھی احقاق الحق میں حضرت صدیق و عمر فاروق کی نسبت یوں فرمایا۔ یہ دونوں امام تھے عادل اور انصاف کرنے والے دونوں حق پہ تھے۔ اور مرے حق پہ دونوں پہ ہو رحمت خدا کی قیامت کے دن۔ مخاطب جی امام زین العابدین کی طرح تو جناب علی مرتضیٰ اور امام صادق علیہ السلام نے بھی تو انہیں اصحاب ثلاثہ کو برحق امام اور خلیفہ فرمایا۔ اور انہیں کو قیامت کے دن بھی مستحق رحمت الٰہی فرمایا اور بھی ان کے عیب جو بدگو کو تو لعین بے دین کہ کر آپ جیسے اعدا بدخواہ کو لعین بنایا۔ پھر کیوں اُن پر آپ نے صلوٰۃ بھیجنے سے انکار فرمایا پس الحمد للہ کہ اصحاب ثلاثہ کا خلفاء اور اصفیا ہونا بھی ہم نے تو تمام آئمہ ہی کے کلام سے ثابت کر دیا۔ اور ان پر امام کا درود اور صلوٰۃ بھیجنا بھی ٹھیک ٹھیک تصدیق ہو گیا۔ خدا کی شان مخاطب کی زبان سے وہی کلام نکلتی ہے کہ جس سے اُلٹا اصحاب ثلاثہ کی شان عیاں ہو جاتی ہے۔ تب ہی تو ہم عرض کر چکے ہیں کہ آپ اس بحث کی ہوس نہ کیا کرو اور نہ اس مناظرے میں قدم دھرو اس سے تو آپ کو خاموش ہی رہنا بہتر ہے ؎ خاموشی کردن بہتر از پشیمانی خوردن۔ ہاں یہ ہمارا کہنا آپ مانتے تو نہیں اور نہ مناظرے سے باز آتے ہو مگر آخر کو اس کا مزا بھی تو پاتے ہو۔ ہم قسمیہ کہتے ہیں کہ ہم نے جہاں تک ان کا مناظرہ دیکھا اور سنا ہے کہیں ثبوت کا تو کیا نام ہر حدیث و آیات کے مقابل تو صرف انہوں نے دشنام بدکلام سے کام لیا اور نکتہ بازی و زبان درازی سے اپنے اتباع کو راضی کیا۔ پس اتنے ہی میں یہ صاحبان آپ کو بڑا مناظرہ دان سمجھتے ہیں۔ پھر اپنے مناظرے کے تو یہاں تک فخریہ گیت گاتے ہیں کہ جب آپس میں دو چار مل جاتے ہیں۔ تو کچھ اپنی کتابوں کے نام لے کر لوگوں کو اس طرح سناتے کہ فلانے ہمارے صاحب نے فلانی کتاب کا جواب دیا ہے۔ اور فلانے نے فلانے کا رد کیا ہے۔ نہ تو کوئی ان کتابوں کو دیکھتا ہے۔

نہ کوئی منصف ہو کر نظر انصاف کرتا ہے۔ صرف ان کے نام ہی سن کر خوشی کے مارے تالیاں بجاتے بجاتے بیدم ہو جاتے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ اس فرقے بے حیا ابن سبا کو نہ کچھ خدا کا خوف ہے نہ رسول کا لحاظ نہ آنکھ میں شرم نہ ایمان کا پاس اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اکثر جہان دنیا سے قدردان چلے تو نہیں گئے۔ جب دیکھیں گے تو کیا کہیں گے۔ مہاحثہ یا طفلوں کا ہانسہ۔ ارے اس سچ اور جھوٹ کا میزان تو صرف خدا کا قرآن ہے۔ اور بعد اس کے ہمارے حضرت کا فرمان و آئمہ علیہ السلام کا کلام ہے وہ بھی وہ کہ جن کا قرآن کے مطابق بیان ہے۔ سو حضرت قرآن پر آپ کا ایمان تو آپ ہی جانتے ہو اور جو حضرت کی احادیث اور اقوال آئمہ کا حال کرتے ہو۔ وہ بھی آپ کو اچھی طرح معلوم ہے اگر ایک اصحاب ثلاثہ کی عداوت اور دشمنی کو آپ چھوڑ دیں تب تو ایمان میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ کیونکہ نہ تو پھر خدا کے قرآن کو بیاض عثمانی کہا جاتا ہے۔ نہ کہیں حضرت کی حدیث پر انکار آتا ہے۔ نہ اہل بیت رسول اللہ کی کوئی ہتک کرنی پڑتی ہے نہ کسی امام کو تقیہ وغیرہ کا الزام لگایا جاتا ہے۔ اسی واسطے تو ان صحابہ کی محبت میں ہر شخص کامل ایمان پاتا ہے۔ اور ان کا دشمن جہنم کو جاتا ہے پس ہمارا تو اتنا ہی کہ دینا ہے۔ آگے مانو نہ مانو تم آپ ہی جانو۔

> حضرت کی دعا سے عمر فاروق کا ایمان لانا۔ اور اس کی بحث

اب ہم ان کے اس طعن کا بیان کرتے ہیں جو حدیث ان کی کتاب بحار الانوار میں ہے کہ عمر فاروق کا ایمان خدا نے حضرت کی دعا سے عطا فرمایا۔ وہو ہذا۔ عَنِ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِاَبِي جَهْلِ بْنِ هُشَامٍ یعنی امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا سے دعا مانگی کہ الٰہی عزت دے اسلام کو عمر بن خطاب کے اسلام لانے سے یا ابوجہل کے مسلمان ہونے سے پس اس کا مخاطب عالیجناب یہ جواب دیتے ہیں۔ **قال المخاطب** متعصب العظیم مرحبا مرحبا جزاک اللہ زبان ناطقہ آپ کی مدح وثنا دینداری میں قاصر ہے۔ اور طائر وہم خیال ادراک مدارج دیانت شعاری میں خاسر آپ آپ سے چالاک ہیں۔ کہ دن دہاڑے آنکھوں میں خاک ڈالتے ہیں۔ حیا و غیرت کو بالائے طاق رکھ کر جو جی چاہتا ہے۔ بے پرواہ منہ سے نکال دیتے ہیں۔ آپ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ بحار الانوار کو کون دیکھے گا جو میری قلعی کھولے گا۔ اب فرمائیے کہ فریب عوام کس کا کام ہے۔ اور اگر یہ فریب نہیں تو پھر فریب کس جانور کا نام ہے۔ آپ نے بیان مقدم اس حدیث کا اور مؤخر اس کا کیوں چھوڑا خیانت کس کو کہتے ہیں۔ سوا اس کے کیا کوئی خیانت کی دم لگی ہوتی ہے۔ غایت اعتذار مخاطب حماقت شعار کا ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ فرمائیگا کہ چونکہ ہماری مرضی کے موافق نہ تھا۔ ہم نے چھوڑ دیا۔ اس وقت میں ہم یہ عرض کرینگے کہ آپ کو خیانت سے بچنے کے لئے ضرور تھا کہ پہلے آپ کل عبارت نقل کرتے۔ اور جو آپ کے خلاف مرضی مبارک تھا اس کی طرف اشارہ کرتے کہ

فلاں فلاں الفاظ شیعوں کے بڑھائے ہوئے ہیں - ہم اس کو نہیں مانتے تب اس وقت ہم آپ کو یہ جواب دیتے
کہ مثل آپ کے ہر مشرک بت پرست کہہ سکتا ہے - الثالثۃ جزء کلام اللہ میں جزو خوبی پر ہمارے بتوں کی
دلالت کرتا ہے - کہ خدا خود اقرار اُن کی جزیت کا کرتا ہے - باقی ہمزہ استفہام لفظ اور ام مسلمانوں کی بڑھائی بات
ہے - ہم اس کو نہیں ملنتے اور بھی مثل آپ کے ہر نصرانی کہہ سکتا ہے - کہ خدا خود قائل تثلیث ہے اور
اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ فرماتا ہے - اور ہر یہودی مثل آپ کے کہہ سکتا ہے - عزیر ابن اللہ قرآن میں موجود ہے -
اور لفظ قالو وقالت الیہود مسلمانوں کی بڑھائی بات ہے - فما ھو جوابکم فھو جوابنا - لیکن آپ نے اصل
عبارت حدیث کی - .. چھوڑ دی تو آپ ہی انصاف سے اپنے سر مبارک کی قسم کھا کر فرمائیے - اس کو سوا
جھٹلپن اور دغابازی کے کیا کوئی کہے گا - اب ہم آئے اصل مطلب پر تفسیر آیت و انی ھذا ایہ ما اشھدتم
خلق السموات والارض ولا خلق انفسھم وما کنت متخذ المضلین عضداً کا ذکر کرتے ہیں پس
اوّل معنے لفظی اس کے بیان فرمائیے - اور بعض تفاسیر جو مستند معصوم نہ تھیں ان کا ذکر کیا پھر شان نزول
آیت میں روایت امام باقر علیہ السلام کی بایں الفاظ ہے ذکر کیا عَنِ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَعِزِّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِاَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ فَاَنْزَلَ
اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ یعنے ہمارا انتہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے شان نزول آیت مذکورہ یوں مروی
ہوئی - کہ جناب رسول خدا نے فرمایا - کہ اعانت کر اسلام کی ساتھ عمر بن خطاب یا ساتھ ابی جہل کے پس خداوند
تعالیٰ نے جواب میں اپنے پیغمبر کے اس آیت کو نازل فرمایا مدعا یہ کہ مراد لیتا ہے جناب باری اس آیت سے
انہیں دونوں یعنے عمر اور ابو جہل کو پس محصل معنی مقصود از آیت شریفہ بنا بر اس شان نزول کے
یہ ہوئی - کہ جناب رسول خدا نے درخواست اعانت اسلام ساتھ عمر اور ابو جہل کے کی جناب باری تعالیٰ نے
جواب میں فرمایا - اے پیغمبر میرے میں نے نہیں حاضر گردانا کفار اور مشرکین عرب کو یا شیاطین جن و انس
کو وقت پیدا کرنے آسمانوں اور زمینوں کے اس طرح سے کہ اُن سے اعانت خواہ ہوں - اور نہ وقت
پیدا کرنے ان کے نفسوں کے اس طرح کہ بعض کے پیدا کرنے میں بعض سے اعانت خواہ ہوں یعنے کفار کی حالت
غیب اور عدم میں جب میں نے اتنے بڑے کارہائے عظیم مثل پیدائش زمین و آسمان اور خلقت
انس و جان کے کہ میں تو کسی امر ہی میں محتاج اعانت کسی شخص کا نہیں ہوں - پس میں اعانت اسلام
ان کی اور ڈھکی سے کیوں کرانے لگا - حالانکہ کبھی نہ تھا - میں لینے والا مضلین کو معین اور مددگار
کسی امر میں یہ تھا - محصل مقصود عبارت بحار الانوار کا اب یارو مخاطب خائن کے تصرفات پر بنظر
انصاف نظر کرو کہ ہمارے حضرت نے مضمون آیت فی ہذا یہ کو تو بالکلیہ صدر سے بدر کر کے بعد آخر

حدیث سے فانزل اللہ ھٰذہ الاٰیۃ یعنی ہاکو بالکلیہ کھا گئے اور کس طرح کھا گئے۔ کہ اس کی بوتک باقی نہ رکھی اور تصرفات ترجمہ آگے معلوم ہونگے۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ جب چوری آپ کی کھل گئی تو بجز خسر الدنیا والاٰخرہ کے آپ کے کیا ہاتھ آیا۔ **اقول** والستعین بالرب الکریم آپ کی کہابات دھوکے باز تو ایسے ہو کہ مداری کی طرح دن دہاڑی رسی کا سانپ بنا دکھلاتے ہو۔ اور چالاک بھی وہ کہ بلی کے کان شبیر کو اور شبیر کے بلی کو لگاتے ہو۔ اور ٹھٹھے باز بھی ایسے کہ کہیں نقّال کی بھی مجال نہیں ہے۔ کلام بھی ایسی معما کہ انسان تو کیا۔ کوئی جن بھی سمجھ نہ سکے تیز زبانی تو خود بھی ہندوستانی ہو۔ اور آپ کی ہوشیاری تو منطقی بھی بڑے بھاری ہو۔ مگر دشواری لاچاری تو یہ ہے۔ کہ ایک ثبوت کے بالکل عاری ہو۔ تبھی تو یہ بحث آپ کو نحس پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ جتنا اس میں آپ انکار فرماتے ہو۔ اتنا ہی زیادہ خجل وخواری پاتے ہو۔ کیوں اپنی باتیں ناحق ہمارے ذمہ لگاتے ہو۔ ہمارے تو کسی بھی علماء نے آپ کی طرح کہیں آیت یا حدیث کا معنے بیجا نہیں کیا نہ کرتے ہیں اور آپ نے تو کسی بھی آیت وحدیث کو بغیر خیانت کے سلامت نہیں چھوڑا یہانتک کہ کسی کو جھٹلایا اور کسی کا معنے غلط بنایا اور کسی کو چور کیطرح توڑ پھوڑ کر "لاتقربو الصلوٰۃ" کا لفظ لکھ لیا "وانتم سکاریٰ" کو چھوڑ دیا۔ اور بھی کچھ بن نہ آیا تو کسی کے پیچھے کوئی دُم لگایا۔ آپ فرمائیے کہ خیانت اور دھوکے کی یہی علامت ہے یا نہیں۔ اور اپنا الزام دوسرے کو لگانا حماقت بھی اسی کا نام ہے یا نہیں۔ ہم کو تعجب تو یہ آتا ہے۔ جو مخاطب فرماتا ہے۔ کہ تم نے اس حدیث کا مقدم ومؤخر کیوں چھوڑا پھر آپ بھی اس حدیث کو انہیں لفظوں سے نقل کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے لکھا ہے۔ کہ امام باقر علیہ السلام روایت کرتے ہیں۔ کہ پیغمبر خدا نے دعا مانگی۔ کہ الٰہی تو اعانت کر اسلام کی ساتھ ایمان لانے عمر بن خطاب کے یا ساتھ ابوجہل بن ہشام کے پس امام کی تو اتنی کلام ہے۔ کہ جس کو تو ہم نے بھی ارقام کیا اور جو آپ نے اس حدیث کی نظیر میں ما اشھدتھم خلق السمٰوات والارض۔ کو تحریر فرمایا۔ اور اسی کو اس حدیث کا مقدم مؤخر بھی بنایا سو یہ محض آپ اور آپ کے علماء کا جھوٹ ہے۔ بھلا جھوٹوں کو ہم کہاں تک جھٹلائیں۔ اور کب تک آپ کا پوچ چھپائیں۔ کہ نہ تو آپ کچھ خدا سے ڈرتے ہیں۔ نہ لوگوں ہی سے شرم کرتے ہیں۔ اتنا بھی آپ خیال نہیں فرماتے۔ کہ اس میری جھوٹی مثال کو دیکھ کر کوئی کیا کہے گا۔ امام کو الزام لگائے گا۔ یا ہم کو جھوٹا بنائے گا۔ کہ کہا اس حدیث میں حضرت عمرؓ کا ایمان لانا اور کہا اس آیت ما اشھدتم کا معنے اور کہا اس میں آپ کا راگ بھاگ گانا۔ دیکھ ہم اس آیت کا معنے اور آپ کا ترانا بھی لکھ کر اہل انصاف کے پیش کرتے ہیں۔ پھر جھوٹے بداندیش کا دل ریش کرتے ہیں۔ چنانچہ شان نزول اس کا یہ ہے

کہ کافروں کے ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ جنوں کو علم غیب کا واقف جان کر ان کی پرستش کرتے تھے
اس لئے حق تعالے نے اس آیت کو ان کی مذمت میں بھیج کر ہم ہر کس کو ان کی متابعت سے منع فرمایا۔
وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ط کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ
رَبِّہٖ ط اَفَتَتَّخِذُوْنَہٗ وَذُرِّیَّتَہٗٓ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَھُمْ لَکُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ۵ مَآ
اَشْھَدْتُّھُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِھِمْ وَمَا کُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ عَضُدًا ۵
یعنی جب کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا مگر شیطان تھا جن کی قسم سے
وہ نکل بھاگا اپنے رب کے حکم سے اور اے لوگو اب تم ٹھہراتے ہو ان کو یعنی شیطان اور اس کی اولاد کو
اپنا دوست سوا میرے کہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ صریح برا ہے ظالموں کے واسطے بدلا۔ کیا نہیں دکھایا
میں نے بنانا آسمانوں اور زمینوں کا اور بنانا انکا یعنی زمین و آسمان اور ان کے بنانے میں میرا کوئی
شریک نہیں ہے۔ اور نہیں ہوں پکڑنے والا گمراہوں کو جو شیطان اور اس کی اولاد ہیں وسیلہ یعنی میں
پیدا کرنے میں یار و مددگار سے بے نیاز ہوں۔ تو پھر کیوں ان کو میری عبادت میں شریک کرتے ہو
فقط پھر تم نے کیوں اس آیت کو ناحق اس حدیث کی نظیر میں تحریر کیا اور کیوں کہا کہ مراد لیتا ہے
جناب باری اس آیت سے انہیں دونوں یعنی عمرؓ اور ابوجہل کو جھوٹے بد دیانتی پر خدا کی لعنت۔
ذرا اس آیت کے ساتھ وہ آپ کی مراد کا معنے تو ملائیے۔ اور ان دونوں کا کہیں نام و نشان بھی
دکھلائیے نہیں تو پس جھوٹے کا منہ سیاہ بنائیے۔ تعجب تو یہ آتا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام تو حضرت عمرؓ کے
کے ایمان لانے کی دعا مانگیں۔ اور خدا اس کے جواب میں ہمکو جنوں کی متابعت سے منع کرے۔
یا تو خدا نے اُس حضرت کی دعا کو اچھی طرح نہیں سمجھا یا فاروقی دبدبہ سے ڈر کر تقیہ کر لیا ہو۔
اگر یہی کہو تو پس سلام ہے اس خدا کو بھی جو حضرت عمرؓ خطاب سے ڈر کر سوال گندم
جواب چنے کا دیوے۔ کیوں اس طرح قرآن کے غلط معنے بناتے ہو۔ اور کیوں اس طرح
خدا پر بھی طعن کر کے اپنا ایمان گنواتے ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر خدا تعالے اس حضرت کی دعا
کو قبول نہ فرماتا۔ اور حضرت عمر کو داخل اسلام کرنا نہ چاہتا۔ تو اس طرح صاف کہ دیتا۔ جیسا کہ ہمارے
حضرت نے اپنے چچا کے لئے دعا مغفرت مانگی تھی تو حکم ہوا مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْٓا اُولِیْ قُرْبٰی یعنی نہیں ہے واسطے
نبی کے اور ایمان والوں کے کہ مغفرت مانگیں واسطے مشرکوں کے اگرچہ ہوویں قرابت والے
یا جیسا کہ حضرت نوح نے اپنے بیٹے کے حق میں دعا نجات کی تو حکم ہوا اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ

اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ ؕ یعنی وہ نہیں ہے تمہارے اہل میں سے کہ کام اس کے بُرے ہیں۔
پس نہیں ہے وہ خلاصی پانے والا یا جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے واسطے ایمان
لانے کی دعا مانگی تھی تو فرمایا وَلَا تَسْتَغْفِرْ لِاَبِیْ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الضَّالِّیْنَ ؕ یعنی نہیں ہے واسطے
اس کے بخشش کہ تحقیق وہ گمراہوں میں سے ہے۔ پس اگر خداوند غفور اس حضرت کی دُعا کو بھی
نامنظور کرتا تو ضرور ماکان للنبیؐ کہ کر منع کر دیتا۔ اور حضرت نوح اور ابراہیم کی طرح صاف صاف فرما دیتا
کہ میں ہرگز مشرک اور کافر کو ایمان عطا نہیں کرتا۔ اور حضرت عمر بھی ابوجہل کی طرح حضرت کی اس
اس دعا پر ایمان نہ لاتے۔ پس جب خدا نے ایسا نہیں کہا۔ اور نہ کوئی اس طرح کی آیت فرمائی۔
تو صاف معلوم ہؤا کہ اس حدیث کے پیچھے فَاَنْزَلَ اللّٰہُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ کا کلمہ ہرگز امام باقر علیہ السلام نے
نہیں فرمایا یہ صریح تمہارے علماء کا جھوٹ ہے۔ کیوں اس میں ناحق امام کو بھی بدنام کرتے ہو حضرت
یہ تو جاہل بھی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ یہ تو محض آپ کی نئی گھاڑت اور زائد عبارت ہے۔ کیونکہ اوّل
تو ممکن نہیں ہے۔ کہ امام علیہ السلام ایسی جھوٹی نظیر تحریر کرے۔ کہ جس کا حال دیگر مثال دیگر ہو۔
دوم ارے امام کی غلط کلام نہیں ہوتی۔ کہ امام صاحب حضرت عمر کے ایمان لانے سے انکار فرمائے
پھر وہ اظہر من الشمس ایمان لائے بھلا ایسا جھوٹ امام کب ارقام کرتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ اور بھی
اس مقام پر کسی نصرانی اور یہودی وغیرہ کے نام لکھنے سے آپ کا کیا کام نکلا۔ ہاں کچھ اپنے پوچ
کو تو چھپایا۔ مگر ایسے صریح جھوٹ لکھنے میں تو آپ کو خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بنایا گیا ہاتھ
آیا۔ اور بھی اس مکان پر تو مخاطب نے اپنی زبان کو اس قدر دوڑایا۔ کہ ناحق تین چار اوراق
کو سیاہ بنایا۔ مگر واہی تباہی کے سوا تو اور کچھ بھی ظہور میں نہ آیا۔ اس واسطے اس فضول بے حصول
کا لکھنا دل نے قبول نہ کیا صرف اس کا یہ خلاصہ لکھ دیا۔ جیسا اوّل مخاطب نے کہا کہ ہرچند اس رسول خدا
کی درخواست سے بھی مساوات حضرت عمرؓ کے ساتھ کفر ابوجہل کے ثابت ہوئی۔ دوم۔ جناب
رسول خدا سے ایسے امر کی درخواست واقع ہونا جو قابل درگاہ خدا نہ ہو۔
ایک امر بیجا واقع ہؤا۔ سوم کہا کہ سوال انبیاء علیہ السلام گاہ بامید اجابت ہوتا ہے اور گاہ بمصلحتاً
ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسےٰ نے سوال رویت کیا تھا۔ پس اگر کہئے کہ یہ سوال حضرت موسےٰ نے
مرجو الاجابت جان کے کیا تھا۔ تو کمال جہل حضرت موسےٰ کا معاذ اللہ لازم آتا ہے۔ اس سے صاف
سمجھا جاتا ہے۔ کہ یہ سوال حضرت موسےٰ کا بامید اجابت نہ تھا۔ بلکہ مصلحتاً تھا۔ اسی طرح یہ درخواست
ہمارے حضرت کی بھی اعانت کفار مصلحتاً تھی نہ کہ دعا مرجو الاجابت تھی جواب بھلا ایسے علیق سوال

دقیق کس کی سمجھ میں آسکتے ہیں۔ اور ایسے بیان منطقی گمان بھی آپ کے سوا اور کون جان سکتا ہے۔
کیوں ایسے وہمی خیال دوڑاتے اور لوگوں کو سناتے ہو۔ کہ نہ تو ان سے بھی کچھ آپ کو فائدہ پہنچا۔
نہ کوئی مطلب حاصل ہوا۔ پھر کیوں ان بیفائدہ لغویات میں بھی اپنی تضیع اوقات کی۔ ہم کہتے ہیں کہ
یہ سب بات بھی آپ کی تب قابل سماعت ہوتی۔ کہ جب حضرت عمر بھی ابوجہل کی طرح ایمان نہ لاتے
اور ہمارے رسول کی بھی دعا قبول نہ ہوتی۔ مگر جب حضرت کا ان کے حق میں دعا فرمانا۔ اور ان کا
اس پر ایمان اظہر من الشمس عیاں ہے۔ پھر تو وہ آپ کی بات مساوات وغیرہ سب خاک میں مل گئی
اور مرجو الاجابت کی نظیر و مصلحتاً وغیرہ تحریر بھی سب شتر کا گوز ہو کر اڑ گئی۔ پھر یہ آپ کی واہی
تباہی کس کام میں آئی۔ پس ان سب بات لغویات کا تو یہ ایک ہی جواب کافی اور وافی ہے۔
دوم جو آپ نے کہا کہ اگر خدا انبیاء کی دعا کو رد کرے تو ایک امر بیجا واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ پیغمبر پر
جہل اور خطا لازم آتا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ آپ کا ایمان اور ہے زبان اور ہے عقائد میں تو آپ
خطا سے۔ ہر انبیا کو کفر تک پہنچاتے ہیں۔ کہ جن کا پچھلے مکان بحث تقیہ میں بیان ہو چکا ہے پھر زبانی
لوگوں کو اس طرح سُناتے ہیں۔ کچھ شرم بھی آتی ہے یا نہیں۔ خیر حضرت موسےٰ کے رب ارنی کہنے
کو بھی جانے دو۔ مگر حضرت آدم کی بھی خطا سے انکار کرو گے یا حضرت یوسف کے بھائیوں کا حال
چھپاؤ گے۔ یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہذا ربی کہنے میں کوئی تاویل بناؤ گے یا حضرت موسےٰ نے
جب خضر علیہ السلام سے بدگمان ہو کر تین بار وعدہ خلاف کیا یا جب حضرت موسےٰ اپنے بھائی ہارون
علیہ السلام پر خطا کا اشتباہ کر کے اس پر غصے ہوا۔ اور حضرت یونس علیہ السلام و داؤدؑ کا قصہ
موجود ہے۔ اور ہمارے سید المرسلین و حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دعا مانگنا بھی خود قرآن
میں عیاں ہے۔ پھر ان سب فرمان خدا کو تو آپ کہاں تک چھپاؤ اور جھٹلاؤ گے۔ کیوں ایسی بھوٹی
باتیں بناتے اور جاہلوں کو سناتے ہو۔ اور کیوں اس طرح منکر قرآن بھی ہو کر اپنا ایمان گنواتے
ہو۔ اور جو آپ فرماتے ہو کہ سوال انبیاء علیہ السلام گاہ بامید اجابت ہوتا ہے۔ اور گاہ بمصلحتاً ہوتا ہے۔
تو ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔ کہ جب حضرت نوح نے اپنے بیٹے کے لئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے اپنے باپ کے واسطے ایمان لانے کی دعا مانگی تھی اور ہمارے رسول کی بھی دعاء اپنے چچا کے حق
نہ قبول ہوئی۔ تو فرمائیے کہ یہ دعا پیغمبروں کی بامید اجابت تھی یا مصلحتاً اگر بامید اجابت تھی
تو کیوں منظور نہ ہوئی اگر مصلحتاً تھی تو ان انبیا اولوالعزم نے معاذ اللہ کس کے کہنے پر یا
کس کی حجت رفع کرنے کو یہ جھوٹے سوال کئے تھے۔ کیوں ایسے خام مسئلے بیان کر کے پیغمبروں

کو بھی الزام لگاتے ہو۔ اور کیوں اس طرح قرآن خدا کے فرمان کو بھی جھٹلاتے ہو۔ حضرت یہ
تو حضرت عمر کے حق میں اپنے رسول کی دعا خدا نے قبول کی۔ مگر ہمارے نزدیک تو عدم قبولیت
دعا میں بھی کسی انبیا کی کوئی ہتک و خطا نہیں ہے۔ کیونکہ سب پیر پیغمبر اس شاہنشاہ کی بارگاہ میں عاجز
ہیں وہ کل کا مالک اور خالق ہے۔ خواہ کسی کی دعا یا حاجت روا کرے یا نہ کرے۔ سب اس کی رضا پر راضی
برضا ہیں۔ ہاں اگر آپ نہونے قبول دعا میں انبیاء کی خطا جانتے ہو۔ تب تو بقول تمہارے یہ سب کے
سب پیغمبر اولی العزم گناہگار ہو گئے۔ کہ جن کی دعا کو خدا نے قبول نہ کیا۔ اور جواب دیا پھر اہل سُنّت
کا نام کیوں بدنام کرتے ہو۔ اس طرح تو تم نے کسی بھی انبیاء کو خطا سے خالی نہ چھوڑا۔ نہ قرآن کی
تکذیب سے منہ موڑا۔ پس حکمت علی بھی اسی کو کہتے ہیں۔ اور دانا دشمن کا بھی یہی معنیٰ ہے۔ کہ
ظاہر تو پردہ محبت کا لیا اور اندرون ان کی دشمنی کو پورا کیا۔ **قولہ** اب ہم آپ کی مرضی کے موافق
قطع نظر کرتے ہیں۔ اوّل و آخر حدیث بحار اور لفظ مضمون دعا پر اختصار کرتے ہیں۔ تب بھی آپ کا
مطلب کہ ایمان عمر ہی اس دُعا سے نہیں ثابت ہوتا۔ اس لئے کہ اگلے پیغمبروں نے بھی کفار کے حق
میں دعا کی ہے۔ کہ آیات اور روایات آپ کے مذہب کی ثابت ہے۔ حالانکہ کچھ مفید مدعولھم کے
حق میں نہ ہوئی۔ پس اسی پر قیاس کر لیجئے۔ حال اس دعا کا جو حق کافرین جاہدین میں ہوئی ایک
حضرت نوح ہیں۔ انبیا اولی العزم سے کہ اپنے بیٹے کے حق میں دعائے نجات کی بقول خود رَبِّ
اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ اور جناب باری تعالٰے نے جواب میں فرمایا اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ
اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَاتِ اور دوسرے حضرت ابراہیم خلیل
الرحمٰن کہ انہوں نے اپنے باپ کی نجات کا سوال کیا بقول خود اغفر لابی انہ کان من الضالین
طرفہ یہ کہ اگر سوال فقط دُنیا ہی میں ہوتا۔ تو بقول آپ کے ممکن تھا۔ کہ فرشتے مثل حضرت عمرؓ کے چوٹی
کھینچ کر داخل مسلمانی کرتے۔ اور خدا بھی اس ایمان جبری کو قبول کر کے بخش دیتا۔ لیکن ماجرائے حیرت
افزا یہ ہے۔ کہ دنیا سے لیکر آخرت تک حضرت ابراہیم کو اصرار رہا جب بھی خدا نے نہ مانا چنانچہ صحیح
بخاری میں ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ عَنِ النَّبِیِّ قَالَ یَلْقٰی اِبْرَاهِیْمُ اَبَاهُ اٰزَرَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ
وَعَلٰی وَجْهِ اٰزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ فَیَقُوْلُ لَهٗ اِبْرَاهِیْمُ اَلَمْ اَقُلْ لَكَ لَا تَعْصِنِیْ فَیَقُوْلُ اَبُوْهُ فَالْیَوْمَ لَا اَعْصِیْكَ
فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اِنَّكَ وَعَدْتَنِیْ اَنْ لَا تُخْزِیَنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ فَاَیُّ خِزْیٍ مِنْ اَبِیْ الْاَبْعَدِ فَیَقُوْلُ
اللّٰهُ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَی الْكَافِرِیْنَ اور قریب اسی کی تفسیر درمنثور میں بھی ہے۔ پس جب سوال
حضرت نوح اپنے بیٹے کے حق میں اور سوال حضرت ابراہیم کا اپنے باپ کے حق میں نہ قبول ہوا۔ تو سوال

جناب رسول خدا بھی اگر کافرین اجنبین کے حق میں نہ قبول ہؤا تو کیا قباحت ہے۔اور اگر کوئی کہے کہ عدم قبولیت دعا ان پیغمبروں کی تو آیات اور روایات سے ثابت ہے۔ بخلاف دعا جناب رسول خدا کے ایمان لانے عمر سے قبولیت اس کی ثابت ہو گئی۔ تو ہم کہیں گے کہ اولاً ایمان عمر تو اول بحث ہی ہماری آپ کے درمیان میں ہے۔ آپ ایمان عمر بقبولیت دعائے جناب رسول خدا ثابت کیا چاہتے ہیں۔ پس اگر قبولیت بایمان عمر ثابت کیجئے گا تو دور مصرح لازم آوے گا۔ کہ جس میں کسی طرح اظہار نہیں ہے۔ اور ثانیاً لا نسلم علت ایمان عمر استجابت دعا تھی۔ اس لئے کہ دعا حق کفار میں مرجو الاجابت ہوتی ہی نہیں۔ اگر ہوتی بھی ہے تو قبول ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ علت ایمان وہی طمع دنیا تھی جو دیگر منافقین کے لئے باعث ایمان ہوئی۔ اور اگر فرضی مقارنت بین الدعا و ایمان العمر کی جاوے تو یہ مقارنت اتفاقی ہے۔ جیسی درمیان شرطیہ اِن کَانَ اَلْحِمَارُ نَاہِقًا فَالعُمَرُ نَاطِقٌ کے ہے۔ اور ثالثاً غایت ما فی الباب ثبوت نہیں ہے۔ مگر اسلام ظاہری کا وھو لیس من حقیقۃ الایمان فی شیئ خصوصاً بنظر بعبارت حملہ حیدری کہ اس مقام پر آپ نے اپنا مستند ٹھہرایا۔ اس میں تو صاف صاف موجود ہے کہ ایمان لانا بہ طمع دنیا بقول کاہن تھا۔ اور ہم نے رد ایمان ابوبکر میں بتوضیح تمام ثابت کیا۔ کہ ایسا ایمان کفر ہے۔ بلکہ بدترین کفر ہے۔ **اقول** ہمارے مخاطب بیچارے کی عقل پر تعصب کا ایسا پردہ پڑا ہے۔ کہ جس نے آنکھوں سے اندھا اور کانوں سے بہرہ کر دیا ہے۔ نہ کسی دوسرے کی بات سنتے ہیں نہ کچھ عقل سے سوچتے ہیں۔ نہ اپنے نفع کو دیکھتے ہیں نہ نقصان کو سمجھتے ہیں۔ دیوانوں کی طرح ایک ہی بات جو منہ میں آتی ہے۔ بکے جاتے ہیں۔ اتنا بھی خیال نہیں فرماتے۔ کہ یہ تو خصم کا دعوے ہے جسکو ہم تسلیم کرتے جاتے ہیں۔ حضرت ہم بھی تو یہی کہتے ہیں۔ کہ اگر حضرت عمرؓ کے حق میں بھی ہمارے رسول کی یہ دعا قبول نہ ہوتی تو حضرت نوح اور ابراہیم کی طرح جناب باری صاف صاف جواب دیتا اور کہتا کہ میں ہرگز منافق اور کافر کو ایمان عطا نہیں کرتا۔ اور نہ اس دعا سے ان انبیا کے بیٹے اور باپ کی طرح حضرت عمر بھی ایمان لاتے۔ پس جب حضرت کی دعا سے عمر فاروق کا ایمان خدا نے عطا کر دیا۔ اور اسلام میں داخل کر لیا۔ تو پھر اس جھوٹی نظیر بیفائدہ تحریر سے آپ کو کیا فائدہ ملا۔ اور اس مقام پر بخاری و درمنثور کے نام لکھنے سے بھی آپ کا کیا کام نکلا۔ اور مرجو الاجابت و مصلحتاً کا اذکار بھی آپ کے کیا دکار آیا۔ مخاطب بیچارہ تو بہت کچھ باتیں بناتا اور اپنا پوچ چھپاتا ہے۔ مگر خدا کی رضا چھپ نہیں آتا حیض والی عورت کی طرح ایک پلا چھپاتا ہے۔ تو دوسری طرف سے عیب ظاہر ہو جاتا ہے۔ کبھی تو اس دعا کی قبولیت سے بالکل انکار کر دیتا ہے۔ اور کبھی وہ نظیریں دیتا ہے۔ کہ جن سے تو خود بخود ہمارے دعوئے کا اقرار

ہو جاتا ہے۔ جیسا کہتا ہے کہ جب سوال حضرت نوح اپنے بیٹے کے حق میں اور سوال حضرت ابراہیم اپنے باپ کے حق میں نہ مقبول ہؤا تو کیا قباحت ہے۔ **جواب** جھوٹا کذاب ہمیشہ خراب کون کہتا ہے۔ کہ ہمارے رسول کا یہ سوال تو نہ قبول ہؤا۔ ہاں اگر نہ بھی ہوتا تب بھی کوئی قباحت تو نہ تھی۔ مگر حضرت نوح اور اور ابراہیم کا سوال تو نہ قبول ہؤا۔ جو قرآن میں بھی عیاں ہے۔ اور نہ ان کا بیٹا اور باپ ایمان لائے۔ اور دیکھ ہمارے رسول کا سوال تو فی الحال ایسا مقبول ہؤا کہ اسی وقت آپ کی دعا سے حضرت عمر کا ایمان عطا ہؤا۔ تو پھر اُن انبیاء اور اس ہمارے حضرت کی دعاء میں کیا نسبت ہوئی۔ بلکہ اس میں تو زمین و آسمان کفر اور ایمان کا فرق ہے۔ پھر کیوں بار بار اس نظیر کو تحریر کیا۔ اور کیوں ایسی مُہمل باتیں بنا کر بیچارے جاہلوں کو دھوکا دیا۔ اور جو کہا کہ دعا حق کفار میں مرجو الاجابت ہوتی ہی نہیں۔ اگر ہوتی ہے تو قبول ہی نہیں ہوتی۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر نہ ہوتی یا قبول ہونے کی امید نہ ہوتی تو کیوں حضرت نوح و ابراہیم علیہ السلام اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خدا سے یہ دعا مانگتے تھے۔ کیا وہ آپ جیسا علم خدا کے واقف نہ تھے۔ یا وہ اتنا جانتے نہ تھے۔ کیوں ایسی باتیں بناتے ہو۔ کہ جن سے انبیا اولی العزم کو بھی الزام لگاتے ہو۔ پس جب ان کا خدا سے دعا مانگنا ثابت ہے۔ تو پھر یہ دلیل تو آپ کی ذلیل ہو گئی۔ باقی رہا یہ امر جو کہا کہ قبول ہی نہیں ہوتی۔ حضرت ہم اس آپ کے مالیخولیئے مزاج کا کیا علاج کریں۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ خدا جس کو کفر سے نکالنا نہیں چاہتا۔ تو نہ اس کے حق میں کوئی دعا قبول ہوتی ہے۔ نہ اس کو ایمان عطا ہوتا ہے۔ تو پس اب اسی میں آپ دیکھ لیجئے اور نظر انصاف کیجئے۔ کہ اگر خداوند غفور کو معاذاللہ حضرت عُمر کا کفر میں رکھنا منظور ہوتا۔ تو حضرت نوح اور ابراہیم کی طرح نہ خدا یہ اپنے حبیب کی دعا مجیب کرتا نہ اس دعا سے ان کے باپ بیٹے کی طرح حضرت عمرؓ بھی ایمان لاتا پس جب حضرت کا ان کے حق میں دعا فرمانا اور اس دعا سے حضرت عمرؓ کا ایمان لانا نصف النہار ثابت ہے۔ تو پھر یہ آپ کی واہی تباہی تو سب باد گولاہوائی ہو کر اُڑ گئی اور کوئی نفاق وغیرہ کا طعن باقی نہ رہا۔ کیونکہ اس دعا مصطفےٰ نے تو ان کا کامل الایمان اور سچا مُسلمان بھی ہونا ثابت کر دیا۔ اور ان کے عیب جو اور بد گو کو بھی جھوٹا کیا جب مخاطب نے دیکھا کہ یہ انکار تو کوئی بھی ہمارے در کار نہ آیا۔ تب لاچار ہو کر اس حضرت کی دُعا سے عمر فاروق کے ایمان لانے کا تو اقرار فرمایا۔ لیکن کہا کہ علت ایمان وہی طمع دنیا تھی جیسا کہ کہا غایۃ مافی الباب ثبوت نہیں ہے۔ مگر اسلام ظاہری کا اور بھی کہا کہ ہم نے رد ایمان ابوبکر میں بتوضیح ثابت کر دیا ہے۔ **جواب**۔ جھوٹے بدخصال کا برا حال بھلا کب آپ نے ابابکر صدیق کا معاذاللہ ایمان رد کیا۔ اور کس جگہ حضرت عمر کے ایمان میں بھی طمع دنیا کا ثبوت دیا۔ وہ تو ذرا کہیں ہم کو بھی دکھلایئے نہیں تو آیئے پھر جھوٹے کو جھوٹا بنایئے۔ حضرت رد ایمان کا تو کیا نام

اس آپ کی تمام کتاب سے تو اُن کو کہیں الزام بھی نہ آسکا۔ ہاں اس طرح کے دشنام بدکلام سے تو آپ نے کوئی ورق بھی خالی نہیں چھوڑا۔ اور نہ ان کی بدگوئی سے منہ موڑا۔ مگر ثبوت کے سوا تو اسی طرح الٹا ہر جا اپنا ہی منہ سیاہ کیا۔ کیا لیا۔ البتہ اس مقام پر ایک اپنی کتاب حملہ حیدری کا نام تو ارقام کیا۔ جو کہا کہ حملہ حیدری میں تو صاف موجود ہے۔ کہ حضرت عمر کا ایمان لانا بطمع دنیا بقول کاہن تھا۔ سو اس کا ہم یہ جواب دیتے اور کہتے ہیں۔ کہ کیوں ایسے کچے ثبوت دکھلاتے ہو۔ اور کیوں اپنے گھر کی باتیں ہم کو سُناتے ہو۔ کچھ شرم بھی آتا ہے یا نہیں اور کچھ عقل بھی آپ کو سمجھاتا ہے یا نہیں۔ کہ بھلا ہمارے گھر کی نظیر خصم کب پذیر کرتا ہے۔ مخاطب جی دیکھو ہم نے اصحاب ثلاثہ کی خالص نیت اور کامل الایمان پکا مسلمان ہونا تو ایک حملہ حیدری کیا۔ تمہاری ہر کتاب سے آفتاب کی طرح روشن کر دیا ہے۔ خیر حملہ حیدری کو تو جانے دو اس کو جھوٹا ہی کہو۔ مگر کون کون اپنی کتاب کو جھٹلاؤ گے۔ اور کس کس اپنے مجتہد اور علماء کو بھی جھوٹا بناؤ گے۔ صاحب احقاق الحق کو جس میں امام صادق علیہ السلام شیخین کی نسبت فرماتے ہیں کہ یہ دونوں امام تھے عادل اور انصاف کرنے والے دونوں حق پر تھے۔ اور مرے حق پر ان دونوں پر ہو رحمت خدا کی قیامت کے دن دیکھو اس سے حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی خالص نیت اور سچا مسلمان ہونا ثابت ہوا۔ کہ جن کو امام مرتے دم تک کامل الایمان فرماتے ہیں۔ اور قیامت کو بھی اُن کو مستحق رحمت الٰہی کا بتاتے ہیں یا جیسا اطواق الحمایت میں جناب امیر نے حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے حق میں یہ الفاظ فرمائے ہیں۔ کہ رسول خدا دوست نہیں رکھتے تھے۔ ان دونوں جیسا کسی کو کیونکہ دیکھتے تھے۔ اُن کو کار خدا میں مستعد پس وفات پائی اسی حال پر حالانکہ ان دونوں سے راضی تھے اور تمام مسلمان بھی خوش تھے پس دونوں نے وفات پائی اسی حال پر۔ خدایا رحمت کیجیو ان دونوں پر۔ کیوں صاحب جن پر رسول خدا کا وفات تک خوش جانا اور جن کا اپنی وفات تک بھی اسی حال میں کامل الایمان رہنا اور جن پر جناب امیر کا بھی رحمت فرمانا ثابت ہوا تو سچی نیت اور کامل ایمان کا یہی معنی ہے یا نہیں۔ یا جیسا نہج البلاغت میں جناب امیر علیہ السلام حضرت ابوبکر صدیق کی نسبت فرماتے ہیں۔ کہ جس نے پیغمبر کی سُنت کو قائم کیا۔ اور گیا اس دنیا سے پاک دامن کم عیب کیوں جناب دنیا سے پاکدامن اور بے عیب جانا سچی نیت اور کامل الایمان کا یہی نشان ہے یا نہیں۔ یا جیسا تمہارے معانی الاخبار میں بقول امام موسے رضا علیہ السلام کے پیغمبر خدا نے اصحاب ثلاثہ کو اپنا سمع و بصر اور دل فرمایا۔ پس پیغمبر علیہ السلام جن کو اپنا جسم و جان و روح اور تن بنائے۔ پھر ان کی سچی نیت اور کامل ایمان پر کون مسلمان بدگمان ہو سکتا ہے۔ اور بھی جیسا تمہاری کتاب کشف الغمہ میں امام باقر علیہ السلام نے بھی تین بار صدیق صدیق کہکر ابابکر صدیق کا ایمان اور شان تصدیق کیا۔ بلکہ فرمادیا کہ جو ان کو صدیق نہ کہے گا۔

خدا اس کی دین و دنیا میں تصدیق نہ کرے گا۔ پس اہل ایمان کے واسطے تو ان کے خالص ایمان کا اتنا ہی ثبوت مضبوط ہے اور بھی علیٰ ہذالقیاس اسی طرح تو ہم نے اصحاب ثلاثہ کا شان اور ایمان خدا کے قرآن و حضرت کے فرمان سے بھی بقول آئمہ علیہ السلام ثابت کر دیا کہ جن ہر ایک کے مقابل بار بار آپ کا یہی انکار ہے۔ کہ ان کی نیت تو اچھی نہ تھی نہ تو کوئی اس کی سند دیتے ہیں۔ نہ کوئی ثبوت دکھلاتے ہیں۔ صرف منہ سے یہی کلمہ کہتے چلے جاتے ہیں۔ سچ ہے۔ کہ اگرچہ واعظین کتنی ہی تلقین کریں۔ مگر منکر بدکار کا تو ایک ہی انکار بسیار ہے۔ جب کہتا ہے کہ ہم نہیں مانتے۔ پھر اس کا کوئی کیا جواب دیوے

جواب جاہلاں باشد خموشی

تیسری شہادت کی بحث صحابہ کی فضیلت میں

تیسری شہادت کی بحث صحابہ کی فضیلت میں

شیعوں کی تفسیر حسن عسکری میں لکھا ہے کہ جس کو امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ وہو ہذا اَوْحَی اِلٰی اٰدَمَ اِنَّ اللّٰہَ لَیُفِیْضُ عَلٰی کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ مُحِبِّیْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ مَالَوْ قُسِمَتْ عَلٰی کُلِّ عَدَدٍ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ طُوْلِ الدَّھْرِ اِلٰی اٰخِرِہٖ وَکَانُوْا کُفَّارًا لَاَدَّاھُمْ اِلٰی عَاقِبَۃٍ مَّحْمُوْدَۃٍ وَاِیْمَانٍ بِاللّٰہِ حَتّٰی یَسْتَحِقُّوْا بِہِ الْجَنَّۃَ وَاِنَّ رَجُلًا مِّمَّنْ یُّبْغِضُ اٰلَ مُحَمَّدٍ وَّ اَصْحَابَہٗ اَوْوَاحِدًا مِّنْھُمْ لَعَذَّبَہُ اللّٰہُ عَذَابًا لَوْ قُسِّمَ عَلٰی مِثْلِ خَلْقِ اللّٰہِ لَاَھْلَکَھُمْ اَجْمَعِیْنَ ۵ امام عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالٰے نے وحی کی آدم پر کہ خدا ان لوگوں پر جو محبت رکھتے ہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے اور ان کی آل سے اور ان کے اصحاب سے ایسی رحمت نازل کرے گا۔ کہ اگر وہ تقسیم کی جاوے اوپر تمام مخلوق کے اول سے آخر تک تو وہ کافی ہے۔ اور اگر سب کفار ہوں تو ان کی عاقبت اچھی ہو جاوے۔ اور وہ مومن ہو جاویں۔ اور اگر کوئی آدمی دشمنی رکھے گا ساتھ آل محمد کے اور ساتھ اصحاب محمد کے یا ایک سے بھی تو خدا اس پر ایسا عذاب نازل کرے گا۔ کہ اگر وہ عذاب نازل ہو تمام مخلوق پر تو وہ سب کی سب ہلاک ہو جاوے۔ پس امام صاحب نے اس میں دو فائدے ارقام فرمائے۔ ایک تو جو آل اور اصحاب پر محبت سے درود و رحمت بھیجتا ہے۔ خدا اس پر ایسی بخشش فرماتا ہے کہ اگر وہ کافر ہو تو مومن ہو جاتا ہے۔ دوسرا جو حضرت کی آل یا کسی اصحاب سے کچھ بھی دشمنی و کینہ رکھے تو وہ مستحق عذاب کا ہے عذاب بھی وہ ہے۔ کہ جس میں تمام دنیا ہلاک ہو جاوے اب کس کا جی چاہتا ہے کہ کسی بھی حضرت کے اصحاب کو برا کہے اور ہمیشہ کے عذاب میں خراب رہے۔

نعوذ باللہ من ذالک **قال** المخاطب متعصب العظیم - جبکہ دعا اصحاب میں اُن صفات جو مذکور فقرات دعا میں ہیں - ہم نے ثابت کیا - کہ مراد اصحاب مؤمنین کرام ہیں نہ اصحاب منافقین لہذا پس اتباع سے بھی ضروری ہے کہ مراد اتباع مؤمنین ہیں نہ اتباع منافقین پس جب امام علیہ السلام نے مؤمنین کے حق میں دعا کی خواہ وہ صحابہ ہوں خواہ اتباع اُن کے تو آپ کے منافقین صحابہ اور ان کے اتباع کو کیا ملا - خصوصاً حضرات ثلاثہ کو کہ شیعہ ان کو پیشوائے اہل نفاق جانتے ہیں - **اقول** والستعین بالرب الکریم - نہ تو کہیں مخاطب کو شرم آتا ہے - نہ کوئی ثبوت دکھلاتا ہے - صرف ایک انکار ہی کا جھوٹا تکرار کرتا چلا جاتا ہے - مخاطب جی اسی ایمان صحابہ کی بابت تو ہمارا اور تمہارا یہ مقدمہ ہے سو ابتک تو آپ سے کسی ایک بھی اصحاب کے ایمان میں کوئی نقصان نہ آسکا - اور نہ کسی کا آپ نے کفر اور نفاق ثابت کیا - نہ کہیں اپنے ہی مومن صحابہ کو ظاہر کیا صرف ہر جا یہی کہ دیا کہ اس سے مراد مؤمنین صحابہ ہیں - نہ منافقین - بھلا وہ آپ کے مومن کون ہیں اور کس کو آپ نے منافق بنایا - اور کس جگہ کسی کے نفاق وغیرہ کا بھی کوئی ثبوت دیا - وہ تو کہیں ہمکو دکھلائیے - نہیں تو پس جھوٹے پر لعنت فرمائیے - ارے اس طرح تو آپ تب کہتے کہ جب پہلے کسی کا کچھ کفر اور نفاق ثابت کر دکھلاتے - مگر ایک آپ کیا - اس دعوے میں تو کوئی بھی تمہارا شیعہ قیامت تک کامیاب نہ ہو گا - پھر کیوں ثبوت کے سوا ایسے کچے مناظرے بناتے اور جاہلوں کو سناتے ہو کچھ شرم بھی آتی ہے - یا نہیں - دیکھو ہم نے حضرت کے یار وفادار بارہ ہزار اصحاب اہل صواب تو خود تمہاری ہی کتابوں سے ثابت کر دیئے ہیں - کہ جن میں تو اصحاب ثلاثہ بھی ہر سے اعلےٰ تر تھے - خصوصاً ان خلفاء رضی اللہ عنہا کی شان اور ایمان تو ہم نے ایسا اظہر من الشمس عیاں کر دیا ہے - کہ جن کے سامنے تو آپ آنکھ بھی اٹھا نہیں سکتے - پھر اس انکار جھوٹے تکرار سے آپ کو کیا ملا - اور جو آپ نے کہا کہ پس اتباع سے بھی ضرور ہے کہ مراد اتباع مؤمنین ہیں - سو دیکھو ان اصحاب عالیجناب کے اتباع کو بھی اسی طرح ہم مؤمنین موقنین بناتے - اور آپ کو دکھلاتے ہیں - امام صاحب تو اسی حدیث میں بھی صاف صاف فرماتے ہیں - کہ وہ لوگ اُن کے اتباع ہیں - جو محبت رکھتے ہیں - محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے اور ان کی آل اور ان کے اصحاب سے - تو خدا ان پر ایسی رحمت نازل کرے گا - کہ اگرچہ وہ کافر بھی ہوں سب مومن ہو جاویں - اور اگر کوئی آدمی دشمنی رکھے گا ساتھ آل محمد کے یا اصحاب محمد کے یا ایک سے بھی ان میں سے تو خدا اس پر ایسا عذاب نازل کرے گا کہ اگر وہ عذاب نازل ہو تمام مخلوق پر تو سب کی سب ہلاک ہو جاوے اب ذرا دین کے صراف بنظر انصاف دیکھیں کہ اس کلام امام کے مطابق بھلا کس کا مذہب ٹھیک آتا ہے - اور کس کو امام علیہ السلام مومن اور کس کو کافر بناتا ہے - یعنی کون فرقہ اس دعا کے موافق پایا جاتا ہے - آیا وہ

شیعہ جو ہمیشہ حضرت کی ازواج و اصحاب سے عداوت اور دشمنی رکھتے ہیں۔ان سب پر لعنت و تبرہ کرتے ہیں۔یا کہ وہ اہلسنت وجماعت ہیں جو اس امام کی طرح ہر اوقات دن اور رات سب حضرت کی آل و اصحاب پر محبت سے درود وصلواۃ بھیجتے ہیں۔مخاطب جی آپ نے اصحاب ثلاثہ کو اہل نفاق کا پیشوا تو کہا مگر امام علیہ السلام تو ان کے دشمن بدگو بلکہ آپ جیسے بدخو کو منافق اور کافر لعین بے دین فرماتے ہیں۔اور ہمیشہ کے عذاب میں خراب ہونا بتلاتے ہیں۔پھر ہم آپ کی بات سنیں یا اس امام علیہ السلام کا کہا مانیں۔پس مسلمان اہل ایمان کو تو شان صحابہ کی بابت یہ ایک ہی امام کا فرمان کافی اور وافی ہے۔اور منکر بدگمان کو تو سب قرآن بھی کفایت نہیں کرتا۔

چوتھی شہادت کی بحث صحابہ کی فضیلت میں

چوتھی شہادت کی بحث صحابہ کی فضیلت میں

اسی تفسیر حسن عسکری میں لکھا ہے۔ لَمَّا بَعَثَ اللّٰہُ مُوْسٰی بْنَ عِمْرَانَ وَاصْطَفَاہُ نَجِیًّا وَخَلَقَ لَہُ الْبَحْرَ وَنَجّٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَاَعْطَاہُ التَّوْرَاۃَ وَالْاَلْوَاحَ لَمَّا رَاٰی مَکَانَہٗ مِنْ رَّبِّہٖ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ یَا رَبِّ لَقَدْ اَکْرَمْتَنِیْ بِکَرَامَۃٍ لَمْ تُکْرِمْ بِھَا اَحَدٌ مِنْ قَبْلِیْ فَھَلْ فِیْ اَنْبِیَائِکَ عِنْدَکَ مَنْ ھُوَ اَکْرَمُ مِنِّیْ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا مُوْسٰی اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ مُحَمَّدًا اَفْضَلُ عِنْدِیْ مِنْ جَمِیْعِ خَلْقِیْ فَقَالَ مُوْسٰی فَھَلْ فِیْ اٰلِ الْاَنْبِیَاءِ اَکْرَمُ مِنْ اٰلِیْ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ یَا مُوْسٰی اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ اَفْضَلَ اٰلِ مُحَمَّدٍ عَلٰی اٰلِ جَمِیْعِ النَّبِیِّ کَفَضْلِ مُحَمَّدٍ عَلٰی جَمِیْعِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ یَا رَبِّ اِنْ کَانَ اٰلُ مُحَمَّدٍ عِنْدَکَ کَذَالِکَ فَھَلْ فِیْ صَحَابَۃِ الْاَنْبِیَاءِ عِنْدَکَ اَکْرَمُ مِنْ اَصْحَابِیْ فَقَالَ یَا مُوْسٰی اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ فَضْلَ صَحَابَۃِ مُحَمَّدٍ عَلٰی جَمِیْعِ صَحَابَۃِ الْمُرْسَلِیْنَ کَفَضْلِ اٰلِ مُحَمَّدٍ عَلٰی جَمِیْعِ النَّبِیِّ فَقَالَ مُوْسٰی اِنْ کَانَ فَضْلُ مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ کَمَا وَصَفْتَ فَھَلْ فِیْ اُمَمِ الْاَنْبِیَاءِ اَفْضَلُ عِنْدَکَ مِنْ اُمَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ اِنْعَامًا وَاَنْزَلْتَ عَلَیْھِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی وَخَلَقْتَ لَھُمُ الْبَحْرَ فَقَالَ اللّٰہُ یَا مُوْسٰی اِنَّ فَضْلَ اُمَّتِ مُحَمَّدٍ عَلٰی اُمَمِ جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ کَفَضْلِیْ عَلٰی خَلْقِیْ ۵ جب کہ خداوند تعالے نے حضرت موسے ابن عمران کو مبعوث بنایا اور ان کو برگزیدہ کیا اور ان کے سبب سے دریا کو پل بنایا۔اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور توریت اور لوح ان کو عطا کی تب حضرت موسے نے اپنا رتبہ دیکھ کر خدا عزوجل سے عرض کی کہ الہی تو نے مجھ کو ایسی بزرگی دی ہے۔

کہ کسی اور نبی کو پہلے نہیں دی تیرے ہاں زیادہ اور کسی کی بھی بزرگی ہے - خداتعالےٰ نے جواب دیا کہ اے موسےٰ تجھے معلوم نہیں کہ محمدؐ میرے نزدیک تمام مخلوق سے افضل ہیں - تب حضرت موسٰی نے عرض کی کہ کسی نبی کی آل میری آل سے بزرگتر ہے - جواب ہوا کہ تم نہیں جانتے کہ فضیلت آل محمدؐ کی سب انبیا کی آل پر ایسی ہے جیسی ان کو فضیلت سب پیغمبروں پر ہے تب حضرت موسٰی نے عرض کی کہ الٰہی میرے اصحاب سے زیادہ تیرے نزدیک اور کسی نبی کے اصحاب کا رتبہ ہے جواب ہوا کہ اے موسٰی تم نہیں جانتے کہ فضیلت اصحاب محمد تمام انبیاء کے اصحاب پر اسی طرح ہے جس طرح کہ فضیلت آل محمدؐ کی سب انبیاء کی آل پر ہے - تب حضرت موسے نے عرض کی کہ اگر فضیلت محمدؐ اور آل محمدؐ و اصحاب محمدؐ کی ایسی ہے جیسی کہ تو نے ارشاد فرمائی ہے - پس کسی نبی کی امت میری امت سے زیادہ افضل ہے - کہ جن پر تو نے بادلوں کا سایہ کیا اور جن پر من و سلویٰ نازل کیا اور جن کے لئے دریا کو پل کر دیا - خداوند تعالےٰ نے فرمایا کہ فضیلت امت محمد کی سب انبیا کی اُمت پر اتنی ہے جتنی کہ مجھ کو میری خلقت پر فضیلت ہے پس بقول امام حسن عسکری علیہ السلام ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی جیسا کہ سب پیغمبروں کی آل سے ہمارے حضرت کی آل کا درجہ کمال ہے - تو اسی طرح یہ سب حضرت کے اصحاب بھی فضیلت میں ہر سے اعلےٰ تر ہیں تو پھر ان جناب کا بدگو لائق عذاب و عتاب کیوں نہ ہو -

قال المخاطب متعب العظیم اس حدیث میں بھی مثل حدیث سابق کے مراد مؤمنین صحابہ ہیں - کہ جن کو شیعہ ساری دنیا سے افضل سمجھتے ہیں - اور سُنی اُن کو خرف اور شور پشت اور جاہل اور نافہم اور بے ادب کہتے ہیں اور حضرت عثمانؓ کی پسلیاں توڑتے ہیں اور شہر بدر کرتے ہیں - اور اس حدیث سے منافقین صحابہ مراد نہیں ہیں - جن کو سنیوں نے اپنا پیر بنایا ہے - اور شیعہ ان کو مصداق حدیث حوض اور آیت فی الدرک الاسفل من النار سمجھتے ہیں -

اقول والمستعین بالرب الکریم - جناب نہ تو آپ نے ابتک کسی کو مومن نہ کافر بنایا نہ ان کو کسی امر کا کوئی ثبوت دکھلایا - پھر وہ آپ کے منافق وغیرہ بھی کون جانتا ہے اور ایسے جھوٹ کو سچ کون مانتا ہے - حضرت یہ حدیث بھی سابقہ آیات و حدیثات کی طرح سب حضرت کے اصحاب عالیجناب کو خاص مؤمنین موقنین بتاتی ہے بلکہ ان کو ہر انبیاء کے اصحاب سے اعلےٰ تر فرماتی ہے - اور یہی ان کے منکر بدکار بُرا کہنے والے اشرار تو فی الدرک الاسفل من النار تک پہنچاتی ہے - بھلا شیعہ کس کو اچھا جانتے ہیں اگر کوئی غور سے دیکھے تو ایک اصحاب کیا آپ نے تو نہ کسی حضرت کی ازواج اکرام کو دشنام سے خالی چھوڑا نہ اہلبیت وآئمہ اکرام کو بُرا کہنے سے مُنہ موڑا - کہ کہیں کی کلام تو جھٹلاتے ہیں اور کسی پاک کو تقیہ نفاق کا الزام لگایا - کسی کی بڑھ کر ہتک کی یہاں تک کہ ہر انبیا اولے العزم کو بھی کفر تک پہنچایا - تو کیا افضل کہنے کا یہی معنے

ہے۔ اگر کوئی صاحبان یہ اُن کے بہتان بھی دیکھنا چاہے۔ تو دور نہ جائے اسی ہماری کتاب کے ہر باب کا ملاحظہ فرمائے۔ اور اہل سنت تو معاذ اللہ کسی سے بھی بے ادب نہیں ہوتے۔ چنانچہ تو تمام حضرت کے اصحاب عالیجناب کو با صواب کہتے ہیں۔ اور سب حضرت کی ازواج مطاہرین کو ام المومنین سمجھتے ہیں۔ اور بھی تمام اہل بیت الکرام تا دوازدہ امام علیہ السلام تک اپنے امام جانتے ہیں۔ بلکہ ان سب اجزاء رسالت کی بنا کو اپنا پیشوا جان کر ان سب سے ایک کا بھی منکر خدا کا منکر سمجھتے ہیں۔ اس واسطے ان کے دشمن بے دین لعین پر لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ پڑھتے ہیں۔

پانچویں شہادت کی بحث صحابہ کی فضیلت میں

پانچویں شہادت کی بحث صحابہ کی فضیلت میں

کتاب معانی الاخبار میں امام موسیٰ رضا علیہ السلام سے روایت ہے:۔ عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِیٍّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبَابَکْرٍ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ السَّمْعِ وَاِنَّ عُمَرَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ الْبَصَرِ وَاِنَّ عُثْمَانَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ الْفُؤَادِ۔ حضرت امام حسن علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابابکر بمنزلہ میری سمع کے ہے۔ اور عمر بمنزلہ میری بصر کے ہے اور عثمان بمنزلہ میرے دل کے ہے۔ پس جب خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہما کا پیغمبر خدا سے بمنزلہ سمع و بصر اور دل کے ہونا ثابت ہوا تو پھر ان کی محبت نہ رکھنا در حقیقت پیغمبر خدا سے محبت نہ رکھنا ہے۔ اور اسی طرح ان کی عداوت اور دشمنی بھی دراصل رسول صلعم سے دشمنی رکھنا ہے۔ اس حدیث کا علمائے شیعہ یہ جواب دیتے ہیں اور اسکے پیچھے یہ الفاظ بڑھا کر اسطرح کہتے ہیں۔ وہو ھذا۔ فَلَمَّا کَانَ مِنَ الْغَدِ دَخَلْتُ عَلَیْہِ وَعِنْدَہٗ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَقُلْتُ لَہٗ یَا اَبَتِ سَمِعْتُ تَقُوْلُ فِیْ اَصْحَابِکَ ھٰؤُلَاءِ قَوْلًا فَمَا ھُوَ فَقَالَ نَعَمْ ثُمَّ اَشَارَ اِلَیْھِمْ فَقَالَ ھُمُ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ وَالْفُؤَادُ وَسَیُسْئَلُوْنَ عَنْ وِلَایَۃِ وَصِیِّیْ ھٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا ثُمَّ قَالَ اللّٰہُ وَعِزَّۃُ رَبِّیْ اِنَّ جَمِیْعَ اُمَّتِیْ مَوْقُوْفُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَسْئُوْلُوْنَ عَنْ وِلَایَۃِ عَلِیٍّ وَ ذٰلِکَ قَوْلُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَقِفُوْھُمْ اِنَّھُمْ مَسْئُوْلُوْنَ انتہٰی۔ ترجمہ امام حسن فرماتے ہیں کہ جب دوسرا دن ہوا تب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت امیر المومنین علی علیہ السلام اور ابوبکر و عمر و عثمان موجود تھے۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ اے پدر بزرگوار میں کل سنا کہ جو کچھ آپ نے ان اصحاب کی نسبت فرمایا وہ کیا ہے حضرت نے فرمایا۔ کہ ہاں میں نے کہا ہے۔ بعد اس کے حضرت

نے ان کی طرف یعنی اصحاب ثلاثہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہی سمع وبصر اور دل ہیں اور اس وقت یعنی علی کی محبت سے سوال کئے جاویں گے۔ اور یہ کہ کر پھر یہ آیت پڑھی کہ خداوند عز وجل فرماتا ہے کہ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا پھر فرمایا کہ قسم ہے مجھ کو اپنے پروردگار کی۔ کہ تمام اُمت میری قیامت کے دن کھڑی کی جاوے گی۔ اور اُن سے سوال علی کی محبت سے ہوگا۔ اور یہی مطلب ہے خدا کے اس قول کا وَقِفُوْھُمْ اِنَّھُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ یعنے کھڑا کرو ابھی ان سے پوچھنا ہے۔ **جواب** جھوٹی تقریر کو تو عقل بھی پذیر نہیں کرتا۔ یہ تو جاہل بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اس حدیث کے پیچھے یہ الفاظ ان کے اپنے بڑھائے ہوئے ہیں۔ سو دیکھو اس تمہاری گھڑت اور زائد عبارت کو ہم چند وجہ سے جھٹلاتے اور کاذب بناتے ہیں۔ اول تو امام حسن علیہ السلام کو دوسرے دن پوچھنے کا کیا سبب تھا۔ اگر اس وقت اصحاب ثلاثہ کا خوف تھا تو پھر کیوں علیحدہ ہو کر اپنے گھر میں نہ پوچھ لیا۔ دوسرے دن تو انہیں کے روبرو پوچھا۔ دوسرا تعجب سے پوچھنا بھی پایا نہیں جاتا۔ کیونکہ اس طرح کی تو اور بھی بہت حدیثیں ہیں جو ان کی شان میں عیاں ہیں۔ پھر اس ایک حدیث کے سننے سے کیا تعجب تھا۔ اور اُن کو خاص پیغمبر کے یار اصحاب کبار بھی خود جانتے تھے۔ چنانچہ ان تمہارے لفظوں سے بھی ثابت ہے۔ جیسا امام نے فرمایا۔ کہ یَا اَبَتِ سَمِعْتُکَ تَقُوْلُ فِیْ اَصْحَابِکَ دیکھو اگر امام حسن ان کو پیغمبر صاحب کے اصحاب نہ جانتے تو کیوں لفظ اصحابک فرماتے۔ پس اس دلیل سے تو وہ تمہارا تعجب وغیرہ بھی ذلیل ہؤا۔ تیسرا رسول علیہ السلام نے بھی یہ زائد الفاظ پہلے دن کیوں نہ فرمائے۔ اور کیوں اُس دن صرف اصحاب ثلاثہ کا شان ہی بیان فرما کر سکوت کر گئے جو فرض خدا تھا۔ اسکو کیوں ادا نہ کیا یعنی وہ علی کی محبت کہ جس کا قیامت کو بھی ہر سے پہلے سوال کیا جاویگا۔ کیوں ایسے فرض خدا کو چھپا رکھا۔ اگر دوسرے دن بھی حضرت حسنؓ استفسار کرتے تو پھر کون اس خطا کا سزاوار ہوتا۔ اور بھی جو شخص پہلے دن حضرت کی زبان سے یہ اصحاب ثلاثہ کا شان سن کر اُن پر ایمان لایا۔ اور دوسرے دن کے مقصود میں وہ بیچارہ موجود نہ تھا۔ تو پھر قیامت کو اس خطا کی کس کو سزا ہوگی۔ معاذ اللہ رسول خدا تو اس طرح کی ہرگز خطا نہ کرتے جو کچھ تھا وہ اسی وقت فرما دیتے۔ پس اس سے صاف ثابت ہؤا کہ یہ دوسرے دن کے الفاظ تمہاری خود بناوٹ ہے۔ حدیث وہی تھی جو حضرت نے پہلے دن فرما دی۔ چوتھا ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ کے حق میں حضرت کا سمع وبصر اور فواد فرمانا یہ دل سے تھا یا براہ تقیہ یا بطور استہزاء اگر دل سے تھا۔ تو بس فیصلہ شد ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں کہ وہ خاص حضرت کے دل وجان و روح اور تن تھے۔ اگر براہ تقیہ تھا تو بھی

پیغمبر خدا پر بھی تقیہ کرنا ثابت ہوا۔ کہ جس کا تو کوئی شیعہ بھی قائل نہیں ہے۔ اگر بطور استہزا تھا تو معاذ اللہ پیغمبر پر مسخرپن و ٹھٹھے بازی کا اطلاق آتا ہے۔ اور تو کسی کی مجال نہیں جو ایسے خیال کرے۔ ہاں شیعہ جو چاہیں وہ رسول خدا پر بھی تہمت لگائیں۔ اے بھائیو ہمارے رسول مقبول تو جو کچھ کہتے تھے وہ صاف صاف فرما دیتے تھے۔ کچھ لگی لپٹی نہ رکھتے تھے۔ نہ کسی کو دھوکا دیتے نہ کسی کو شبہ میں ڈالتے تھے۔ یہ نہیں کہ آج اور کہیں کل اور یہ ہرگز پیغمبروں کا طور نہیں ہے۔ جیسا حق تعالے فرماتا ہے۔ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ یعنی نبی کا کام نہیں ہے کہ کچھ چھپا رکھے۔ پس جب پیغمبر خدا نے پہلے دن وہ الفاظ نہیں فرمائے صرف خلفاء ثلاثہ کو اپنا سمع و بصر اور دل فرما کر سکوت کر گئے۔ تو بس حدیث یہی تھی۔ باقی صاف ثابت ہوا۔ کہ حدیث کے بعد یہ الفاظ پیچھے خود تمہارے بڑھائے ہوئے ہیں۔ اس واسطے نہ ہم ان کو صحیح جانتے نہ مانتے ہیں۔ اور ان کے حکیم صاحب معیار اللغہ میں بھی اسی طرح لکھتے ہیں۔ کہ یہ تینوں شخص اس طرح کے ہیں۔ کہ سوال کئے جاویں گے ولایت اور محبت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے۔ اجی حکیم جی افسوس تو یہ آتا ہے کہ آپ اور آپ کے علماء نے تو اتنا جھوٹ بھی بنایا اور اپنا پوچ بھی چھپایا مگر تب بھی چھپ تو نہ آیا۔ یہ تو ہر ایک انسان قدر دان نے جان لیا ہے۔ کہ یہ سراسر آپ کی بناوٹ اور جھوٹ ہے۔ حدیث وہی تھی جو پہلے دن حضرت نے فرما دی۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ الفاظ بھی آپ کو تب کچھ فائدہ پہنچاتے کہ جب پہلے کہیں اہلبیت اور اصحاب ثلاثہ کی کچھ آپس میں دشمنی کو آپ ثابت کر دکھلاتے۔ نہیں تو اس زائد عبارت کے لکھنے سے بھی آپ کو کیا فائدہ آیا۔ اور یہ نظیر بھی آپ کو کیا پذیرا آئی۔ کیونکہ جب خلفاء ثلاثہ اور علی مرتضےٰ کا آپس میں کوئی رنج اور تنازع نہ تھا بلکہ ایک دوسرے کے ایسے رفیق اور شفیق تھے کہ جن کی دوستی اور محبت کی تو ہر جا خدا بھی خود گواہی دیتا ہے جیسا کہ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ فرماتا ہے۔ تو پھر ہم تمہاری واہی تباہی کو سچ جانیں یا اپنے خدا کا فرمان مانیں اور بھی ان کی دوستی اور محبت میں تو بہت حدیث و کلام آئمہ علیہ السلام کی بھی ارقام ہے۔ لیکن اس مقام پر ہم صرف ایک وہ تحریر جناب امیر کی بطور نظیر کے دکھلاتے ہیں۔ جو کتاب اطواق الحمایت کے خطبہ میں یہ الفاظ ہیں۔ کہ جناب امیر علیہ السلام ممبر سے کھڑے ہو کر اصحاب ثلاثہ کی محبت میں اپنے آنسو بہاتے تھے۔ اور اُن کو خاص پیغمبر خدا کے برادر و رفیق اور وزیر فرماتے تھے۔ اور بھی جابجا ان پر رحمت بھیجتے جاتے تھے۔ دیکھو جب اس طرح خود امیر علیہ السلام کی زبان مبارک سے بھی اصحاب ثلاثہ کا شان اور محبت کا بیان ثابت ہو گیا۔ تو پھر وہ آپ کے بہتان جھوٹے فغان کو کون سنتا ہے۔ اور اس تمہاری زائد کلام خام کو بھی کون دیکھتا ہے۔ پس الحمد للہ کہ اس

حدیث شریف میں تو ہر طرح سے اصحاب ثلاثہ کی تعریف بھی ثابت ہوگئی اور جو اس پر علماء شیعہ کے طعن بدگمان تھے وہ بھی خدا نے پشیمان کئے۔ اب ہم اپنے مخاطب مناظرہ باز کے اعتراض بھی لکھ کر ان کا بھی جواب باصواب دیتے ہیں۔ **قال** المخاطب متعصب العظیم یہ شہادت حضور کی زود مبنی اور چند قصور کے ہے۔ اوّل آپ کو ضرور تھا۔ کہ تو تر اس حدیث کا اقرار شیعہ سے ثابت کرتے۔ تب اس سے استدلال فرماتے۔ کیونکہ مدار اعتقاد شیعہ اوپر متواترہ کے ہے۔ نہ اوپر اخبار احاد کے ہے۔ پس اگر کوئی حدیث خلاف احادیث متواترہ ہو۔ شیعہ اس کو قابل اس طرح یا قابل التاویل مثل آیات تشبیہ و تجسیم جانیں گے۔ پھر آپ کا استدلال شیخ چلی کا بھیر جائے گا۔ دوم یہ کہ جب مطابق زعم باطل آپ کے یہ حدیث مدح ثلاثہ پر دلالت کرتی ہے۔ تو مطابق مخالفین اور مخالف ہمارے کے ہوئی اور ہم کو ہمارے اماموں نے فرمایا ہے کہ جب دو حدیثیں ہم سے تمہارے پاس آویں کہ ایک اس میں سے موافق عامہ اور دوسری مخالف عامہ ہو۔ فَخُذْ مَا خَلَفَهُمْ فَاِنَّ الرُّشْدَ فِي خِلَافِهِمْ۔ پس ہم کو ضرور ہے کہ اس کے مخالف پر عمل کریں۔ اور احادیث اولہ بر مذمت ثلاثہ کو معمول بہ انبیاء کریں پھر اس استدلال و قیل و قال لاطائل سے کیا حاصل سیوم یہ کہ آپ کو منظور نظر وقت اثر شیعوں کا الزام دینا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بنا الزام مسلمات خصم پر ہوتی ہے۔ اور آپ کے خصم نے کل حدیث کو مِنْ حَيْثُ هُوَ كُل تسلیم کی ہے۔ نہ بعض کو من حیث ہو کل پھر اس بعض سے آپ استدلال کیونکر کر سکتے ہیں اور اپنی تسلیم اور عدم تسلیم سے دوسرے پر الزام کیونکر دے سکتے ہیں۔ غیروں کے مسلمات میں آپ کو زبردستی دخل دینا مصداق اس مثل کے ہے۔ کہ خواہی نہ خواہی در کلمہ از مادر عروس ہم بشنو۔ آپ خود فرماتے ہیں۔ کہ شیعوں نے انہیں الفاظ آخر حدیث کو جواب اس حدیث کا تصور کیا ہے۔ یعنی یہ الفاظ آخر حدیث اگر تسلیم کی جائے تو جواب ہو جائیگا۔ اور آپ کو خوب معلوم ہے۔ کہ شیعوں نے تسلیم کیا تو ان کے نزدیک جواب نہیں ہوا۔ بہت اچھا آپ اس کو تسلیم نہ فرمائیے۔ فقط اوّل فقرہ کو تسلیم کر کے منافقوں کی تعریفیں کیجئے۔ اور شیعہ اوّل سے آخر تک حدیث کو تسلیم کر کے ان کو بُرا کہتے ہیں۔ یہ اپنی اپنی سمجھ ہے۔ مگر شیعوں پر کوئی صورت الزام کی نہ نکلی۔ اور اگر فرمائیے کہ انہیں تسلیم لبعض فقرات حدیث سے ہمارے الزام تمام ہوگیا۔ تو ہم کہیں گے کہ مثل آپ کے ہر ملحد بیدین کہ سکتا ہے۔ کہ قرآنی حکم نماز نہ پڑھنے کا۔ لاتقربوا الصلوٰۃ سے بتصریح موجود ہے وانتم سکارٰی کا فقرہ ہم مسلم نہیں کرتے۔ کہ مسلمانوں کا جما یا ہوا ہے۔ فما ہو جوابکم فہو جوابنا یہ سب مؤاخذات ہمارے حضرت مخاطب سے اس وجہ سے ہیں۔ کہ وہ

بالکلیہ نہ جاہل داب مناظرہ سے ہیں۔ اور دلیل الزامی بھی نہیں بیان کر سکتے چہ جائے دلیل تحقیقی اب ہم کہتے ہیں کہ آپ نے فقرہ اول حدیث کو مدح ثلاثہ میں سمجھ کر مثل ثلاثہ کے مستحکم پکڑا ہے۔ اور اس کو کسی طرح نہ چھوڑے گا۔ کہ سنیوں کے حق میں حلق نفیس اور ثمرۃ العزاب ہے کہ جس کے سبب سے مارے خوشی اور سرور کے آپ جامہ پائیجامہ سے باہر ہوئے جاتے ہیں اور ننگے ہو کر ناچتے اور کودتے ہیں۔ اور بغلیں اور چوتڑ بجاتے ہیں۔ کہ شیعوں کو ہم نے بڑا دبایا۔ دیکھئے بہت ہنسنا آخر کو رُلا دیتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ قدرت خدا اور تائید آئمہ ہدا علیہم الاف التحیۃ والثنا سے ہم ایسے فقرہ مسلمہ سے آپ کی قطع نظر کر کے آخر حدیث سے کفر نفاق اصحاب ثلاثہ ثابت کر دیں تو سارا سرور آپ کا مبدل بغم اور چوتڑ بجانا آپ کا مبدل سینہ زنی و ماتم ہو جائے **اقول** والستعین بالرب الکریم اس جا بھی مخاطب نے زبان درازی و ٹھٹھہ بازی سے اپنے اتباع کو راضی کر کے تین خام باتوں کو ارقام کیا اول تو اپنی عادت کے موافق اس حدیث کو بھی احاد بنایا مگر اتنا بھی خیال نہ آیا کہ آج تک تو کسی بھی شیعہ نے اس حدیث سے انکار نہیں فرمایا۔ صرف اس کے پیچھے ان لفظوں کی دم لگائی کہ جن کو ہم نے جھوٹا بنایا پھر اس آپ کے جھوٹے انکار پر کون اعتبار کرتا ہے خیر اپنے اور راویوں کو تو جانے دو اور صاحب معانی الاخبار وغیرہ کو بھی جھوٹا کہو مگر جناب اس حدیث کے راوی تو خاص آئمہ اکرام ہیں۔ اوّل تو امام حسن علیہ السلام اس کی روایت کرتے ہیں۔ پھر امام موسےٰ رضا بھی اس کو تصدیق فرماتے ہیں۔ تب بھی اس کو آپ احاد بناتے۔ اور جھٹلاتے ہو۔ کچھ شرم بھی آتی ہے یا نہیں۔ اور اس کو احاد کہنا شیخ چلی کا ترانا ہوا یا نہیں۔ دوم جو کہا کہ ہم کو ہمارے اماموں نے فرمایا ہے کہ جب دو حدیثیں ہم سے تمہارے پاس آویں۔ ایک موافق عامہ دوسری مخالف عامہ تو اپنے عقائد پر نظر کر کے مخالف عامہ پر عمل کرو **جواب**۔ گو یہ بات ہمارے قابل سماعت تو نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ان کے اپنے گھر کا مسئلہ ہے۔ مگر اس میں بھی ہم ان کو چند وجہ سے جھٹلائے اور کاذب بناتے ہیں۔ اول تو یہ حدیث شیعوں نے اس حدیث کے مقابل بنائی ہے جو ہمارے حضرت نے فرمایا کہ جو حدیث قرآن کریم کے مخالف تمہارے پاس پہنچے اس پر عمل نہ کرنا۔ دیکھو انہوں نے قرآن شریف کے جا بجا اپنا عقیدہ بنایا۔ جیسا کہا کہ جو حدیث موافق عام ہو اس کو نہ مانو اپنے عقیدے کو برحق جانو۔ بھلا اس میں کوئی آپ کو فرقہ اسلام کہے گا یا لعین منافق بے دین جانے گا۔ دوسرا حضرت اس طرح تو سب یہودی و نصرانی کرانی وغیرہ بھی ہر مذہب والا کہ سکتا ہے۔ کہ ہم کو اپنے بزرگوں کا فرمان ہے کہ جو مسئلہ اپنے موافق اور غیر کے مخالف ہو اس پر عمل کرو۔

تو پس جب ہر کس اپنے اپنے عقیدے پر چلتا تھا تو پھر کیوں خدا نے اپنے قرآن کو نازل فرمایا۔ اور
کیوں پیغمبر وغیرہ بھی بھیج کر ان کو رہنما بنایا۔ تیسرا جب آپ کو اماموں نے فرمایا کہ تم عامہ کے موافق
عمل نہ کرو۔ ان کے مخالف پر چلو تو پس جو عامہ کے موافق ہیں۔ یعنے نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ کو چھوڑو
اسلام سے منہ موڑو اور جو ان کے مخالف ہیں۔ یعنے حرام کھانا۔ شراب وغیرہ پینا۔ ان سب کو کھاؤ پیؤ مزے
اڑاؤ۔ تب اس حدیث پر آپ کا ٹھیک عمل و عقائد ہوا۔ نہیں تو اُن اپنے پیشواؤں کے فرمان سے روگردان پھرتے
ہو نہ ادھر کے نہ ادھر کے نہ رام کے نہ رحمان کے۔ دشمن اپنی جان کے کیوں ایسے جھوٹے مسئلے بنا کر جاہلوں
کو سناتے ہو۔ اور کیوں اس طرح آئمہ علیہ السّلام پر بھی بہتان کر کے اپنا ایمان گنواتے ہو۔ تعجب تو یہ آتا
ہے۔ کہ ہم اِن سے ثبوت مانگتے ہیں یہ ہم کو اپنے گھر کی باتیں سناتے اور عقائد کے مسئلے دکھلاتے
ہیں۔ حضرت یہ اپنے گھر کی باتیں تو اپنے چیلوں پہ کی جاتی ہیں خصم ان کو نہیں سُنتا۔ سوم جو کہا کہ ہم نے
کل حدیث کو من حیث کل تسلیم کیا ہے۔ جب اِس کے بعض فقرہ کو ہم نہیں مانتے تو پھر بعض کلام کا ہم پر
کیوں کر الزام آسکتا ہے۔ جواب۔ آپ کا ماننا یا نہ ماننا تو ہمارے اختیار میں نہیں۔ اس انکار سے پیغمبر
بھی لاچار تھے۔ کیونکہ نہیں نہیں کا تو کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اوّل تو آپ اگر اس حدیث
کو تسلیم نہ کرتے تو کیوں تمہارے علماء نے اپنی تمام کتابوں میں اس کو ارقام کیا۔ پس اسی ارقام کا ہم آپ
کو الزام لگاتے اور جھٹلاتے ہیں۔ ہم تمہاری طرح اپنی باتیں تم کو نہیں سناتے۔ دوسرا جب بعض فقرہ
سے بھی آپ نے انکار کیا ہے۔ ہم نے تو اُسی کو خاص حدیث ثابت کر دیا۔ تیسرا جو اس حدیث کے پیچھے
آپ نے دم لگائی ہے۔ ہم نے تو ان تمہارے زائد لفظوں کو بھی جھوٹا بنایا ہے۔ چوتھا اس تمہارے
دعوائے کل سے بھی اصحاب ثلاثہ کے ایمان میں تو کوئی نقصان نہ آیا کیونکہ اہلبیت کے ساتھ ان کی دشمنی
بھی کہیں آپ نے ثابت کر نہ دکھلائی بلکہ تمام آئمہ علیہ السلام نے تو ہر مقام پر ان کو اپنا محب اور دوست
فرمایا۔ جیسا کہ ان کی محبت کی تو جناب امیر نے بھی تصدیق کی اور ذات الٰہی نے بھی گواہی دی۔ تو پھر وہ
جھوٹا انکار آپ کے کیا درکار آیا جو کہا کہ ہم شیعوں پر کوئی صورت الزام کی نہ نکلی جھوٹے انکار پر کیا اعتبار
اگر یہ الزام نہیں تو بھلا اور الزام کس جانور کا نام ہے۔ مخاطب جی جب ہم نے اس حدیث کو صحیح بھی بنایا اور
اس سے ہر طرح اصحاب ثلاثہ کا شان بھی ثابت کر دکھلایا۔ پھر کیونکر آپ پر الزام نہ آیا۔ اور جو آپ ہر بات میں
لا تقربوا الصلوٰۃ کی نظیر کو بھی تحریر کرتے ہو۔ تو اس میں آپ کو کچھ شرم بھی آتی ہے یا نہیں حضرت یہ
مثال تو خود آپ کے حال پر صادق آتی ہے۔ کیونکہ ہر ملحد بیدین کی طرح تو آپ نہ کسی نص قرآنی کو مانتے ہو
نہ کہیں حدیث کو سچ جانتے ہو۔ کہیں کو غلط بناتے ہو کسی کو توڑ پھوڑ کر اس کا معنے بدلتے ہو اور کسی

کے پیچھے کوئی دوم لگاتے ہو۔ کسی کو احاد وغیرہ کہ کر جھٹلاتے ہو۔ پھر یہ اپنی باتیں کیوں ناحق ہمارے ذمہ لگاتے ہو۔ اور جو کہا کہ ہم اسی فقرہ مسلّمہ سے آپ کی قطع نظر کر کے آخیر حدیث سے کفر اور نفاق اصحاب ثلاثہ ثابت کریں گے۔ جھوٹا لذاب ہمیشہ خراب بھلا کفر نفاق کا تو کیا نام آجتک تو ان پر آپ سے کہیں الزام بھی نہ آسکا۔ ہاں نقالوں کی طرح زبان درازی ٹھٹھ بازی سے تو ہر جا اپنے اتباع کو راضی کرتے جاتے ہو۔ اور بے شرمی کی حالت میں آپ ناچتے اور کودتے چوتڑ بجاتے ہو۔ مگر آخر کار تو اسی طرح پروردگار تم ہی کو شرمسار بناتا ہے۔ اور سینہ زنی اور ماتمی لباس بھی حق تعالےٰ نے خاص تمہارے ہی گلے میں ڈالا ہے۔ اور آگے بھی اسی طرح انشاء اللہ تعالےٰ جھوٹے کا منہ کالا ہے۔ اب ہم مخاطب کا وہ آخری فقرہ بھی لکھتے ہیں کہ جس سے وہ خلفاء ثلاثہ کا کفر اور نفاق ثابت کرنا چاہتا ہے۔ مگر دیکھئے کہ اس سے بھی خداوند کریم ان کو کس طرح جھوٹا بناتا ہے۔ **قولہ** اب ذرا کان لگا کر متوجہ ہو کر آپ اور آپکے اتباع سنئے۔ اور ہم قبل از مقصود ایک مقدمہ عرض کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول خدا نے ہمیشہ اپنا متحد ہونا ساتھ امیر کے اتباع سنئے۔ اور ہم قبل از مقصود ایک مقدمہ عرض کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے ہمیشہ اپنا متحد ہونا ساتھ امیر کے بعبارت مختلفہ بیان فرمایا ہے۔ عَلِیٌّ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْ عَلِیٍّ کَمَا فِیْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیْ وَغَیْرِہٖ مِنَ الصِّحَاحِ وَاَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ یَا عَلِیُّ حَرْبُكَ حَرْبِیْ وَسِلْمُكَ سِلْمِیْ وَعَلِیٌّ مِثْلُ رَاْسِیْ بَدَنِیْ اور فردوس دیلمی میں ہے۔ بِمَنْزِلَةِ رُوْحِیْ مِنْ جَسَدِیْ اور جمع الجوامع اکبری میں ہے کہ عمر عاص نے ان حضرت سے پوچھا کہ آپکے نزدیک دنیا میں کون احب ہے فرمایا کہ عائشہ اور بعد اس کے حفصہ میری محبوبہ ہیں یعنے ان دونوں سے حظ زندگانی اور لذت نفسانی ہے۔ سائل نے کہا کہ میں مردوں سے پوچھتا ہوں ہوں۔ فرمایا کہ انہیں دونوں کے باپ یعنے تادم زندگانی بکفش برداری و خدمت گذاری مصروف رسانی ہیں پھر سائل نے عرض کہ پھر علی کہاں ہیں فَالْتَفَتَ اِلٰی اَصْحَابِہٖ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا الْیَسَائِلُ عَنْ نَفْسِیْ یعنے ان حضرت نے متوجہ باصحاب ہو کر فرمایا کہ یہ شخص مجھے میرے نفس کو پوچھتا ہے۔ یعنی علی بجائے نفس نفیس اور ذات شریف میری کے ہے وہ غیر نہیں ہے۔ جو دوست مِنْ حَیْثُ الدُّنْیَا ہوں یا مِنْ حَیْثُ الْاٰخِرَةِ ہوں بالجملہ احادیث طرفین بحد استفاضہ و تواتر پہنچیں ہیں۔ کہ جناب رسول خدا نے ہمیشہ اُن حضرات کو بمنزلہ نفس اپنے کے فرمایا ہے۔ اور مجمع علیہ کل مفسرین شیعہ و سنّی ہے کہ ان حضرات نے روز مباہلہ ابنائنا میں حسنین کو اور نسائنا میں جناب سیدہ کو اور انفسنا جناب امیر علیہ السلام کو لے کر واسطے مباہلہ کے نکلے تھے۔ اور صواعق محرقہ ابن حجر ایسے سنگدل نے کہا ہے اِنَّ عَلِیًّا اِحْتَجَّ یَوْمَ الشُّوْرٰی عَلٰی اَهْلِهَا فَقَالَ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ فِیْكُمْ اَحَدٌ اَقْرَبُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ مِنِّیْ وَمَنْ جَعَلَهٗ نَفْسَهٗ وَاَبْنَاءَهٗ وَنِسَاءَهٗ غَیْرِیْ قَالُوْا

اللھم لا یعنے حجت پکڑی جناب امیر نے روز شورے پر پس فرمایا کہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں اے صحابہ کہ آیا تم میں سے کوئی ایسا ہے کہ مجھے قرابت میں زیادہ تر رسول خدا سے ہو اور کوئی ایسا ہے کہ کہ ان حضرات نے اس کو اپنا نفس گردانا ہو اور اس کے بیٹوں کو اپنا بیٹا اور نسا کو اپنی نسا قرار دیا ہو۔ بجز میرے پس کہا صحابہ نے اللھم لا یعنے خداوندا ہم سوائے علی کے کوئی ایسا نہیں ہے پس جناب امیر کے نفس نفیس پیغمبر ہونے کا کل صحابہ کو اقرار تھا اور بات ابھی تک زبان زدہ خاص و عام ہے۔ کسی شاعر نے حضرت عائشہ صدیقہ رض کے حال میں کہا ہے ے لڑیں وہ جا کے بانفس پیغمبر + علی کا نفس تھا نفس پیغمبر بعد تمہید اس مقدمہ کے اب خدمت مخاطب میں عرض ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نفس پیغمبر ہیں۔ بموجب آیت اور بہت سی روایت کے اور بنا بر اس روایت کے ابوبکر و عمر و عثمان ان کے دل اور آنکھ اور کان ہیں جو اعضا اور جوارح انسان ہیں اور بہت ظاہر کہ نفس کو خدا نے کل جوارح اور اعضا کو دنیا میں امیر اور سردار اور حاکم کیا ہے۔ جیسا کہ امام رازی بھی تفسیر آیت إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ میں فرماتے ہیں۔ لِأَنَّ هٰذِهِ الْحَوَاسُّ آلَاتُ النَّفْسِ كَالْأُمَرَاءِ يعنے سمع و بصر و الفواد الات النفس ہیں اور نفس ان کا امیر ہے۔ انتہی۔ اب اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ جناب امیر کو پیغمبر خدا نے اپنا نفس بنایا تو وہ حاکم اور امیر ہوئے اور حضرات ثلاثہ مثل اعضائے ثلاثہ محکوم اور مامور اُن کے ہوئے۔ لیکن یہ اعضائے ظاہری ظاہر ہیں۔ تاحیات رسول خدا تابع اور محکوم اور مامور رہے۔ اور بعد وفات ان حضرت کے جس طرح سے کل اعضائے انسانی اس کے نفس مخالف ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ آیت دفی ہدایہ شھد علیھم سمعہم و ابصارھم و جلودھم سے ظاہر ہے۔ اسی طرح اصحاب ثلاثہ نے بھی نفس رسول خدا کی متابعت سے سرکشی اور تابی کی اور بامخالفت ان کے خود حاکم اور امیر بن بیٹھے اور نفس پیغمبر کو محکوم اور مامور اپنا کیا پس بعد جناب رسول خدا کے یہ مجازی سمع و بصر و فواد بہرے و اندھے و نافہم ہو گئے۔ اور مصداق قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَأَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَآذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا کے ہوئے۔ اب خود ہی براہ انصاف فرمایئے کہ جو کوئی حکومت اور امارت نفس رسول خدا کا منکر ہو جائے۔ اس کے کفر و نفاق میں کیا شک ہے۔ اور بموجب قانون سلاطین زمانہ بھی ایسے لوگ جو کسی ریاست دولت اور حکومت میں خلل انداز ہوں۔ ان کی سزا سوائے صلب علی جذوع النخل کے کیا ہے ے کشتنی سوختنی باشد و گردن زدنی + و عہد میمنت مہد حضرت مہدی علیہ و صلی اٰبائہ السلام میں انشاء اللہ یہ سب ہونا ہے۔ اَللّٰهُمَّ عَجِّلْ لِلظُّهُوْرِ وَاتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ کیوں مولوی مہدی علی خانصاحب آپ نے بھر پایا یا نہیں اور ثمرۃ الفواد نے مزہ حنظل دکھلایا یا نہیں۔ **اقول** حضرت ہم نے تو دل لگا کر سن لیا ہے اب آپ بھی ذرا کان دھریں مگر

قباحت تو یہ ہے کہ ہر مقام پر صبح وشام آپ ایک ہی راگ بھاگ گاتے رہے اور ہمیشہ ہی بے سُری بین بجاتے رہے۔ آپ کی تو کیا بات فرماتے کچھ اور ہو دکھلاتے کچھ اور ہو بھلا اپنے منہ سے آپ کو شیر تو کہلایا مگر آخر کو تو بلی بھی بن کر نہ دکھلایا۔ دیکھیے تو بڑی آب وتاب سے فرمایا کہ آخر اس حدیث کے ہم ثلاثہ کا کفر ونفاق ثابت کرینگے۔ اور یہاں تو صرف جناب امیر کی فضیلت تحریر کی وہ آپ کا کفر ونفاق کہاں ہے۔ اور کون اس کا ثبوت ہے۔ وہ تو ذرا ہم کو بھی دکھلائیے۔ نہیں تو بس جھوٹے پر لعنت فرمائیے۔ ہم کہتے ہیں کہ بحث تو اصحاب ثلاثہ پر تھی نہ کوئی جناب امیر کی صفت وثنا کا منکر تھا نہ اس فضائل سے کچھ ان کا درجہ زائل ہوا کیونکہ ایسے تو اُن کے شان میں بھی حضرت کے بہت فرمان ہیں پھر کیوں اتنا واویلا کیا اور کیوں زمانہ کو سر پہ اُٹھالیا یہی تو آپ کی عادت خراب ہے۔ کہ جب کوئی جواب بن نہیں آتا تو پھر اسی طرح کچھ اہلبیت کے فضائل لکھ کر دکھلاتے ہو۔ یا دشنام بدکلام سے دوچار ورق سیاہ بناتے ہو خیر ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ آپ بیچارے ڈوبتے کی طرح ہاتھ مارتے ہیں۔ مگر خدا کی تقدیر کوئی تدبیر بن نہیں آتی۔ جناب آپسے اصحاب ثلاثہ پر کوئی نقص تو ثابت ہو نہ سکا۔ اور نہ اس بیان سے بھی کچھ ان کو نقصان ہؤا۔ اگرچہ جناب امیر کو حضرت نے اپنا نفس بنایا تو اصحاب ثلاثہ کو اپنا سمع وبصر اور دل فرمایا پھر اس میں کیا فرق آیا۔ بلکہ اس حال کی تو یہ مثال ہے کہ دل وجان روح اور جسم تمام کا آپس میں اسی طرح انجام ہے۔ جیسا بغیر روح کے جسم بیکار ہے ویسا ہی بغیر جسم کے روح بے قرار ہے۔ اسی واسطے اصحاب ثلاثہ اور جناب امیر آپس میں شکر وشیر رہتے تھے اور حضرت بھی اُنکو اپنا نفس اور دل کہتے تھے۔ مگر اس میں بھی جو آپ نے حرکت بازی کر کے اپنے اتباع کو راضی کیا۔ تو دیکھ کہ اس سے ہم تم کو جھٹلاتے اور پشیمان بناتے ہیں۔ اول جو آپ نے کہا کہ جب علی علیہ السلام کو حضرت نے نفس فرمایا۔ اور اصحاب ثلاثہ کو اپنا سمع وبصر اور دل بنایا۔ تو اس سے جناب امیر حاکم اور وہ محکوم ہوئے مخاطب جی اپنے مُنہ سے تو ان کو محکوم کہو یا مظلوم۔ اس تمہاری خوش فہمی کو کون روکتا ہے۔ یہ تو تمہارے خیالی پُلاؤ ہیں جس طرح چاہو پکاؤ کھاؤ۔ مگر ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ اگر اصحاب ثلاثہ حاکم تھے یا محکوم یہ تو آپ کو بھی سب حال اچھی طرح معلوم ہے۔ عیان کو بیان کی کیا حاجت ہاں اگر اُن کی وہ حکومت آپ کو یاد نہیں رہی تو خیر اُن کا پھر حاکم ہونا بھی ہم ابھی آپ کو دکھلا دیتے ہیں۔ دکھلا کیا وہ آپ کے زخم پھر ہلا دیتے ہیں۔ ذرا اسکو بحث خلافت میں دیکھ لینا پھر ان کو حاکم یا محکوم کہنا۔ دوم جو کہا کہ حضرت کے پیچھے اصحاب ثلاثہ اپنے حاکم سے سرکش ہو کر خود حاکم بن بیٹھے تعجب تو یہ آتا ہے۔ کہ کہیں تو مخاطب خلفائے ثلاثہ کو حاکم اور کہیں محکوم بناتا ہے۔ کہیں ان کو حضرت کے اعضا بنا کر سزا فرماتا ہے۔ نہ ایک دعوے نہ ایک زبان نہ ایک دین نہ ایک ایمان جو منہ در آتا ہے بکے

جاتا ہے۔حضرت اس طرح کی واہی تباہی تو آپ نے ہر جا فرمائی ہے۔ مگر کہیں اس سرکشی وغیرہ کو آپ نے ثابت تو نہ کیا۔اور نہ کسی بات کا کوئی ثبوت دیا۔تو پھر اس تمہاری زبان بیچاری کی فغان کون سُنتا ہے۔اور ایسی جھوٹی فریاد کی داد کون دیتا ہے۔سوم جو مخاطب نے کہا۔کہ اصحاب ثلاثہ حضرت کے سمع بصر اور دل تو ہیں مگر بعد وفات آنحضرت کے جیسا کل اعضائے انسانی اس کے نفس کے مخالف ہو جاتے ہیں۔تو اسی طرح یہ بھی نفس رسول خدا کے برعکس ہو کر بہرے اندھے اور نافہم ہو گئے۔

جواب۔حضرت اس مثال سے بھی اصحاب ثلاثہ کو تو کوئی زوال نہ آیا۔بلکہ خدا نے تو خود تمہاری ہی زبان سے حضرت کے اعضا کرام کا تو رتبہ افزا فرمایا کہ نہ تو تمنے کہیں ان کا منافق ہونا ثابت کیا نہ کہیں ان کی مخالفت وغیرہ کا ثبوت دیا۔صرف اس تقریر بدنظیر سے تو پیغمبر خدا کے اعضا کا نام لے کر پھر بدکلام کرتا ہے۔اور کہیں رسول علیہ السلام کو عام کی مثال دیتا ہے۔عام تو فانی بدکار گناہگار ہیں۔جن کے ہاتھ اور پاؤں وغیرہ قیامت کو ان کے گناہوں پر گواہی دیوینگے اور پیغمبر تو معصوم اور ہر عیب سے پاک ہمیشہ حیات ہیں۔پھر اُن کے حال پر عام کی مثال کیونکر صادق آتی ہے۔اور کون آپ کی طرح کہ سکتا ہے۔کہ معاذاللہ بعد وفات حضرت کے یہ کل اعضا آپ سے برعکس ہو کر بہرے واندھے اور نافہم ہو گئے نعوذباللہ منہا دیکھو جیسا کہ ہمارے سلطان الانبیاء حیات النبی ہیں۔تو اسی طرح یہ اُن کے سب اعضاء بھی آپ کے ہمراہ ہمیشہ زندہ و بقاء ہیں۔خصوصاً یہ اصحاب ثلاثہ جو خاص آپ کی ذات کے متصل سمع و بصر اور دل ہیں۔تو پس جس نے کسی بھی آنحضرت کے اعضاء کو رنج دیا تو اس بدخواہ نے خود پیغمبر خدا کو رنج کیا۔جیسا کوئی کسی کو کہے کہ تیرے اعضاء یعنی ہاتھ اور پاؤں وغیرہ سب بدکار گناہگار ہیں۔تو بھلا اس بُرا کہنے کا کچھ اس مالک اعضاء کو بھی رنج ہوگا یا نہیں۔اگر ہوگا تو کیا رسول خدا کو اس اپنے اعضاء کے بدگو پر رنج نہ ہوگا۔اور اس رنج کے سبب خدا اس گمراہ کی جہنم جانہ کرے گا۔ اے لبلبید صاحب فہمید یہ تو کیا ہے ذرا اور دیکھو۔کہ مخاطب پیغمبر خدا کے اعضائے مبارک کی سزا میں یہ آیت بھی پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب بعد وفات حضرت کے سمع و بصر اور دل بہرے واندھے اور نافہم ہو گئے تو مصداق اس آیت کے ہوئے۔وھو ھذا

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ اس آیت کے یہ معنے ہیں فرمایا خدا تعالے نے کہ پیدا کیا میں نے دوزخ کو بہت واسطے جنوں اور آدمیوں کے جو واسطے ان کے دل ہیں۔نہیں فہم کرتے اُن سے اور ان

کے لئے آنکھیں ہیں۔نہیں دیکھتے اُن سے۔ اور واسطے ان کے کان ہیں نہیں سنتے اُن سے
وہ لوگ مثل چارپایوں کے ہیں۔ بلکہ وہ بہت گمراہ غافلوں سے ہیں۔اے دین کے صراف بنظر
انصاف دیکھو۔یہ وہ آیت ہے جو منکر بدکار کافر اہل النار کے حق میں اُتری ہے جس کو مخاطب پیغمبر
خدا کے اعضا کی سزا میں لکھتا ہے۔ ذرا اس کا معنے اور مخاطب کی مراد حکیمانہ غور کر کے سمجھو اور سوچو
کہ جب بقول ان کے پیغمبر خدا کے سب اعضا بہرے واندھے اور نافہم ہو گئے۔ تو پھر یہ مؤاخذہ اعضا
کو ہو گا یا مالک اعضا کو سزا ہے۔ پھر دوزخ کا مصداق مخاطب نے کس کو بنایا۔ اور غافل گمراہ بھی کس
کو کہا۔ ہمارا تو اس کی تشریح کرنے سے بھی دل دھڑکتا اور جی کانپتا ہے۔ نہ کچھ زبان ہلتی ہے نہ
قلم چلتی ہے۔ دیکھو یہ بے حیاء ابن سباء کے چیلے کس ڈھنگ اور فرنگ سے پیغمبر خدا کی بھی بے ادبی
کرتے اور بُرا بکتے ہیں۔ کہ نشانہ تو اور کو بنانا اور چوٹ اور کو چلانا۔ اگر شیعہ ان گفتار سے شرمسار ہو کر
انکار کریں اور کہیں۔ کہ ہم نے تو اعضا مجازی کا ذکر کیا ہے۔ نہ کہ حقیقی کو بُرا کہا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ
کہ اچھا مجازی ہی سہی۔ مگر حقیقی اور مجازی کا بھی تو اتنا فرق ہے کہ حقیقی جسم اور دل دونوں کے متصل
ہیں اور مجازی اعضا خاص دل کے ہمراہ ہیں۔ لیکن اس دستور سے تو حقیقی سے بھی مجازی زیادہ ظہور
میں آتا ہے۔ جیسا کہ کسی کے دلی دوست کو مشکل پڑتی ہے۔ تو وہ اپنے ان حقیقی اعضا کو بھی اُن پر
فدا کر کے خود رنج و تکلیف اُٹھاتا ہے۔ مگر اپنے دوست کو اُس مصیبت سے بچانا چاہتا ہے۔ اور یہ تو ہر نادان
بھی جان سکتا ہے۔ کہ جب حضرت نے اصحاب ثلاثہ کو اپنا سمع و بصر اور دل بنایا تو اس کا یہ معنی فرمایا کہ جیسے
مجھ کو میرے کان و آنکھیں اور دل عزیز ہیں تو اسی طرح اصحاب ثلاثہ بھی میرے نہایت پیارے اور دوست
ہیں۔ اور یہ بھی دستور عام مشہور ہے۔ کہ دوست کا ایذا و رنج ضرور دوست کو پہنچتا ہے۔ تو پس اس
سے بھی وہی بات ثابت ہوئی۔ جو ہم نے کہا کہ جس نے کچھ بھی ان اعضا دوست رسول اللہ کو بُرا کہا
یعنے خلفاء ثلاثہ کے حق میں بے ادبی کی تو اس نے خاص پیغمبر خدا کو ایذا دی۔ اور جس نے پیغمبر کو رنج
پہنچایا۔ اُس نے خدا کو اپنا دشمن بنایا۔ پھر اس میں اور اس میں کیا فرق آیا۔ اور جو آپ نے فرمایا۔ کہ جو
کوئی حکومت اور امارت نفس رسول خدا کا منکر ہو جائے اس کے کفر و نفاق میں کیا شک ہے۔
سو حضرت شک تو یک طرف رہا۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ نفس تو کیا اور جو کوئی حضرت کے ایک بھی اعضا کا
منکر و بدخواہ ہو جائے۔ اس کی عیب جوئی اور بدگوئی کر کے لوگوں کو سنائے تو اس لعین بدیقین
کو تو ہم خاص منافق بے دین کہتے ہیں۔ اور بھی جو اس طرح رسول علیہ السلام کے کلام کو مانے یا اس
کا معنے غلط کرے۔ تو اس کو بھی ہم منکر بدکار اہل سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ پیغمبر خدا جن کو اپنا سمع و

بصر اور دل بنائے۔ اور جن کو اپنا تمام جسم وجان و روح وتن فرمائے پھر جو ان اعضاء رسول خدا کو برا کہے تو پس اس گمراہ منکر بدخواہ کے واسطے تو صُلِبَ عَلٰی جُذُوْعِ النَّخْلِ کی سزا ہے۔ اور فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ اس بدکار کی جا ہے۔ اے شیعو ایسے بدگو کو تو خود آپ ہی سمجھ لو کیوں مخاطب جی یہ ہماری تقریر کچھ آپ کے بھی دل پذیر ہوئی یا نہیں۔ اگر نہیں کہو تو اس حدیث کا کچھ اور بھی ثبوت لو۔ ذرا امام حسن عسکری علیہ السلام کے اس کلام کا بھی ملاحظہ کرو۔ جو تفسیر حسن عسکری میں لکھتے ہیں۔ کہ ہجرت کی رات پیغمبر خدا ابا بکر صدیق کے حق میں اس طرح فرماتے تھے جَعَلَكَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَبِمَنْزِلَةِ الرُّوْحِ مِنَ الْبَدَنِ۔ کہ اے ابا بکر خدا نے تجھ کو بمنزلہ میرے سمع و بصر کے گردانا۔ اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہے۔ جو سر کو جسم سے و روح کو تن سے ہے۔ پس اس امام نے تو سب کلام ہی قطع کر دیا۔ بلکہ اس حدیث سے بھی بڑھ کر ان کی تعریف ثابت ہوئی۔ دیکھو ایک سمع و بصر تو کیا پیغمبر علیہ السلام تو اصحاب ثلاثہ کو اپنا گوشت و پوست۔ دل و روح و جسم اور جان فرماتے ہیں۔ پھر کون کون حدیث کو آپ جھٹلاؤ گے اور کس کس میں اپنے دلائل لاطائل دوڑاؤ گے۔ اجی ابھی نہ گھبراؤ۔ آگے آؤ۔ دیکھو ان حدیثوں میں تو حضرت نے اپنی مثال کہ کر خلفائے ثلاثہ کا درجہ کمال کیا۔ اب اور انبیاء کی بھی تشبیہ دیکر ان کا رتبہ افزا فرماتے ہیں۔ جیسا کہ تمہارے صاحب منہج الصادقین اپنی تفسیر سورہ انفال میں یہ حدیث لکھتے ہیں۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَثَلُكَ یَا اَبَا بَكْرٍ مَثَلُ اِبْرَاهِیْمَ اِذْ قَالَ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ الرَّحِیْمٌ وَمَثَلُكَ یَا عُمَرُ مَثَلُ نُوْحٍ اِذْ قَالَ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِیْنَ دَیَّارًا۝ یعنے فرمایا رسول علیہ السلام نے۔ کہ اے ابا بکر مثال تیری حضرت ابراہیم سے ہے۔ جس دم کہا اے پروردگار جس نے تابعداری کی میری وہ میرے گروہ سے ہے۔ اور جس نے نافرمانی کی میری۔ پس تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اے عمر مثال تیری مثال نوح علیہ السلام سے۔ جب کہ اس نے کہا۔ کہ اے خدا نہ چھوڑ تو زمین پر کوئی کافر بسنے والا اور اسی طرح اس حدیث کو آپ کے علامہ رازی صاحب بھی کنز العرفان میں لکھتے ہیں۔ اور آپ کے جمہور صاحب بھی اسی دستور سے اس کو مذکور کرتے ہیں۔ یا جیسا اطواق الحمایت میں امام علی علیہ السلام بھی خود ابا بکر صدیق اور عمر فاروق کو پیغمبر خدا کے برادر و رفیق بتاتے ہیں۔ اور ان کے خاص وزیر و شفیق کہ کر ان پر رحمت فرماتے ہیں۔ اے شیعو ذرا تعصب کو ہٹاؤ۔ کہیں خود ہی منصف ہو کر کچھ انصاف فرماؤ۔ کہ جن کو خود پیغمبر علیہ السلام اپنا سمع و بصر اور دل فرمائے۔ اور جن کو اپنا جسم و جان و روح و تن بتائے۔ اور بھی جن کا پیغمبر مثل

کی مثال دے کر رتبہ کمال کرے تو پھر اس سے اور زیادہ ان کی شان ہم کیا بیان کریں۔ اور ثبوت بھی ان سے اور مضبوط ہم کیا دیویں۔ پس ہمارا تو اس طرح ثبوت دینا اختیار ہے۔ باقی اس آپ کی نہیں نہیں وانکار کے تو ہم ذمہ وار نہیں ہیں۔ کیونکہ نفاقی مرض تو کسی انبیا سے بھی شفا نہ ہوئی۔ اور جو اس مقام پر آپ نے امام مہدی علیہ السلام کے نام کا بھی ہم کو اشارہ کیا ہے۔ سو مخاطب جی امام صاحب کے ظہور تک تو آپ کو اختیار ہے۔ چاہو کسی کو برا کہو دشنام دو لعنت تبرہ کرو۔ جب وہ ظہور فرماوے گا تب وہ انشاء اللہ تعالے ان واہیات تباہیاں کا آپ کو مزہ دکھلاوے گا۔ کہ اس وقت تو آپ سے میاں تقیہ بھی بھول جائیگا۔ اور بحکم شرع رسول صلعم آپ کو ایسا مقتول بنائیگا کہ پھر تو قیامت تک کسی کی زبان سے اس مذہب کا نام نہ آئے گا۔ کیوں مولوی عباد حسین صاحب اس آپ کے پھر پانے کا یہی معنی ہے۔ یا نہیں جو کہ فرمایا اُس کا نتیجہ تو آپ نے بھی پایا۔ ایک ہاتھ دیا۔ دوسرے ہاتھ سے لیا +

چھٹی شہادت کی بحث صحابہ کی فضیلت میں

چھٹی شہادت ھما امامان عادلان کی بحث +

کتاب احقاق الحق میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابا بکر صدیق و عمر فاروق کی شان میں فرمایا ہے ھُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَ عَلَی الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَیْہِ نَعَلَیْہِمَا رَحْمَۃُ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ دونوں امام تھے عادل اور انصاف کرنے والے دونوں حق پر تھے۔ اور مرے حق پر دونوں پر ہو رحمت خدا کی۔ قیامت کے دن اس حدیث سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ ایک تو صدیق اکبر و عمر رضی اللہ عنہما کا امام یعنے خلیفہ برحق ہونا۔ دوسرا ان کا عادل اور منصف ہونا تیسرا۔ ان کا حق پر ہونا اور حق پر مرتے دم تک رہنا۔ چہارم قیامت کو مستحق رحمت الٰہی کا ہونا۔ اس ایک ہی فقرہ سے تمام بہتان حاسدان کے باطل ہوئے۔ کیونکہ جو ایمان اور پرہیزگاری میں کامل نہ ہو۔ وہ مستحق رحمت الٰہی نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث پر بھی شیعہ جو جو اپنی دلیلیں دوڑاتے اور تاویلیں بناتے ہیں۔ وہ ہم سب ان کے مضامین بھی لکھ کر ناظرین کو دکھاتے ہیں پھر ان کی دیانت اور خیانت کا انصاف چاہتے ہیں۔ لیکن یہ ان کی تردید تو ہر سے قابل دید ہے۔ چنانچہ انکے رسالہ ادلہ تقیہ میں ہے۔ جس کو ان کے مجتہد سید محمد صاحب نے اپنے دستخطی ۱۲۸۲ھ کو لودھیانہ میں طبع کرایا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں۔ چنانچہ قولہ ھُمَا اِمَامَانِ الخ فَلَمَّا انصرف النَّاسُ قَالَ لَہٗ رَجُلٌ مِنْ خَاصَّۃٍ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَقَدْ تَعَجَّبْتُ مِمَّا قُلْتَ فِیْ حَقِّ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ نَعَمْ ھُمَ الْاِمَامَانِ

أَهْلُ النَّارِ، كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُوْنَ إِلَى النَّارِ وَأَمَّا الْعَدْلَانِ فَلِعُدُوْلِهِمْ عَنِ الْحَقِّ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ وَأَمَّا الْقَاسِطَانِ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَأَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا وَالْمُرَادُ مِنَ الْحَقِّ الَّذِيْ كَانَا مُسْتَوْلِيَيْنِ عَلَيْهِ وَهُوَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ حَيْثُ آذَيَا وَغَصَبَا حَقَّهٗ وَالْمُرَادُ مَوْتُهُمَا عَلَى الْحَقِّ إِنَّمَا مَاتَا عَلٰى عَدَاوَتِهٖ مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ عَنْ ذٰلِكَ وَالْمُرَادُ مِنَ الرَّحْمَةِ اللّٰهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَإِنَّهٗ كَانَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ وَسَيَكُوْنُ خَصْمًا لَهُمَا سَاخِطًا عَلَيْهِمَا مُنْتَقِمًا عَنْهُمَا يَوْمَ الدِّيْنِ إِنْتَهٰى} خلاصہ مترجم کا یہ ہے کہ حدیث ہما امامان عادلان امام صادق علیہ السلام نے عام لوگوں میں فرمائی۔ پھر جب مجلس مخالفین سے خالی ہوئے۔ تو ایک شخص جو خاص آپ کے اصحابوں میں سے تھا امام معصوم کی خدمت میں عرض کی کہ میں اُن کلمات سے جو آپ نے حق شیخین میں ارشاد فرمائے ہیں۔ بہت متعجب ہوا۔ امام نے فرمایا۔ کہ میں نے ان دونوں کو امام اس سبب سے کہا ہے کہ وہ امام اہل النار تھے۔ چنانچہ خدا اپنے قرآن میں کافروں کو امام اہل النار فرماتا ہے۔ اور عادل الوجہ سے کہا کہ ان دونوں نے عدول کیا تھا حق سے جیسا کہ خداوند کافروں کو انہی معنوں سے عادل فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ اور قاسط اس وجہ سے کہا کہ قاسط کے معنے ظالم کے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔ وَأَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا۔ یعنے ظالم جہنم کی لکڑیاں ہیں۔ اور جو کہا کہ كَانَ عَلَى الْحَقِّ تو اس سے یہ مراد ہے کہ وہ دونوں غالب تھے حق پر۔ کہ حق امیر المؤمنین تھے اُن پر وہ غالب ہوئے۔ کہ ان کا حق چھین لیا۔ اور ایذاء دیا۔ پھر امام فرماتے ہیں کہ مَاتَا عَلَى الْحَقِّ سے مراد یہ ہے کہ وہ عداوت حق پر مرے۔ یعنے جناب امیر کے وہ مرتے دم تک دشمن رہے۔ پھر فرمایا۔ کہ میں نے جو کہا ہے فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ پس مراد رحمۃ اللہ سے رسول خدا ہیں۔ کہ وہ قیامت کو ان دونوں کے دشمن ہونگے۔ اور ان پر غضبناک ہونگے۔ مترجم کہتا ہے۔ کہ کلام عرب میں علی کو مقام مخالفت اور مضرت اور عداوت میں بھی اطلاق کرتے ہیں۔ **اقول**۔ بھلا وہ کون شخص ہے جو یہ آپ کے معنے سن کر حیرت میں نہ آئے گا۔ یا اپنے کانوں تک ہاتھ نہ لگائے گا۔ اور بھی ان کو دیکھ کر کون تعجب نہ کرے گا۔ یا کلمہ لاحول نہ پڑھیگا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ یہ معنے آپ کس قاعدے کے موافق بناتے ہو۔ یا کہ صرف اپنے گھر کے گیت گاتے ہو۔ حضرت کوئی قاعدہ تو کیا اور صرف نحو بھی کجا۔ نہ تو یہ معنے کہیں رواج کے مطابق ہیں۔ نہ کچھ عقل کے موافق ہیں۔ اور بھی آج تک تو نہ کسی آیت یا حدیث کا اس طرح کوئی معنے دیکھا نہ سنا ہے۔ ہاں ایک دفعہ تو اور بھی اس طور سنا تھا۔ نقل کفر کفر نباشد۔ کہ ایک نقال دوسرے کو اس طرح ایمان کی شرطیں بدیں معنے پڑھانے لگا۔ کہ کہو

اٰمنت باللہ ایک لاں حوا پاس پلا تھا وملٰئکتہٖ وہ دودھ سے ملائی کھانے لگا وکتبہٖ اسکو ایک کتے نے پکڑ لیا ورُسلہٖ تو اماں حوا نے اس کے گلے میں رسی ڈال دی والیوم الاٰخر پھر اس بیچارے کو آخر آ گئی۔ پس شیعوں نے بھی اسی طرح بلکہ اس سے بھی بدتر اس حدیث کے معنے بنائے اور اس نقال کی مثال لوگ بھی ہنسائے۔ مگر ایک تو اس میں ناحق امام صادق علیہ السلام پر جھوٹ کا الزام لگایا۔ دوسرا آپ کو بھی خجل و خوار شرمسار بنایا۔ کیا ہاتھ آیا۔ ارے اوّل تو یہ تمہاری تردید ہمارے قابل شنید نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا ہماری کتب میں کوئی بیان نہیں۔ یہ صرف تمہارے گھر کا بہتان ہے۔ کہ جس کا نہ کوئی آپ نے ثبوت دیا نہ ہم نے اس کو تسلیم کیا۔ لیکن جب آپ نے اس حدیث کا یہی جواب بنا کر پیش کیا تو اس واسطے لاچار ہم کو بھی کچھ اس کا جواب دینا پڑا۔ چنانچہ پہلے تو ہم بھی تمہارے مقابل اس حدیث کا حرف بحرف معنے ہر ایک کو دکھلاتے اور سناتے ہیں۔ پھر اہل وید صاحب فہید سے انصاف چاہتے ہیں۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ہُمَا اَمَامَانِ دونوں امام تھے عادِلَانِ عدول قَاسِطَانِ انصاف کرنے والے کَانَ عَلَی الْحَقِّ دونوں حق پر تھے وَمَاتَا عَلَیْہِ مرے حق پر فَعَلَیْھِمَا رَحْمَۃُ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ پس اُن دونوں پر ہو رحمت خدا کی قیامت کے دن دیکھو نہ تو اس میں کوئی بات مہملات ہے۔ نہ کوئی معمّا ہے۔ سیدھے سیدھے حرف ہیں صاف صاف معنے ہیں۔ نہ تو اس میں کہیں دلیل کی حاجت ہے۔ نہ کوئی تاویل کی ضرورت ہے۔ پھر وہ کون آدمی ہے جو ایسے صاف سیدھے معنے چھوڑ کر اس تمہاری خام دلیل جھوٹی تاویل کو مانے یا ایسے صریح جھوٹ کو سچ جانے۔ اگر اتنی تلقین پر آپ کو یقین نہیں آتا تو دیکھو ان تمہاری تاویلات لغویات کو بھی ہم چند وجہ سے جھٹلاتے اور کاذب بناتے ہیں تاویل اوّل جو تم نے اماماں کے لفظ کو امام اہل نار کہا ہے۔ پہلے تو اس میں مضاف الیہ کو محذوف کر دیا۔ کیوں حذف مضاف کا بغیر حالت تنوین یا بنا مضاف یا اضافت ثانیہ کی ہرگز جائز نہیں ہے۔ اگر شک ہو تو اپنی رضی کھول کر دیکھ لو۔ دوسرا جب امام مطلق ہے۔ تو اس کے معنے بھی اصلی ہوئے یعنی خاص مدح صفت و ثناء کے۔ اس لئے کہ لفظ مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہے۔ تو پھر کیوں اس سے امام اہل نار مراد ہو سکتے ہیں۔ بخلاف اس آیت کے اَئِمَّۃً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ۔ تیسرا اگر کوئی ملحد وغیرہ بھی آپ کی طرح نام آئمہ علیہ السلام کے مقابل یہی معنے بنائے۔ تو پھر اُس ملحد خراب کو آپ کیا جواب دو گے۔ پھر تو قیل اور چیں چیں کے سوا اور کیا کہو گے۔ تاویل دوم عادل کا معنے عدول کہنا تو اس میں بھی آپ کے مذہب پر غضب آتا ہے۔ کیونکہ شیعوں کے نزدیک عدل ایک بڑا رکن اصول دین سے ہے۔ جب عدل کا معنے عدول کا لیا جاوے گا۔ تب تو آپ کا مذہب ہی سب کا سب جھوٹ

ہو جاوے گا۔ سیوم تاویل قَاسِطُونَ کی بھی غلط ہے۔ کیونکہ اس میں کسی خاص قرینے کے سوا قاسط کا معنےٰ ظلم بنانا تو ایسا ہے۔ جیسا کہ رات کو دن اور دن کو رات کہنا ہے۔ دیکھو قرآن میں بمقابلہ لفظ قاسطون کے لفظ مسلمون وارد ہے۔ اور قولہ تعالےٰ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰہَ یحب المقسطین ذرا اپنی ہی تفسیروں کو دیکھو خصوصاً خلاصۃ المنہج و مجمع البیان وغیرہ نے بھی ان سب آیات میں قاسطون کے معنے انصاف کے کئے ہیں۔ یا کہ ظلم کے۔ جیسا کہ اس آیت میں بھی جناب باری فرماتا ہے۔ یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ۔ کہ اے ایمان والو قائم رہو انصاف پہ نہ کہ قائم رہو ظلم پر۔ پھر فرمایا فَاحْکُمْ بَیْنَہُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ پس تو حکم کر ان میں انصاف کا۔ اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو نہ کہ فرمایا اللہ دوست رکھتا ہے ظالموں کو معاذ اللہ پس جیسا ان آیات میں قاسط کا معنے ظلم بنانا قرآن کو جھٹلانا ہے۔ تو اسی طرح اس حدیث میں بھی قاسطون کا معنےٰ ظلم کہنا تو دیدہ دانستہ امام صادق علیہ السلام کو کاذب بنانا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ چہارم لفظ حق سے مراد علی مرتضےٰ لینا بغیر نام قرینے کلام کے بالکل خام ہے۔ اور ان کو مغلوب کہنا بھی آپ کے مذہب تشیع کی بیخ برکندہ ہوتی ہے۔ کیونکہ جب ہمیشہ جناب امیر مغلوب اور اصحاب ثلاثہ ان پر غالب رہتے تھے۔ تو پھر وہ کلمہ غلط ہوا جو کہتے ہو علی اسد اللہ الغالب۔ علی کل غالب۔ کیوں ایسے جھوٹے معنے بنا کر اس شیر خدا الافتاح کی بھی ہتک کرتے ہو کچھ شرم بھی آتی ہے یا نہیں۔ تاویل پنجم۔ جو لفظ عَلَیہما رحمۃ اللہ یوم القیامۃ میں کہا ہے۔ کہ علیہ سے مراد مخالفت رسول خدا ہے۔ اور رحمت اللہ سے مراد رسول اللہ ہیں۔ تو اس پر بھی کسی نے خوب لطیفہ کہا ہے۔ کہ جب حضرات شیعہ اپنے پیشواؤں کی شان میں رحمۃ اللہ کہتے ہیں۔ تو ہم بھی اسی طرح مراد رحمۃ اللہ سے رسول اللہ لیتے ہیں۔ اور علیہ سے وہی مخالفت رسول خدا سمجھتے ہیں۔ یعنے اس معنےٰ کے مطابق ہم جانتے ہیں۔ کہ یہ مجہول اپنے بزرگوں کو مخالف رسول کہتے ہیں۔ کیوں ایسی لغویات جھوٹی تاویلات بنا کر لوگوں کو ہنساتے ہو۔ اور اس طرح آئمہ علیہ السلام پر بھی بہتان کر کے اپنا ایمان گنواتے ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر حدیثوں کے ایسے ہی معنے بنا دیں اور تاویلیں کی جاویں پھر تو کوئی بھی حدیث کسی کی مدح وصفت وثنا میں باقی نہ رہیگی۔ اور خدا کے قرآن میں بھی ہر بدگمان اپنی اپنی دلیل کے موافق تاویل بنالیگا۔ پھر یہ دین اسلام بھی کہاں رہے گا۔ اور اس طرح تو تمام خدا و رسول کا کلام بھی سب کی سب مضحکہ طفلاں ہو جائے گی۔ اے شیعو خدا سے ڈرو ایسی باتیں نہ کرو کہ جن سے دین رسول اللہ کی توہین ہو۔ اور آئمہ علیہ السلام کو بھی الزام ہو۔ بھلا ایسا تو گمان ہی کرنا حرام ہے۔ کہ امام صادق علیہ السلام ایسی جھوٹی

کلام کریں۔ کہ پہلے تو اصحاب ثلاثہ کی تعریفیں کرکے مخلوق کو راضی فرماویں۔ پھر پس ازپشت اسی زبان سے ان کی شکایت کریں معاذ اللہ ارے اس طرح دھوکا دینا اور تقیہ کرکے جھوٹ کہنا تو کسی بھی امام کا کام نہ تھا۔ لیکن اس امام صادق علیہ السلام پر تمہارا تقیہ بھی کرنا حرام تھا۔ اگر نہیں کہو۔ تو یہ بھی اپنی ہی کتابوں سے دیکھ لو۔ تمہاری کتب معتبرہ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت امام صادق علیہ السلام تقیہ سے بالکل مستثنیٰ اور ممنوع تھے۔ جیساکہ کتاب بحار الانوار میں ملا باقر مجلسی نے اور کافی میں بھی ملا یعقوب کلینی نے لکھا ہے۔ کہ جو صحیفہ امام جعفر صادق کا تھا۔ اس میں ان کے لئے یہ حکم تھا۔ حَدِّثِ النَّاسَ وَافْتِهِمْ وَلَا تَخَافَنَّ اِلَّا اللّٰهَ وَانْشُرْ عُلُوْمَ اَهْلِ بَيْتِكَ وَصَدِّقْ اٰبَاءَكَ الصَّالِحِيْنَ فَاِنَّكَ فِي الْحِرْزِ وَالْاَمَانِ ترجمہ کہ تو حدیث تمام آدمیوں سے بیان کر اور فتوے دے اُن کو اور خدا کے سوا اور کسی سے مت ڈر اہل بیت کے علوم کو ظاہر کر۔ یعنی اپنی باتیں لوگوں میں پھیلا۔ اور اُن کو نہ چھپا اور اپنے آباء صالحین کی تصدیق کر۔ اس لئے کہ تو حفظ و امان میں ہے۔ دیکھو جن کو حکم خدا ایسا اطمینان تھا۔ تو پھر اُن کو جھوٹ بولنے کی ضرورت کیا تھی۔ کہ ایک ہی حدیث میں پہلے تو اصحاب ثلاثہ کا شان بیان فرماتے تھے۔ پھر پیچھے اس میں اس طرح جھوٹی تاویلیں بناتے تھے یہ کس عاقل کا عقل باور کر سکتا ہے۔ اور اس جھوٹے بہتان کو سچ کون جان سکتا ہے۔ اور کس کے خیال میں آتا ہے کہ اس میں امام نے وہی تقیہ کیا ہو۔ کہ جس سے خدا نے منع کر دیا تھا نعوذ باللہ منہا۔ پس الحمد للہ۔ کہ امام صادق علیہ السلام کو تو خدا نے اس تقیہ کے الزام سے بھی بچا دیا۔ اور ان کو بھی خود اپنی زبان سے جھوٹا کیا۔ اور بھی اس حدیث میں جو جو انہوں نے اپنے دلائل لاطائل کئے تھے وہ بھی سب کے سب زائل ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ ان کے زائد معنے بھی شیخ چلی کے ترانے بن گئے اور یہ بھی ہم ثابت کر دکھلاتے ہیں۔ کہ اسی طرح تو تمام آئمہ علیہ السّلام کے کلام میں یہی لوگ بد دیانت ہمیشہ خیانت کرتے رہے۔ اور معنے بدلتے تھے۔ کہ جن کو خود آئمہ اکرام بھی لعنت و ملامت فرماتے تھے۔ اور ان سے اپنی بیزاری چاہتے تھے۔ چنانچہ شیعوں کے بڑے علماء علامہ مجلسی روضۃ المتقین میں حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے یہ نقل کرتے ہیں۔ دَاؤُدُ بْنُ سُرْجَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاُحَدِّثُ الرَّجُلَ بِحَدِيْثٍ وَاَنْهَاهُ عَنِ الْقِيَاسِ فَيَخْرُجُ مِنْ عِنْدِيْ فَيَتَأَوَّلُ حَدِيْثِيْ عَلٰى غَيْرِ تَاوِيْلِهٖ اِنِّيْ اُمِرْتُ قَوْمًا اَنْ يَّتَكَلَّمُوْا وَنُهِيْتُ قَوْمًا فَكُلٌّ يَتَأَوَّلُ نَفْسَهٗ مُرِيْدًا الْمَعْصِيَةَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ یعنے امام صاحب نے فرمایا۔ کہ فلاں شخص کو میں حدیث سناتا ہوں۔ اور قیاس سے اس کو روک دیتا ہوں۔ پھر میرے پاس سے نکلتا ہے اور میری حدیث میں تاویل کرتا ہے۔ جو اس کی تاویل نہیں ہے۔ میں نے ایک گروہ کو کلام گفتگو کی اجازت دی

اور ایک گروہ کو اس سے روک دیا۔ پھر ہر ایک رفیق نے اپنی خواہش کے موافق تاویل کر لی اور خدا ورسول کی نافرمانی کا ارادہ کیا۔ پس اس سے صاف معلوم ہؤا۔ کہ یہ حدیثوں میں تاویلیں خود ان کی بنی ہوئی ہیں۔ معاذ اللہ امام کسی نے یہ کام نہیں کیا۔ کہ روبرو کچھ کہیں۔ اور پیٹھ پیچھے کچھ اور بھی اسی طور۔ تو تمہارے کشی صاحب بھی امام صادق علیہ السلام سے یہ حدیث ارقام کرتے ہیں۔ اِنَّ النَّاسَ اَوْلَعُوْا بِالْکِذْبِ عَلَیْنَا اِنَّ اللّٰہَ اِفْتَرَضَ عَلَیْھِمْ لَا یُرِیْدُ مِنْھُمْ غَیْرَہٗ وَاِنِّیْ اُحَدِّثُ اَحَدَھُمْ بِالْحَدِیْثِ فَلَا یَخْرُجُ مِنْ عِنْدِیْ حَتّٰی یَتَاَوَّلَهٗ عَلٰی غَیْرِ تَاْوِیْلِہٖ ذَالِکَ اِنَّھُمْ لَا یَطْلُبُوْنَ بِحَدِیْثِنَا وَبِحُبِّنَا مَا عِنْدَ اللّٰہِ وَاِنَّمَا یَطْلُبُوْنَ الدُّنْیَا۔ امام موصوف فرماتے ہیں کہ آدمیوں نے بہت زیادتی کی ہے۔ ہم پر جھوٹ لگانے اور افترا کرنے میں کہ میں جو حدیث ان سے کہتا ہوں وہ میرے پاس سے نکلنے نہیں پاتی کہ وہ اس کی دوسری طرح جھوٹی تاویل کر ڈالتے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہے۔ کہ وہ میری حدیث سے اس چیز کے طالب نہیں ہیں جو خدا کے پاس سے ہے۔ بلکہ وہ صرف دنیا کے طالب ہیں۔ دیکھو آئمہ علیہ السلام تو اپنی کلام میں تاویل کرنے والوں کو سخت منع کرتے ہیں اور تم ہم نشینوں پیدیوں کے حق میں تو صاف صاف فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس بیٹھنے والے لوگ جلد ہماری کلام کو غلط بناتے ہیں۔ اور اس میں اپنی جھوٹی تاویلیں کر کے لوگوں کو سناتے ہیں۔ اور بھی دیکھ کہ تم تاویل بازوں کو تو آئمہ اکرام علیہ السلام نے دائرہ اسلام سے بھی خارج فرمایا۔ اور دنیا مردار کا بھی طلبگار بنایا۔ پھر اس حدیث کی بحث کر کے آپ نے کیا فائدہ پایا۔ اے شیعو دیکھو اس حدیث امام صادق علیہ السلام کیطرح تو اور بھی تمام آئمہ اکرام حضرت صدیق و عمر فاروق کا شان بیان فرماتے جاتے ہیں اور انہیں کو اہل حق وخلیفہ برحق بناتے ہیں۔ جیسا کہ جناب امیر کا بھی وہ خط ان کے حق میں تمہارے علامہ کمال الدین بحرانی صاحب شرح کبیر میں لکھتے ہیں۔ کَمَا زَعَمْتَ وَصَلَحَھُمْ اللّٰہُ الرَّسُوْلُ خَلِیْفَۃُ الصِّدِّیْقِ وَخَلِیْفَۃُ الْفَارُوْقِ وَالْعُمَرِیْ اِنَّ مَکَانَھُمَا مِنَ الْاِسْلَامِ الْعَظِیْمِ وَاِنَّ الْمُصَابَ بِھِمَا الْحَرَجُ فِی الْاِسْلَامِ شَدِیْدٌ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ بِاَحْسَنِ مَا عَمِلَا۔ یعنے اے معاویہ تو نے گمان کیا۔ کہ خدا ورسول کا خیرخواہ خلیفہ صدیق تھا۔ اور دوسرا خلیفہ فاروق اعظم اور میری جان کی قسم۔ کہ ان دونوں کا مرتبہ اسلام میں بہت ہی بڑا ہے۔ اور تحقیق واقعہ ان کی وفات کا بہت ہی سخت حادثہ اسلام میں ہے۔ کہ اللہ تعالے ان دونوں پر رحمت کرے۔ اور ان کے نیک عملوں کی ان کو نیک جزا دیوے اور جیسا نہج البلاغت میں بھی حضرت صدیق کی نسبت جناب امیر نے یہ کلمے تحریر کئے۔ کہ جس نے پیغمبر کی سنت کو قائم کیا اور بدعت کو دفع کیا۔ اور گیا اس دنیا سے پاکدامن کم عیب خلافت کی خوبی پائی کیوں صاحب خلیفہ برحق

ہونا امام بھی اسی کا نام ہے۔ یا نہیں۔ اور سنّت پر چلنا متقی و پرہیزگار ہونا عدل و انصاف کا بھی یہی معنے ہے۔ یا نہیں اور اس دُنیا سے پاک دامن جانا اور تمام آئمہ علیہ السلام کا ان کے حق میں رحمت الٰہی فرمانا کامل الایمان کا بھی یہی نشان ہے یا نہیں پھر کس کس امام کی کلام کو آپ جھٹلاؤ گے اور کون کون حدیث میں اس طرح اپنی جھوٹی تاویلیں کر کے معنے غلط بناؤ گے کچھ شرم بھی آتا ہے یا نہیں۔ پس اس حدیث کی بحث میں کوئی امر تو باقی نہیں رہا۔ اور اس کا ثبوت بھی ہر طرح مضبوط پہنچ چکا۔ مگر ہم اپنے مخاطب کو بھی رنج کرنا نہیں چاہتے۔ اس کی بھی فریاد سن کر داد دیتے ہیں۔ قال المخاطب متعصب العظیم یہ حدیث بھی اخبار احاد سے ہے جن پر بنائے اعتقاد شیعوں کے نزدیک نہیں ہو سکتی ہے۔ آپ پہلے اس کا تواتر ثابت کرتے تب بنائے الزام اس پر قائم کرتے۔ اور شیعہ اس حدیث کو جن معنوں سے آپ فرماتے ہیں۔ ہرگز قبول نہیں کرتے۔ ہاں ان معنوں سے جو امام علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں۔ قبول کرتے ہیں۔ اور اگر لفظ کے بدون لحاظ المعنیٰ آپ نظر کرتے ہیں۔ اور اسی پر بنائے الزام رکھتے ہیں۔ تو یہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ جس لفظ میں لحاظ معنوں کا نہ ہو وہ مہمل ہوگا۔ اور مہملات سے الزام دینا اب اسی مہملوں سے ہو سکتا ہے۔ مگر عقلاء کے نزدیک ہرگز معقول اور مقبول نہیں ہے۔ اور ہرگاہ لحاظ معنوں کا کیا جائے۔ تو بنا بر معنے شیعہ کوئی صورت الزام نہیں ہے۔ اور اوپر اُن معنوں کے بھی جو آپ نے ٹھہرایا اور شیعہ اس کو مسلم نہیں کرتے۔ اور مقبول نہیں رکھتے۔ آپ الزام نہیں دے سکتے۔ اس لئے کہ الزام بمسلّمات خصم ہوتا ہے۔ نہ اپنی بنائی ہوئی باتوں پر اور اگر فرمائے کہ بنائے الزام اس پر ہے۔ کہ شیعہ ظاہر معنٰے کو چھوڑ کر بعید معنے لیتے ہیں تو ہم کہتے ہیں۔ کہ ظاہر معنے چھوڑنا اور بعید معنٰے مراد لینا کوئی امر قبیح نہیں ہے جو موجب الزام ہو سکے اس لئے۔ کہ سینکڑوں آیات اور سینکڑوں روایات اہل سُنّت بھی ظاہر معنے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسا کہ جب حنابلہ و حشویۂ اہلسنت جو مجسمہ ہیں استدلال کرتے ہیں جسمیّت جناب باری پر بلفظ ید اللہ وجہ اللہ و جنب اللہ و عین اللہ جو اعنان سے نکلتا ہے۔ تو حضرات اہل سنّت جواب میں فرماتے ہیں۔ کہ ظاہر معنٰے مراد نہیں ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ ترک معنے ظاہر کے یہاں وجہ یہ ہے کہ بدلائل قطعیہ و نقلیہ تنزیہ جناب باری غیر اسمہٗ کے ثابت ہے۔ اس لئے ظاہر کے عدول کرنے کی ضرورت پڑی۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ چونکہ ہزاروں دلیلیں عقلی و نقلی شیعوں کے نزدیک قائم ہوئی ہیں۔ اوپر کفر و نفاق حضرات ثلاثہ کے۔ کہ نمونہ اس کا کتاب الیقین ہے۔ کہ جس میں دو ہزار دلیلوں سے نفاق ثلاثہ ثابت ہوتا ہے۔ اور کتاب نفاق الشیخین ہے۔ جو صحاح ستہ اہل سنّت سے ماخوذ ہے۔ پس اسی وجہ سے ضرورت شیعوں کو۔ کہ معنٰے ظاہر سے

عدول کریں۔ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ لِلْحُجَّةِ فَهُوَ جَوَابُنَا لَكُمْ **اقول** ہمارا مخاطب بیچارا واویلا تو بہت مچاتا
اور آفتاب کو خاک سے چھپاتا ہے۔ مگر چھپ نہیں آتا۔ پہلے تو اپنی عادت کے موافق اس حدیث کو بھی
احاد فرماتا ہے۔ لیکن تعجب تو یہ آتا ہے کہ جس حدیث کو تو سب علمائے شیعہ بھی تصدیق فرماتے ہیں۔
جب آپ اس کو بھی احاد کہہ کر جھٹلاتے ہیں۔ تو اس لئے یہ آپ کا کہنا تو ہم شتر کی گوز بنا کر اڑاتے ہیں۔ اور
جو آپ نے کہا۔ کہ اس حدیث کو جن معنوں سے آپ فرماتے ہیں۔ جب ان معنوں سے ہم قبول نہیں
کرتے تو ہم پر الزام نہیں آسکتا۔ حضرت سلامت اگر آپ قبول کریں خواہ نہ کریں اور الزام بھی مانیں
یا نہ مانیں اس کے تو ہم ذمہ وار نہیں ہیں۔ ہمارا تو ثبوت دینا اختیار ہے۔ جیسا کہ اُن سب تمہاری
دلائل کو جھٹلایا اور اپنا دعوے بھی خود تمہاری ہی کتابوں سے ثابت کر دکھلایا۔ پھر یہ انکار آپ کے
کیا در کار آیا۔ اور جو آپ نے فرمایا کہ ظاہر معنے چھوڑنا اور بعید معنی لینا کوئی امر قبیح نہیں ہے۔ تو ہم
کہتے ہیں۔ کہ ایک تو اس میں امام صادق علیہ السلام پر جھوٹ کا الزام لگایا۔ کہ جس سے اپنا ایمان گنوالیا۔
دوسرا اس طرح بیہودہ معنے کرنے سے تو شرم کی بات ہے۔ پس اس کے سوا اور کیا قباحت ہے۔ اور جو
آپ کہتے ہیں۔ کہ اہل سُنّت بھی ظاہر معنے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسا کہ جمیعت جناب باری پر لفظ ید اللہ۔
وجہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں۔ سو محض جھوٹ اہل سُنّت تو کسی بھی آیت یا روایت کے اس طرح جھوٹے معنے
نہیں کرتے۔ اور جمیعت جناب باری میں بھی ہر ایک لفظ کا معنے کرتے ہیں کہ ید اللہ کو ہاتھ اللہ ہی قرار
دیتے ہیں۔ اور عین اللہ سے آنکھ ہی مُراد لیتے ہیں۔ اور وجہ اللہ کو منہ اللہ ہی کہتے ہیں۔ نہ کہ ید اللہ وغیرہ
کسی دوسرے کے ہاتھ پاؤں بناتے ہیں اور نہ ہاتھ سے مراد آنکھ وغیرہ کو لیتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ ہاں اتنا
کہتے ہیں کہ انسان کی طرح خدا تعالےٰ کے ہاتھ پاؤں وغیرہ تصور نہ کرو محض قدرت الٰہی جانو۔ یہ نہیں کہ اہل سنت
آپ کی طرح عدل کے معنے عدول لیتے ہیں اور انصاف کو ظلم کہتے ہیں پھر یہ کچی نظیر بھی آپ کی کیا پذیر
آئی۔ مخاطب جی ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔ کہ اس مناظرہ بنانے میں آپ نے کیا فوق لیا۔ کہ نہ تو کسی اور
نئی دلیل کو پیش کیا۔ نہ کہیں اپنے دعوے کا کوئی ثبوت دیا۔ ہاں اس طرح تو ہر جا اپنا منہ سیاہ بنائے جاتے
ہو۔ جیسا کہ فرماتے ہو کہ ہزاروں دلیلیں عقلی و نقلی شیعوں کے نزدیک قائم ہوئی۔ اور یہ کفر و نفاق حضرات
ثلاثہ کے کہ نمونہ اس کا کتاب یقین ہے۔ جھوٹے بدخصال کا بُرا حال۔ اجی ہم تمہارے مُنہ کی باتیں اور
شیعوں کا عقائد تو آپ سے نہیں پوچھتے۔ اور نہ تمہاری کسی کتاب یقین بے دین کو دیکھتے ہیں۔ ہم تو
ان ہزاروں سے صرف ایک ہی آیت یا حدیث اُن کے نفاق میں دیکھنا چاہتے ہیں اور وہ ثبوت مانگتے ہیں۔
کہ جس سے آپ اصحاب ثلاثہ کا کفر نفاق اور نفاق ثابت کرتے ہو۔ وہ تو کہیں ہم کو بھی دکھلاؤ۔

نہیں تو ان داہیاں تباہیاں سے باز آؤ۔ ہم حیران ہیں کہ اس بے حیا تو بے ابن سبا کو اتنی بھی عقل نہیں آتی۔ کہ کہیں ثبوت سند مضبوط کے سوا یہ ہمارے موہنہ کی افواہ کون مانے گا۔ حضرت پہلے تو آپ اس کا کہیں ثبوت حاصل کرتے۔ تب اس مناظرہ کا نام لیتے ورنہ ثبوت کے سوا یہ مناظرہ بنانا تو اُلٹا آپ کو جھٹلانا ہے۔ مگر اس ثبوت کا ہاتھ آنا بھی تو ایسا ہے جیسا کہ شریک الباری کہنا ہے۔ تو پھر اس سے آپ کو خاموش ہی رہنا بہتر ہے۔ پس اس جا بھی ہم کو اتنا ہی کہنا تھا۔ آگے آپ کی منشاء +

ساتویں شہادت کی بحث صدیق اکبرؓ کی فضیلت میں

ساتویں شہادت خطبہ للہ بلاد کی بحث

کتاب نہج البلاغت میں جناب امیر المؤمنین علی علیہ السّلام کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیق کی شان میں یہ عبارت منقول ہے للہ بلادِ فلان لقد قوم الاود و دی العمد واقام السنۃ وخلفہ البدعت ذھب تقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرھا رسبق شرھا ادی اِلیَ اللہ طاعۃ واتّقاہُ بحقہ رحل وترک ھم فی طرق تشابعۃ لا یھدی فیھا الضال ولا یستقین المھتدی ۵ ترجمہ خدا انعام کرے فلاں یعنے ابوبکر پر کہ جس نے کجی کو سیدھا کیا جس نے امراض نفسانیہ کی دوا کی جس نے پیغمبر کی سُنّت کو قائم کیا۔ اور بدعت کو دُور کیا۔ اور گیا اس دنیا سے پاک دامن کم عیب خلافت کی خوبی پائی۔ اس کے فساد سے پہلے رحلت فرمائی۔ خدا کی اطاعت کو اچھی طرح ادا کیا۔ اور موافق حق کے پرہیزگاری کو پورا کیا۔ اور کوچ کیا اس دنیا سے۔ اور چھوڑ گیا آدمیوں کو شاخ درشاخ راہوں میں کہ نہ گمراہ ہدایت پاتا ہے۔ اور نہ راہ پانے والا یقین حاصل کر سکتا ہے۔ پس بقول امیر علیہ السلام کے حضرت ابوبکر صدیق کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی۔ کہ جس کا دین پر ثابت قدم رہنا بدعت وغیرہ ہٹانا اور پاک دامن بے عیب اس جہان سے جانا اور خلیفہ برحق ہونا جس کی خلافت تک کوئی خلل اسلام میں نہ پڑنا۔ اور خدا کا فرمانبردار و متقی ہونا خود امام کی زبان معجز بیان سے ثابت ہو گیا۔ پھر کون مسلمان ہے جو اس فرمان کو سُن کر صدیق اکبر کی شان اور ایمان پر کچھ بھی بدگمان ہو سکے نعوذ باللہ منہا۔ اب ان فضائل پر ہم شیعوں کے دلائل لاطائل بھی بیان کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ نہج البلاغت کے جامع رضی صاحب بڑے متعصب شیعہ ہیں۔ اپنے حفظ مذہب کے واسطے بجائے لفظ ابوبکر کے لفظ فلاں کا لکھ دیا۔ جب اہل سنت نے اس کا مؤاخذہ کیا۔ تو ہر شیعہ نے اس کا مختلف جواب دیا بعضوں نے کہا کہ لفظ فلاں سے کوئی اور شخص مراد ہے۔ جو حضرت کے سامنے ہی وفات کر گیا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ لوگوں کی خاطر جناب امیر نے ابابکر صدیق یا حضرت عمر کی تعریف کی ہے۔ اور بعضوں کا قول ہے

کہ حضرت عثمان کی ہجو اور توہین کے واسطے امیرالمؤمنین نے شیخین میں سے ایک کا شان بیان فرمایا ہے۔ اور بعضے جناب مرتضےٰ پر استہزا کا بھی اطلاق کرتے ہیں۔ غرض ہر ایک کا نیا رنگ علیحدہ ڈھنگ ہے۔ کہ جن ہر ایک کا ثبوت بھی اگلی بحث میں دیا جاوے گا۔ لیکن اتنا بھی ہم خدا کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ سوائے ان دلائل شکیہ کے کسی شیعہ نے اس قول سے انکار تو نہیں کیا۔ ہر ایک نے تسلیم کر لیا ہے۔ باقی رہے ان کے شکیہ گمان۔ سو انشاء اللہ تعالےٰ وہ بھی قدردان سچ اور جھوٹ کا تو بخوبی میزان کرینگے اور جھوٹے کو جھوٹا کہیں گے۔ ذرا پہلے تو ہمارے مخاطب افلاطون کا مضمون دیکھئے۔ کہ وہ بھی کس ڈھنگ اور فرنگ سے اپنا رنگ بدلتا ہے۔ اور کیا کیا باتیں بنا کر اپنا پوچ چھپاتا ہے۔ قال المخاطب متقصب العظیم اس مقام پر حضرت مخاطب والامقام کے خاتم المحدثین بالحدث الاکبر ترویحاً لارواح الثلاثۃ المنکرہ پے در پے متصدی کذب ثلثہ ہوئی خلیلۃ ودۃ وعلی اللہ اجرہ پہلا جھوٹ یہ ہے۔ کہ نہج البلاغت میں للہ بلاد ابی بکر ہے جیسا کہ فرماتے ہیں ومنہا ما اوردہ الرضی نے نے نہج البلاغت عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّہٗ قَالَ اللّٰہُ بِلَادِ اَبِی بَکْرٍ الخ) دلیل اس جھوٹ پر خود انہیں کا فرمان ہے۔ متصل اس کے۔ کہ اس عبارت میں سید رضی نے اپنے حفظ مذہب کیلئے تصرف کیا۔ اور بجا ابی بکر لفظ فلان لکھ دیا۔ اس پلید الذہن سے کوئی پوچھے کہ اگر سید رضی نے بلاد فلان نہج البلاغت میں لکھ دیا۔ تو اس میں بلاد ابی بکر کہاں سے آیا جو تم نہج البلاغت سے نقل کرتے ہو۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے للہ بلاد ابی بکر فرمایا ہے ہمارے مخاطب والامقام اس کذب پر اپنے خاتم المحدثین کے کچھ متنبہ ہوئے۔ کیونکہ کفش تادیب علامہ کنتوری اُن کے فرق مبارک پر پڑ گئے تھے۔ لاجرم اس کتاب میں نہج البلاغت سے للہ بلاد فلان نقل کیا۔ اپنے خادم المحدثین کی طرح للہ بلاد ابی بکر نقل نہ کیا۔ اور اپنے تئیں اس کذب صریح سے بچایا۔ اور اسی کذب صریح کو علامہ کنتوری نے فرمایا کہ این ادعا کذب محض است۔ اور کتب شیعہ میں بجائے لفظ فلاں لفظ ابوبکر موجود نہیں ہے۔ غرض یہ ہے کہ نہج البلاغت میں نہ ہونا تو خود تمہاری زبان سے ثابت ہے۔ کہ تم کہتے ہو کہ صاحب نہج البلاغت نے ابوبکر کو فلان سے بدل دیا۔ بلکہ اس سے ترقی یہ ہے کہ کسی کتاب شیعہ میں بجائے لفظ فلان لفظ ابوبکر نہیں ہے۔ اور یہ بندہ اس سے بھی ترقی کر کے عرض کرتا ہے۔ کہ بلکہ کسی کتاب معتبرہ اہل سنت میں بھی بجائے لفظ فلان ابوبکر نہیں ہے۔ ہاں شارحین میں البتہ اختلاف ہے۔ اس میں کہ لفظ فلاں سے ابوبکر یا عمرؓ عہا مراد ہے یا کوئی اور شخص دیگر مراد ہے اور بجائے لفظ فلاں کے ابوبکر کا لفظ ہونا اور بات ہے اور علامہ کنتوری اس مقام پر منکر ثانی ہیں نہ منکر اوّل۔ اور میمون دہلوی بھی مدعی ثانی ہے نہ مدعی اوّل۔ اب خوش فہمی

مخاطب کو دیکھنا چاہیئے۔ کہ بتقلید اپنے موچی پا جی کی تکذیب علامہ کنتوری ہی میں فرماتے ہیں۔ کہ فاضل بحرانی نے کہا ہے۔ کہ لفظ فلاں سے ابو بکر مراد لینا اونٹے ہے۔ کہاں مراد ہونا کہاں لفظ ابو بکر بجائے فلاں ہونا یہ بات تو ایسی ظاہر ہے۔ کہ کیسا ہی اُلّو کا بیٹا بھی ہو گا تو سمجھ لیگا۔ مگر ہمارے حضرت مخاطب اور ان کے موچی صاحب نہیں سمجھتے ہیں۔ یا سمجھتے ہیں۔ مگر پیروان شیر خدا سے بروباہ بازی وحیلہ سازی اپنی جان چراتے ہیں۔ طرفہ یہ ہے۔ کہ موچی صاحب تو ایسے مسخرے ہیں کہ ان روباہ بازیوں پر بھی وہ ناز و مسخرے ہیں جو لولیاں بازاری اور لوطیاں بلخی و بخاری میں بھی نہ ہونگی۔ یہ ایک جھوٹ تھا صاحب تحفہ کا دوسرا جھوٹ یہ ہے کہ جناب سیّد رضی علیہ الرحمت نے بپاس حفظ مذہب ابو بکر کو خارج اور بجائے اُس کے لفظ فلاں داخل کر دیا۔ یہ دعوے بھی کذب محض ہے۔ اور ادعائے بلا دلیل ہے۔ کاش کسی کتاب شیعہ سے بلکہ کسی کتاب سُنّی سے جو بیشتر از زمانہ سیّد رضی ہوتی۔ بجائے فلاں ابو بکر نقل کرتا تب بھی ایک ٹوٹی پھوٹی سی دلیل اس دعوے کاذب پر قائم ہو جاتی۔ اگرچہ شیعوں کے لئے۔ اس صورت میں بھی گنجائش اس کی تھی۔ کہ کہیں لانسلّم کہ سیّد نے ایسی کتاب سے نقل روایت کی ہے۔ بہرکیف جناب سیّد کی طرف نسبت تحریر دینا محض کذاب اور دروغ بیفروغ ہے۔ ورنہ ابن ابی الحدید جو دوستان ابو بکر سے ہے۔ وہ ضرور کہتا۔ کہ بجائے لفظ فلاں لفظ ابو بکر تھا۔ بلکہ شرح میں لکھتا ہے کہ کہ لفظ فلاں سے جناب امیر نے کنایہ کیا ہے۔ عمر سے اور ایک نسخہ جس کو بعضوں نے بخط سیّد رضی کہا ہے اس میں نیچے لفظ فلاں کے عمر لکھا ہوا تھا۔ انتہا محصلاً معلوم نہیں کہ سیّد کو عمر سے کیا محبّت اور ابو بکر سے کیا عداوت تھی کہ نام ابو بکر نکال کر فلاں لکھا۔ اور فلاں کے نیچے عمر لکھا۔ ہرچند قول دوستان عمر و ابو بکر ہم پر حجّت نہیں مگر تکذیب شاہ صاحب کے لئے کافی ہے۔ اور ابن امیر جرونی بھی کہ بڑے معتبر اہل سُنّت سے ہیں باآواز بلند کذب شاہ صاحب کو ظاہر فرماتے ہیں۔ جیسا کہ کتاب نہایۃ اللغۃ میں کہتے ہیں۔ ومنہ حدیث علی اللہ بلاد فلان لقد قوم الاود۔ پس اگر سیّد ابو بکر کے دشمن تھے تو صاحب نہایہ تو اس کے بڑے دوست تھے۔ بپاس حفظ مذہب لفظ فلان کو نکال کر لفظ ابو بکر لکھ دیتے۔ پس بقول ہر ایک از شیعہ و سنّی شاہ جی کا جھوٹا ہونا ثابت ہوا۔ اور ہمارے مخاطب نے کذب اول میں تو شراکت اپنی جد فاسد کی نہ کی۔ اور کفش تا دیبی علامہ کنتوری کھا کر سنبل گئے۔ اور اللہ بلاد ابی بکر نہ کہا بلکہ جھک مار کر للہ بلاد فلان لکھا۔ مگر اس کذب شاہ صاحب میں شریک ہو گئے مگر الحمد للہ۔ کہ ہمارے کفش تادیبی کے نیچے اس جھوٹ میں دونوں آگئے۔ خوب شد کہ یک نہ شد دو شد یہ دو جھوٹ تو شاہ جی کے ہو چکے۔ اب تیسرا جھوٹ بھی شاہ جی کا سن لینا چاہیئے۔ کہ شاہ جی

فرماتے ہیں۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے بقسم دس وصف ابوبکرؓ بیاں فرمائے۔ ہم کہتے ہیں کہ شاہ صاحب محض جھوٹے ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام نے ایک وصف بھی کسی کا بقسم نہیں بیان کیا۔ اور سبب اس قسم کا یا جہالت ہے یا تجاہل بغرض فریب عوام اس لئے کہ لفظ لِلّٰہِ بِلَادُ وہ وَلِلّٰہِ دَرہ لِلّٰہِ اَبُوہٗ اور امثال اس کی ہیں باتفاق اہل سنت لاقسم نہیں ہے۔ بلکہ یہ لام تعجب ہے۔ کہ جو لام تعجب کا مجرد عن القسم ہے اس میں قسم کہاں کو دیکھی وَفِی الْجَمْعِ اَلَاکِنَ اللّٰہُ اَبُوھُمْ مِنْہُ ھٰتُرْ دُوقِیْلُ تَعَجُّبٌ مِنْھُمْ جو لفظ دلالت ادیر استہزاءٔ یا تعجب کے کرے اس سے قسم سے کیا واسطہ پس شاہ صاحب جو فرماتے ہیں۔ کہ کدام ضرورت بلجین اینمہ تاکیدات ومبالغات وایمان غلاظ شدہ انتہیٰ یہاں تو نہ کہیں تاکیدات اور مبالغات ہیں نہ کہیں ایمان غلاظ ایک بھی نہیں۔ ایمان غلاظ کہاں سے آئے۔ یہ سب غلیظات شاہ صاحب کے ذہن میں البتہ بھرے ہوئے ہیں۔ جو اس صفا جرے شکم سے اس کے منہ میں آتے ہیں۔ گناھو معروف ومشہور بہر کیف اس جھوٹ میں بھی ہمارے حضرت مخاطب اپنی جد فاسد کے شریک ہو گئے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں۔ بغیر جھوٹ بولنے اور قسمیں کھانے کے ممکن نہ تھا انتہی بالعجب جہاں ایک قسم بھی نہیں وہاں قسمیں کہاں سے آگئیں جب شاہ صاحب اور ان کے اتباع کا کذب صریح ہم ثابت کر چکے تو کہتے ہیں۔ کہ یہ فقرات نہج البلاغت کے اخبار احاد سے ہیں اور کسی شیعہ وسنی نے اس کے تواتر کا دعوے نہیں کیا شیعوں پر حجت نہیں ہو سکتی اس لئے کہ بنا اعتقاد اخبار احاد پر نہیں ہے۔ جیسا کہ مرادا گزارش ہوا۔ اور چونکہ بظاہر خلاف دلائل قطعیہ عقلیہ ونقلیہ ہے پس ضرور ہے کہ مثل متشابہات آیات وحدیث کے اول ہو۔ پس یا محمول ہو اوپر مدح غیر شیخین کے محمول ہو بر تقیہ یا محمول علی التعریض عثمان یا محمول ہو اوپر ہجو ملیح اور حسن محل پر حمل کیا جاوے شیعوں کا مطلب حاصل ہے۔ **اقول** والستعین بالرب الکریم اس مقام پر بھی مخاطب کی زبان بے لگام سے تو وہی دشنام بدکلام کے سوا اور تو کوئی کام نہ نکلا بلکہ وہ الفاظ بے لحاظ بکے کہ جن کا جواب دینا بھی ہم کو شرافت روکتی اور حیا مانع ہوتا ہے۔ مگر لاچار کچھ اذکار تو ہم کو بھی مخاطب کے گوش گذار کرنا پڑا۔ اوّل تو جو اس واہی تباہی کے بعد آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ پہلا جھوٹ صاحب تحفہ کا یہ ہے جو کہا کہ نہج البلاغت میں لِلّٰہِ بلاد ابی بکر ہے۔ اے بے لحاظ دھوکا باز ذرا زبان تو سنبھال۔ ایسے صاحب کمال کو جھوٹ کی تہمت دینی محض جھوٹ ہے۔ شاہ صاحب تو ہر مقام اور کلام میں صاف صاف فرماتے ہیں۔ کہ نہج البلاغت میں امیر علیہ السلام سے لِلّٰہِ بلاد ابی بکرؓ ہے۔ اور سید رضی نے حفظ مذہب کیلئے بجا ابوبکر کے لفظ فلاں لکھا ہے۔ پس اسی طرح تو ہم سب کا دعوے ہے۔ کہ تمہارے رضی نے خیانت کر کے بجائے ابوبکر کے لفظ فلاں لکھ دیا کہ جس کو تو ہمارے سب علما نے بھی ثابت کیا۔ اور ہم بھی ثابت کرتے ہیں۔ پھر کیوں شاہ صاحب کو ناحق جھوٹ کا الزام

لگایا۔ اور اتنا زبان کو بے لگام دوڑایا۔ مگر نقال کی مثال تو اپنا ہی مُنہ بدشکل بنایا کیا فائدہ آیا۔ ہاں اگر
آپ اس طرح واہی تباہی کو کام میں نہ لاتے و گالیں گلوچ بھی نہ فرماتے تو اس قدر اپنی کتاب کا حجم کیونکر
بڑھاتے اور ان کے سوا اور کوئی جواب بھی آپ کیا فرماتے۔ لیکن اس طرح کے دشنام دینے تو ان بولیاں
بازاری یا مسخرے قندھاریوں کا کام ہے۔ خیر ہم اس آپ کی بیحیائی عادت ابن سبائی کو تو نہیں روکتے۔
جس قدر چاہو اپنا منہ سیاہ بناؤ سچ ہے کہ دست بیچارہ چوں بجاں نرسید۔ چارہ بجز پیراہن دریدن
نیست۔ دوئم جو فرمایا کہ دوسرا جھوٹ شاہ صاحب نے یہ کہا ہے کہ سید رضی نے بپاس حفظ مذہب
ابو بکرؓ کو خارج اور بجائے اُس کے لفظ فلاں کو داخل کر دیا کہ یہ دعوے تو کذب محض ہے جواب
دیکھو اس کذب سے بھی ہم تم کو کاذب بناتے ہیں اور تمہارے رضی صاحب کی خیانت بھی آپ کو ثابت
کر دکھلاتے ہیں۔ اگر پھر بھی آپ نہیں فرماتے ہیں تو وہ کفش تادیبی بھی ہم جھوٹے کے مُنہ پر لگاتے
خیر ہم تو آپ کو بچاتے ہیں لیکن اور کوئی اہل دید صاحب فہمید اگر آپ کو کفش تادیب کرے تو ہم پر
خفا نہ ہونا کیونکہ وہ تو آپ نے جو فرمایا اُس کا حق بھر پایا۔ حضرت ہم تو کہتے ہیں۔ کہ تمہارے رضی صاحب
نے تحریف کر کے بجائے ابو بکر کے لفظ فلاں لکھ دیا کہ جس فلاں سے تو آپ کے سب علماء نے بھی ابو بکرؓ
یا عمرؓ کو مراد لیا ہے۔ جیسا آپ نے بھی ارشاد کیا کہ ہمارے شارحین میں البتہ اختلاف ہے۔ اس میں
کہ لفظ فلاں سے ابو بکرؓ یا عمرؓ مراد ہے۔ ماشاد ہماری بھی تو اسی مُراد سے مُراد ہے۔ کیونکہ مراد اور
نام کا آخر ایک ہی انجام ہے۔ پھر کیوں فرمایا کہ مراد فلاں سے ہونا اور بات ہے۔ اور لفظ ابو بکرؓ کا ہونا
اور بات ہے ہم اس مخاطب کی اُلٹی سمجھ کا کیا علاج بنا دیں۔ اور اُن کے منطق کے مُنہ پر کہاں تک خاک
پا دیں۔ حضرت اگر لفظ فلاں سے خواہ حضرت ابا بکرؓ اور عمرؓ کا نام لو یا مراد کہو ان دونوں لفظوں کا تو
ایک ہی مقصود ہے۔ اور ان دونوں ہی سے ہمارا مطلب موجود ہے۔ پھر اس انکار جھوٹے تکرار سے
آپ کو کیا حاصل ہوا یہی کہ عوام کو دھوکا دیا۔ اور کیا کیا۔ ہاں اگر آپ کی کہیں کتاب میں یہ مراد کا ارشاد
نہ ہوتا اور آپ کا رضی بھی شیعہ نہ ہوتا تب کچھ اس طرح کا انکار آپ کے درکار تھا۔ جب آپ کا رضی صاحب
بھی شیعہ ہے۔ اور تمہارا خود مراد کا اقرار بھی موجود ہے تو پھر یہ آپ کا انکار کرنا تو بالکل بے سود ہے
ہے۔ کیونکہ چور کا تھوڑا ہی اقرار کرنا عدالت کے نزدیک بسیار ثبوت ہے۔ دیکھو جب آپ کے سب
شارحین مؤرخین وغیرہ نے باوجود ایسی عناد اور تعصب کے بھی اپنی ہر کتاب میں علانیہ مراد کا ارشاد
فرما دیا ہے۔ تو پس ہمارے ثبوت دعوے کیلئے تو اتنا ہی کافی اور وافی ہے کہ جس سے تو ہمارے دو
مطلب حاصل ہوئے۔ ایک تو خود تمہارے علمائے شارحین نے ہمارے دعوے کو بھی ٹھیک ٹھیک تصدیق

کر دیا دوسرا اپنے رضی صاحب کو بھی خود جھوٹا کیا۔ کیونکہ اگر وہ صاحب سچے ہوتے تو اُن کی طرح وہ
بھی مراد ہی کا ارشاد تو فرما دیتے۔ پس چور کا یہی طور ہوتا ہے۔ کہ ہر طرح مقصود کو چھپانا اور نابود بنانا
مگر خدا کی شان یہ بھی ظاہر امامت کی کرامت دیکھو کہ اگرچہ رضی صاحب نے کتنا ہی زور لگا کر اس امام
کے کلام کو غلط کیا اور ابو بکر کا لفظ نکال کر لفظ فلاں لکھ دیا لیکن پھر بھی امامت کی کرامت سے اس میں
دو علامتیں ظاہر ہو گئیں ایک تو یہی امام کی کلام خاص صدیق اکبر کی صفت اور اوصاف پر ایسی دلالت کرتی
ہے۔ کہ ان کے سوا اور تو کسی پر بھی صادق نہیں آتی۔ دوسرا خود تمہارے ہی شارحین وغیرہ کی زبان
سے بھی خدا نے شیخین کے نام اظہر من الشمس عیاں کرا دیا۔ اور تمہارے رضی صاحب کو بھی جھوٹا کیا۔
ہاں اگر پھر بھی آپ اپنے رضی صاحب کو اس جھوٹ سے بچائیں اور سب اپنے علماء شارحین وغیرہ کو
کو جھوٹا اور بیدین بنائیں تو ہمارا کیا ہم بھی آمین کرتے ہیں۔ لیکن اس میں تو وہ بیچارے جھوٹے نہیں
ہو سکتے۔ پھر بھی آپ کے رضی صاحب کا جھوٹ ثابت ہوتا ہے۔ جس کو تو کیسا ہی کم عقل ہو سمجھ سکتا ہے
کہ اس نے دیدہ دانستہ اپنے مذہب کی خاطر لفظ ابو بکرؓ کو نکال کر لفظ فلان لکھ دیا۔ ورنہ امیر علیہ السلام
کو اس مقام پر بے قاعدہ لفظ فلاں لکھنے کا کیا سبب تھا۔ اور کیوں کسی کا ظاہر نام مفصل ارقام
نہ فرمایا۔ کوئی اس کی کامل وجہ دکھلاؤ اور دل لگاؤ نہیں تو بس آپ کو اور اپنے رضی صاحب ہی کو
جھوٹا بناؤ۔ علاوہ اس کے اُن تمہاری شکیہ تاویلات سے بھی ہم رضی صاحب کا جھوٹ تو ثابت کر
دکھلاتے ہیں اور تم کو بھی اُن دلائل لاطائل سے جھوٹا بناتے ہیں جو کہا کہ یا مجہول ہو اور یا مدح
غیر شیخین کے یا اس میں تو بیخ عثمان ہے یا تقیہ وغیرہ ذرا دین کے صراف ان کا آپس میں اختلاف بنظر
انصاف دیکھیں کہ یہ حضرات ایک ہی اپنی بات میں کیا کیا ڈھنگ نکالتے اور رنگ بدلتے ہیں کہ جس بات
کا ایک صاحب اقرار فرماتے ہیں۔ تو دوسرے اس سے منکر ہو جاتے ہیں نہ ایک سخن نہ ایک زبان نہ ایک دعویٰ
نہ ایک بیان۔ چنانچہ اوّل بعضوں کا قول ہے کہ لفظ فلاں سے وہ شخص مراد ہے جو حضرت کے سامنے فوت
کر گیا۔ دوم کہتے ہیں کہ اس قول سے مُراد تو شیخین ہی ہیں لیکن لوگوں کی خاطر جناب امیر نے یہ اُن کی
تعریف کی ہے۔ سیوم فرماتے ہیں کہ غرض امیر کے اس قول سے تو بیخ عثمان تھی۔ چہارم بعض صاحبان
کا بیان ہے۔ کہ اس خطبہ میں کوئی تعریف نہیں ہے۔ بلکہ اس میں تو خلیفہ صاحب کی مذمت ہے پنجم۔ اکثر
علماء کا یہ ارشاد ہے۔ کہ اس میں تو خاص جناب ابو بکرؓ یا عمر مراد ہے۔ غرض جتنا عقل کا پرواز اتنے
ہی اعتراض جتنے منہ اُتنی باتیں ان ہر ایک بات سے بھی ہم ان کو جھٹلاتے اور کاذب بناتے ہیں لیکن
پہلے ذرا ایک اور بھی اُن کے علماء کا حال باجمال سنئے۔ علامہ کنتوری صاحب نے تحفہ کے جواب میں تو

ان سب گفتار سے قطعی انکار کر دیا ہے جیسا کہا۔ ایں ادعا کذب محض است احتیاج ایں توجہات شیعہ را وقتے مے افتاد کہ در کتب شیعہ بجائے لفظ فلاں لفظ ابوبکرؓ موجود مے بود وچوں لفظ ابوبکر در کتب شیعہ موجود نیست ایشاں را احتیاج ہیچ یک از توجہات نیست پس آنچہ ناصبی بعد تقریر ایں توجہات از ہزیانات خود سر کردہ از جہت ابتنائے آں بر فاسد از قبیل بناء الفاسد علی الفاسد باشد کیوں صاحب یہی آپ نے تحفہ کا جواب سمجھ لیا۔ اور اسی پر اتنا فخر وناز کیا جو کہا کہ ایسے کذب صریح کو علامہ کنتوری نے فرمایا ہے۔ کہ ایں ادعا کذب محض است۔ دیکھو ہم اسی کذب سے اس تمہارے علامہ کنتوری کو کاذب بناتے ہیں اور دو چار اور بھی اُن کے جھوٹ شمار کرکے ہم آپ کو سناتے ہیں۔ چنانچہ قول اوّل کی نسبت آپ کے قطب راوندی صاحب شرح نہج البلاغت میں لکھتے ہیں "فَاِنَّهٗ قَالَ فِی الشَّرْحِ اِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَمْدَحُ بَعْضَ صَحَابَةٍ بِحُسْنِ السِّیْرَتِ وَ اِنَّهٗ مَاتَ قَبْلَ الْفِتْنَةِ الَّتِیْ وَقَعَتْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ" پس کہا اس نے بیچ شرح کے کہ جناب امیر نے تعریف کی ہے بعض صحابہ میں سے اس شخص کی جو فوت ہو چکا تھا پہلے اس فتنہ اور فساد سے جو بعد پیغمبر صاحب کے ایجاد ہؤا۔ اور بھی اسی طرح جیسا آپ فرماتے ہیں کہ یا او پر غیر شیخین کے۔ پس یہ پہلا جھوٹ علامہ کنتوری کا ثابت ہو گیا جو کہا کہ ایں ادعا کذب محض است دیکھو جن کے قول پر تو خود علماء شیعہ ہی نے بول کیا تو وہ صاحب تحفہ کا جواب کیونکر باصواب دے سکتے ہیں۔ اب ہم آپ کے اُن علماء راوندی وغیرہ کو جھٹلاتے ہیں جو کہتے ہیں کہ یا مجہول ہو اوپر غیر شیخین کے۔ خیر اس بہتان کا نقلی بطلان تو ہم اگلے مکان پر بیان کریں گے۔ اب کچھ عقلی مذکور سے بھی ہم آپ کو مجبور کرتے ہیں۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ ایسا کون شخص ہے۔ کہ جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں کوئی اس کا نام بھی کہیں ارقام ہے یا یوں ہی خالی گھوڑے دوڑا رہے ہو وہ ایسا مجہول الاسم والجسم عنقا صفت کون ہے۔ کہ جس کو نہ پہچانے نہ جانے۔ اگر جس کا آپ کو بھی نام یاد نہیں تو پھر اس کہنے سے تمہاری کیا مراد حاصل ہوئی۔ حضرت یہ آپ کی ایسی کچی دلیل اور جھوٹی تاویل ہے۔ اگرچہ کیسا ہی گدھا ہو وہ بھی اس پوچ کو تو سمجھ سکتا ہے۔ اور آپ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اس ہماری جھوٹی بات واہیات کو کون مانے گا اور ایسے صریح جھوٹ کو سچ کون جانے گا۔ دیکھو اس میں تو اور کسی ثبوت دینے کی بھی حاجت نہیں ہے۔ اسی اپنے کلام سے خود امیر علیہ السلام تم کو جھٹلاتے ہیں۔ جیسا فرماتے ہیں۔ کہ جس نے خلافت کی خوبی پائی اس کے فتنہ اور فساد سے پہلے رحلت فرمائی اور چھوڑ گیا۔ لوگوں کو شاخ در شاخ راہوں میں۔ کیوں صاحب شیخین کے سوا وہ ایسا کون خلیفہ تھا کہ جس کے

مرنے کے بعد لوگوں میں فتنہ اور فساد پڑا یا وہ حضرت کی حیات میں وفات پا گیا۔ بھلا جو حضرت کے
سامنے مرگیا ہو یہ تعریف اس کے حق میں کیونکر صادق آتی ہے۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ باوجود
موجود ہونے پیغمبر صاحب کے کسی کے مرنے سے اس قدر خرابی ہوئی ہو کہ لوگ شاخ در شاخ
راہوں میں پڑ گئے ہوں معاذ اللہ ہم پوچھتے ہیں کہ اس مضامین سے آپ نے شیخین کی توہین
کی ہے یا اس میں ظاہر ہمارے سید المرسلین کی ہتک کر رہے ہو۔ ارے خدا سے ڈر دیکھ
اس کے رسول کا لحاظ کرو۔ دیکھو اس جناب امیر کے ارشاد سے تو ظاہر صدیق اکبر مراد ہیں۔
کہ جس کے حال پر یہ قول خود دال ہے۔ جیسا فرمایا کہ جس نے کجی کو سیدھا کیا دیکھو حضرت کے
بعد جو لوگ مرتد ہو گئے۔ اور کجی راہ چلنے لگے تھے۔ ان سب کو حضرت صدیقؓ نے مار کر سیدھا
بنایا۔ اور راہ راست پر لایا اور بھی آپ نے واعظ و نصیحت کر کے اُن کی مرض نفسانیہ کا علاج کیا
اور حضرت کی سنت کو بھی ایسا قائم کیا کہ سب بدعت وغیرہ کا تو عرب سے نام نشان ہی مٹا دیا
اور اس دنیا سے پاک دامن چلے۔ خلافت کی خوبی پائی اُس کے شر اور فساد سے بھی پہلے رحلت
فرمائی اور خدا کی اطاعت بھی ایسی ادا کی ہے کہ جس کی تو خدا نے بھی خود شہادت دی ہے۔ اور
آپ کی وفات کے بعد اکثر فساد بھی شروع ہوئے یہاں تک کہ لوگ مختلف ہو کر شاخ در شاخ
راہوں پر چلنے لگے۔ پھر حضرت عمرؓ نے جہاد وغیرہ کر کے وہ فساد بھی مٹا دیئے۔ پس اگر ان باتوں
میں کچھ شک ہو تو سب کتب فریقین میں دیکھ تب تو آپ اور اپنے علماء۔ اوندی وغیرہ کو جھوٹا کہو۔
جنہوں نے کہا ہے کہ لفظ فلاں سے کوئی اور شخص مراد ہے۔ حضرت ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ
ایسا شخص تو آپ کو اور کوئی بھی قیامت تک دستیاب نہ ہوگا سوائے ایک عتیق ابابکر صدیق کے
اور بھی اس بات کو تو ہر عاقل کا عقل سلیم تسلیم کرتا ہے۔ کہ جس شریف کی جناب امیر نے اتنی تعریف کی ہے۔
اس کا تو امام نے نام بھی ضرور ارقام کیا ہوگا جس سے صاف پایا گیا کہ پیچھے آپ کے رضی صاحب نے
اس نام کو نکال کر لفظ فلاں لکھ دیا ہے۔ اور اسی ہی نے اس جھوٹ کا ابتدا کیا ہے۔ یس جب حضرات
شیعہ نے دیکھا کہ کسی اور شخص کے نام لینے سے تو ہمارا کچھ کام نہیں نکلتا تب لاچار ہو کر شیخین کا اقرار
تو کیا مگر پھر دوسری طرف کا جھوٹا راہ لیا۔ دوم کہا کہ یا محمول ہو بر تقیہ جیسا کہ آپ کے ابن میثم بحرانی
صاحب شرح نہج البلاغت میں لکھتے (جَازَ اَنْ یَّکُوْنَ ذَالِکَ الْمَدْحُ مِنْہُ عَلٰی وَجْہِ اِسْتِصْلَاحِ
مَنْ یَّعْتَقِدُ صِحَّۃَ خِلَافَۃِ الشَّیْخَیْنِ وَاِسْتِجْلَابِ قُلُوْبِھِمْ بِمِثْلِ ھٰذَا الْکَلَامِ) یعنی جائز ہے کہ یہ
تعریفیں جناب امیر نے بہ نسبت ابو بکرؓ یا عمرؓ کی بنظر استمالہ یعنے واسطے راضی کرنے دل اُن

آدمیوں کے بھی جو کہ حسن سیرت اور صحت خلافت شیخین کے معتقد تھے حضرت اس تمہارے تقیہ سے بھی دو باتیں حاصل ہوئیں ایک تو اس میں آپ کا اقرار ثابت ہوگیا۔ کہ یہ فرمان امیر کا خاص شیخین ہی کی شان میں ہے۔ پس جن شیعوں نے انکار کیا تھا کہ اس ارشاد سے کوئی اور مراد ہے۔ وہ خود اپنی زبان سے آپ جھوٹے اور پشیمان ہوئے۔ دوسرا یہ بھی معلوم ہوا کہ جب لوگوں کے راضی کرنے کو جناب امیر نے اتنی تعریف کی تھی پھر نام ان کا تو باواز بلند ارقام کیا ہوگا تاکہ لوگ نام بھی سُن کر زیادہ راضی ہو جاویں۔ تو پس اس سے بھی آپ کے رضی صاحب کی خیانت ثابت ہوئی۔ جس سے پایا گیا کہ جناب امیر نے تو نام لیا مگر اسی نے نام کی جگہ لفظ فلاں لکھ دیا ہے۔ اور یہ بھی ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ جناب امیر نے یہ تقیہ سنیوں سے کیا یا شیعوں سے اگر سنیوں سے کیا تب تو امام نے اس کا نام بھی ضرور لیا ہوگا۔ کہ لوگ سن کر زیادہ خوش ہوں اگر کہو کہ جناب امیر نے شیعوں سے تقیہ کیا تھا اس واسطے اس کا نام نہیں لیا۔ مگر اس بات کو کون مانے گا۔ ہاں اگر کوئی؛ مانے گا تو پھر یہ امیر کی تعریف کرنا بھی تو صحیح جانے گا۔ کہ واقعی شیخین میں سے کسی کا اوصاف تو بیان کیا لیکن شیعوں سے ڈر کر اس کا نام نہیں لیا۔ تب بھی تو ہمارا یہ مطلب حاصل ہوا کہ جناب امیر مذہب شیعوں کے مخالف تھے۔ کیوں ایسے جھوٹے بیان کر کے اُلٹا آپ کو پشیمان بناتے ہو حضرت یہ آپ کے تقیہ کا دعویٰ تو ایسا بیہودہ اور پوچ ہے کہ جس کو تو کسی بھی عاقل کا عقل باور نہیں کرتا اور نہ یہ کسی کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ وہ مرتضےٰ شیر خدا صرف غیر لوگوں کے راضی کرنے کو اتنے بڑے جھوٹ بکے اور جھوٹی قسم اُٹھا کر ان شخصوں کے دسؓ اوصاف بیان کرے۔ جو بقول آپ ہر سے بڑھ کر دشمن خدا و رسول ہوں۔ معاذ اللہ حالانکہ یہ صحیح حدیث فریقین میں موجود ہے۔ (اِذَا مَدَحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ) کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے۔ تو خدا غضب میں آجاتا ہے۔ دیکھو جب ایک فاسق کی تعریف کرنے میں خدا غضبناک ہوتا ہے۔ تو پھر معلوم نہیں کہ ایسے شخصوں کی تعریف کرنے میں خداوند جبار کس قدر غضب میں آیا ہوگا۔ اے بھیا ابن سبا کے مریدو کیوں ایسے امام علی علیہ السلام کو ناحق اس جھوٹ کی تہمت لگاتے ہو کہ جس سے معصوم پاک بے گناہ اور خطا کا سزاوار بناتے ہو کچھ شرم بھی آتا ہے یا نہیں۔ پس اس تقیہ خام کا تو جناب امیر کا گمان ہی کرنا حرام ہے کہ جس مردود کو تو ہم بحث تقیہ میں نابود کر چکے ہیں سیوم جو علماء شیعوں نے کہا ہے۔ کہ غرض جناب امیر کی اس قول سے تو بیخ عثمان تھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ وہ سیرت شیخین پر نہیں چلے۔ سو اس سے بھی ان علامہ کنتوری منکر ہیں جیسا کہ تحفہ کے جواب

ہیں فرماتے ہیں "قولنا ہیچ کس از امامیہ ایں توجیہ نکردہ مگر ابن الحدید در شرح ایں کلام ایں مقالہ را بطرف جارودیہ کہ از فرق زیدیہ است نسبت دادہ الی قولہ بعض مقالہ زیدیہ را بامامیہ نسبت دادن کذب صریح است" دیکھو اس جھوٹے انکار سے بھی ہم علامہ کنتوری صاحب کو جھوٹا بناتے ہیں - چنانچہ ان کے ابن میثم بحرانی صاحب بڑے محقق علماء شیعہ سے ہیں شرح نہج البلاغت میں لکھتے ہیں " وَاعْلَمْ اَنَّ الشِّیْعَۃَ قَدْ اَوْرَدُوْا ہٰہُنَا سُؤَالًا فَقَالُوْا اِنَّ ہٰذِہِ الْمَمَادِحَ الَّتِیْ ذَکَرَہَا عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ اَحَدِ ہٰذَیْنِ الرَّجُلَیْنِ یُنَافِیْ مَا اَجْمَعْنَا عَلَیْہِ مِنْ تَخْطِیَتِہِمَا وَاَخْذِہِمَا مَنْصَبَ الْخِلَافَۃِ فَاِمَّا اَنْ لَّا یَکُوْنَ ہٰذَا الْکَلَامُ مِنْ کَلَامِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَوْ اَنْ یَکُوْنَ اِجْمَاعُنَا خَطَأً ثُمَّ اَجَابُوْا مِنْ وَجْہَیْنِ اَحَدُہُمَا لَا نُسَلِّمُ اَنَّہٗ یُنَافِی الْمَذْکُوْرَ فَاِنَّہٗ جَازَ اَنْ یَّکُوْنَ الْمَدْحُ مِنْہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلٰی وَجْہِ اِسْتِصْلَاحِ مَنْ یَّعْتَقِدُ صِحَّۃَ خِلَافَۃِ الشَّیْخَیْنِ وَاسْتِجْلَابِ قُلُوْبِہِمْ بِمِثْلِ ہٰذَا الْکَلَامِ اَلثَّانِیْ اَنَّہٗ جَازَ اَنْ یَّکُوْنَ مَدْحُ ذٰلِکَ لِاَحَدِہِمَا فِیْ مَعْرِضِ تَوْبِیْخِ عُثْمَانَ بِوُقُوْعِ الْفِتْنَۃِ فِیْ خِلَافَتِہٖ وَاضْطِرَابِ الْاَمْرِ عَلَیْہِ وَاِشَارَۃً سَبَّبَ مَالَ الْمُسْلِمِیْنَ ہُوَ وَبَنُوْ اَبِیْہِ حَتّٰی کَانَ ذٰلِکَ قَوْلُہٗ وَخَلَّفَ الْفِتْنَۃَ وَذَہَبَ نَقِیَّ الثَّوْبِ قَلِیْلَ الْعَیْبِ اَصَابَ خَیْرَہَا وَسَبَقَ شَرَّہَا وَقَوْلُہٗ تَرَکَہُمْ فِیْ طُرُقٍ مُّتَشَعِّبَۃٍ اِلٰی اٰخِرِہٖ فَاِنَّ مَفْہُوْمَ ذٰلِکَ تَسْتَلْزِمُ اِنَّ الْوَالِیَ بَعْدَ ہٰذَا الْمَوْصُوْفِ قَدْ اِتَّصَفَ بِاَضْدَادِ ہٰذِہِ الصِّفَاتِ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ؕ " محصل کلام یہ ہے یعنے شیعوں نے اس قول کی بابت یہ بحث کی ہے کہ یہ تعریف کرنا جناب امیر کی نسبت شیخین کے مخالف ہمارے اجماع کے ہے - جو ہم ان کو خاطی سمجھتے ہیں - کہ انہوں نے منصب خلافت کو غصب کیا اور جور و ظلم کیا - پس یہ دو حال سے خالی نہیں ہے - یا تو یہ کلام امیر علیہ السلام کا نہیں ہے یا اجماع ہم شیعوں کا اوپر خطا کے ہے - جو ان کو بُرا کہتے ہیں - اور اس کا شیعوں نے دو طرح کا جواب دیا ہے - اوّل یہ کہ ہم مخالفت کو اس وجہ سے دفع کرتے ہیں کہ یہ تعریفیں حضرت علی نے بہ نسبت ابوبکر یا عمر کے بنظر استمالہ یعنی واسطے خوش کرنے دل اُن آدمیوں کے کی تھیں - جو لوگ حسن و سیرت اور صحت خلافت شیخین کے معتقد تھے - دوم یہ کہ یہ تعریفیں بنظر توبیخ عثمان کی تھیں - کہ امر خلافت ظہور فتنوں کے سبب اُن کے زمانہ میں ابتر ہوگیا - اور مسلمانوں نے بلوہ کر کے اُن کو قتل کیا - اور یہ جواب قرین قیاس ہے - اس واسطے کہ اس خطبہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے - کہ جو خلیفہ بعد اس کے جس کی تعریف جناب امیر کرتے ہیں - وہ ایسا تھا جس میں یہ سب صفتیں جمع

تھیں۔ پس یہ دوسرا جھوٹ علامہ کنتوری کا ثابت ہوا جو کہا کہ ہیچک از امامیہ ایں توجہ نکردہ اس میں دو فائدے حاصل ہوئے ایک تو جن شیعوں نے اُس قول امیر کو غیر شیخین پر تحریر کیا یا جنھوں نے تقیہ کا نام لیا اُن سب کو اس علماء شیعہ نے جھوٹا کر دیا۔ دوسرا علامہ کنتوری تو خود بخود جھوٹے ہوئے کہ جس نے توان سب اذکار سے قطع انکار کیا۔ اب ہم اُن کے وہ علماء بھی جھٹلاتے ہیں۔ جو توبیخ عثمان فرماتے ہیں۔ ذرا دین کے صراف بنظر انصاف دیکھیں پہلے تو مختلف ہونا حضرت عثمانؓ کا سیرت شیخین سے اس خطبہ میں کہاں مذکور ہے۔ اور وہ کون سا لفظ ہے جو طنز و تعریض یا توبیخ پر دلالت کرتا ہے۔ جھوٹے بد دیانت پر خدا کی لعنت نہ کسی امر کا کوئی ثبوت دکھلاتے ہیں۔ نہ کوئی بات ہی دل لگاتے ہیں۔ ہر ایک صاحب اپنے اپنے ڈھکوسلے گھڑے جاتے ہیں۔ کئی جناب تو اس میں غیر شیخین کا دعوے کرتے ہیں۔ کئی حضرات تقیہ کا نام لیتے ہیں۔ اور کسی نے اس توبیخ وغیرہ کا ڈھنگ نکالا ہے۔ خیر آخر تو جھوٹے کا منہ کالا ہے۔ دیکھو اس توبیخ سے بھی ہم تم کو جھٹلاتے اور کاذب بناتے ہیں۔ اس کی بھی زیادہ تکذیب تو عنقریب ہوگی۔ لیکن اس مکان پر ہم اتنا بیان کرتے ہیں۔ اوّل تو یہ ہر کس جانتا ہے۔ کہ حضرت عثمان سے پہلے شیخین کے سوا اور کوئی خلیفہ نہیں گذرا۔ اور نہ یہ صفات کسی اور کی ذات پر صادق آتی ہیں۔ تو اس توبیخ عثمان سے علماء شیعہ کا یہ مطلب ہے کہ شیخین طرف اشارہ کرکے جناب امیر نے حضرت عثمان کے حق میں گویا یہ کہا کہ فلاں خلیفہ تو ان محامد اور اوصاف کے ساتھ متصف تھا۔ اور یہ خلیفہ ان اوصاف کا متصف نہیں ہے۔ تو اس بہتان سے بھی ہمارا تو کوئی نقصان نہیں کیونکہ جب خلفاء ثلاثہ میں سے ایک کی تعریف ثابت ہو گئی اور اس کی حسن سیرت کا آپ اقرار کر چکے۔ تب بھی ہمارا دعوے تو ثابت ہو گیا۔ اگر آپ اس سے بھی انکار کریں تو پھر یہ تمہاری طنز و تعریض توبیخ وغیرہ تو سب غلط ہوئی اور جناب امیر کا بھی معاذ اللہ جھوٹ کہنا ثابت ہوا۔ اگر وہ خلیفہ فی الواقع ایسا ہی تھا۔ جیسا کہ جناب امیر نے تعریف کی ہے تو بس ما شاء ہماری بھی یہی مراد تھی جو خدا نے پوری کر دی۔ پھر یہ تقریر دینی آپ کو کیا پذیر آئی۔ دوسرا یہ تو جاہل بھی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اگر توبیخ عثمانؓ کرنی جناب امیر کو منظور ہوتی تو صراحتاً کیوں نہ فرمایا کہ عثمان نے ایسا ایسا کیا ہے۔ یا صرف اتنا کہہ دیا ہوتا کہ وہ سیرت شیخین پر نہیں چلے۔ پس حصول مطلب کو یہی کافی تھا۔ اتنے بڑے جھوٹ بولنے سے معصومؑ کو کیا حاصل۔ تیسرے یہ عبارت خطبہا کی بھی تو جناب امیر نے کوفہ میں تحریر فرمائی تھی۔ اس وقت تو حضرت عثمان بھی کہاں تھے۔ اور

وہاں اس تمہارے تقیہ کا بھی کوئی موقعہ نہ تھا۔ کیونکہ جس بات کا ڈر تھا وہ لوگ تو اہل شام تو خود بخود آگے ہی مقابلہ میں موجود تھے کہ قتل حضرت عثمان کے سبب فریقین کے مقابلہ و مجادلہ تک تو نوبت پہنچ چکی تھی۔ پھر جناب امیر کو صاف کہنے میں کس مضرت کا اندیشہ تھا۔ پس اس مکان پر آپ کے جھٹلانے کو تو اتنا ہی بیان کافی اور وافی ہے۔ ہاں ایک اس تمہاری نہیں نہیں کا علاج تو ہم سے بھی نہیں ہو سکتا۔ چہارم جو اکثر مورخین شارحین علماء امامیہ نے کہا ہے کہ لفظ فلاں سے مراد ہمارے نزدیک ابو بکرؓ یا عمرؓ ہے۔ تو اس سے بھی علامہ کنتوری نے صاف انکار کر دیا جیسا کہ بجواب تحفہ کہا ہے " اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۞ ازیں ناصبیان باید پرسید کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکرؓ یا عمرؓ است"۔ دیکھو اس انکار سے بھی ہم علامہ صاحب کو جھٹلاتے اور کاذب بناتے ہیں۔ پہلے تو ہمارے مخاطب مجیب کبھی اس کی خود تکذیب کرتے ہیں۔ جیسا فرماتے ہیں کہ ہمارے شارحین میں البتہ اختلاف ہے۔ اس میں کہ لفظ فلاں سے لفظ ابو بکرؓ مراد ہے عمرؓ مراد ہے۔ اگر اس پر بھی کنتوری صاحب کی حاجت پوری نہ ہوئی ہو۔ تو اور لو۔ چنانچہ آپ کے ابن ابی الحدید صاحب بھی اس کی شرح میں اس طرح لکھتے ہیں۔ فخار کہتا ہے کہ میں نے اس نسخہ میں جو بخط رضی تھا لفظ فلاں کے نیچے عمرؓ لکھا ہوا دیکھا ہو۔ ہذا " وَفُلَانٌ اَلْمَكْنِيُّ عَنْهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ وَجَدْتُ النُّسْخَةَ الَّتِيْ بِخَطِّ الرَّضِيِّ اَبِي الْحَسَنِ جَامِعِ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ وَتَحْتَ فُلَانٍ عُمَرُ حَدَّثَنِيْ بِذَالِكَ فَخَّارُ بْنُ مَعْدِ الْمُوْسَوِيُّ الْاَدِيْبُ الشَّاعِرُ وَسَاَلْتُ عَنْهُ النَّقِيْبَ اَبَا جَعْفَرٍ يَحْيٰي بْنَ اَبِيْ زَيْدٍ الْعَلَوِيِّ فَقَالَ هُوَ عُمَرُ فَقُلْتُ لَا تُثْنِيْ عَلَيْهِ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ هٰذَا الثَّنَا فَقَالَ نَعَمْ ۞ یعنی لفظ فلاں سے عمر بن خطاب ہے۔ اور پایا میں نے نسخہ ابو الحسن رضی جامع نہج البلاغت کے خط کا اور لفظ فلاں کے نیچے لفظ عمرؓ تھا۔ حدیث کی مجھ سے فخار بن موسوی ادیب شاعر نے اور ابو جعفر یحییٰ بن ابی زید علوی نقیب سے میں نے اس کو پوچھا تو اس نے مجھ کو کہا کہ وہ عمرؓ ہے۔ میں نے اس کو کہا کہ امیر المومنین نے اس قدر اس کی ثنا کی ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ اگر اس علماء شیعہ امامیہ کی بات پر آپ کی پوری تحقیقات نہ ہوئی ہو یا اس کو زیدیہ وغیرہ کہ کر جھوٹا کہو تو خیر اس کو بھی جانے دو۔ اور لو آیئے ذرا ایک اور بھی اپنے بڑے محقق علماء کا قول ملاحظہ فرمایئے۔ چنانچہ آپ کے علامہ ابن میثم صاحب جو بڑے نامی گرامی علماء شیعہ سے ہیں۔ نہج البلاغت کی شرح کبیر میں لکھتے ہیں " قَالَ وَعَنٰی

قُطْبُ الدِّيْنِ الرَّاوَنْدِيُّ اِنَّهٗ اِنَّمَا اَرَادَ بَعْضَ اَصْحَابِهٖ فِيْ زَمَنِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ مَاتَ قَبْلَ وُقُوْعِ الْفِتَنِ وَانْتِشَارِهَا وَقَالَ اِبْنُ الْحَدِيْدِ اِنَّ ظَاهِرَ الْاَوْصَافِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي الْكَلَامِ يَدُلُّ عَلٰى اِنَّهٗ اَرَادَ رَجُلًا اَمْرَ الْخِلَافَةِ قَبْلَهٗ كَقَوْلِهٖ لَمْ يَفْهَمْ قَوْمَ الْاَوْدِ وَدَاوِيِ الْعَمَدِ وَلَمْ يَرَ عُثْمَانَ لِوُقُوْعِهٖ فِي الْفِتْنَةِ وَتَسْعِهَا بِسَبَبِهٖ وَلَا اَبَابَكْرٍ بِنَقْصِ مُدَّةِ خِلَافَتِهٖ وَبُعْدِ عَهْدِهٖ عَنِ الْفِتَنِ وَكَانَ اِلَّا ظَهَرَ اِنَّهٗ اَرَادَ عُمَرَ وَاَقُوْلُ اَنْ اَرَادَتْهٗ لِاَبَابَكْرٍ اَشْبَهُ مَنْ اَرَادَ الْعُمَرَ۔

خلاصہ اس کلام کا یہ ہے ابن شیم صاحب فرماتے ہیں کہ فلاں کے لفظ سے مراد لینے میں اختلاف ہے۔ قطب الدین راوندی لکھتے ہیں کہ جناب امیر کی مراد اس فلاں سے کوئی دوسرا آدمی ہے۔ جو پیغمبر صاحب کے سامنے رحلت کر گیا اور ابن ابی الحدید کا قول ہے کہ مراد اس سے عمر ہے۔ لیکن میرے نزدیک فلاں سے مراد ابو بکر ہیں۔ الحمد للہ کہ اس شارح نے بھی لفظ فلاں کی بابت تو حضرت ابو بکرؓ صدیق کی تصدیق کی پس یہ تیسرا جھوٹ علامہ کنتوری کا ثابت ہو گیا جو کہا کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکرؓ یا عمر است۔ منکر کذاب ہمیشہ خراب کیوں صاحب اب ان تین جھوٹوں میں صاحب تحفہ کی تکذیب ہوئی یا کہ اس میں تم اور تمہارے علامہ کنتوری جھوٹے ہوئے ذرا ایک لحظہ تو آپ ہی منصف ہو جائیے۔ اگر زبان سے نہ کہو تو اپنے دل ہی میں انصاف فرمائیے۔ حضرت اس طرح تو جھوٹ آپ کہتے ہو۔ پھر تہمت اوروں کو دیتے ہو۔ چور بھی اور چتر بھی۔ ایک تو آپ خیانت بازؔ۔ دوسرا زبان دراز پھر بھی ہم پہ اعتراض ہے۔ واہ رے واہ ہر طرح خواہ مخواہ اور یہ بھی ہم تعجب کرتے ہیں کہ جو شیعہ لفظ فلاں کا مصداق حضرت عمرؓ کو بتاتے ہیں۔ جیسا کہ مخاطب بھی فرماتے ہیں کہ ابن الحدید اپنی شرح میں لکھتا ہے۔ کہ جناب امیرؓ نے کنایہ کیا ہے عمرؓ سے یا جیسا فخار وغیرہ نے بھی کہا ہے کہ میں نے ایک نسخہ دیکھا ہے۔ جو بخط رضی تھا اس میں نیچے لفظ فلاں کے عمر لکھا ہوا تھا۔ ہم حیران ہیں کہ ایک تو باوجود اتنے اقرار کرنے کے پھر یہ کیوں ان خلفاء کی صفت وثنا سے انکار کرتے ہیں اور کیوں شیخین کے نام سے اُن کو مرض سرسام ہو جاتی ہے۔ دوسرا یہ بھی نہیں معلوم کہ صدیق اکبر سے انکار اور حضرت عمر سے اقرار کرنا ان کو کیا درکار آتا ہے۔ یہ کودن بیوقوف اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اہل سنت کا ان دونوں ہی سے مطلب حاصل ہے۔ پھر اس انکار بیفائدہ تکرار سے بھی کیا فائدہ۔ ہاں یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ بیچارے جب کہیں ایسے جواب حیرت گرداب میں آجاتے ہیں تو ڈوبتے

کی طرح غوطے کھاتے ہیں۔ پھر ہوش سے بیہوش ہوکر جو کسی کے منہ در آتا ہے بکے جاتا ہے۔ جیسا ایک صاحب تو لفظ فلاں کا مصداق حضرت عمرؓ کو بناتے ہیں اور ایک حضرت صدیقؓ کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور بعضے خام کسی اور کا نام لیتے ہیں۔ لیکن خدا کی تقدیر کوئی تدبیر بن نہیں آتی۔ بلکہ جتنا واویلا مچاتے ہیں اتنا ہی زیادہ خجل وخواری پاتے ہیں پنجم جو کہا کہ اس خطبہ میں تو خلیفہ صاحب کی مذمت ہے۔ جیسا کہ اُن کے حکیم صاحب معیار لہدائے اس خطبہ کے یہ معنے لکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس خطبہ میں تو اکثر بات مذمت کی ہے۔ جیسا کہ قلیل العیب اور پیچھے چھوڑا بدعت کو خیرہا وشرہا کے معنے بھی یہ ہیں کہ پہنچا خیر اس دنیا کو اور سبقت لے گیا شر دنیا کو اور چھوڑ گیا لوگوں کو گمراہی میں انتہی۔ دیکھو جھوٹوں کا مدعا نہ کوئی شاہد نہ گواہ ہر ایک صاحب اپنی اپنی باتیں بناتا چلا جاتا ہے۔ نہ کچھ خدا کا خوف نہ رسول کا لحاظ نہ قیامت کا ڈر نہ ایمان کا پاس۔ ہم حکیم صاحب سے پوچھتے ہیں۔ کہ ان معنوں کا کوئی آپ قاعدہ بھی دکھلاتے ہو۔ یا صرف اپنے گھر ہی کے بے سرے گیت گاتے ہو۔ آج تک تو کسی بھی شیعہ نے اس کا اس طرح معنی تو نہیں کیا۔ اتنا خیال بھی نہ کر لیا کہ کہیں ثبوت قاعدے مضبوط کے سوا بھلا یہ ہمارے گھر کے خیالی پلاؤ کون مانیگا۔ اور اس صریح جھوٹ کو سچ کون جانے گا۔ ہاں یہ معنے تو آپ نے بھی اس حکیم کی طرح بنائے۔ جو ایک بیمار آپ جیسے نیم حکیم کے پاس گیا۔ اُس نے اپنی کتاب سے خیار شمبر کا جلاب دیکھ کر یہ نسخہ ارشاد فرمایا کہا کہ ایک خیار یعنے ہندی تر اور ایک شمبر یعنی پرون و ایک گھوڑے کی جھُل اور دو چار مشک آب دستیاب کر۔ کہ تم کو جلاب دینا ہے۔ وہ بیچارہ حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ حکیم جی کہ اس میں جلاب کی تو کوئی چیز نہیں ہے۔ اُس نے کہا کہ اے احمق بے وقوف اس زمانہ کے حکیم بالکل جاہل ہیں۔ نہ کچھ غور کر کے معنے سمجھتے ہیں نہ با ترتیب علاج کرتے ہیں۔ تبھی تو عموماً شفا نہیں ہوتی۔ اصل میں یہ لفظ جھل آب ہے۔ اور خیار ہندی میں تر ہے۔ جو تیری دُبر میں دی جاوے گی اور شمبر پرون ہے جو توڑ کر تیرے گلے میں ڈالیں گے۔ اور جھل تیرے اوپر ہوگی جس پر پانی ڈالا جاویگا۔ تاکہ اس دستور سے ایک اسہال تو کیا سب مرض ہی دور ہو جاویگی۔ پس اُس حکیم کی طرح ہمارے حکیم بیچارے نے بھی اس خطبہ للہ بلاد کا معنی تو بنایا مگر اتنا شرم بھی نہ آیا کہ جب لوگ دیکھیں گے تو اس خطبہ کے معنے سمجھیں گے یا شیخ چلی کے ترانے کہیں گے۔ حکیم جی ہم تو ان تمہارے ایک ایک لفظ کا بھی بیان کر کے آپ کو انہیں معنوں سے پشیمان کرتے۔ مگر طول کا لحاظ ہے اِس واسطے ہم آپ کے مقابل صرف اس خطبہ کے معنے مع ان دس اوصاف کے بیان کرتے ہیں

کہ جن پر مخاطب نے بھی کہا کہ یہ لام تعجب کا ہے کہ اس میں تو جناب امیر نے ایک وصف بھی کسی کا بقسم نہیں بیان کیا۔ مخاطب جی یہ کونسا تعجب کا مقام ہے۔ اور وہ کون تعجب کا مقام ہے اور وہ کون متعجب کلام ہے۔ وہ تو کہیں ہم کو بھی دکھلاؤ نہیں تو بس اس جھوٹ سے باز آؤ حضرت جب اس کلام میں کہیں تعجب وغیرہ کا تو نام ہی نہیں پھر اس لام قسمیہ سے آپ نے کیوں انکار کیا۔ اور کیوں اس میں جاہلوں کو دھوکا دیا۔ خیر دھوکا دینا اور انکار کرنا تو آپ کی منصبی کار ہے۔ یہ کوئی نئی گفتار نہیں مگر آخر بھی تو جھوٹا ہی شرمسار ہے۔ لیکن پہلے تو ہم جناب امیر کا ایک اور بھی وہ خطبہ تحریر کرتے ہیں۔ کہ جس میں اسی طرح قسم بھی کھا کر شیخین کا مرتبہ بڑھاتے ہیں۔ اور اس خطبہ ﷲ بلاد کی بھی ٹھیک ٹھیک تصدیق فرماتے ہیں۔ پھر کون کون خطبہ جناب امیر کا جھٹلاؤ گے۔ اور کس کس حدیث کی تاویل کر کے اس کا غلط معنے بناؤ گے +

چنانچہ تمہارے کمال الدین بحرانی صاحب بھی نہج البلاغت کی شرح کبیر میں یہ خطبہ تحریر کرتے ہیں۔ وھوھذا وَذَکَرْتَ اَنَّ اللہَ اجْتَبیٰ لَہٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَعْوَانًا اَیَّدَھُمْ بِہٖ فَکَانُوْا فِیْ مَنَازِلِھِمْ عِنْدَہٗ عَلیٰ قَدْرِ فَضَائِلِھِمْ فِی الْاِسْلَامِ وَکَانَ اَفْضَلُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ کَمَا زَعَمْتَ وَاَنْصَحُھُمْ لِلہِ وَالرَّسُوْلِ اَلْخَلِیْفَۃُ الصِّدِّیْقُ وَخَلِیْفَۃُ الْفَارُوْقِ وَلَعَمْرِیْ اِنَّ مَکَانَھُمَا فِی الْاِسْلَامِ الْعَظِیْمِ وَاِنَّ الْمُصَابَ بِھِمَا فِی الْاِسْلَامِ لَجُرْحٌ شَدِیْدٌ یَرْحَمُھُمَا اللہُ وَجَزَاھُمَا بِاَحْسَنِ مَا عَمِلَا۔" یعنی فرمایا جناب امیر نے کہ اے معاویہ تو نے ذکر کیا کہ اللہ تعالےٰ نے پیغمبر کے لئے مسلمانوں میں سے مددگار چنیں۔ جن سے پیغمبر کی تائید کی اور وہ پیغمبر کے نزدیک اپنے اپنے اسلامی بزرگیوں اور فضیلتوں کے اندازہ کے موافق اپنے اپنے مرتبوں میں تھے۔ اور سب سے افضل اسلام میں چنانچہ تو نے گمان کیا اور اللہ اور رسول کا خیرخواہ خلیفہ صدیق تھا۔ اور دوسرا خلیفہ فاروق تھا۔ اور میری جان کی قسم کہ بیشک ان کا مرتبہ اسلام میں بہت بڑا ہے۔ اور ان کے مصائب اسلام میں سخت زخم ہے۔ اللہ تعالےٰ اُن دونوں پر رحمت کرے۔ اور ان کے نیک کاموں کا اُن کو اجر دیوے۔ کیوں صاحب مخاطب جی اب کیونکر اس قسم کو ٹھیک نہ کہو گے۔ اور کس منہ سے اُن جھوٹے معنوں کا بھی نام لو گے جو آپ کے نیم حکیم نے بنائے۔ دیکھو جناب امیر تو اس خطبہ میں بھی قسم کھا کر شیخین کا مرتبہ سب اُمت سے افضل بتاتے ہیں۔ اور بھی اُن کو خلیفہ برحق کہہ کر ان پر رحمت فرماتے ہیں۔ پھر کیوں آپ نے وہ جھوٹا معنے بنایا۔ اور کیوں اس قسم سے بھی

انکار فرمایا۔ اب تو کچھ شرم آیا یا نہیں۔ اگر پھر بھی آپ نہیں فرماتے ہیں۔ تو دیکھ کہ اُس خطبہ للہ بلاد کے معنے بھی ہم تم کو تمہاری زبانی سناتے ہیں۔ اور وہ دسؓ اوصاف بھی صدیق اکبرؓ کے ہم خود تمہاری ہی کتابوں سے ثابت کر دکھلاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے علامہ ابن میثم صاحب جو بڑے محقق علماء شیعہ سے ہیں۔ وہ بھی اس خطبہ للہ بلاد کے معنے تو اپنی شرح کبیر میں اس طرح تحریر فرماتے جو مطبوعہ ایران ہے۔ وَصَفَهُ بِاُمُوْرٍ اَحَدُهَا تَقْوِيْمُهُ لِلْعِوَجِ وَهُوَ كِنَايَةٌ عَنْ تَقْوِيْمِهِ لِاعْوِجَاجِ الْخَلْقِ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَى الْاِسْتِقَامَةِ فِيْهَا اَلثَّانِيْ مُدَاوَاتُهُ لِلْعَمَدِ وَاسْتَعَارَ لَفْظَ الْعَمَدِ لِلْاَمْرَاضِ النَّفْسَانِيَّةِ بِاعْتِبَارِ اسْتِلْزَامِهَا الْاَذٰى كَالْعَمَدِ وَوَصَفَ الْمُدَاوَاةَ بِمُعَالَجَةِ تِلْكَ الْاَمْرَاضِ بَلْ بِالْمَوَاعِظِ الْبَالِغَةِ وَالزَّوَاجِرِ الْقَارِعَةِ الْقَوْلِيَّةِ وَالْفِعْلِيَّةِ اَلثَّالِثُ اِقَامَةُ السُّنَّةِ وَلُزُوْمُهَا اَلرَّابِعُ تَخْلِيْفُهُ لِلْفِتْنَةِ اَيْ مَوْتُهُ قَبْلَهَا وَوَجْهُ كَوْنِ ذٰلِكَ مَدْحًا لَهُ هُوَ بِاعْتِبَارِ عَدَمِ وُقُوْعِهَا فِيْ زَمَنِهِ لِحُسْنِ تَدْبِيْرِهِ۔ اَلْخَامِسُ ذِهَابُهُ نَقِيَّ الثَّوْبِ وَاسْتَعَارَ لَفْظَ الثَّوْبِ لِعِرْضِهِ وَنَقَاهُ لِسَلَامَتِهِ عَنْ دَنَسِ الْمَذَامِّ اَلسَّادِسُ قِلَّةُ عُيُوْبِهِ اَلسَّابِعُ اِصَابَةُ خَيْرِهَا وَسَبْقُ شَرِّهَا وَالضَّمِيْرُ فِي الْمَوْضِعَيْنِ يُشْبِهُ اَنْ يَرْجِعَ اِلَى الْعُهُوْدِ مِمَّا هُوَ فِيْهِ مِنَ الْخِلَافَةِ اَيْ اَصَابَ مَا فِيْهَا مِنَ الْخَيْرِ الْمَطْلُوْبِ وَهُوَ الْعَدْلُ وَاِقَامَةُ دِيْنِ اللّٰهِ الَّذِيْ بِهٖ يَكُوْنُ الثَّوَابُ الْجَزِيْلُ فِي الْاٰخِرَةِ وَالشَّرَفُ الْجَلِيْلُ فِي الدُّنْيَا وَسَبَقَ شَرَّهَا اَيْ مَاتَ قَبْلَ وُقُوْعِ الْفِتْنَةِ فِيْهَا وَسَفْكِ الدِّمَاءِ لِاَجْلِهَا اَلثَّامِنُ اَدَائُهُ اِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهُ۔ اَلتَّاسِعُ۔ تُقَاهُ وَوَرَعُهُ بِحَقِّهِ اَيْ اَدّٰى حَقَّهُ خَوْفًا مِنْ عُقُوْبَتِهِ اَلْعَاشِرُ رِحْلَتُهُ اِلَى الْاٰخِرَةِ تَارِكًا لِنَّاسَ بَعْدَهُ فِيْ طُرُقٍ مُتَشَعِّبَةٍ مِنَ الْجَهَالَاتِ لَا يَهْتَدِيْ فِيْهَا مَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَسْتَيْقِنُ الْمُهْتَدِيْ سَبِيْلَ اللّٰهِ اَنَّهُ عَلٰى سَبِيْلِهٖ لِاخْتِلَافِ طُرُقِ الضَّلَالِ وَكَثْرَةِ الْمُخَالِفِ لَهُ۔" ترجمہ اور بالتحقیق اس کا چند امور کے ساتھ وصف فرمایا۔ (۱) اس کا کجی کو سیدھا کرنا اور یہ اس کی مخلوق کی کجی کو سیدھا کرنے اور اس کو استقامت اور راستے کی طرف پھرنے سے کنایہ ہے۔ (۲) اُس کا بیماری کا علاج کرنا اور لفظ عمد کو چونکہ وہ مثل عمد کے تکلیف کو مستلزم ہے۔ نفسانی بیماریوں کے لئے استعارہ کیا اور سب معالجہ کرنے

ان امراض کے مواعظ بالغہ اور زواجر قارعہ قولیہ اور فعلیہ کے ساتھ مداوات کو بیان کیا۔ (۳) اُس کا سنت کو قائم کرنا اور اس کو لازم پکڑنا (۴) اُس کا فتنہ کو پیچھے چھوڑنا یعنے اُس سے پہلے مرنا اس امر کی اس لئے مدح ہوئی کہ اس کے حسن تدبیر کے سبب اس کے زمانہ میں فتنوں کا نہ واقع ہونا۔ (۵) اس کا پاک دامن جانا لفظ ثواب کو اُس کے آبرو کے لئے اور اس کے پاک صاف ہونے کو مذمتوں کے میل کچیل سے سلامتی کے لئے استعارہ کیا۔ (۶) اس کا بے عیب ہونا۔ (۷) اُس کا خلافت کی بھلائی کو پانا اور اُس کی بُرائی سے گذر جانا اور ضمیر دونوں جگہ مشابہ بحتی یہ ہے۔ کہ خلافت کی طرف راجع ہے۔ یعنی جو کچھ خلافت میں خیر مطلوب ہے۔ اس کو پایا اور وہ انصاف اور اللہ کے دین کا قائم کرنا ہے جس کے سبب آخرت میں ثواب عظیم اور دنیا میں بڑی بزرگی حاصل ہوتی ہے۔ اور خلافت کی بُرائی سے گذر گیا۔ یعنی خلافت میں فتنہ کے واقع ہونے سے پیشتر وفات پاگیا (۸) اُس کا اللہ کی بندگی کو ادا کرنا۔ (۹) اس کا تقوٰی کرنا اللہ سے اس کے حق کے ساتھ (۱۰) اُس کا لوگوں کو جہالت کے بیچ در بیچ رستوں میں چھوڑ کر آخرت کی طرف کوچ کرنا۔ جن میں جو شخص کہ اللہ کے رستے سے گمراہ ہو راہ نہ پاسکے اور خدا کے۔ سنتہ کا راہ یاب یقین نہ کر سکے کہ وہ خدا کے رستہ پر ہے۔ گمراہی کے رستوں کے اختلاف اور ان رستوں کی طرف مخالفوں کی کثرت کے سبب کیوں صاحب یہ آپ کا علماء بھی تو ہماری طرح اس کے معنے بناتا ہے۔ بلکہ ہم سے بھی زیادہ تصریح کر کے صدیق اکبر کے فضائل سناتا ہے۔ کہ ایک تو اس نے تمہارے نیم حکیم کے بھی وہ معنی غلط اور جھوٹے کئے۔ دوسرا حضرت صدیق کے بھی یہ دس اوصاف ثابت کر دیئے۔ پھر کیوں ایسا جھوٹا معنے بنایا اور کیوں ان دس اوصاف سے بھی انکار فرمایا کہ جس میں دیدہ دانستہ امام کے کلام کو جھٹلا کر اپنا ایمان گوایا۔ کیا ہاتھ آیا۔ پس اس علماء شیعہ امامیہ نے تو سب جھگڑا ہی مٹا دیا۔ بلکہ ہمارا دعوٰی تو ایسا ثابت کیا کہ جو جو اس حدیث پر طعن کرنے والے بدگمان تھے وہ سب کے سب جھوٹے اور پشیمان ہوئے۔ آمین آمین۔ الحمد للہ رب العالمین +

آٹھویں شہادت کی بحث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلتیں

آٹھویں شہادت کی بحث

علی بن عیسیٰ اربلی شیعہ اثنا عشریہ نے اپنی کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ میں لکھا ہے سُئِلَ الْاِمَامُ اَبُوْجَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ حِلْیَۃِ السَّیْفِ ھَلْ یَجُوْزُ قَالَ نَعَمْ قَدْ حَلّٰی اَبُوْبَکْرِ ن الصِّدِّیْقِ سَیْفَہٗ بِالْفِضَّۃِ فَقَالَ الرَّاوِیْ اَتَقُوْلُ ھٰکَذَا فَوَثَبَ الْاِمَامُ عَلٰی مَکَانِہٖ فَقَالَ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ فَمَنْ لَمْ یَقُلْ لَہُ الصِّدِّیْقُ فَلَا صَدَّقَ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ط

یعنے کسی شخص نے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت تلوار کے قبضے کو حلیہ کرنا درست ہے یا نہیں۔ تب امام نے جواب دیا کہ ہاں اسی لئے کہ ابا بکر صدیق کی تلوار کے قبضے پر بھی حلیہ چاندی کا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ اس نے امام سے عرض کی کہ یا حضرت آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں۔ یہ سُنتے ہی امام اپنی جگہ سے پھرے اور کہنے لگے کہ ہاں وہ صدیق ہے ہاں وہ صدیق ہے۔ ہاں وہ صدیق ہے جو کوئی اس کو صدیق نہ کہے خدا اُس کی دُنیا اور آخرت میں تصدیق نہ کرے گا۔ پس اس امام کے کلام سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک تو خود امام باقر علیہ السلام کی زبان معجز بیان سے حضرت صدیق کا صدیق ہونا ثابت ہوگیا۔ کہ جس سے اُن کا رتبہ تمام امت پیغمبر علیہ السلام سے افضل ہوُا۔ دوسرا اس قول معصوم سے یہ بھی معلوم ہوُا کہ معاذ اللہ اُن کا بُرا کہنا تو بجائے خود رہا جو صرف اُن کو صدیق نہ کہے گا خدا اُس کو دین و دنیا کے عذاب میں گرفتار کرے گا۔ اب خیال کرنا چاہئے کہ اُن کے عیب جو بدگو کا تو کیا حال ہوگا۔ اس پر بھی جو جو شیعوں کے طعن بدگمان ہیں۔ ہم اُن کا بھی بیان کر کے اُن کو پشیمان کرتے ہیں۔ قال المخاطب متعصب العظیم جو ہر اخبار کے کھوٹے کھرے پرکھنے والے۔ اور جھوٹے موتیوں کو سُچے موتیوں سے جدا کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ یہ حدیث اگر سچی حدیث بھی ہوتی تو اخبار احاد سے نہ ہوتی جو عقائد میں بکار آمد نہیں اور مخالف ہے۔ احادیث متواترہ اصولیہ اور قواعد مثلیہ بہ برہان عقلیہ و نقلیہ کے پس ہر طرح واجب اس طرح ہوتی لیکن یہ حدیث تو بالکل جھوٹی ہے۔ اور سینوں کی بنائی ہوئی مثل حدیث لارث ولانورث کے باب فدک میں اور حدیث سید کہول اہل الجنۃ کے باب ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ میں صحاح اسی طرح ان کی ہزاروں جھوٹی حدیثیں بھری ہوئی ہیں۔ فما ظنک بغیر اصفوۃ القصوۃ ابن جوزی ہیں کہ اُس کی ایک عبارت طویل کشف الغمہ میں بلحاظ آنکہ نقل کفر کفر نباشد

بنظر بعض اعتراض منقول ہوئی۔ اسی عبارت میں یہ جھوٹی حدیث بھی ہے۔ پس ذکر اس کا استطراداً ہے نہ اصالتاً۔ اور یہ ضرور نہیں ہے۔ کہ جس امر کو کوئی حکایت ذکر کرے۔ وہ اس پر حجت ہو جائے۔ ہمارے مخاطب نے ابھی خود حضرت ابو بکر کی شان رفعت نشان میں صفحہ ۱۰۸ سطر ۳۰ میں لکھا ہے۔ کہ محرف کتاب اللہ اور مبدل دین خدا۔ اور پیغمبر کی وصیتوں کا بھلانے والا اور اس کے وصی کے حقوق غصب کرنے والا اور ان کی اولاد کو ستانے والا اور خاندان رسول پر ظلم و ستم کرنے والا تھا انتہی اور بعد اُس کے مجلس نکاح ام کلثوم میں حدیث ولدالزناہ لشر الثلاثہ کے معنوں میں حرامزادہ اور نطفہ ناپاک ہونا حضرت عمرؓ کا لکھتے ہیں۔ پس اگر علی بن علیسائی اربلی کی نقل عبارت ابن جوزی کرنے سے شیعوں پر حجت تمام ہو جائے گی۔ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا اگر فرمائے کہ ہم نے تو نقل مذہب شیعہ سے کی ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ آپ نے تو اپنی زبان صدق بیان سے نقل کی ہے پھر اپنی نقل اپنی زبان سے حجت نہ ہو اور دوسرے کی زبان حجت ہو جائے۔ اس کی کیا وجہ یا اس کی کچھ وجہ ارشاد فرمائیے۔ یا اپنی ہٹ دھرمی سے باز آیئے۔ یہ ایک بات ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ راوی حدیث اصل میں عروہ بن عبد اللہ ہے کہ وہ دوستان ابو بکر ہے چاہتا ہے کہ بحلیہ حلیہ السیف ابو بکرؓ کا صاحب سیف ہونا ثابت کرے۔ حالانکہ سبا نے ان کے احد سے خیبر سے حنین سے بھاگنا بخوبی ثابت ہے اُن کی اور ان کے دونوں بھائیوں کی تلوار کسی معرکہ میں نکلی ہو اور کسی کافر پر چلی ہو تو کسی جھوٹی ہی تواریخ سے بیان فرمائیے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس حدیث سے جو کتب غیر صحاح سے ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کا صدیق ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کی صحیح سے زبان صدق ترجمان حضرت عمرؓ سے اُن کا کاذب اور غادر اور خائن ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اب فرمایئے کہ حدیث صحیح کو ہم مقدم جانیں یا حدیث غیر صحاح کو اور بھی حضرت صدیقہ نے دربارہ صدیق روایت کی ہے۔ مرّ النبی بابی بکر وہو ملعن بعض غلمانہ فاتیت الیہ فقال العانین و صدیقین۔ یعنی گذرے پیغمبر طرف ابو بکرؓ کے جس وقت کہ وہ اپنے بعض غلاموں کو گالیاں دیتے تھے حضرت نے فرمایا۔ آیا دیکھا تو نے صدیقوں اور گالیاں دینے والوں کو۔ شاہ عبد الحق دہلوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ اراد انہ لا یجتمع الصدیقة والعانیة یعنی صدیقیت ساتھ لعانیت کے جمع نہیں ہوتی۔ اور لعانیت ابو بکر کی اسی حدیث سے اور سوائے اس کے اور بھی حدیثوں سے جو ابن حجر نے صواعق میں لکھی ہیں۔ ثابت ہوتی ہے۔ پس صدیقیت ابو بکرؓ کا قائل ہونا۔

اجتماع متضادین کا فی محل واحد جائز رکھنا ہے و نظر بلعانیت حضرت ابی بکرؓ اگر شیعوں نے
بھی بنا ستی ان کی لعانیت اختیار کی ہو تو کیا قباحت ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ شیخ عبد الحق
دہلوی نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا نے حق میں جناب امیر کی اِنَّہٗ الصِّدِّیْقُ
الْاَکْبَرُ یعنی بالتحقیق کہ وہی حضرت ہیں صدیق اکبر اور خود مخاطب اور ان کے اجداد فاسدہ نے
قبول کیا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے بر سر ممبر فرمایا کہ اَنَا الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ وَاَنَا فَارُوْقُ
الْاَعْظَمُ اَسْلَمْتُ قَبْلَ اَنْ اَسْلَمَ اَبُوْبَکْرٍ وَاٰمَنْتُ قَبْلَ اَنْ اٰمَنَ اَبُوْبَکْرٍ اور بھی
فرمایا اَنَا الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ لَا یَقُوْلُ بَعْدِیْ اِلَّا کَذَّابٌ یعنی میں ہوں صدیق اکبر کہ اسلام
و ایمان میرا قبل از ابو بکر ہے۔ اور طریقہ حافظ ابو نعیم میں ہے کہ سب سے سات برس پیشتر
میں نے نماز پڑھی ہے۔ اور جو شخص سوائے میرے دعویٰ صدیقت کرے وہ انتہی کا کاذب
ہے۔ تقدیم مسند الیہ دلالت اوپر تخصیص کے کرتی ہے جیسا کہ بحث کہ انا قلت علم فصاحت
و بلاغت میں ثابت ہوا۔ اور جب صدیقت مخصوص جناب امیر ہوئی تو صدیقت ابو بکر
باطل ہو گئی پس یہ حدیث جس کا ابن جوزی ناقل ہے بالکل جھوٹی ہو گئی۔ پانچویں بات یہ
ہے۔ کہ اس حدیث کے مکذوب اس کی ناصبہ حال سے پیدا اور طرز مقال سے ہویدا ہے کیونکہ
ایک ادنے سوال سائل پر کہ صدیقت ابو بکر سے سوال کرے۔ امام کا اُچھلنے کودنے لگنا اور
قبلہ رخ ہو جانا کہ بجائے قسم ہے منصب امامت کے کہ اس کو کوہ حلم و وقار ہونا لازم ہے۔
خلاف ہے۔ اور اُچھلنا کودنا مثل مادہ بز کوہی کے پہاڑوں پہ روز احد کار حضرت عثمانؓ تھا
معصومین علیہ السلام صاحبان متانت و وقار تھے۔ اُن کی طرف نسبت ہونا عین افترا و وضع
حدیث موضوع و مکذوب ہے اور اسی طرح سے امام کا جواب سائل با تبغیا مسائل اجتہاداً
دینا دلیل کذب حدیث ہے۔ اسی لئے۔ کہ اجتہاد معصومین سے ممکن نہیں۔ لان المجتہد یخطی
و یصیب اسی سبب سے کسی نے مخالفین سے بعض معصومین سے پوچھا کہ فلاں مسئلہ میں
آپ کی رائے کیا ہے۔ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ لیس عندنا رائی بلکہ جو کچھ ہم کہتے
ہیں۔ ہمارے آبائے طاہرین جد امجد سے یہی روایت کی ہے۔ پس جواب استنباط
جواز از حلیہ السیف ابو بکرؓ خاطی غیر معصوم دینا دلیل صریح اس کی ہے کہ یہ جواب
امام نہیں ہے بلکہ کسی سُنی کا امام پر کذب و اتہام و افترا ہے۔ اور جب یہ حدیث جھوٹی ٹھیری
تو فوائد اس کے محض زاید اور لغو ٹھیرے بلکہ مکابرہ از قبیل بنا فاسد علی فاسد ہوئے۔

اقول والستعین بالرب الکریم - پس ہر کس جوہر شناس کی خدمت میں التماس ہے۔ ذرا اس میں غور کر کے دیکھیں اور سمجھیں کہ ہمارے مخاطب ذہین نے کیسے جھوٹے موتی بنا کر اپنے مقلدین کے نذر کئے ہیں۔ اور وہ بھی اُن کو کیسا اپنا تاج بنا رہے ہیں۔ اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ موتی جھوٹے ہیں یا سچے۔ اے دین کے صراف بنظر انصاف دیکھو اور غفلت کی آنکھ کھولو۔ سچ اور جھوٹ کا میزان تو لو۔ اس جھوٹے کے حق میں کچھ تو بولو جو بغیر ثبوت کے اس طرح جھوٹے مناظرے بناتا ہے اور اپنی زبان کے بہتان سے جاہلوں کو خوش فرماتا ہے۔ ہم تعجب کرتے ہیں۔ کہ یہ حضرات کس ثبوت کے ذریعہ ہم سے مباحثہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور کس مُنہ سے اہل سنت کے ساتھ مناظرے بناتے ہیں۔ کہ نہ تو یہ اپنے دعوے کی کوئی سند دیتے ہیں نہ اور کوئی ثبوت دکھلاتے ہیں۔ وہی اگلوں کے گائے ہوئے گیت گاتے چلے جاتے ہیں۔ کہ جن پر ہر ایک کی بات تو ہمارے علماء نے ایسی تکذیب کی ہے کہ جن کے جواب میں تو یہ آج تک خراب پھرتے ہیں۔ نہ کہیں سے کچھ بن آتا ہے۔ نہ صبر کو جی چاہتا ہے۔ مگر جتنا اس میں تکرار و انکار کرتے ہیں۔ اتنا ہی زیادہ خجل و خوار ہوتے ہیں۔ پھر بھی مناظرے سے تو باز نہیں آتے۔ ہیچ و پادر ہوا نیست کہے جاتے ہیں۔ جیسا ہمارا مخاطب بیچارہ بھی باتیں تو اس میں بہت بناتا ہے۔ مگر ایک ثبوت دینے سے ہار جاتا ہے۔ پہلے تو ہر ایک حدیث کے مقابل احاد کا ارشاد فرماتا ہے۔ دوسرا زبان درازی ٹھٹھ بازی کے سوائے اور تو کچھ اس میں نظر ہی نہیں آتا۔ دیکھو پہلے تو مخاطب اپنی عادت کے موافق اس حدیث کو بھی احاد بناتا ہے جیسا فرماتا ہے کہ یہ حدیث تو بالکل جھوٹی اور سنیوں کی بنائی ہوئی ہے۔ مخاطب جی دیکھو اس تمہارے احاد بداعتقاد کو بھی ہم کس طرح جھٹلاتے اور کاذب بناتے ہیں۔ اور بھی نہیں خود تمہاری ہی کتابوں سے اس حدیث کا ثبوت اور صحت تو ہم ثابت کر دکھلاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے مجتہد صاحب کتاب طعن الرماح میں یوں فرماتے ہیں۔ (روایت) نعم الصدیق را باسناد بکتب شیعان نمودہ از کتاب کشف الغمہ نقل کردہ چوں اتفاق مراجعت باں کتاب شد مصنف آنکہ مولانا الوزیر علی بن عیسٰی اربلی است از ابن جوزی کہ مشاہیر علماء اہلسنت است روایت مذکور را نقل کردہ۔" دیکھو جناب اور بھی نہیں۔ خاص تمہارے مجتہد صاحب اس حدیث کی صحت اور ثبوت کا تو اقرار فرماتے ہیں۔ جیسا کہتے ہیں کہ یہ روایت نعم الصدیق کتب شیعہ میں ہے جو کشف الغمہ سے نقل کی گئی ہے۔ گو مجتہد نے اس کی اتنی زیادہ توجیہ بھی کی ہے۔ کہ یہ روایت مؤلف کتاب نے

ابن جوزی جو علماء سنیوں کا ہے۔ نقل کی ہے۔ لیکن اس کی صحت اور نہ ہونے کتب شیعہ میں سے تو انکار نہ کیا۔ بلکہ صاف صاف فرما دیا کہ یہ روایت نعم الصدیق تو کتب شیعہ میں جو کشف الغمہ سے نقل کی گئی ہے۔ ذرا اس مجتہد کے سامنے وہ مخاطب کا احاد تو ملائیے پھر اس میں کس کو جھوٹا بنائیے۔ مخاطب جی اس میں آپ کو جھٹلاتے ہو یا اپنے مجتہد کو جھوٹا بناتے ہو۔ ہاں اگر آپ کو جھوٹا بناؤ تو بھی آپ جھوٹے ہیں۔ اگر اپنے مجتہد کو جھٹلاؤ تب بھی آپ جھوٹے ہونگے۔ ہم حیران ہیں کہ ان کی عقل پر ایسا تعصب کا پردہ پڑا ہے کہ نہ تو کسی اور بات پر غور کرتے ہیں۔ نہ اپنی کتابوں ہی کو دیتے ہیں۔ اگر دیکھتے ہیں تو خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ کی طرح نہ کچھ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔ جو کسی کے منہ دآتا ہے۔ بکے جاتا ہے۔ جیساکہ اُن کے قاضی نوراللہ شوستری نے تو مخاطب سے بڑھ کر اس حدیث سے تو بالکل قطعی انکار کر دیا ہے۔ کہا کہ اس روایت نعم الصدیق کا تو کچھ پتہ ونشان کشف الغمہ میں نہیں ہے۔ بلکہ اسی روایت کا کشف الغمہ میں ہونا خلاف قیاس ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں پیغمبر خدا اور آئمہ اثنا عشر کا حال لکھا ہے۔ نہ کہ ابو بکرؓ کا وھُو ہٰذا عبارت " وَكَذَا الْحَالُ فِيْمَا نَقَلَهُ عَنْ رَاسِ التَّعَصُّبِ وَالْجِيْفِ مِنْ حَدِيْثِ حُلْيَةِ السَّيْفِ لَيْسَ ذَالِكَ فِي الْكِتَابِ عَنْهُ جُزْءُ لَا اَعْيُنُ وَلَا اَثَرُ وَاَيْضًا لَا مُنَاسِبَةَ لِذِكْرِ ذَالِكَ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ الْمَقْصُوْرِ عَلٰى ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَئِمَّةِ الْاِثْنَا عَشَرَ وَذِكْرِ اَسْمَائِهِمْ وَكُنَاهُمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِهِمْ وَمَوَالِيْدِهِمْ وَوَفَيَاتِهِمْ وَمُعْجِزَاتِهِمْ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى مَنْ طَالَعَ هٰذَا الْكِتَابَ ٥ "پس اس تمام قاضی رتل بھوک کے کلام کو تو مجتہد صاحب کے ایک ہی اس فرمان سے جھوٹا کر دیا جو کہا کہ یہ روایت نعم الصدیق ؛ کتب شیعہ میں ہے۔ جو کشف الغمہ" سے نقل کی گئی ہے۔ اب ہم ان کی اس توجیہ کی بھی تکذیب کرتے ہیں جو مجتہد صاحب اور ہمارے مخاطب نے بھی کہا ہے کہ یہ روایت ابن جوزی سے ہے۔ جو اہل سنت کا ہے۔ سو گو اس کا راوی اہل سنت ہی ہو۔ مگر ہم نے تو اس روایت کا موجود ہونا تمہاری ہی کتابوں سے ثابت کی ہے۔ اور کریں گے۔ پھر یہ انکار بھی آپ کے کیا در کار آیا۔ دوسرا اس روایت کا صحیح اور درست ہونا تو ہم دوسری طرح بھی ثابت کرتے ہیں۔ دیکھو آپ کے سب علماء کا اتفاق ہے کہ جو کچھ روایات وغیرہ کتاب کشف الغمہ میں درج ہے۔ وہ سب صحیح اور مقبول فریقین ہیں۔ چنانچہ آپ کے بڑے محدث معزالدین

صاحب بھی صدر کتاب امامت میں لکھتے ہیں۔ "کہ کتاب کشف الغمہ از تصنیفات وزیر سعید اربلی است و آنچہ در کتاب مستطاب مذکور است مقبول طبائع موافق و مخالف است انتہیٰ" اِن دونوں روایتوں سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک تو بقول ان کے مجتہد صاحب کی اس حدیث کا کتاب کشف الغمہ میں ہونا ٹھیک ٹھیک تصدیق ہوگیا۔ کہ جس قاضی وغیرہ نے اس سے انکار کیا تھا۔ وہ خجل وخوار شرمسار ہوئے۔ دوسرا یہ بھی ثابت ہوا کہ جو کچھ کتاب کشف الغمہ میں درج ہے۔ وہ علماء شیعہ کے نزدیک صحیح اور درست ہے۔ جس سے تو کل شیعوں کے تار پود نابود ہوگئے۔ یعنی جو مخاطب وغیرہ نے اس حدیث کی تکذیب میں اپنی زبان درازی ونکتہ بازی کی تھی وہ سب کی سب جھوٹی ہوئی۔ پس اس حدیث کی صحت کا تو اتنا ہی ثبوت کافی اور وافی ہے۔ مگر ہم اپنے مخاطب اور اُس کے اور علماء کو رنج کرنا نہیں چاہتے۔ ان کی بھی فریاد سُن کر داد دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث کی نسبت ان کے علامہ صاحب استقصا میں اس طرح لکھتے ہیں "اوّل آنکہ ازیں کلام از دستانی نہایت آنچہ مستفاد مے شود۔ و ایں است کہ آنچہ در کشف الغمہ مذکور است آں را اہل حق ہم مقبول مے سازند و بر او انکار آں نے پردازند و ایں امر آخر است و بودن روایات کشف الغمہ از اجماعیات و اتفاقیات اہل حق و اہل خلاف کہ مخاطب مدعی آں است امر آخر زیر آنکہ مفہوم ثانی آنست کہ اہل حق در روایت ایں روایات شریک اند و از قبول کردن آں روایات ایں معنی مستفا بمیشود و چہ قبول روایات بایں وجہ ہم متصوّر است کہ اہل خلاف روایت آں کردہ باشند۔ و اہل حق قبول آں نمودہ باشند و قبول گاہے بایں معنے است کہ ایں روایت را صحیح میدانیم و آنچہ دراں مذکور است آں را حجت مے میگیریم و گاہے بایں معنے کہ چوں بآں بر بعض مطالب خود احتجاج میکنیم۔ پس برائے ایں امر قبولش کردہ ایم نہ بایں معنی کہ خصم بآں بر ما احتجاج نماید۔ دوم آنکہ کلام از دستانی محمول بر اصول و مقاصد آں کتاب است یعنی آنچہ در آں کتاب برائے احتجاج و استدلال از اہل خلاف نقل فرمودہ و مقصود بالذات است مقبول اہل حق ہم است نہ ایں کہ آنکہ مقصود بالذات نسبت و محض استطراد و متبعا نقل شدہ آں ہم مقبول است و لیاقت صحبیت نزد باہل حق دار حاشا و کلا"۔ دیکھو جھوٹوں کے افترات نہ ایک سخن نہ ایک بات۔ ہم کون کون کلمات سے ان کو جھٹلائیں اور کاذب بنائیں۔ لیکن ان کی لاچاری بے قراری کو دیکھ کر تو ہم کو بھی افسوس آتا ہے جیسا کہ اس حدیث کے جواب حیرت گرداب میں آکر یہ علامہ بیچارہ نہ کچھ

انکار کر سکتا ہے۔ نہ اقرار۔ خیر اس نے بھی لاچار ہمارے دعوے کا تو اقرار کیا کہا کہ جو کچھ کشف الغمہ میں مذکور ہے۔ اس کو ہم اہل حق قبول کرتے ہیں۔ لیکن قبولیت کے بعد پھر اپنی عادت کے موافق کہا کہ یہ امر آخر ہے اور ہونا روایت کشف الغمہ میں دوسرا امر ہے اور قبول کرنا بھی اسی لئے ہوتا ہے۔ کہ اپنے واسطے حجت پکڑیں۔ نہ کہ مخالف اُس سے ہم پر حجت کریں پھر کہا کہ جو مقصود بالذات ہے وہ مقبول اہل حق ہے۔ نہ کہ وہ جو مقصود بالذات نہیں ہے۔ وہ بھی مقبول ہے۔ بھلا وہ کون شخص ہے جو اس علامہ کی تقریر بدتر نظیر کو دیکھ کر نہ ہنس پڑے گا۔ اور اس بیان کو مضحکہ طفلاں نہ کہیگا۔ یہ ایسی کچی توجیہ صاحب استقصا نے کی ہے۔ کہ جس سے تو ہمارے مخاطب بیچارے کو بھی شرم آگیا۔ اس نے بھی ان کلمات واہیات کو چھوڑ کر اس طرح کہا کہ اس حدیث کا ذکر استطراداً ہے نہ کہ اصالتاً اور اس کی نظیر میں یہ تحریر فرمائی کہ ہمارے علماء نے اس حدیث کو اس طرح حکایتاً لکھا ہے۔ جیسا کہ تم نے نسبت ابو بکر کے کہا ہے کہ محرف کتاب اللہ اور مبدل دین خدا اور پیغمبر کی وصیتوں کا بھلانے والا۔ وغیرہ۔ ارے یہ نظیر تو آپ کی بالکل غلط ہے۔ کیونکہ جب اِس کے مقدم و مؤخر میں حکایتاً و استطراداً الفاظ موجود ہیں۔ اور حدیث نعم الصدیق تو صرف انہیں لفظوں سے اصالتاً ثابت ہے۔ کوئی اور لفظ اُس کے اوّل و آخر نہیں ہے۔ تو پھر یہ نظیر آپ کے کیا پذیر آئی۔ ہاں یا تو اس کے اوّل و آخر میں وہ کلمہ دکھلاؤ کہ جس میں اہلسنت کی مذمت ہو کہ جس کے الزام دینے کو آپ کے صاحب کشف الغمہ نے بھی لکھا ہے۔ نہیں تو پس ان واہیاں تباہیاں سے باز آؤ۔ جو کہا کہ اس حدیث کا ذکر استطراداً وغیرہ ہے۔ یا واسطے حجت پکڑنے مخالفوں کے ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ وہ ایسا کون لفظ ہے کہ جس سے اہلسنت پر آپ حُجت پکڑتے ہیں۔ وہ تو ذرا ہم کو بھی دکھلایئے نہیں تو پس اپنے آپ کو جھوٹا بنایئے۔ حضرت اگر اس حدیث میں کوئی لفظ ہم پر حُجت کا ہوتا یا کسی الزام دینے کے واسطے آپ کے صاحب کشف الغمہ نے اس حدیث کو تحریر کیا ہوتا تو ضرور مؤلف کتاب لکھتے کہ یہ قول اہل سنت کا ہے۔ یا اس روایت کا مضمون اس قدر ہمارے درکار ہے۔ باقی سے انکار ہے۔ یا اس حدیث کا کچھ خلاصہ ہی لکھ دیتے۔ اور کہتے کہ ہم نے حجت مخالفوں کے لئے اس کو حکایتاً منقول کیا ہے۔ تب یہ آپ کی بات کچھ قابل سماعت ہوتی جب مؤلف صاحب ایسا نہیں لکھا۔ اور نہ اس کا کو لفظ ہمارے مخالف ہے تو پھر یہ آپ کی لغویات واہیات کون سنتا ہے۔ دیکھو ان سب تمہاری توجیہات لغویات کے واسطے تو ایک ہی ہمارا

ثبوت مضبوط ہے جو تمہارے مجتہد صاحب اور صاحب استقصا نے کہا ہے "کہ آنچہ در کشف الغمہ آں را اہل حق ہم قبول مے سازند و بر وانکار آں نمے پردازند۔" پس جب آپ اہل حق کا بھی دعوے کرتے ہیں اور یہ حدیث بھی تمہاری کتاب کشف الغمہ میں مذکور ہے پھر اس کو آپ کیوں منظور نہیں کرتے کیا وجہ اور خود اپنے قول پر کول کرنے کا بھی کیا سبب آپ ہی تو فرماتے ہو کہ جو کچھ کشف الغمہ میں مذکور ہے۔ وہ ہم سب اہل حق کو منظور ہے بھلا اسی زبان سے اقرار پھر اسی سے انکار کرنا کیسی شرم کی بات ہے۔ اور جو تمہارے صاحب استقصا نے کہا ہے کہ جو مقصود بالذات ہے وہ مقبول اہل حق ہے نہ کہ وہ جو مقصود بالذات نہیں ہے وہ بھی قبول ہے۔ کیوں ایسی باتیں بناتے اور اپنے آپ کو جھٹلاتے ہو۔ بھلا یہ کونسا جواب ہے کہ جو بات ہماری مرضی کے موافق ہو اس کو ہم قبول کرتے ہیں اور جو ناپسند ہو اس کو قبول نہیں کرتے۔ ایسا تو ہر ملحد بے دین کہتا ہے کہ ہم اپنی بات کے سوائے جو مقصود بالذات ہے۔ دوسرے کا کہا نہیں مانتے۔ پھر اس طرح تو کوئی کسی کا جھگڑا ہی نہ رہا اور وعظ نصیحت کا بھی کرنا بے سود ہوا۔ سوائے اس مثال کے کہ میٹھا میٹھا غپ اور کڑوا کڑوا تھوہ سلے شیعو ذرا اپنے علماء کے حال پر خیال کرو اور ان کی بے دسے اور لاچاری کو دیکھو کہ جب کسی ایسے جواب حیرت گرداب میں آجاتے ہیں۔ تو بیچارے تعصب کے مارے کس طرح قیں قیں اور چیں چپن کرنے لگتے ہیں۔ کہ نہ تو حقیقت سمجھی جاتی ہے۔ نہ کوئی بات کسی کی عقل میں آتی ہے۔ صرف گپے ہیں روڑ پا کر بجاتے ہیں۔ اور اس طرح گول مول باتیں بنا کر اپنا دلس چھڑاتے ہیں۔ تو پھر کیوں ناحق اس بحث کی ہوس کی اور کیوں مناظرے کا بھی نام بدنام کیا۔ تبھی تو ہم عرض کر چکے ہیں کہ آپ کو اس مناظرہ خوانی ہیں سوائے پشیمانی کے اور کچھ حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ اس مقصود کا آپ کے پاس کوئی سامان موجود نہیں ہے۔ اگرچہ آپ نے بہت کچھ زبان درازی نکتہ بازی سے اپنے اتباع کو تو راضی فرمایا مگر ثبوت کے سوائے تو ہرجا آپ کو پشیمان بنایا کیا ہاتھ آیا۔ اور اس بات کو بھی ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ آیا اس حدیث نعم الصدیق کا کوئی لفظ ہمارے مخالف ہے یا اس کے کسی حرف سے ہم پر کوئی حجت بھی آسکتی ہے۔ جیسا کہ بار بار ان کا یہی تکرار ہے کہ اس کا ذکر استطراداً آیا ہے یا حجت مخالفوں کے لئے ہمارے علماء نے اس کو لکھا ہے اسواسطے تو پھر بھی ہم اس حدیث کا ایک ایک حرف اور معنے لکھکر اہل انصاف کو دکھلاتے ہیں۔ چونکہ

جب سائل نے حلیہ تلوار کی بابت امام باقر علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا تو امام نے فرمایا کہ ہاں حلیہ تلوار کا کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ ابو بکر صدیق کی تلوار کو بھی قبضہ چاندی کا تھا۔ پھر سائل نے عرض کی کہ یا حضرت آپ بھی ابو بکرؓ کو صدیق کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی امام صاحب کو اس پر نہایت غصہ آیا اور رنج ہو کر تین بار فرمایا کہ ہاں وصدیق ہے۔ ہاں وہ صدیق ہے۔ ہاں وہ صدیق ہے۔ جو کوئی اس کو صدیق نہ کہے تو خدا اُس کی دنیا اور آخرت میں تصدیق نہ کرے گا۔ کیوں صاحب اس حدیث میں وہ کون سا کلمہ یا حرف ہے کہ جس سے ہم آپ پر حجت پکڑتے ہیں۔ یا جس سے الزام دینے کے واسطے آپ کے صاحب کشف الغمہ نے بھی اس حدیث کو حکایتاً ارقام کیا ہے۔ جو آپ نے کہا کہ ذکر اِس کا استطراداً ہے۔ نہ اصالتاً۔ ذرا وہ استطراداً وغیرہ تو کہیں ہم کو بھی دکھلائیے۔ نہیں تو پس اپنے آپ کو اس دعوے سے جھوٹا بنائیے۔ اس حدیث سے اور بھی چند فائدے حاصل ہوئے۔ ایک تو اس سے کوئی حرف اہل سُنّت پر حجت کا نہ نکلا۔ سوائے تعریف حضرت ابا بکر صدیق کے۔ دوسرا ان کا تقیہ مردود تو اس میں بالکل نابود ہؤا۔ کیونکہ وہ سائل بھی سنی اور ناصبی نہ تھا۔ کہ جس سے ڈر کر امام صاحب تقیہ کرتے۔ وہ شخص تو آپ کی طرح شیعہ تھا۔ کہ جس کو حضرت صدیق کا لفظ بُرا معلوم ہؤا اور متعجب ہو کر امام سے پوچھنے لگا کہ جس سبب تو امام بھی اس پر نہایت غصہ ہؤا۔ تیسرا تو اس جا استہزاء وغیرہ بھی ٹھیک نہیں آتا۔ کیونکہ سائل نے تو مسئلہ شریعت کا پوچھا کہ تلوار کے قبضہ کو حلیہ چاندی کا جائز ہے یا نہیں۔ پھر اس مسئلہ شرع میں امام کو ٹھٹھہ اور استہزاء کرنا تو بڑا خطا ہے۔ چوتھا دیکھو صدیق اکبر کی شان کہ لفظ صدیق پر ایک سائل کے تعجب کرنے سے امام علیہ السلام کو ایسا رنج ہؤا کہ صرف صدیق کہنے پر بھی آپ نے قناعت نہ کی غصے ہو کر فرمایا کہ جو کوئی اُس کو صدیق نہ کہے گا خدا اس کو دین دنیا کے عذاب میں خراب کرے گا۔ پس ہمارے دعوے کو تو یہی امام کا کلام کافی اور وافی ہے۔ دیکھو اُن کو تو امام باقر علیہ اسلام خود اپنی زبان معجز بیان سے صدیق بھی بتاتے ہیں۔ اور تم اُنکے دشمن تبرہ بازوں کو بھی دین دنیا کے عذاب میں خراب ہونا فرماتے ہیں۔ پھر اس سے اور زیادہ ثبوت آپ کیا چاہتے ہیں اب ہم مخاطب کی اُس بات کا بھی جواب دیتے ہیں۔ جو کہا اس حدیث کا راوی اصل میں عروہ بن عبد اللہ ہے۔ جو وہ دوستان ابو بکرؓ سے ہے۔

جواب یہی تو آپ کی عادت خراب ہے۔ کہ جب کسی تمہارے علماء بیچارے کی زبان سے کوئی فضائل صحابہ کا کلمہ نکل جاتا ہے۔ تب اُس کو آپ اِسی طرح اصحاب کبار کا دوستدار کہہ کر جھٹلاتے اور کاذب بناتے ہو۔ مگر ایک علماء تو کیا اس تعریف صحابہ کے سبب تو آپ نے خدا کے قرآن کو بھی غلط بنایا اور سب حدیث صحاح ستّہ کو بھی جھٹلایا۔ تاکہ تمام کلام آئمہ علیہ السلام سے بھی منکر ہو گئے۔ اگر اسی طرح آپ نے اسلمی وغیرہ کو بھی تکذیب کی تو کیا جائے شکایت ہے۔ اور جو کہا کہ صحیح مسلم میں حضرت عمر کی زبان سے ابوبکر صدیق کا کاذب ہونا۔ اور غادر اور خائن ہونا ثابت ہے۔ یہ محض جھوٹ۔ مسلم میں ایسا کوئی بیان نہیں ہے۔ اگر آپ سچے ہوتے تو کسی مقام پر اس کا ثبوت بھی ارقام کرتے۔ خیر غصہ نہ کیجئے۔ اس کا بھی الزامی جواب تو لیجئے۔ اگر بحالت بشریت حضرت عمر نے صدیق اکبر کے حق میں کبھی ایسا کلمہ کہا بھی ہو تو کیا ہؤا کیونکہ اکثر پیغمبروں اور اماموں کی زبان سے بھی ایک دوسرے کی شان میں ایسے کلمے تو بہت جگہ عیاں ہیں۔ جو اس ہماری کتاب سے بھی دستیاب ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ تمہارے فصول وغیرہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے کہا کہ میں بُرا جانتا ہوں اُس کو کہ جو کچھ میرے بھائی حسن علیہ السّلام نے کیا ساتھ صلح کرنے امیر معاویہ سے۔ دیکھو بقول تمہارے امام حسین علیہ السّلام نے بھی اپنے بھائی حسن علیہ السلام کو بُرا کہا۔ اور یعقوب علیہ السلام کے فرزندوں نے بھی اپنے بھائی یوسف علیہ السّلام کو چور وغیرہ بنایا اور اپنے باپ کو بھی صریح بدراہ و گمراہ کہا۔ اگر شک ہو تو سورہ یوسفؑ میں دیکھ لو۔ پس حضرت عمرؓ و صدیق اکبر تو معصوم بھی نہ تھے۔ آپ جو کچھ ان معصوموں کی شان میں اب کہو وہی حضرت ابوبکرؓ و عمر فاروق کے حق میں سمجھ لو اور جو آپ نے کہا کہ ابوبکرؓ نے اپنے بعضے غلاموں پر لعنت کی ہے جس کی شرح میں عبدالحق صاحب فرماتے ہیں کہ صدیقت ساتھ لعانیت کے جمع نہیں ہوتی۔ **جواب** یہ بھی تمہارے محض افترا اور پوچ ہے۔ کہ نہ تو حضرت صدیقؓ نے کسی مسلمان غلام کا نام لے کر لعنت کی نہ کہیں شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ نے یہ اُس کی نظیر تحریر فرمائی۔ یہ صرف آپ کا دھوکا دینا اور جھوٹ کہنا ہے۔ مگر اس بہتان سے بھی ہم تم کو پشیمان کرتے ہیں۔ دیکھو بقول تمہارے تمام آئمہ علیہ السّلام کا بھی لعنت تبرّہ کرنا تو آپ کی ہر کتاب میں آفتاب کی طرح روشن ہے۔ کہ جس سبب تو آپ بھی اس لعنت تبرّہ کو اپنا اصول دین سمجھتے ہو۔ پس جب لعنت کرنے سے حضرت صدیق کی صدیقت چلی گئی تو پھر آئمہ علیہ السّلام کی

معاذ اللہ معصومیت بھی کہاں رہی۔ بلکہ اِس میں تو آپ کے مذہب تشیع کی مٹی ہی خوار ہو گئی۔ جو تم ہمیشہ اس لعنت کا وظائف کرتے ہو۔ اور اس کو سعادت بلکہ افضل العبادت کہتے ہو۔ کیوں صاحب اس بیان جھوٹے طعن کرنیسے آپ کو کیا حاصل ہؤا یہی کہ اُلٹا آپ کو جھٹلایا۔ کیا فائدہ آیا۔ اور جو کہا کہ ایک ادنےٰ سوال سائل پر امام کا اُچھلنا اور کودنا تو عین کذب افترا ہے۔ ارے امام علیہ السلام کے حق میں ایسی بدکلام کرنا تو بے دینوں کا کام ہے۔ ہماری زبان سے تو ایسا کلمہ امام کی شان میں نکل نہیں سکتا۔ ہاں اوچھلنے کا یہ معنے کہ آگے امام صاحب کا رخ مبارک دوسری طرف تھا جب سائل لفظ صدیق سے متعجب ہؤا۔ اور اپنی بدنیتی کو ظاہر کیا۔ تب امام علیہ السلام بحالت غصہ پھر کر اس کی طرف مخاطب ہوئے اور خفا ہو کر تین بار فرمایا کہ ہاں میں اُس کو صدیق کہتا ہوں۔ جو اُس کو صدیق نہ جانے خدا اس کو دنیا اور آخرت میں جھوٹا کرے گا۔ کیوں حضرت وہ تمہارا ناچنا کودنا کہا ہے۔ کیوں اس طرح بے ادب باتیں بناتے اور اپنا ایمان گنواتے ہو۔ اور جو فرماتے ہو کہ اس طرح امام کا سائل کو جواب دینا کذب حدیث ہے۔ کیونکہ آئمہ علیہ السّلام تو ہر مسئلہ میں اپنی جد کی نظیر تحریر کرتے تھے۔ کسی میں اپنی رائے کو دخل نہ دیتے تھے **جواب**۔ تم بھی تم بھی جھوٹے اور تمہاری یہ تقریر بھی جھوٹی۔ کون کہتا ہے بغیر دینے نظیر جد اپنی کے کسی امام نے کوئی مسئلہ بیان نہیں کیا۔ محض جھوٹ۔ دیکھو اس طور کی تو اور بھی بہت حدیثیں ہیں۔ جو اکثر اسی ہماری کتاب میں بھی درج ہیں۔ جن میں تو اکثر آئمہ اکرام نے کسی نظیر کا نام نہیں لیا۔ صرف شرع کے موافق مسئلہ بیان فرما دیا۔ پھر کیوں ایسا کچّا اعتراض کیا۔ اپنی فقہ کو بھی دیکھ نہ لیا۔ افسوس جب ایسے صریح جھوٹ سے آپ کو شرم نہ آیا تو پھر کب آویگا۔ اور بھی جو آپ نے کہا ہے کہ جناب امیر نے بر سر ممبر فرمایا کہ میں ہوں صدیق اکبر اور میں ہوں فاروق اعظم پس جب صدیقت مخصوص جناب امیر ہوئی تو صدیقت ابو بکرؓ باطل ہوئی۔ **جواب**۔ جھوٹا ہمیشہ خراب ارے جناب مرتضےٰ کی صفت و ثنا کا کون منکر ہے۔ اور اُن کی شان میں اور کسی کا بھی کیا نقصان ہے۔ کیوں ایسے جھوٹ بناتے اور جاہلوں کو سناتے ہو۔ بھلا اس کا کون ثبوت دیتے ہو۔ کہ ایک علی رضٖ مرتضےٰ کے سوائے اور کوئی جہان دنیا میں صادق نہیں ہؤا۔ اور نہ اُن سوائے کوئی اور صادق کہا گیا ہے۔ اگر اس ثبوت کی اور کوئی آیت یا حدیث نہیں تو ایسا کوئی قاعدہ یا رواج ہی دکھلا دیجئے کہ جو کسی کی شان میں کوئی کلمہ تعریف بیان فرمائے تو پھر وہ

تعریف کا کلمہ دوسرے شریف کے حق میں کہا نہیں جاتا کچھ تو دکھلائیے۔ نہیں تو پس اس میں بھی اپنے آپ کو جھوٹا بنائیے۔ ہاں اس کی نظیر میں ایک اپنی گھر کی یہ روایت تو آپ نے تحریر کی جو کہا کہ جناب امیر فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص سوائے میرے دعوے صدیقت کرے وہ انتہا کا کاذب ہے۔ دیکھو اس کذب سے بھی ہم تم کو کاذب بناتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ یہ کلمہ جناب امیر نے کس لئے تحریر فرمایا۔ آیا جو خلافت امیر کے پیچھے صدیق کہلائے تو جھوٹا ہے۔ یا آپ سے پہلے ہی کوئی صدیق نہیں ہوا۔ اگر پیچھے کہو تو یہ دعویٰ آپ کا خارج از بحث ہے۔ کیونکہ حضرت صدیق رضؓ نے تو آپ سے پہلے ہی خلافت کا درجہ پایا اور صدیق کہلایا۔ اگر کہو کہ خلافت امیر کے پہلے کسی اصحاب کا صدیق خطاب نہیں ہوا تو دیکھو یہ مقصود بھی آپ کی کتاب عیون اخبار میں موجود ہے۔ (کہ ابوذر صدیق ھذہ الامۃ) پس جب ابوذر کی نسبت لفظ صدیق کا مذکور و مشہور ہے تو وہ تخصیص مرتضوی باقی نہ رہی اور یہ دعوے بھی آپ کا بالکل جھوٹا ہوگیا جو کہا کہ حضرت علی کے سوائے اور کوئی صدیق نہیں ہوا۔ اے شیعو اس سب تمہاری تار پود کو تو ہم نے نابود کر دیا اور حدیث نعم الصدیق کو بھی ثابت کیا۔ اگر اتنے لبطلان سے آپ کا اطمینان نہیں ہوا تو دیکھو حضرت ابا بکرؓ کا صدیق ہونا تو اور بھی تمام آئمہ علیہ السلام تصدیق کرتے ہیں۔ کہ وہ بھی اسی طرح ان کو صدیق فرماتے ہیں۔ پھر کون کون امام کے کلام جھٹلاؤ گے۔ اور کس کس حدیث کی تکذیب کروگے پہلے تو اس حدیث نعم الصدیق کے صحیح بنانے اور تمہارے جھٹلانے کو وہی دونوں روایتیں کافی اور وافی ہیں۔ جو آپ کے محدثین علامہ معز الدین اور صاحب استقصا نے لکھا ہے۔ (کہ آنچہ در کشف الغمہ مذکور است آں را اہل حق قبول مے سازند و بروانکار دستے پردازند) پس جب اتنا اقرار آپ کا ثابت ہوگیا۔ کہ جو کتاب کشف الغمہ میں مذکور ہے وہ ہم سب کو منظور ہے۔ تو پھر صحت اس حدیث میں کونسا انکار باقی رہا سوائے اس کے کہ اُن کو بھی جھوٹا کہو گے۔ خیر یہ جھوٹے سہی مگر صدیق اکبر کے صدیق ہونے کا ثبوت تو ہم اور بھی مضبوط دیتے ہیں۔ آیئے ذرا کچھ اور کلام آئمہ علیہ السلام کا بھی ملاحظہ فرمائیے۔ چنانچہ اسی کتاب کشف الغمہ میں ایک دوسری حدیث بھی موجود ہے۔ جو امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی حضرت ابوبکر صدیق کو یہ سبق فرمایا وہو ہذا (ولدنی ابوبکر الصدیق مرتین) پس امام صادق علیہ السلام کے اس صدیق کہنے سے بھی صدیق اکبر کی صدیقت ثابت ہوگئی۔ اگر اس امام کے فرمان سے بھی

آپ کا اطمینان نہیں ہوتا تو کچھ فکر نہ کیجئے اور سنیئے۔ چنانچہ تمہارے بڑے عالم کتاب منہج المقال میں فضیل سے یہ روایت کرتے ہیں (قَالَ سَمِعْتُ اَبَا دَاوُدَ یَقُوْلُ حدثنی بریدہ الاسلمی قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الْجَنَّۃَ مُشْتَاقٌ اِلٰی ثَلٰثَۃٍ فَجَاءَ اَبُوْبَکْرٍ فَقِیْلَ لَہٗ یَا اَبَا بَکْرٍ اَنْتَ الصِّدِّیْقُ وَاَنْتَ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْھُمَا فِی الْغَارِ فَلَوْ سَاَلْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْ ھٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَۃِ) یعنی بریدہ اسلمی سے روایت ہے کہ میں نے سُنا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت نے فرمایا کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے۔ اتنے میں ابوبکر آئے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ اے ابوبکر تم صدیق ہو اور تم ثانی اثنین اذ ہما فی الغار ہو۔ تم پوچھو حضرت سے وہ تین کون ہیں فقط اس روایت سے تو یہ ثابت ہوا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ کے روبرو بھی سب اصحاب عالیجناب حضرت ابوبکر صدّیق کو صدیق کہتے تھے اور ثانی اثنین بھی آپ کا خاص خطاب تھا۔ کیوں مخاطب جی اگر اس پر بھی آپ کی سیری نہ ہوئی ہو تو اور لو دیکھو جناب علی مرتضےؓ بھی حضرت ابوبکر کا صدیق ہونا تو خود تصدیق کرتے ہیں جیسا فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اور ابوبکر صدیق پیغمبر خدا کے ہمراہ تھے۔ جس کو آپکے علامہ طبرسی صاحب جو بڑے علماء شیعہ سے ہیں احتجاج طبرسی میں لکھتے ہیں۔ (کُنَّا مَعَہٗ اَیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَلٰی جَبَلِ حِرَاءٍ اِذْ تَحَرَّکَ الْجَبَلُ فَقَالَ لَہٗ قِرَّ فَاِنَّہٗ لیس علیک اِلَّا نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ وَشَہِیْدٌ) امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جبل حرا پر تھے۔ کہ یکایک پہاڑ نے حرکت کی تب حضرت نے فرمایا کہ قرار پکڑ کوئی نہیں ہے تجھ پر سوائے نبی و صدیق اور شہید کے دیکھو بقول علی مرتضے پیغمبر خدا نے بھی اپنی ذات کے لئے نبی اور حضرت ابوبکرؓ کی نسبت صدیق اور جناب امیر کے حق میں شہید فرمایا۔ کیوں صاحب حضرت ابابکر صدیق کے صدیق ہونے اور اس سے اچھا ثبوت کون مضبوط ہے۔ کہ جن کو سب اصحاب بھی صدیق کا خطاب کہیں۔ اور تمام آئمہ علیہ السلام بھی جن کا صدیق ہونا تصدیق کریں تاکہ پیغمبر علیہ السلام بھی اپنی زبان معجز بیان سے جن کو خود صدیق فرماویں تو پھر کون مسلمان ہے جو ایسے فرمان سُن کر صدیق اکبر کو صدیق نہ کہے یا اس حدیث نعم الصدیق کی صحت کو تصدیق نہ کرے نعوذ باللہ منہا۔ باقی رہا ایک قرآن خدا کا فرمان سو دیکھو اس سے بھی ہم ان کا صدیق ہونا ثابت کرتے ہیں چنانچہ ذات الٰہی نے ان کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ کہ جو شخص آیا ساتھ صدق کے اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی متقی

ہے۔ اُس کی تفسیر میں علامہ طبرسی صاحب جو بڑے معتبر علماء شیعہ سے ہیں۔ اپنی تفسیر مجمع البیان میں یوں لکھتے ہیں۔ قِیْلَ الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَصَدَّقَ اَبُوْبَکْرٍ عَنْ اَبِی الْعَالِیَۃِ وَالْکَلْبِیْ) یعنی جو شخص آیا ساتھ صدق کے اس سے مُراد رسول خدا ہیں۔ اور جس نے اس کی تصدیق کی اس مُراد ابو بکرؓ ہیں۔ پس خدا کی کتاب سے بھی ابا بکر صدیق کا صدیق ہونا تو ثابت ہو گیا۔ کہ جس سے ان کا رتبہ ہر سے اعلےٰ تر ہوا اس لئے کہ قواعد نصوص قرآنی سے ظاہر ہے۔ کہ بعد پیغمبروں کے صدیق کا مرتبہ تمام امت رسول علیہ السلام سے افضل ہے۔ جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا) اب ہم اسی بیان کے موافق کچھ اِن خُلفا رضی اللہ عنہما کی شان تو اور بھی بیان کرکے پھر اُن کے دشمنان کو پشیمان کرتے ہیں۔ ذرا جناب امیر کے اس خطبہ کو دیکھو جو حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق کی نسبت امیر معاویہ کی طرف تحریر کیا۔ کہ جس کو تمہارے شارحین علامہ کمال الدین نے نہج البلاغت کی شرح کبیر میں لکھا ہے۔ لَعُمْرِیْ اَنَّ مَکَانَہُمَا مِنَ الْاِسْلَامِ الْعَظِیْمِ وَاَنَّ الْمُصَابَ بِہِمَا لَجُرْحٌ فِی الْاِسْلَامِ شَدِیْدٌ یَرْحَمُہُمَا اللّٰہُ وَجَزَاہُمَا اللّٰہُ بِاَحْسَنِ عَمَلِہِمَا جناب امیر فرماتے ہیں۔ میری جان کی قسم کہ تحقیق ان دونوں کا مرتبہ اسلام میں بہت بڑا ہے۔ اور تحقیق واقعہ ان کی وفات کا بہت ہی سخت حادثہ اسلام میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت کرے۔ اور ان کے نیک عملوں کی نیک جزا دیوے۔ کیوں صاحب جن کو خود پروردگار متقی اور پرہیزگار بنائے اور جن کو پیغمبر عالیجناب بھی صدیق کا خطاب فرمائے۔ اور جناب امیرؓ بھی جن کا مرتبہ اسلام سے بڑھ کر قسمیہ بیان کریں اور تمام آئمہ کرام بھی جن کے حق میں خدا سے رحمت کی دعا مانگیں تو پھر جو ان کی عیب جوئی اور بدگوئی کرے تو اس کو سوائے بدراہ و منکر گمراہ کے اور کیا کہا جاوے۔ جیسا کہ اسی حدیث نعم الصدیق میں بھی امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو کوئی ان کو صرف صدیق نہ کہے گا۔ خدا اس کو دین و دنیا کے عذاب میں خراب کرے گا۔ اے شیعو! ان خلفاء رضی اللہ عنہما کا ایمان اور شان اور ان کا صدیق ہونا بھی ٹھیک ٹھیک تصدیق ہؤا۔ یا نہیں اور ان کے بُرا کہنے والے تبرہ بازوں کا حال بھی دیکھ لیا یا نہیں۔ اگر پھر بھی نہیں کہو تو ذرا سی

امام باقر علیہ السلام کی وہ دوسری روایت بھی دیکھ لو کہ جس کو آپ کے بڑے علماء شیعہ امامیہ صاحب فصول نے منقول کیا ہے۔ کہ جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے۔ یعنے فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے واسطے اس گروہ کے جو بد کلام کر رہے تھے۔ بیچ حق ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کے۔ اُن کو فرمایا امام نے آیا تم ان مہاجرین سے ہو کہ جنہوں نے محبّت خدا کے پیچھے اپنے وطن اور گھر کنبے قبیلے کو چھوڑا۔ اس گروہ نے کہا کہ ہم اُن میں سے نہیں ہیں۔ پھر امام نے فرمایا کہ تم ان انصار میں سے ہو کہ جنہوں حضرت کو امداد دی۔ انہوں نے کہا کہ ہم اُن سے بھی نہیں ہیں۔ تب امام نے فرمایا۔ کہ تحقیق تم آپ ہی الگ اور خراب ہوئے۔ اس لئے کہ تم ان دونوں فرقوں سے ایک بھی نہ ہوئے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نہیں ہو ان لوگوں سے بھی جن کے حق میں جناب باری نے فرمایا کہ جو لوگ ان سے پیچھے ایمان میں آئے اور اور کہتے ہیں کہ اے رب نہ رکھ ہمارے دِل میں وبر ایمان والوں کا کہ تو ہے بڑائی والا مہربان۔ دیکھو۔ دیکھو امام باقر علیہ السلام نے تو اصحاب ثلاثہ کے بُرا کہنے والے بدخواہ کو صاف گمراہ اور بدراہ کہ کر دائرۂ اِسلام سے بھی خارج کر دیا۔ اور اُن کو کسی ہی فرقے دین میں داخل نہ کیا۔ اگر اتنے فرمان سے بھی شیعوں کا بدگمان رفع نہ ہو تو ذرا جناب امام علی علیہ السلام کا وہ کلام بھی سُن لو جو حضرت ابوبکرؓ و عمر فاروق کی شان میں یہ کلمہ بیان فرمایا کہ جس کو آپ کے امام مؤید باللہ یحییٰ نے کتاب اطواق الحمایت کی آخر بحث امامت میں لکھا ہے۔ "لَعَنَ اللّٰہُ مِنْ اِظْمِیْرِ۔ بِھِمَا اِلَّا الْحُسْنِ الْجَمِیْلِ۔" یعنی لعنت کرے خدا اس شخص کو جو اپنے جی میں رکھے ان دونوں کے حق میں کچھ سوائے نیکی اور خوبی کے۔ دیکھو امام علی علیہ السلام بھی فرماتے ہیں۔ جو ان خلفاء رضی اللہ عنہما کی شان میں اور ایمان میں کچھ بھی بدگمان ہو تو خدا اس کو ہمیشہ لعنت کے عذاب میں خراب کرے۔ آمین ثم آمین۔ پس اس تمام کلام آئمہ علیہ السلام سے تین باتیں حاصل ہوئیں۔ ایک تو اصحاب ثلاثہ کی نسبت جو جو شیعوں کے طعن بدگمان تھے۔ وہ سب کے سب باطل ہو گئے۔ دوسرا ان کی شان اور ایمان بھی خود آئمہ علیہ السلام کی زبان معجز بیان سے ثابت ہو گیا۔ تیسرا ان خلفاء رضی اللہ عنہما کے دشمن بدخواہ کو بھی سب آئمۃ الہدیٰ نے لعین۔ بے دین کہ کر دائرہ اسلام سے خارج فرما دیا۔ الحمد للہ ہماری بھی اس کتاب کے ایجاد کرنے کی یہ مراد تھی جو خدا نے پوری کر دی اے شیعو خدا سے ڈرو۔ ذرا تو آپ ہی انصاف کرو۔ کہ اس تمام کلام آئمہ علیہ السلام

کے مطابق مذہب ہمارا ٹھیک ہے - یا کہ تمہارا - دیکھو جن پر تم لعنت کرتے ہو اُن پر تو تمام آئمہ اکرام رحمت بھیجتے ہیں - اور جن کو تم ہر سے بدتر بتاتے ہو وہ تو اُن کا مرتبہ تمام اسلام سے زیادہ بڑہاتے ہیں بلکہ تم تبرہ بازوں کو تو دائرہ اسلام سے بھی خارج فرماتے ہیں - پھر کیوں تم آپ کو شیعہ امامیہ بتاتے ہو - اور کس منہ سے آپ محب اہل بیت کہلاتے ہو - کچھ شرم بھی آتی ہے یا نہیں - یا تو حضرت ان تمام آئمہ کے فرمان کو مانو، اور ان پر ایمان لاؤ یا اُن کی محبت کے جھوٹے دعوے سے باز آؤ - ورنہ اس طرح بدنامی پشیمانی تو قیامت تک اٹھانی پڑیگی - پس ہم کو تو اتنا سنا دینا تھا - آگے آپ کی منشا اب ہم شیعوں کے وہ مطعن بھی بیان کر کے ان کا بطلان کرتے ہیں کہ جن کو ہمیشہ یہ اپنا ورد بناتے اور لوگوں کو سناتے ہیں ؞

طعن اوّل

طعن اول کہ جمعہ کے دن صحابہ حضرت کو نماز پڑھتے چھوڑ گئے

شیعہ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن صحابہ حضرت کو نماز سے چھوڑ کر چلے گئے چنانچہ صحیح بخاری میں جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے "بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَبِلَتْ عِيْرٌ تَحْمِلُ طعاماً فَالْتَفَتُوْا اِلَيْهَا حَتّٰى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وَسَلَّمَ اِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلاً فَنَزَلَت هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً الخ یعنی جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت کے ساتھ نماز میں تھے کہ ایک قافلہ غلے کر آیا - سب اس طرف متوجہ ہو گئے - اور باراں آدمیوں کے سوائے حضرت کے ساتھ کوئی باقی نہ رہا تو یہ آیت نازل ہوئی - "واذا راو تجارۃ الخ"

جواب دیکھو شیعوں کے ڈھنگ اور فرنگ اپنے خیال میں تو وہ باتیں بناتے ہیں کہ دانہ رائی کا پہاڑ بنا کر دکھلاتے ہیں - مگر جب وہ قلعی کھل جاتی ہے - تو پھر خاک بھی نظر نہیں آتی حضرت جن پر آپ کی بحث ہے - وہ اصحاب ثلاثہ تو بفضل خدا اس تمہارے طعن سے مستثنے ہیں کہ نہ یہ کہیں گئے نہ حضرت کو چھوڑا - دیکھو یہ عشرہ مبشرہ تو ان بارہ آدمیوں میں تھے جو اس وقت حضرت کے پاس موجود رہے - تو پھر یہ الزام خام آپ کے کس کام آیا - پس اس طعن کا بطلان تو اتنا ہی کافی اور وافی ہے - کیونکہ اصحاب ثلاثہ تو اس بہتان سے بری ہو گئے باقی رہے وہ کہ جنہوں نے یہ فعل کیا تھا - اے شیعو اس کام کا تو ان صحابہ پر بھی کوئی

الزام نہیں آتا جو اس وقت حضرت کو چھوڑ کر چلے بھی گئے تھے۔ کیونکہ نہ تو خدا نے اُن کو سزاوار بنایا۔ نہ کچھ حضرت نے کسی کو بُرا فرمایا دیکھو وہ آیت بھی لکھ کر ہم تم کو جھلاتے اور ان کو بری بتاتے ہیں۔ چنانچہ جمعہ کے دن ایک قافلہ آیا۔ جب نقارے کا آواز سُنا تو بارہ آدمی عشرہ مبشرہ اور بلال و ابن مسعود حضرت کے پاس رہ گئے۔ باقی لوگ خرید و فروخت کے لئے چلے گئے۔ تب حق تعالےٰ نے یہ آیت شریفہ بھیج کر ہر کس کو سمجھایا۔ اور آئندہ اس فعل سے منع فرمایا۔ قولہ تعالےٰ " وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوَاً انْفَضُّوْٓا اِلَیْھَا وَتَرَکُوْکَ قَآئِمًا ط قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّھْوِ وَمِنَ التِّجَارَۃِ وَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ " یعنی اور جب دیکھیں سودا بکتا یا کچھ تماشہ تو چلے جاویں اس کی طرف اور تجھ کو چھوڑ جاویں کھڑا تو کہ اُن کو کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے تماشے سے اور سودا سے اور اللہ بہتر ہے۔ روزی دینے والا۔ سبحان اللہ! خدا کی ذات کس حوصلے اور تحمل سے اپنی باتیں سکھلاتی اور سمجھاتی ہے۔ کہ نہ تو اس میں کہیں کو تنبیہ کی نہ کسی کو بُرا کہا صرف تحمّل سے سمجھا دیا کہ روزی کی خاطر آئندہ ایسا کام نہ کرو۔ میں بہتر ہوں تم کو روزی دینے والا۔ کیوں صاحب اس میں تو نہ خدا نے کسی کو کافر نہ منافق فرمایا۔ پھر اس طعن جھوٹے بہتان سے آپ کو کیا ہاتھ آیا۔ اور بخاری میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں۔ جو تم نے ارقام کئے اور نحن نصلّی کے معنے بھی مفسرین نے نحن منتظر الصلوٰۃ کے لکھے ہیں۔ اور نماز قطع کر کے بھی ہرگز صحابہ نہیں گئے اس میں تمام مفسرین و محدثین کا اتفاق ہے۔ کہ یہ واقع خطبہ کی حالت میں ہوا ہے۔ اگر اہل سنت کی کتابیں آپ نے نہیں دیکھیں تو اپنی ہی کتابوں کو دیکھو۔ چنانچہ تمہاری کتاب امامت صدوقی میں بھی یہ عبارت موجود ہے " فَسَبَبُ ذٰلِکَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ تَخْطُبُ عَلَی الْمِنْبَرِ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ اِذْ جَاءَتْ غَیْرُ الْقُرَیْشِ قَدْ اَقْبَلَتْ مِنَ الشَّامِ دَمَعَھَا مَنْ یَّضْرِبُ بِالدَّفِّ وَیَصْفِرُ وَیَسْتَعْمِلُ مَا قَدْ الْاِسْلَامِ فَتَرَکُوْا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ عَلَی الْمِنْبَرِ وَانْفَضُّوْا مِنْہُ اِلٰی لَھْوٍ وَلَعِبٍ رَغْبَۃً فِیْہِ وَزُھْدًا فِیْ سَمَاعِ مَوْعِظَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَمَا یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَلخ " منجملہ ان کے یہ ہے۔ کہ جمعہ کے دن حضرت ممبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ قریش کا ایک قافلہ شام سے آیا۔ اُس کے ساتھ میں کچھ لوگ دف بجاتے تھے۔ کچھ رفلیں تھیں اور مناہی شرعیہ استعمال کرتے تھے۔ تو حضرت کو ممبر پر چھوڑ کر وعظ و نصیحت سے منہ موڑ کر لہو و لعب کی طرف چلے گئے۔ اس پر خدا نے یہ آیت

۲۸ سیپارہ
ہر پا۔

نازل فرمائی۔ دیکھو تمہارے صدوق صاحب بھی صاف صاف فرماتے ہیں۔ کہ یہ قصہ نماز میں واقع نہیں ہؤا۔ اگر صدوق کی تلقین پر بھی تسکین نہ ہو تو اور لو آپ کی معتبر تفسیر مجمع البیان کا بھی بیان سنیئے۔ رُوِیَ عَنْ اَبِیْ عَبْدُ اللّٰہِ اِنَّہٗ قَالَ اِنْفَضُّوْ اِلَیْھَا وَتَرَکُوْکَ قَائِمًا تَخْطُبُ عَلَی الْمِنْبَرِ۔ ترجمہ امام ابی عبداللہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ لوگ اُس کی طرف چلے گئے۔ اور تجھ کو ممبر پر کھڑے ہوئے اور خطبہ پڑھتے ہوئے چھوڑ گئے۔ پس نماز کا اعتراض بھی آپ کا جھوٹا ہو گیا۔ اور ہم کہتے ہیں کہ اگر نماز ہی ہوتی مگر نماز میں سے یا خطبے میں سے صحابہ کا چلا جانا بھی اس وقت تو اُن پر کوئی خطا نہ تھا خطا کیا لفظ قبیح بھی اطلاق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس وقت تک تو اس فعل کی نہی وارد نہ ہوئی تھی۔ اور نہ اس فعل کی ممانعت کی گئی تھی۔ اگر ممانعت ہوتی تو کیوں حضرت نے خطبہ کی حالت میں جو حالت تعلیم تھی اُن کو منع نہ کیا۔ پس اس سے بھی اس فعل کی غیر منہی ہونے کی زیادہ تقویت ہو گئی۔ ورنہ ممکن تھا کہ جب لوگوں نے اُٹھنے کا قصد کیا تھا۔ یا اُٹھے تھے تو ضرور آپ ان کو سخت منع کرتے۔ اور روکتے اور خدا تعالٰے بھی اس آیت شریفہ میں ان کی نسبت کوئی حکم وعید فرماتا۔ پس جب نہ حضرت نے اُن کو اس فعل سے نہ روکا اور نہ خدا نے بھی کسی کو عاصی و خاطی فرمایا۔ تو الحمد للہ اس کام کا تو کسی بھی صحابہ پر کوئی الزام نہ آیا +

طعنِ دومِ۔ ذکرِ سورتِ برأتؒ

طعن دوم۔ ذکر سورت برات

شیعہ کہتے ہیں کہ رسول علیہ السلام نے پہلے حضرت ابوبکر صدیق کو واسطے پہنچانے سورہ برات کے مدینہ سے مکے کو روانہ کیا۔ پھر بموجب کہنے جبرائیل کے رسول خدا نے جناب علی مرتضےٰؓ کو فرمایا کہ تم حضرت ابوبکرؓ سے سورہ برات لیکر اہل مکہ کو سنا دو۔ کیونکہ بغیر تمہارے دوسرے کو اس کے ادا کی لیاقت نہیں ہے۔ **جواب** اس لیاقت وغیرہ کا بھی کوئی ثبوت دیتے ہو۔ یا یونہی اپنے منہ سے کہتے ہو۔ اور اس کہنے جبرائیل کا بھی کوئی گواہ ہے یا صرف اپنے گھر کا خیالی پلاؤ ہے۔ حضرت ثبوت کے سوائے تو یہ خیالی پلاؤ کوئی نہیں مانتا۔ ہمارے علماء اِس کام کی دو وجہ ارقام فرماتے ہیں۔ اکثر مؤرخین محدثین تو کہتے ہیں۔ کہ پیغمبر خدا نے حضرت صدیق کو تو صرف امارت حج پر مقرر کیا تھا۔ جب وہ مکہ کو روانہ ہوئے تو بعد ازاں سورت برات نازل ہوئی۔ وہ جناب امیر کو دے کر حضرت نے ان کے پیچھے روانہ فرمایا کہ تم

اس حکم جدید کی تعمیل کرو۔ پس اس سے یہ ثابت ہؤا کہ یہ ہر دو صاحب دو منصب پر مامور ہوئے تھے۔ اور بعض کے نزدیک یوں ہے۔ کہ پیغمبر خدا نے اس منصب میں جناب امیر کو حضرت صدیق کا شریک فرمایا۔ پس ان دونوں حالت میں تو کسی طرح بھی صدیق اکبر کا معزول ہونا ثابت نہ ہؤا۔ بلکہ دونوں اقوال سے حضرت صدیق کا درجہ کمال ہؤا۔ کیونکہ تبلیغ برات سے معاملہ حج کا افضل تھا۔ جس میں اصلاح عبادات لاکھوں مسلمانوں کے متعلق تھی تبھی تو حضرت علیؓ بھی ان جملہ امورات میں متابعت صدیق اکبر کی کرتے تھے۔ اور نماز بھی اُن کے پیچھے پڑھتے تھے۔ تا کہ آخر انتقال کے وقت بھی حضرت نے انہیں کو امام جماعت بنایا اور اور انہیں کو اعلےٰ علیین کا رتبہ عطا فرمایا۔ الغرض یہ مختصر قصہ کتب حدیث و تواریخ سے یوں ثابت ہے۔ کہ جب پیچھے سے جناب امیر روانہ ہوئے تو حضرت صدیقؓ نے آواز ناقہ رسول اللہ کی سُنی گمان ہؤا کہ شاید آپ حضرت واسطے ادا کرنے حج کے تشریف لائے ہیں۔ تمام لشکر کو حکم قیام فرمایا۔ دیکھا تو حضرت علیؓ تھے۔ صدیق اکبرؓ نے پوچھا کہ اے علیؓ تم حاکم ہو کر آئے ہو یا محکوم۔ جناب امیر نے فرمایا کہ میں محکوم و مامور ہوں۔ پس حضرت صدیق بمعہ جملہ متبعان بطرف مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ جب منزل مقصود پر پہنچے تو حضرت صدیق نے خطبہ ترویح پڑھا۔ اور موافق فرمان خدا و قاعدے اسلام کے مناسک حج مسلمانوں کو تعلیم فرمائی۔ پھر جناب امیر نے سورہ برات کی چند آیات لوگوں میں پڑھیں طرفہ یہ ہے کہ اس کار خیر میں حضرت صدیق مددگار تھے۔ جیسا روایت کی ہے ترمذی و حاکم نے ابن عباس سے ''کَانَ عَلِیٌّ یُنَادِیْ فَاِذَا عَیِیَ قَامَ اَبُوْبَکْرٍ فَنَادٰی بِھَا'' یعنی تھے علی علیہ السلام ندا کرتے جب تھک جاتے تو کھڑے ہو جاتے ابو بکرؓ پس ندا کرتے انہیں کلمات کی چنانچہ ان ہر ایک بات کا ثبوت بھی ہم کتب شیعہ سے مضبوط دیتے ہیں۔ ان کے خاوندشاہ صاحب روضۃ الصفا صفحہ ۱۶۶ جلد دوم میں یہ لکھتے ہیں'' جابر بن عبداللہ انصاری کہ باصدیق بعزم حج گذاردن آمدم گوید کہ چوں بعرج رسیدیم ووقت نماز درآمد ابوبکر صدیق پیش رفت کہ امامت کند ہنوز نماز شروع نہ کردہ بود کہ آواز ناقہ خاصۂ حضرت بگوش اور سیدہ درامامت توقف نمودہ گفت ایں آواز ناقہ رسول است وگویۂ آنکہ آنحضرت مامور شدہ کہ حج گذارد بپائدہ تا نماز باو بگذاریم چوں لحظہ گذشت علی بر ناقہ آنحضرت سوار برسید ابو بکرؓ ازوے پرسید کہ امیر آمدۂ یا معمور جواب داد کہ مامورم لیکن

اوّل سورہ برات بن دہ کہ فرمان واجب الاذعان چنیں صادر شدہ کہ آں آیات را من بخلائق خوانم وایں کلمات اربعہ را بسمع مردم رسانم صدیق آیات بینات تسلیم مرتضیٰ نمودہ نماز بگذارد جابر گوید کہ چوں بکہ رسیدم بیک روز پیش از ترویہ ابوبکر خطبہ خواندہ خلق را تعلیم مناسک حج کرد و علیؑ برخاستہ سورہ برات بر مردم خواندہ و کلمات اربعہ مذکورہ بایشاں رسانید و در ہر موقفی بہ موافقت کہ ابوبکر خطبہ خواندہ احکام بیان کردے علی علیہ السلام نیز بآنچہ مامور شدہ بود قیام نمودا۔" پس جناب امیر کے اس ایک ہی فرمان سے شیعوں کے سب بہتان بدگمان باطل ہو گئے۔ جو فرمایا کہ میں محکوم و مامور ہوں۔ لیکن تاہم بھی شیعہ اس میں دو سوال کرتے ہیں۔ اوّل کہتے ہیں کہ کیوں جناب امیر حضرت صدیق کے پیچھے بھیجے گئے۔ اس کا اہل سنت چند جواب دیتے ہیں۔ ایک وہ جو اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ کہ حضرت صدیق سے پیچھے سورہ برات نازل ہوئی۔ جس کو جناب امیر لے کر پیچھے آئے۔ دوسرا یہ کہ یہ احکام حج و تبلیغ اسلام مکہ میں نیا انتظام تھا۔ اور کفار عرب کا اس میں انکار تھا۔ اس واسطے حضرت نے سوچا کہ اس عظیم کام کا یہ دونوں صاحب انتظام کریں کیونکہ ایک صفت جمال۔ دوسرا جلال الٰہی کی رکھتا تھا۔ یعنی حضرت صدیق تو مظہر صفات رحمت الٰہی تھے۔ جو تمام مسلمانوں کا کام ان کے سپرد ہوا۔ دوسرے حیدر کرار قاتل کفار شیر خدا یا مظہر جلال کبریا تھے کہ ان کے دبدبہ سے کفار اشرار عہد شکنی وغیرہ نہ کریں۔ تیسرا سبب کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ عام تمام عرب کی یہ عادت تھی تا کہ اب تک بھی جاری ہے کہ جب کسی سے عہد و پیمان کرتے تو دوسری طرف کے سردار سے یا اُس کے بیٹے یا داماد یا بھائی سے عہد نامہ تحریر کراتے ان کے سوائے اوروں کا عہد نامہ معتبر نہ جانتے تھے۔ جیسا کہ رسولِ خدا نے صلح حدیبیہ میں بھی کفار عرب سے صلح کی تو واسطے لکھنے صلح نامہ کے اُس انصاری کو طلب فرمایا جو انشاء پردازی میں بہت عمدہ تھا۔ تب سہیل بن عمرو نے کہا کہ اے محمدؐ یہ عہد نامہ علیؑ لکھے کہ وہ تمہارا چچا زاد بھائی ہے۔ اس کے سوائے یہ اقرار قابل اعتبار نہیں ہے۔ پس یہی مصلحت سمجھ کر حضرت نے جناب امیر کو پیچھے روانہ کیا۔ تاکہ اس انتظام میں اہل مکہ کو کوئی موقع کلام کا نہ ملے۔ سوال دوم۔ کہتے ہیں کہ حضرت صدیق سے کیوں سورہ برات لی گئی۔ جیسا روضۃ الصفا نے بھی لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے کہا سورہ برات بمن دہ۔ جواب۔ گو اس کو ہم تسلیم تو نہیں کرتے مگر ہم نے بھی اس کو فرض کیا۔ اور مان لیا تو پھر اس سے بھی حضرت صدیق کی شان

میں کیا نقصان آیا کہ نہ تو وہ معزول ہو کر واپس ہوئے نہ ان سے کوئی تقصیر نہ خیانت ثابت ہوئی نہ خدا ورسول نے بھی اُن کی مذمت میں کوئی آیت یا حدیث بھیجی تو پھر یہ اعتراض خام آپ کے کس کام آیا ہاں اگر آپ اس میں حضرت صدیقؓ کا کوئی قصور ثابت کرتے کہ جس میں خدا ورسول بھی اُن کی مذمت فرماتے۔ تب یہ آپ کی بات قابل سماعت تھی۔ نہیں تو یہ تمہاری نکتہ چینی بدیقینی تو کون سنتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ حاکم وسردار تو صاحب اختیار ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنے دو محکوم سے ایک کام کو انجام کرائے تو کیا قباحت ہے۔ یا اپنے دو مختار کو ایک دوسرے کا مددگار کرے تو اس میں کون کسی کی ہتک ہے۔ یہانتک کہ اگر بغیر قصور وہ کسی اپنے عہدہ سے بھی دور کر دے۔ تب بھی اس بات میں کوئی شکایت نہیں ہے بشرطیکہ وہ قصور سے دور ہو۔ دیکھو ایسا تو جناب امیر نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں کیا تھا کہ عمر بن سلمی جو ربیبہ خاص حضرت کے تھے۔ اور وہ آپ کے شیعوں میں بھی تصور کئے جاتے تھے۔ اور بہت عابد وزاہد عالم اور متقی بھی تھے۔ تو باین اوصاف بغیر ہونے کسی خطا کے ولایت بحرین سے ان کو معزول کر دیا۔ اور بجائے ان کے نعمان بن عجلان ذرقی کو مقرر کیا۔ حالانکہ عمر نعمان سے بہت درجہ افضل بھی تھے۔ چنانچہ یہ مضمون شیعوں کی بڑی معتبر کتاب نہج البلاغت میں اس طرح مرقوم ہے " اَمَّا بَعْدُ قَدْ وَلَّیْتُ النُّعْمَانَ بِنْ عَجْلَانَ الزُّرَقِی عَلَے الْبَحْرَیْنِ وَنَزَعْتُ یَدَكَ بِلَا ذَمٍّ لَّكَ وَلَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ الْوِلَایَةَ وَاَدَّیْتَ الْاَمَانَةَ فَاَقْبِلْ اِلَیَّ غَیْرَ ظَنِیْنٍ وَلَا مَلُوْمٍ وَّ لَا مُتَّهَمٍ وَلَا مَاثُوْمٍ۔" ترجمہ۔ جناب امیر فرماتے ہیں کہ پس میں نے حاکم کیا نعمان بن عجلی ذرقی کو ملک بحرین پر اور کھینچا میں نے تیرا ہاتھ بغیر مذمت تیری کے اور بغیر الزام تیرے کے پس تحقیق نیک کی تو نے حکومت اور ادا کی تو نے امانت پس متوجہ ہو بغیر اس کے کہ تیری طرف سے بدگمان ہوں میں۔ اور تیری نسبت نہ کوئی تہمت ہے نہ ملامت نہ گناہ۔ اے شیعو دیکھو جو بغیر قصور اپنے عہدہ سے بھی دور ہو کر معزول ہوئے۔ وہ بھی تو پھر اسی طرح مقبول رہے۔ اور حضرت صدیقؓ تو نہ معزول ہو کر کہیں واپس ہوئے نہ ان سے کوئی قصور ہوا نہ اپنے کام سے روکے گئے۔ بلکہ وہاں بھی سب کے امام ہو کر بخوبی احکام الٰہی کا انجام کیا تو پھر کیوں ان کو ایسا خام جھوٹا الزام۔ دیا الحمد للہ کہ یہ الزام بھی ان کا خام ہو گیا۔ اے شیعو ہم بھی فی الحال آپ پر ایک سوال کرتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ یہ طعن جو تم نے

اصحاب ثلاثہ کے نفاق وغیرہ پر بیان کئے ہیں۔ تو بھلا یہ منافق و کافر معاذاللہ حضرت کی حیات میں تھے۔ یا حضرت کے پیچھے ہوئے تھے۔ اگر حیات میں تھے۔ تب تو نص و حدیث کا سلسلہ جاری تھا۔ کیوں خدا و رسول نے اُن کے کفر وغیرہ میں کوئی صریح آیت یا حدیث نہ بھیجی اور حضرت نے بھی کیوں اُن کو اپنی صحبت سے نکال نہ دیا اگر کہو کہ حضرت کے بعد یہ اہلبیت کے مخالف ہو گئے تھے تو پس سورہ برات وغیرہ کے طعن سے تو خود تم اپنی ہی زبان سے آپ پشیمان ہوئے کیونکہ جب حضرت کے حضور میں تو اُن سے کوئی قصور نہ ہوا تو پھر اس طعن سے تم خود پشیمان ہوئے باقی پیچھے کا حال باجمال سنیئے۔ اُن کے پیچھے تو دوازدہ امام علیہ السلام بھی ہوئے تھے انہوں نے بھی کیوں ان کو منافق اور کافر وغیرہ نہ کہا۔ اگر کہا تو کیوں کسی امام کے اس کلام کو بھی ہماری کتابوں سے پیش نہ کیا اگر کہو کہ تمہارے علماء نے اپنے مذہب کیلئے اُن کو اپنی کتابوں میں تحریر نہیں کیا۔ تو پھر کس ثبوت کے ذریعہ آپ ہمارے ساتھ یہ مقابلہ و مناظرہ کرتے ہو جب آپ کے پاس یہ کوئی بھی ثبوت مضبوط نہیں تو پھر کیوں ایسے طعن کر کے اُلٹا آپ کو پشیمان بنایا۔ کچھ شرم بھی آیا یا نہیں۔ حضرت پہلے تو ہماری کتابوں سے آپ ثبوت حاصل کرتے۔ تب اس مناظرے کا نام لیتے۔ ورنہ تو اس تمہاری زبان درازی نکتہ بازی سے کون راضی ہوتا ہے۔

طعن سیوم ذکر قرطاس

طعن سیوم ذکر قرطاس شیعہ کہتے ہیں کہ بیماری کی حالت میں حضرت نے کاغذ قلم دوات مانگا تو صحابہ متردّد ہوئے حضرت عمر نے کہا کہ اس وقت حضرتؐ کو حالت ہزیان ہے۔ ہم کو خدا کا قرآن کافی ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے بے ادبی کی اور حکم حضرت کی تعمیل نہ کی **جواب** یہ قصہ کتب اہل سنت میں اسطرح پر ہے کہ پنجشنبہ کے دن حضرت کی بیماری نہایت سخت ہوئی اور درد غالب ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ لاؤ میں تم کو کاغذ لکھ دوں کہ اس کے بعد تم کبھی نہ بھٹکو تو اصحابہ نے کاغذ لانے نہ لانے میں گفتگو کی۔ بعضوں نے کہا کہ لانا چاہئے۔ بعض کہنے لگے کہ حضرت کو لکھنے میں تکلیف ہوگی۔ اور بعض نے کہا کہ شدت مرض کے سبب حضرت کو ہزیان نہ ہوا ہو اور بعضوں نے کہا کہ اس کو پھر حضرت سے دریافت کرنا چاہیئے۔ جب حضرت عمرؓ نے اس طرح صحابہ کو جھگڑتے دیکھا تو فرمایا کہ اے بھائیو خاموش رہو اس وقت حضرتؐ کو درد کی نہایت سخت تکلیف ہے۔ جھگڑنے سے کیا فائدہ ہم کو کتاب اللہ کافی ہے۔ آخر بعض صحابہ

نے حضرت سے کیفیت قرطاس دریافت کی تو حضرت نے فرمایا کہ تم اس وقت مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ۔ اور مجھ کو نہ بلاؤ کہ جس میں اب میں مشغول ہوں اُس سے بہتر ہے جس کو تم پوچھتے ہو۔ دیکھو عمر رضی اللہ عنہ کی منشا مطابق تو حضرت نے بھی فرمایا کہ اب مجھ کو نہ بلاؤ۔ پس اصل بات تو اتنی ہے۔ کہ جس سے نہ کوئی بے ادبی نہ خطا ثابت ہوتا ہے۔ نہ کہیں پر حضرت رنج نہ خفا ہوئے۔ باقی عناد قلبی کے سبب شیعوں نے حضرت عمر پر یہ الزام خام آپ کی جانب سے عاید کر دیئے۔ جیسا کہا کہ حضرت عمرؓ نے بے ادبی کی جو ہزیان کی نسبت حضرت کو دی اور کہا کہ ہم کو خدا کا قرآن کافی ہے۔ اور بھی حضرت نے اُن کو اپنے پاس سے ہٹا دیا۔ ارے یہ لاف تمہاری محض خلاف ہے۔ حضرت عمر نے لفظ ہزیان نہیں کہا۔ ہماری کتب میں اس بہتان کا کوئی بیان نہیں ہے۔ مگر جس نے یہ کہا بھی ہے اس نے بھی نہ کوئی بے ادبی نہ خطا کیا۔ ہزیان ایک مرض کا نام ہے۔ یعنی اختلاط ہوش جس کو بے ہوشی و غشی بھی کہتے ہیں کہ اکثر اوقات یہ معصوم و غیر معصوم کو بھی لاحق ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت موسے کے حق میں بھی جناب باری فرماتا ہے۔ فَخَرَّ مُوسٰے صَعِقًا۔ یعنی پڑا موسے بیہوش ہو کر اور حدیث میں آیا ہے کہ نفخہ صور میں تو سب پیغمبر بیہوش ہو جاویں گے۔ سوائے ایک حضرت موسے کے اور نیند میں بھی بیہوشی اکثر اوقات ہر کس کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ جو وقت نماز اور عبادت کا بھی قضا ہو جاتا ہے۔ جیسا تمہاری کافی کلینی میں بھی بعلۃ القریش مذکور ہے کہ شب در سفر نماز صبح قضا شد۔" اور اسی طرح سہو و نسیان تو معصوم غیر معصوم کو نماز میں بھی لاحق ہو جاتا ہے چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ نماز ظہر کی حضرت نے پانچ رکعتیں پڑھیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا حضرت نماز بڑھ گئی ہے۔ جو آپ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں تب حضرت نے فرمایا کہ میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔ بھول و نسیان سے خالی نہیں ہوں۔ اور ایسی بیہوشی اور غشی کے الفاظ تو تم خود اپنے مرثیوں میں بھی نسبت امام سید ساجدین و امام علی اصغر اور جناب سائیں سکینہ وغیرہم اہلبیت رسول اللہ کے حق میں بولتے ہو۔ پھر اُس بیہوشی و غشی کے لفظ کہنے والے سے بھی کیا خطا اور بے ادبی ہوئی۔ ہاں اگر آپ کے زعم باطل میں یہ بے ادبی تھی۔ تو حضرت کے قرابتین حاضرین خصوصاً جناب امیر و دیگر بنی ہاشم پر واجب تھا کہ اس خطا پر پکڑتے اور قتل کرتے۔ پھر کیوں کسی نے اس کو اس کہنے پر سزا نہ دی۔ اور نہ کچھ چون چرا کی۔ پس اس طرح تو معاذ اللہ جناب امیر وغیرہ بھی اس خطا وار سے بڑھ کر گناہگار ٹھہرے یا اس تمہارے بہتان بدگمان سے یہ معلوم ہوا

کہ جناب امیر تو حضرت کے زمانہ میں بھی عمر وغیرہ سے اس قدر ڈرتے تھے - جو ایسے بے ادب کو بھی بھلا برا نہ کہہ سکے - کیوں وہ باتیں بناتے ہو کہ جن میں شیر خدا کی بھی ہتک ہو - اور جو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم کو کتاب اللہ کافی ہے - تو کیا گناہ کیا ارے یہ کہنا ان کا اس مصلحت سے تھا کہ رسول اللہ صلعم کو بہ سبب جھگڑنے صحابہ کے تکلیف نہ ہو - یہ امر ہرگز داخل نافرمانی نہیں ہے - بلکہ یہ عین محبت اور خیر خواہی ہے - جیسا لوگ عین شدت بیماری میں اپنے بزرگوں اور عزیزوں کو تکلیف دینے سے بچاتے ہیں تاکہ بعض موقعہ تو ان کو بلانے تک بھی نہیں چاہتے اور جو صحابہ کو حضرتؐ نے فرمایا کہ اب میرے پاس سے تم چلے جاؤ تو یہ کہنا بھی حضرت کا عتاباً نہ تھا - اگر عتاباً تھا تو اس سے بھی جناب امیر و دیگر بنی ہاشم جو اس وقت موجود تھے بری نہیں ہوسکتے پھر یہ الزام بھی آپ کے کس کام آیا اور جو کہا کہ حضرت عمرؓ نے حکم رسول کی تعمیل نہ کی تو اس میں جناب امیر و حسنین علیہم السلام اور دیگر بنی ہاشم بھی تو موجود تھے اور خاص کر کسی کا نام بھی لے کر حضرت نے قرطاس طلب نہ فرمایا تھا اس طرح تو وہ بھی بقول تمہارے مرتکب معصیت ٹھہرے بلکہ ان اکرام پر تو اس کام کا ہر سے زیادہ الزام آتا ہے - کیونکہ وہ تو حضرت کے خاص اقربا و اہلبیت تھے ان کو کس نے روکا اور منع کیا تھا - الغرض جناب امیر پر تو یوں فرض تھا کہ جھٹ پٹ کاغذ و قلم و دوات لے کر حاضر خدمت ہو جاتے - کیا وجہ کہ وہ بھی نافرمان صحابہ میں شریک رہے - اور بقول تمہارے یہ بھی آپ کو معلوم تھا کہ ضرور سند میری ہی نیابت کی لکھی جاویگی - تب بھی آپ نے کچھ توجہ نہ فرمائی - اور حکم رسول کا خیال بھی نہ کیا - حالانکہ یہ بھی آپ جانتے تھے کہ قول پیغمبر کا وحی ہے - پس اس تمہارے طعن میں تو ہر سے بڑھ کر جناب امیر کا نافرمان ہونا ثابت ہوتا ہے - نعوذ باللہ من ذالک اسی واسطے تو شیعہ جدید نے جب اس تمہید کو دیکھا فی الواقعہ جناب امیر و اہلبیت بھی اس نقص سے بچ نہیں سکتے تو اکثر پشیمان ہوکر اس طعن کو اپنی تصنیفات سے نکالنے لگے - جیسا کہ صاحب معیار الہدائے و نصیر الدین وغیرہ نے اپنی کتابوں میں کچھ ذکر قرطاس کا نہیں لکھا - اور بعضے بیچارے شرمندگی کے مارے یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ جناب امیر اُس وقت موجود نہ تھے یہ محض جھوٹ بھلا ایسی نازک حالت میں حضرت کو چھوڑ کر وہ کہاں گئے تھے - کسی ملک فتح کرنے کو یا اور کسی کام میں مشغول تھے - اور دیگر بنی ہاشم و اہلبیت بھی اُسوقت کہاں تشریف رکھتے تھے اس کے بعد بھی تو حضرت چار دن زندہ رہے - تب بھی کوئی موقعہ کسی کے آنے کا نہ ملا - پس نہ تو اس بات مجہول کو کسی کا عقل قبول کرتا ہے نہ کوئی اور ثبوت دینے کی حاجت ہے -

سب عقلا اس کو خود جھٹلا سکتے ہیں۔ اور بھی اس طعن میں شیعوں کا یہ گمان ہے کہ قرطاس طلب
کرنے سے حضرت کی یہ مراد تھی کہ خلافت جناب امیر کو لکھ دیں جیسا حق الیقین کے طعن اوّل
مطاعن عمر میں ارقام ہے۔ (باید کہ امر مجمل کہ مشتمل بر مصالحہ امت باشد تا روز قیامت وایں
نسبت مگر آنکہ خلیفہ و جانشین عالم و عادل و معصوم تعین کند کہ عالم باشد بجمیع مصالح امت
و عموم مسائل دین و خطا بر در رہ انبیا ہشد" یہ وہم بھی شیعوں کا محض غلط اور خلاف ہے۔
ہم کہتے ہیں کہ جب عام تمہاری کتابوں میں ارقام ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے بروز غدیر
ستّر ہزار آدمیوں کے روبرو خطبہ پڑھا۔ اور جناب امیر کو اپنا نائب اور وصی بنایا اور
اس دم تمام حاضرین نے بیعت بھی کی۔ پس جس بات کو ستّر ہزار آدمی جانتے ہوں تو پھر
اس معاملہ میں حضرت کو پرچہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ یا تو کہو کہ وہ ہمارا دعویٰ غدیر کا
کا غلط ہے۔ اب ہی جناب امیر کو اپنا وصی اور خلیفہ بنانے لگے تھے۔ سو ماشا دہاری بھی
تو یہی مراد ہے کہ ایک تمہارا دعوے دوسرے دعوے کو خود جھوٹا بناتا ہے۔ پھر وہ بھی تو
ہاتھ میں نہیں آتا۔ یا کہو کہ اس فرمان غدیر پر لوگوں نے عمل نہ کیا تھا۔ اس واسطے حضرت
پھر تحریر کرتے تھے تو کیا حضرت کو یہ بھی خیال نہ آیا ہوگا کہ جب میرے روبرو کسی نے میرا کہا
نہیں مانا تو پیچھے اس میرے لکھے پر کون عمل کرے گا۔ پس یہ تقریر تمہاری تو کسی طرح بھی عقل
پذیر نہیں ہو سکتی دوسرا بقول تمہارے جب پیغمبر خدا کو عرش مجید پر بھی ستّر بار تاکید ہوئی
کہ تم علیؓ کو اپنا خلیفہ بناؤ اور وصی کرو کہ جس کا ذکر باب خلافت میں آوے گا۔ تو باوجود اتنی
تاکید کے پھر کیوں حضرت ایک عمرؓ کے کہنے سے رُک گئے تحریر تو کیا لب کشائی بھی نہ فرمائی
کیا فرمان الٰہی سے عمرؓ کا ڈر زیادہ تھا جو اس کے خوف سے فرض خدا و حق رسالت بھی ادا
نہ کر سکے۔ کہ جس کے واسطے حق تعالےٰ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ تاکید آامر
تھا کہ اے محمدؐ اگر تو نے ایک میرے امر کو نہ پہنچایا۔ تو پس تو نے نہ پہنچایا رسالت میری
کو تو کیا وجہ کہ تب بھی حضرت اس کام کو سرانجام نہ کر سکے اور مرتے دم بھی حضرت عمرؓ
کا اس قدر خوف و اندیشہ رہا کہ اُس وقت بھی امر حق کو ظاہر نہ کر چلے دیکھو اس تمہارے
بہتان سے تو توبہ توبہ معاذ اللہ حضرت بھی خدا کے نافرمان ہو گئے۔ نعوذ باللہ من ذالک اے
اے شیعو اگر خلافت جناب امیر کے لئے خدا اتنی تاکید فرماتا اور حضرت کے بھی قرطاس
طلب کرنے سے یہی مراد ہوتی تو پھر کیوں اس حکم خدا کو آپ ادا نہ کرتے۔ اگرچہ کاغذ نہ

لکھا گیا تھا۔ تو کچھ زبانی ہی وصیت فرما جاتے۔ گو لوگ بھی مانتے یا نہ مانتے مگر آپ سے تو فرض خدا و حق رسالت ادا ہو جاتا۔ اور بھی یہ واقع تو پنجشنبہ کو ہؤا تھا پھر دوشنبہ کو حضرت نے رحلت کی جب اتنے عرصہ میں بھی نہ حضرت نے کوئی تحریر فرمائی نہ وصیت کی نہ جناب امیر ہی کاغذ لائے۔ تو پس معلوم ہؤا کہ شیعوں کا دعویٰ بالکل جھوٹا ہے۔ اور قرطاس کا طلب فرمانا بھی خلافت کے لئے نہ تھا اور نہ کوئی یہ امر بالوحی تھا۔ اگر بالوحی ہوتا تو حضرت ضرور ہی ابلاغ فرماتے۔ اس طرح ہرگز چپ چاپ نہ ہو جاتے۔ ہاں اگر یہ کہا جاوے کہ طلب قرطاس سے حضرت ابابکر صدیق یا حضرت عمر کی خلافت تحریر فرماتے تھے۔ یہ نظیر تو دلپذیر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ بات تو اور بھی چند وجوہات سے صادق آتی ہے۔ اوّل تو ان کی خلافت کے اشارات میں اور بھی بہت حدیثیں ہیں۔ جیسا کہ تمہاری کتاب مجمع البیان میں بھی اس آیت کریمہ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا کی تفسیر میں یہ حدیث تحریر ہے۔ ترجمہ رسول اللہ نے حفصہؓ سے فرمایا کہ بعد میرے ابو بکر و تیرا باپ یعنی عمرؓ مالک امت ہونگے اور بادشاہی کرینگے۔ حفصہؓ یہ راز سُن کر خوش ہو گئیں۔ اور عائشہ سے یہ بھید کہہ دیا۔ دیکھو اگر اس راز پوشیدہ کو حضرت لکھنا چاہتے ہوں تو کیا ٹھیک اس منگوانے قرطاس کی تصدیق ہوتی ہے۔ دوسرا جب ایسی مرض الموت میں بھی صدیق اکبر کو حضرت نے اپنی جا بجا نماز میں لوگوں کا امام بنایا کہ جس سے اُن کے خلیفہ ہونے کا اشارہ بھی ظہور میں آیا اگر ایسا ہی حضرت ان کی خلافت لکھتے ہوں تو یہ گمان بھی کیسا قابل اطمینان ہے۔ تیسرا یا تو حضرت کا ارادہ اس وصیت لکھنے کا تھا جس کا ذکر خلافت میں آویگا جو تم کہتے ہو کہ جناب امیر کو حضرت نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب حضرت شیخین خلیفہ ہوں تو تم اُن سے جھگڑا نہ کرنا کہ انتظام اسلام میں خلل نہ ہو۔ پس اس طرح بھی اس قرطاس کا لکھنا قیاس میں آ سکتا ہے۔ اے شیعو ذرا تو آپ ہی منصف ہو کر انصاف کرو کہ طلب قرطاس میں ٹھیک دعوے ہمارا تصدیق ہوتا ہے یا کہ تمہارا کچھ ہی کہہ دو۔ نہیں تو جھوٹے کو جھوٹا تو کہو۔

طعن چہارم ذکر تجہیز و تکفین حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم

طعن چہارم ذکر تجہیز و تکفین حضرت صلے اللہ و آلہ وسلم

شیعہ کہتے ہیں کہ تمام صحابہ خصوصاً ثلاثہ طمع دنیاوی کے سبب جھگڑے خلافت میں پڑ گئے۔ حضرت کی نعش مبارک تین دن پڑی رہی نہ کوئی تجہیز و تکفین میں شامل ہؤا۔ نہ کسی نے حضرت کا جنازہ پڑھا تاکہ اسی طرح حضرت زہراؓ کے جنازہ میں بھی کوئی شریک نہ ہوا۔

جواب - یہ لاف بھی شیعوں کی محض خلاف ہے۔ ان گفتار کا اختصار یہ ہے۔ حضرت نے خود وصیت فرمائی تھی کہ مجھ کو غسل میرے اہل بیت دیویں اور جنازہ میرا میری قبر کے پاس اکیلا چھوڑ دینا۔ اوّل جبرائیل و دوسرے ملائک پڑھیں گے۔ پھر میرے اہلبیت واس کے بعد اور لوگ فوج فوج آویں گے اور پڑھیں گے۔ چنانچہ ویسا ہی کیا گیا۔ تو بموجب فرمان حضرت کے ایک حضرت علیؓ و دو بیٹے حضرت عباسؓ فضلؓ و قسمؓ و ایک شقران جو آزاد کردہ غلام حضرت کا تھا غسل رسول صلعم کی خدمت میں مشغول ہوئے۔ اور بھی کہتے ہیں کہ جناب امیر کو حضرت نے فرمایا تھا کہ مجھ کو غسل تم دینا جو اس وقت اور کوئی میرے بدن کو دیکھیگا اُس کی بینائی جاتی رہیگی۔ اسیواسطے تو اُن دوسروں کی آنکھیں بھی بند کی گئیں پس غسل تو انہوں نے دیا اور حسب الارشاد حضرت کے اہلبیت کے بعد سب مدینہ کے لوگ و تمام گرد نواح کے آدمی ٹوٹے ٹوٹے آکر حضرت پر نماز جنازہ ادا کیا۔ پس اصل واقعہ تو اس طرح ہوا ہے کہ جسکو تو ہم کتب شیعہ سے بھی ثابت کرتے ہیں۔ نہ اس میں کہیں اصحاب اکرام نہ اہلبیت کو الزام آتا ہے۔ نہ کچھ حضرت کی ہتک ہوتی ہے۔ پھر کیوں ایسے جھوٹے بہتان بناکر لوگوں کو سناتے ہو۔ اور کیوں اِس طرح حضرت کی بھی توہین کرکے آپ بے دین ہوتے ہو۔ جیسا کہا کہ حضرت کی نعش تین دن پڑی رہی - بھلا اس کام کا الزام بھی کس پر عائد ہوتا ہے۔ خیر صحابہ تو ملکی تدبیر میں مشغول تھے - مگر اہل بیت رسول کس کام میں مشغول تھے۔ جو نعش مبارک کو تین روز تک دفن نہیں کیا۔ اگر کہو کہ وہ حضرت کے غم میں مبتلا تھے تو بقول تمہارے یہ بھی غلط ہے۔ ذرا اپنی کتابوں کو دیکھو - اور اپنے علماء کے اقوال پر نظر کرو کہ اُس وقت تو کسی کو اپنی غصب خلافت کا غم تھا۔ اور کوئی مقبول میراث فدک کی اندوہ میں مشغول تھا یہانتک کہ تمام اہل کرام تو امداد کی خاطر مہاجرین و انصار کے گھر در بدر پھر رہے تھے۔ پھر غم مصطفےٰ میں کون مبتلا تھا۔ پس جب بقول تمہارے اہلبیت کا بھی یہ حال تھا۔ تو جو آپ نے ملکی کام کا الزام صحابہ پر لگایا۔ وہی الزام تمہارا تو اہل بیت پر بھی آیا۔ پھر اس الزام خام سے آپ کا کیا کام نکلا۔ اور جناب بتول بنت رسول کے جنازے کا ذکر بھی تمام ہمارے علماء اس طرح ارقام کرتے ہیں۔ کہ آپ ہی نے حضرت امیر کو فرمایا تھا۔ کہ میرا جنازہ اور کوئی آدمی نہ دیکھے تم آپ ہی دفن کرنا۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو جناب امیر نے اسی طرح اور اسی ہی رات میں دفن کیا۔ جب دِن کو خبر ہوئی تو سب صحابہ آئے۔ جناب امیر سے غمگین ہو کر کہنے لگے۔ کہ کیوں آپ نے ہمارے آنے تک انتظار نہ کی تب آپ نے اُن کی وصیت کا

ذکر فرمایا۔ اے شیعو دیکھو اس تمہاری تار پود کو بھی ہم خود تمہاری ہی کتابوں سے نابود کرتے ہیں
گو تمہارے علماء نے اپنی مذہبی عادت کے موافق اس تقریر کو اور لفظوں سے تحریر کیا ہے مگر اس
میں بھی ہمارا مطلب تو ثابت کر دیا۔ چنانچہ آپ کی معتبر کتاب علل الشرائع جلد اول باب العلت الّتی
مِنْ اَجْلِهَا دُفِنَتْ فَاطِمَةُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يُدْفَنْ میں اس طرح لکھا ہے۔ کہ عمرؓ نے چاہا کہ قبر فاطمہؓ
کھود کر نماز پڑھوں۔ تو اس بات پر حضرت غضبناک ہوئے اور مستعد بجنگ شمشیر ہوئے پس مہاجر
و انصار جمع آئے۔ حضرت علی کی رضامندی کو اختیار کیا۔ تب فساد رفع ہوا۔ دیکھو صحابہ تو یہاں تک
بھی جنازہ پڑھنے کے مستعد ہوئے تھے کہ بقول تمہارے جنگ و جدال تک نوبت پہنچی پھر کیوں اس
کام کا جھوٹا الزام صحابہ کو دیا۔ اور اپنی کتابوں کو بھی دیکھ نہ لیا۔ لیجئے ذرا اسی طرح ہمارے حضرت
کی تجہیز و تکفین کا بھی ملاحظہ کیجئے۔ اور بھی نہیں خاص آئمہ اکرام کی کلام سنئے چنانچہ آپ کے بڑے
محدث شیخ صدوق صاحب خصال میں امام علی علیہ السلام کی یہ کلام ارقام کرتے ہیں۔ "عَنْ
عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامِ قَالَ جَاءَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ
عَلَيْهِ السَّلَامِ حِيْنَ دُفِنَ فَاطِمَةُ عليه السَّلَامِ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ قَالَ لَهُمَا فِيْهِ اَمَّا مَا ذَكَرْتُمَا
اِنِّيْ لَمْ اُشْهِدْ كُمَا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَاِنَّهٗ قَالَ لَا يَرٰى لِيْ عَوْرَتِيْ غَيْرُكَ اِلَّا
ذَهَبَ بَصَرُهٗ فَلَمْ اَكُنْ لِاُوْذِيَكُمَا بِهٖ لِذَالِكَ۔" یعنی بابویہ قمی نے بلقب شیخ صدوق بسند
خود امام ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ فرمایا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم امیر المؤمنین علی
علیہ السلام کے پاس آئے جب کہ فاطمہ علیہ السلام کو دفن کیا۔ تاویل حدیث ہے۔ اس میں جناب امیر نے ان دونوں سے
فرمایا کہ تم نے جو یہ ذکر کیا کہ ہم نے تم کو رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں نہ بلایا۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نے
فرمایا تھا کہ میرے بدن پنہانی کو بجز تیرے کوئی نہ دیکھے گا۔ مگر یہ کہ اس کی بینائی جاتی رہے گی تو میں نہیں چاہتا تھا کہ تم
کو ایذا پہنچاؤں۔ پس یہ حدیث دونوں طعن سے شیعوں کو پشیمان کرتی ہے۔ اول تو: پچھلے
ہمارے دعوے کو بھی اس نے ٹھیک ٹھیک تصدیق کیا۔ جیسا اس امام علیہ السلام نے بھی فرمایا کہ
حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ امیر المؤمنین کے پاس آئے۔ جبکہ فاطمہ علیہ الرحمت کو دفن کیا۔ دوسرا یہ
نص صریح ہے۔ اس امر میں کہ صحابہ نے حضرت کی تجہیز و تکفین کے شریک ہونے میں کوتاہی نہیں
کی۔ بلکہ حضرت امیر ہی نے بنظر خیر خواہی ان کو شریک نہیں کیا ورنہ ان کی اس شکایت کرنے
کا کیا موقع تھا۔ جو کہا کہ تم نے ہم کو کیوں نہ بلایا۔ اور جناب کو بھی اس عذر کرنے میں کیا غرض تھی۔ اگر
ان کی طرف سے کوتاہی ہوتی تو جناب امیر یہ کیوں نہ فرماتے کہ تم خود ہی اپنی تدبیر ملکی میں مشغول ہو کر شریک

ہونے سے باز رہے۔ ہم نے کب تم کو شرکت سے منع کیا تھا۔ علاوہ اس کے اور بھی اس حدیث سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ اوّل تو یہ کہ یہ لوگ خود حضرت کی تجہیز و تکفین سے باز نہیں رہے۔ جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں۔ دوم یہ کہ صرف جناب امیر نے بہ سبب خیر خواہی کے ان کو شریک نہیں کیا تھا۔ ورنہ اس میں نہ اُن کی کوئی غفلت تھی نہ جناب امیر علیہ السلام کی عداوت تھی سیوم یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب امیر کا اُن حضرات کے ساتھ دوستی اور محبت کا ایسا تعلق تھا کہ اُن کو تکلیف و رنج پہنچانا اچھا نہ جانا ورنہ ان کی دشمنی کے لئے تو ایسا اور کوئی موقعہ نہ تھا کہ جب وہ نابینے ہو جاتے تو پھر اس سے آپ اور کیا چاہتے۔ پس اس حدیث سے تو تمام شیعوں کی واہی تباہی باد گولہ ہوائی ہو کر اڑ گئی۔ اب ذرا حضرت کے جنازے کا بھی کچھ ملاحظہ کیجئے اور ہمارے بھی اس دعوے کو تصدیق کر لیجئے۔ جو کہا کہ اہلبیت کے بعد لوگوں نے ٹوٹے ٹوٹے ہو کر حضرت کا جنازہ پڑھا۔ چنانچہ تمہاری معتبر کتاب جلاء العیون میں بھی یہ عبارت اس طرح مرقوم ہے۔ چونکہ وقت نماز جنازہ حضرت رسول خدا کے ابوبکر نے چاہا کہ پیش امام ہوں امیر المومنین نے ہٹا دیا۔ اور خود امامت کے بعد صحابیوں کو اجازت دی تو دس دس آدمی داخل ہوتے اور پڑھتے یہاں تک کہ اہل مدینہ و گرد نواح مدینہ حضرت پر درود بھیجتے تھے۔ کہو صاحب آپ تو فرماتے ہو کہ کوئی بھی حضرت کے جنازہ میں شریک نہ ہوا یہاں تو دیکھ، مدینہ کیا تمام گرد نواح نے بھی آ کر آپ کا جنازہ باتفاق پڑھا۔ پھر آپ کا کہنا شتر کا گوز ہوا یا نہیں۔ کیوں ایسے جھوٹ بناتے اور جاہلوں کو سناتے ہو۔ اور کیوں اس طرح حضرت کی بھی ہتک کر کے اپنا ایمان گنواتے ہو خدا کی شان خود تمہاری ہی زبان سے صدیق اکبر کا نام تو اس حالت میں لکھا گیا کہ جہاں شریک ہونا تو بجا رہا خود مستعد امامت کے ہوئے۔ الحمد للہ کہ اس طعن سے بھی بدگمان خود پشیمان ہوئے ؛

طعن پنجم۔ ذکر خلافت

طعن پنجم خلافت کی بحث

یہ وہ مقدمہ ہے کہ تمام سنی و شیعہ کے مناظرے کا اسی پر تصفیہ ہے کیونکہ اگر خلافت خلفائے ثلاثہ کا حق نہیں انہوں نے جبراً غصب کر لی تھی جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں پھر تو کل فضائل ان کے زائل ہیں۔ کوئی بھی فضیلت نہ رہی اور اگر اُن کی خلافت صحت کو پہنچ گئی اور یہ خلیفہ برحق ثابت ہو گئے پھر جو شیعوں کے طعن بہتان تھے وہ سب کے سب جھوٹے ہو گئے۔ کوئی بھی ان کی بات قابل سماعت نہ رہی اس واسطے اہل انصاف کی خدمت میں التماس ہے کہ نہایت عمدہ طور سے غور کر کے اس میں سچ اور جھوٹ کا میزان کریں پس سنئے تواریخوں

سے اس داستان کا مختصر یوں بیان ہے کہ بعد وفات سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یکبار گروہ انصار نے دعوے خلافت کا کیا۔ اتنے میں اصحاب مہاجرین بھی سقیفہ بنی سعد میں جمع ہو گئے۔ آخر کار اصحاب انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے مقرر ہو اور ایک تم مہاجرین سے بنایا جاوے تو اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث اَلْاَئِمَّۃُ مِنَ الْقُرَیْشِ کو پیش کیا پس یہ حضرت کا فرمان سن کر اصحاب انصار ایمان لائے اور اپنے دعوے سے باز آئے۔ چونکہ سب اصحاب کبار مہاجر و انصار صدیق اکبر کو حضرت کا یار غار متقی اور پرہیزگار تو خود جانتے ہی تھے۔ اور اُس موقعہ کے دلائل اور فضائل بھی اُن کی شان میں خود حضرت کی زبان سے سنتے ہی تھے۔ یہانتک کہ آپ کو حضرت کا ہمقرین و ہمنشین ہونا اور امام جماعت بنانا بھی سب نے دیکھا تھا۔ اس واسطے مشورہ کر کے سب نے رضامند ہو کر آپ کی خلافت پسند کی اور ان سے بیعت کر لی مگر حضرت علی علیہ السلام بہ سبب نہ موجود ہونے کے اس وقت داخل بیعت نہ ہوئے کچھ عرصہ کے بعد آپ نے بھی خوش و شاد ہو کر حضرت صدیق کی بیعت تصدیق کی اور بھی اسی طرح بعضے اصحاب جو اس وقت حاضر نہ تھے جو جو پیچھے آتے اس بیعت میں شریک ہو جاتے اسی طرح کئی دن بیعت ہوتی رہی اس وقت آپ کی عمر شریف ۶۰ ساٹھ برس کی تھی آپ نے خلافت اس شان و شوکت سے کی کہ جس کے بیان کرنے سے زبان عاجز ہے دین خدا اور سنت مصطفےٰ کو ایسا ادا کیا کہ تمام ملک عرب سے بدعت وغیرہ کا تو نام ہی مٹا دیا۔ اور سب بد یقین مرتد بیدین مثل مسیلمہ کذاب و اسود یمینی اور طلحہ وغیرہ کو بھی تہ تیغ کیا لاکھوں کفار اشرار کو مسلمان کر دیا بہت ملکوں پر فتح پائی ہر ایک ملک سے بے شمار غنیمت ہاتھ آئی پس ظاہر کام تو اس طرح انجام کیا اور باطن میں آپ تمام اوقات دن رات محبت الٰہی میں کاٹتے تھے۔ آپ دو برس تین ماہ دس دن خلافت نشین ہوئے وقت شام بروز دوشنبہ دوسری جمادی الثانی سنہ ۱۳ ہجری کو وفات پائی۔ پہلو رسول اللہ میں دفن ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ذکر خلیفہ ثانی حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالے عنہ آپ نے حسب وصیت خلیفہ اول کے خلافت قبول فرمائی اور سب سے پہلے امام علی علیہ السلام اس بیعت میں داخل ہوئے آپ نے تو ہر سے بڑھ کر اس خلافت مصطفےٰ کا ایسا حق ادا کیا کہ تمام عرب و عراق ہند و سندھ روم اور شام سے لخراج لیا آپ نے دس برس چھ ماہ سات دن بڑی دھوم دھام سے خلافت تمام کی آخر بروز پنجشنبہ اٹھائیس ذی الحج سنہ ۲۳ ہجری کو رحلت فرمائی آپ کی عمر شریف ترسٹھ برس

کی ہوئی - بیچ روضہ رسول اللہ کے دفن ہوئے - اور بھی اسی طرح خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گیارہ برس گیارہ ماہ اٹھارہ دن خلافت کی خوبی پائی بروز جمعہ اٹھارہ ذالحج سنہ ۳۵ ہجری کو تلاوت قرآن شریف کرتے ہوئے جام شہادت کا پیا - عمر شریف آپ کی بیاسی برس کی ہوئی - قریب بقیہ دفن ہوئے - خلیفہ چہارم حضرت علی ابن ابی طالب اسد اللہ الغالب علیٰ کل غالب کا زمانہ آپ کی خلافت کا چار برس نوماہ بروز ۱۲ ماہ رمضان المبارک سنہ ۴۰ ہجری کو بمقام کوفہ شہید ہوئے - عمر شریف آپ کی تریسٹھ برس کی ہوئی - کوہ نجف میں دفن ہوئے - پھر امام حسن علیہ السلام بھی چھ ماہ خلافت فرما ہوئے - بعد آپ نے بذریعہ صلح نامہ امیر معاویہ کے سپرد کی فقط غرض ان خلفائے رضی اللہ عنہما کی خلافت تیس برس پوری ہوئی - جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا - چنانچہ اس مقصود کے واسطے یہ حدیث موجود ہے - (اَلْخِلَافَةُ ثَلَاثُوْنَ عَامًا ثُمَّ یَکُوْنُ بَعْدَ ذٰلِکَ الْمُلْکُ عُضُوْضًا) ترجمہ حضرت نے فرمایا کہ خلافت کا زمانہ تیس برس بھر ہوگا ملک کاٹنے والا یعنے بعد اس کے متفرق ہو کر ظاہر سلطنت سے بادشاہ اور باطنی سے امام کہے جاویں گے تب ہی تو امام حسن علیہ السلام نے بھی اسی حدیث کے مطابق عمل کیا - جو خلافت کو امیر معاویہ کے سپرد کر دیا - پس اس خلافت کی تصدیق کو یہی حدیث کافی ہے - جس کو تو ہم شیعوں کی کتابوں سے بھی ثبوت دے کر مضبوط کرتے ہیں - چنانچہ صحیفہ کاملہ کہ جس کو شیعہ کتاب سماوی و انجیل اہلبیت اور زبور آل محمد کہتے ہیں - اس میں یہ عبارت مرقوم ہے - (کہ جبرائیل امین نے رسول اللہ کو خبر دی تھی کہ بعد چالیس برس رحلت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سامان گمراہی کے پیدا ہونگے) اور جامع الاخبار کے ۷ باب ۴ فصل میں یہ عبارت منقول یعنے فرمایا رسول اللہ نے کہ میری امت چالیس برس بے خار ہوگی اور دو سو برس تک برگ و خار دونوں ہونگے بعد ازاں برگ نہ ہونگے تمام خار ہونگے) اور بھی منہج الصادقین کی ۷ جزو تفسیر آیت کریمہ (اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ) میں یہ حدیث نقل کی ہے (خَیْرُ کُمْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ) یعنے بہترین زمانہ زمانہ رسول اللہ کا ہے - بعد جو زمانہ کے قریب ہو - بعد اسکے جو زمانہ کے قریب ہو پس ان ارشاد سے تو ہماری عین مراد حاصل ہوئی - اور اس حدیث سابقہ کی ٹھیک ٹھیک تصدیق ہوگئی کو ان کے محدثین نے دس برس خلافت کے اور بڑھاتے ہیں کہ جن سے تو امیر معاویہ کی خلافت کا زمانہ بھی شیعوں ہی کی حدیثوں سے بہتر سمجھا گیا لیکن ہماری غرض

خلفائے ثلاثہ پر ہے کہ جن کی خلافت تو حقہ ثابت ہوگئی کہ نہ تو ان کے زمانہ میں کوئی سامان گمراہی کا پیدا ہوا نہ ان کی خلافت تک کوئی برگ نہ خار ظاہر ہوا بلکہ ان کے صاحب منہج الصادقین نے تو صاف صاف کہ دیا کہ بہترین زمانہ رسول علیہ السلام کا ہے۔ یعنے جس میں یہ خلفائے راشدین بھی تھے۔ دوسرا زمانہ قریب یعنی خلفاء بھی اور جو لوگ ان خلفائے راشدین کے تابعین ہیں تیسرا زمانہ فرمایا تبع تابعین کا پس خلفائے اربعہ کی خلافت حق ہونے میں تو یہی ان کی تین چار حدیثیں کافی اور وافی ہیں۔کسی کچھ اور ثبوت دینے کی بھی حاجت باقی نہیں ہے۔ بلکہ ان حدیثات سے توشیعوں کی یہ بات بھی غلط ہوئی جو کہتے ہیں کہ خلافت حق تمام آئمہ اکرام کا تھا کیونکہ اوّل تو تیس برس کے بعد خود حضرت نے یہ خلافت منسوخ فرمائی کہ جس واسطے توامام حسن نے بھی چھوڑ دی دوسرا یہ بھی ارقام ہے کہ جس میں دو صفتیں عام ہوں اُس کا خلافت نام ہے۔ یعنی ظاہری حکم شاہی۔ وباطن معرفت الٰہی سو خدا نے یہ دونوں وصف خلفائے اربعہ کو عطا فرمائے پس ان کے سوائے توکسی اور امام کو ظاہر وصف خلافت سے کچھ تعلق نہ تھا یعنے حکم شاہی توکجا آئمہ اکرام نے تو بقول شیعہ تمام عمر تقیہ سے کام کیا پھر خلافت کا ذکر ان کی نسبت کیوں کیا دیکھو ان دو وصف کا بیان بھی ہم خود شیعوں ہی کی زبان سے ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کی شارح کافی کلینی کتاب الحجت کے باب نص اللّٰہ عزّ وجلّ ورسولہٗ علیٰ الائمۃ واحد فواحد میں لکھا ہے " (فَاِنَّ خِلَافَۃَ الثَّلٰثَۃِ کَانَتْ ظَاہِرِیَّۃً وائمۃ علیہ السلام خلافۃ باطنیۃ) " یعنے خلافت خلفائے ثلاثہ کی ظاہری تھی اور آئمہ علیہ السلام کی باطنی تھی۔ اس سے بھی صاف پایا گیا کہ تمام آئمہ اکرام ظاہری خلافت کا حق نہ رکھتے تھے صرف ان میں باطنی وصف تھا۔ جس سے ان کا نام امام رکھا گیا۔ سو اس سے اہل سنّت کو کوئی انکار نہیں ہے۔ بلکہ ہم دوازدہ امام علیہ السلام تک توسب کو علم لدنّی کے راہنما و اپنے پیشوا جانتے ہیں اسی واسطے توتمام صوفیا اکرام بھی اپنا سلسلہ جناب امیر تک پہنچاتے ہیں۔ اور اُن کو اپنے پیروں کا پیر بناتے ہیں۔ غرض ایک وصف سے خلافت مقصود نہیں ہوتی جب تک دونوں صفتیں ظاہر و باطن موجود نہ ہوں تبھی تو خلفائے اربعہ کے بعد ظاہر وصف سے بادشاہ اور باطنی کا نام امام ہوا پس ہوشمندان قدردان توسب نے جان لیا کہ امامت اور بات ہے اور خلافت کی اور صفات ہیں چنانچہ خلافت کبرا تو صرف خلفائے اربعہ پر مخصوص تھی جو تیس برس کے بعد منسوخ ہوچکی اور خلیفہ صغرا تو بادشاہ سلاطین اور بزرگ کے جانشین کو بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح امامت کبری بھی دوازدہ امام پر تمام ہے اور امامت صغرا دکرامت توقیامت تک مدام ہے۔ پس ان وجوہات اور حدیثات مذکورہ سے توتمام آئمہ اکرام

کی خلافت کا دعوےٰ بھی شیعوں کا جھوٹا ہوا - اور خلفائے اربعہ کی خلافت بھی حقہ ثابت ہو گئی
اس میں شیعہ تین طرح کا دعوےٰ کرتے ہیں - اوّل کہتے ہیں کہ جناب امیر کی خلافت نصی تھی دوم
کہا کہ اہل سنت نے اجماع کر کے اصحاب ثلاثہ کو اپنا خلیفہ بنا لیا - سوم فرماتے ہیں کہ خلافت حق جناب
امیر کا تھا انہوں نے جبراً چھین لیا اور خود خلافت نشین ہو گئے - پس ان ہر ایک بہتان بدگمان سے
بھی ہم ان کو پشیمان بناتے ہیں - چنانچہ دعوے اوّل ذکر نص جو کہتے ہیں کہ خلافت جناب امیر
کی نصی ہے جس کے ثبوت میں ایک آیت اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللہُ و ایک حدیث مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ کو
پیش کرتے ہیں - اور کہتے ہیں کہ خلافت بحکم ربی منصوص بحدیث نبی ہے - چنانچہ ان کی کتاب
منہج الغافلین کے ۲ باب ۳ منہج ۲ دلیل میں ہے - کہ جب رسول خدا حجۃ الوداع سے واپس ہوئے
تو مقام غدیر میں بحکم الٰہی حضرت نے جناب امیر کو اپنا وصی کیا اور حضرت عمر نے مبارک دی ؏
(بَخٍ بَخٍ یَا عَلِیُّ اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلیٰ کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَۃٍ) حضرت عمر نے کہا کہ بہت خوش
ہوا میں اے علی تیرے واسطے کہ تو میرا اور تمام مومنین و مومنات کا صاحب ہوا - جواب ذرا آیت
اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللہُ کی شرح کسی مترجم قرآن اردو خوان سے تو پوچھو کہ یہ آیت شریف کس بارہ
میں نازل ہوئی - اور کیا اس کا معنے ہے - ارے اس آیت کا شان نزول تو عام تمام لوگ بھی جانتے
ہیں کہ یہ تو جناب امیر کی سخاوت میں نازل ہوئی - جب کہ آپنے رکوع میں سائل کو انگشتری دی تب حق
تعالےٰ نے اس کو بھیجا (اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ
وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ) یعنے تمہارا رفیق وہی اللہ ہے - اور اس کا رسول اور
ایمان والے جو قائم ہیں نماز پر اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ رکوع میں ہیں دیکھو نہ تو اس میں کوئی
خلافت کا ذکر ہے - نہ کہیں امامت کا نام ہے صرف اس میں تو جناب امیر کی سخاوت کا بیان ہے
جو اس نے رکوع میں بھی خدا کی راہ میں زکوٰۃ ادا کی پھر کیوں ناحق اس کو تم نے خلافت کی نظیر
میں تحریر کیا بھلا اس میں جاہلوں کو دھوکا دیا یا قرآن کے معنے بدل کر اپنے ایمان کو رد کیا پس
اس کا جواب اس جا تو اتنا ہی معقول ہے زیادہ لکھنا فضول ہے - اور حدیث مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ
فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ " تو اہل سنت کو بسر چشم منظور مقبول ہے اور حضرت عمر کی مبارک کا بھی مقصود
ہماری کتب میں موجود ہے - جناب امیر کے مولا ہونے کا کس کو عذر و انکار ہے مولا کے معنے ناصر
اور دوست کے ہیں - سو جناب امیر کی دوستی کا تو اہل سنت کو خود دعوےٰ ہے - اگر اپنی عادت
کے موافق کہو کہ مولا بمعنے اولا ہیں - سو آمین اولےٰ ترین ہی سہی مگر ہم کہتے ہیں کہ شیعہ صرف اس

بات کو ثابت کر دیویں کہ اس حدیث میں وہ کونسا لفظ ہے۔ کہ جس سے جناب امیر خلیفہ بلافصل
سمجھے جاتے ہیں۔ وہ تو کہیں ذرا ہم کو بھی دکھلائے نہیں تو پس جھوٹے کو جھوٹا فرمائیے ہاں
اس حدیث سے بزرگی تو جناب امیر کی ثابت ہوتی ہے۔ نہ کہ خلافت سو ایسا تو اور بھی صحابیوں کی
شان میں فضیلتیں عیاں ہیں اس مقام پر ذرا ان کی کچھ اور بھی اس طور ہی ہم واہی تباہی
سناتے ہیں پھر ان سب کی تردید کرے اہل دید صاحب فہیدسے انصاف چاہتے ہیں چنانچہ اُن کی
کتاب مصائب النواصب کی ربعہ چند طائفہ ۸ میں ہے کہ دو مرتبہ جبرائیل رسول علیہ السلام پر
وحی لائے کہ علی کو منصب امامت پر مقرر کرو تو ہر مرتبہ رسول مقبول نے جبرائیل سے انکار کیا کہ اے
جبرائیل حق تعالےٰ خود جانتا ہے میرے صحابیوں کی عداوت کا حال جو علیؓ کے ساتھ رکھتے ہیں میں
ان سے نہایت ڈرتا ہوں کہ کہیں مجتمع ہو کر مجھ کو مار نہ ڈالیں پس میری طرف سے اس امر
کی تعمیل کرنی دشوار ہے۔ جب تیسری مرتبہ جبرائیل خدا کا عتاب لائے تب رسول علیہ السلام
نے غدیر میں جناب امیر کو اپنا خلیفہ کیا اور حق الیقین کے ۴ باب ۶ قسم بیان معراج میں ہے۔
کہ حضرت رسول علیہ السلام کو ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر لے گئے۔ اور ہر مرتبہ حضرت کو واسطے
امامت اور ولایت امیر المومنین و دیگر آئمہ علیہ السلام کے تمام فرائض سے زیادہ تاکید و مبالغہ
کیا۔ اور بھی ان کی کتاب جلاء العیون کے باب اوّل فصل ۷ میں ہے۔ کہ جب ابوبکر غصب
خلافت کی تو جناب امیر نے کہا کہ آیا تجھ کو رسولؐ اللہ نے میری اطاعت کے واسطے حکم نہیں
کیا۔ ابوبکر نے جواب دیا کہ اگر مجھ کو حکم ہوتا تو البتہ میں اطاعت کرتا آپ نے فرمایا کہ چل تو
میرے ساتھ جب مسجد قبا میں پہنچے دیکھا کہ جناب رسول خدا بیٹھے ہوئے ہیں کہا یا رسول اللہ
ابوبکر میری اطاعت سے انکار کرتا ہے۔ کیا آپ نے اس کو میری اطاعت کا حکم نہیں دیا رسول خدا
نے فرمایا کہ اے ابوبکر میں نے تجھ کو مکرر حکم کیا ہے کہ تو امیر المومنین کی اطاعت کر نا ورنہ تیری
خیر نہیں۔ یہ بات حضرت سے سُن کر ابوبکر بہت ڈرا اور وہاں سے اُٹھے پاؤں پھر اثناء راہ میں
عمرؓ سے ملاقات ہوئی عمرؓ نے کہا اے ابوبکر اس وقت تیرا کیا حال ہے ابوبکر نے کہا کہ رسول اللہ نے
ابھی مسجد قبا میں مجھے چنین وچناں فرمایا عمر نے کہا ہلاک ہوں اُمتی جو تجھ کو اپنا ولی بناویں کیا تو
سحر بنی ہاشم سے آگاہ نہیں ہے۔ اور کتاب المعجزات مؤلفہ محمد تقی مجتہد لکھنوی نے تو اس سے
بڑھ کر زیادہ واہی تباہی فرمائی ہے اور بھی اس طور کی تو بہت روایات واہیات مختلفہ کتب
شیعہ میں درج ہیں۔ کہ جن کا کتاب اللہ واحادیث رسول اللہ میں کوئی اثر نہیں ہے۔ یہ ان کے ایسے

کچے دلائل وجھوٹے مسائل ہیں کہ جن کو تو کوئی جاہل مجہول بھی قبول نہیں کرتا اور نہ کسی عاقل کا عقل باور کر سکتا ہے۔ دیکھو ہم ان کے اس ایک ایک لفظ اور فقرے عجیب کی تکذیب کرتے ہیں اوّل جو کہا کہ امامت اور ولایت امیرالمومنین کے لئے جناب باری نے حضرت کو معراج میں ایک سوبیس مرتبہ ہر فرض سے زیادہ تاکید فرمائی **جواب** محض جھوٹ پروردگار کا امر تو ایک ہی بار کا حضرت کافی سمجھتے اور بجا لاتے تھے پھر ایک سوبیس مرتبہ کہنے کی کیا ضرورت اور یہ بھی تعجب کہ قرآن میں تو اس طرح کا کہیں اشارے تک بھی بیان نہ ہو۔ بلکہ ظاہر دنیا میں تو پروردگار نے ہر چہار خلفاء کی نسبت اشارات فرمائے اور مقام معراج میں ایک جناب امیر کے لئے ایسا پوشیدہ کہے کہ جہاں آدمی تو کیا کوئی جن بھی نہ سُنے شاید بقول اس تحریر شیعہ معاذاللہ خدا نے بھی یہ اندیشہ کیا ہو کہ اگر کوئی ظاہر دنیا میں حکم خلافت جناب امیر کے لئے نازل کیا جاوے تو ایسا نہ ہو کہ شیخین خبر پا کر مجھ کو تخت جبروت سے اُتار دیویں یا غضب میں آ کر میرے مکان لاہوت کی کیفیت بگاڑ دیویں نعوذ باللہ من ھذہٖ البھتان دوم کیا جس کام کے واسطے خدا نے حضرت کو ایک سوبیس مرتبہ تاکید مزید فرمائی پھر حضرت اس حکم کی تعمیل نہ کریں بلکہ ہر حکم پروردگار سے انکار کریں کہ اے جبرائیل میں ان سے نہایت ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھ کو مار نہ ڈالیں میری طرف سے اس امر کی تعمیل کرنی دشوار ہے۔ بھلا یہ کس کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ پروردگار کے حکم سے حضرت نے اسی طرح کیوں انکار کیا ہو۔ معاذاللہ آخر بھی جب عتاب کا خطاب آیا تب حدیث مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ کو فرمایا کہ جس سے بھی نہ تو کچھ خلافت کا ذکر ہے۔ نہ امامت کا بیان ہے صرف کلمہ فضیلت کا عیاں ہے۔ بھلا اس طرح کیوں نہ فرمایا کہ اے لوگو میرے بعد بلا فصل میرا خلیفہ اور وصی علی بن ابی طالب ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ایسی سخت تاکید حکم شدید سے تو وصیت بھی کیا حضرت تو فوراً اُسی وقت اپنی حیات میں جناب امیر کو مسند خلافت پر بٹھلا دیتے۔ جیسا کہ آپ نے صدیق اکبر کو امام جماعت بنایا و ہر کس کو دکھلایا۔ تب تو کسی کی بھی کچھ چون وچرا کی بھی حاجت نہ رہتی پس جب آپ ہی نے ایسا نہ کیا تو پھر کسی اور کی بھی کیا شکایت اور صحابہ کا بھی کیا قصور اس طرح تو رسول علیہ السلام ہی معاذاللہ بزعم شیعہ عاصی ہو گئے باوجود اتنی سخت تاکید کے بھی آپ نے جناب امیر کے حقوق ظاہر نہ کئے اور نہ حکم الٰہی کی تعمیل کی حالانکہ آپ پر تبلیغ احکام کی بھی اس طرح فرض تھی قولہ تعالیٰ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (یعنے اے رسول پہنچا دے جو کچھ اتارا گیا تجھ کو تیرے رب کی طرف سے اگر ایسا نہ کرے گا تو گویا تو نے نہ پہنچایا اس کی رسالت کو یعنے اگر تو نے کسی میرے حکم میں

قصور کی تو پھر تو نے کوئی بھی رسالت کا حق ادا نہ کیا اور اللہ نگاہ رکھے گا تجھ کو لوگوں سے اب
کس کے خیال میں آسکتا ہے کہ حضرت نے ایسے حکم خدا اور حق رسالت کو ادا نہ کیا ہو معاذ اللہ یہ
تو جاہل بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر جناب امیر کے وصی اور خلیفہ کرنے کا کوئی حکم جناب باری حضرت
کو فرماتے تو وہ فوراً ہی اسی طرح عمل میں لاتے نہ کہ ایک سو بیس بار تاکید پروردگار کے سامنے
صرف ایک مولا کا لفظ کہہ کر اپنا دامن چھڑاتے نعوذ باللہ منہا اے شیعو جب اس طرح نہ کوئی خلافت
جناب امیر کی نسبت حضرت کا فعل ظہور میں آیا اور نہ ان کے خلیفہ اور وصی ہونے کا حضرت نے کوئی
کلمہ فرمایا تو پس یہ دعوے تمہارا بالکل واہی اور باطل ہوا جو کہا کہ خلافت امیر کے لئے حق تعالےٰ
نے حضرت کو ایک سو بیس مرتبہ مبالغہ کیا۔ سیوم کلینی و ابن بابویہ اور شیخ طوسی وغیرہ معتبرہ و امام
زین العابدین و امام محمد باقر و امام جعفر علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں (کہ شدت مرض میں رسول
علیہ السلام نے حضرت عباس و حضرت امیر کو طلب فرما کر سب مہاجرین و انصار کے روبرو ارشاد کیا
کہ اے عباس میں انتقال کرنے والا ہوں بعد میرے خلافت میری تو قبول کر کہ مجھ کو اس وہم
سے دور کر۔ حضرت عباس نے فرمایا کہ اس بار خلافت کے قابل حضرت امیر ہیں مجھ کو لیاقت اس عہدہ
کی نہیں ہے") دیکھو اگر خلافت جناب امیر کی نصی ہوتی یا حضرت کو ایک سو بیس مرتبہ کی تاکید ہوتی
یا رسول خدا نے ان کو مجمع عام میں غدیر کے دن خلیفہ کر دیا ہوتا تو پھر کیوں انتقال کے وقت
فرماتے کہ کہ اے عباس بعد میرے خلافت میری تو قبول کر۔ اور حضرت عباس کو بھی لیاقت
جتلانی جناب امیر کی کیا ضرورت تھی یہ کیوں نہ فرمایا کہ حضرت ابھی دو اڑھائی ماہ گذرے کہ
غدیر کے دن تو آپ علی کو خلیفہ بنا چکے ہو اور نہ کوئی اہلبیت میں سے بولا کہ آپ نے تو وصی
علی کو فرمایا ہے اب یا تو شیعہ معاذ اللہ جناب رسالت پر ہذیان یا سہواً تجویز کرینگے یا کوئی اور بناوٹ
بناویں گے۔ مگر جو کچھ اس میں فرماویں گے اُتنا ہی ذلت وخواری اُٹھاویں گے پس اس سے صاف
ثابت ہوا کہ حدیث مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ کے یہ معنے نہیں ہیں جو شیعہ بناتے ہیں۔ اور اپنے دل میں
خیالی پلاؤ پکاتے ہیں۔ اور نہ بروز غدیر رسول خدا نے حضرت علیؑ کو اپنا وصی اور خلیفہ بنایا یہ
سراسر شیعوں کا جھوٹ تھا جو نکل آیا چہارم مجالس المؤمنین کی تیسری مجلس حال عمر بن مکتوم
القریشی عامری میں یوں لکھا ہے۔ (کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے چند بار ان کو مدینہ
منورہ میں اپنا خلیفہ مقرر کیا) ذرا دین کے ہمراہ بنظر انصاف دیکھیں کہ اگر جناب امیر
کی خلافت نصی ہوتی تو ہرگز رسول خدا جناب امیر کے سوا اور کو خلیفہ مقرر نہ کرتے۔

پنجم اگر یہ خلافت اجماعی نہیں نصی تھی تو امام حسن علیہ السلام نے بھی کیوں یہ خلافت امیر معاویہ کے سپرد کی اور کس نص کے ذریعہ اس کو دی وہ تو کہیں ہم کو بھی دکھلائے نہیں تو بس جھوٹے دعوے سے باز آیئے ہاں خدا کے قرآن میں اس کا اتنا بیان ہے کہ رب العلمین نے خلفائے اربعہ کی نسبت تو اکثر اشارات بطور پیشین گوئی کے فرمائے ہیں۔ سو وہ اسی طرح ظہور میں آئے جیسا کہ ۱۸ اسیپارے کے ۱۴ پاء میں جناب باری یوں فرماتا ہے " وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ " ترجمہ وعدہ کیا اللہ نے کہ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور کئے نیک کام البتہ پیچھے حاکم کروں گا ان کو زمین میں جیسا حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دوں گا ان کے لئے ان کا دین جو پسند کر دیا ان کے واسطے اور دونگا ان کے ڈر کے بدلے میں امن میری بندگی کرینگے اور شریک نہ کرینگے میرا کسی کو اور جو لوگ ناشکری کرینگے اس سے پیچھے وہ لوگ ہیں نافرمان یعنے میں جن لوگوں میں ایسے خلفائے دین کے راہنما بھیجوں پھر جو اُن سے منکر ہوں اور میری اس بھیجی ہو نعمت کی ناشکری کریں تو وہی لوگ بے فرمان ہیں دیکھو اس آیت شریفہ کے ایک ایک لفظ سے خدا تعالٰے خلفائے اربعہ کی تعریف فرماتا ہے۔ اوّل تو وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ کہ کر ان کے خاص ایمان کی تصدیق کی دوسرا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فرما کر اُنکے نیک عملوں کی شہادت دی تیسرا لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ کا وعدہ تو ایسا پورا کیا کہ اُن کو تمام ملک ہند و سندھ روم اور شام کا خلیفہ اور حاکم کر دیا چوتھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمْ فرما کر ان کا دین بھی ایسا جما یا کہ کتنا ہی مخالفوں نے زور لگایا مگر آج تک تو بفضل خدا بڑھتا ہی چلا آیا پانچواں مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا جو فرمایا وہ بھی اسی طرح کر دکھلایا یعنے خلفائے اربعہ جس قدر ابتدا مصیبتوں اور ایذاؤں میں مبتلا ہوئے تھے ان کے بدلے میں یا ان سے بھی زیادہ ذات الٰہی نے ان کو امن اور شاہی عطا فرمائی چھیواں تو خدا نے ان کے عیب جو بدگو کو بھی منکر بدخواہ کہکر گمراہ فرمایا الحمد للہ کہ خلفائے اربعہ کی خلافت تو نص قرآنی سے بھی ثابت ہو گئی اور بھی اس طرح تو اکثر قرآن میں بہت جگہ بیان ہے کہ جن کو طول کے سبب منقول نہیں کیا۔ خیر اہل ایمان قدر دان کے لئے تو اتنا ہی خدا کا فرمان کافی ہے۔ اور بدگمان کو تو سارا قرآن بھی کفایت نہیں کرتا۔ اب اس کلام الٰہی پر بھی شیعوں کی منہ چڑھائی سنئے جب

اور کچھ بن نہ آیا تو بیچارے تعصب کے مارے کہہ دیتے ہیں کہ اس آیت کے مصداق امام مہدی علیہ السلام ہیں چنانچہ تفسیر صافی میں ہے:۔ (و القیمین نزلت فی القائم من آل محمد وَالمجمع المهدی من اهل البیت انها فی المهدی من آل محمد) ترجمہ صاحب صافی کہتا ہے تفسیر قمیین میں ہے کہ یہ آیت آل محمد یعنے امام مہدی کے بارہ میں نازل ہوئی اور تفسیر مجمع میں اہل بیت سے مروی ہے کہ یہ آل محمد کی مہدی کے باب میں ہے جواب یہ آپ کی جھوٹی نظیر وکچی تقریر ہے۔ کہ جس کو تو کوئی جاہل بھی پذیر نہیں کرتا خیر اس کی بحث تو بہت طویل ہے۔ مگر ہم ان کو اسی آیت سے ذلیل کرتے ہیں ارے اوّل تو وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یہ صیغہ جمع کا ہے جو تین کے اوپر ہوتا ہے۔ ہرگز ہرگز امام واحد پر عائد نہیں ہو سکتا دوسرا حق تعالےٰ یہ وعدہ حاضرین کو فرماتا ہے۔ جو نزول آیت کے وقت موجود تھے اُن کو کہا۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ یعنے خدا وعدہ کرتا ہے تم سے اے لوگو کہ بعضے تم سے جو مومن صالحین ہیں ان کو اپنے رسول کا جانشین و خلیفہ بناؤنگا سو جیسا مؤمنین حاضرین کو وعدہ فرمایا۔ اُسی طرح کر بھی دکھلایا اور اس وقت امام صاحب تو عنقا کی طرح بے جان و بے نشان تھے پھر خدا نے کس سے مخاطب ہو کر وعدہ فرمایا اور کس کو خلیفہ بنایا۔ اور جب امام علیہ السلام اس وقت نابود و عدم موجود تھے تو پس اس آیت کے مصداق سے خارج ہو گئے۔ تیسرا تو اس میں خلفائے کا لفظ بھی کہہ کر خدا نے خود جھگڑا ہی مٹا دیا۔ کیونکہ صدر کلام میں بھی صریح خلفائے کا نام لیا نہ کہ امام کا جیسا لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کہ ہم خلیفہ یعنے حاکم کروں گا اُن کو زمین میں۔ چوتھا اس آیت کے موافق تو ہم پیچھے بھی عرض کر چکے ہیں۔ کہ جب تک سلطنت ظاہری فی الارض حاصل نہ ہو تو ایک وصف باطنی سے تو خلیفہ کہا بھی نہیں جاتا اور امام علیہ السلام تو کسی کو بھی سلطنت ظاہری سے کچھ تعلق و کام نہ تھا۔ ایک جناب امیر کے سوا اسی واسطے تو وہ خلفاء سے مستثنےٰ ہو کر ان کا نام امام ہوا پس امام مہدی علیہ السلام تو کیا اور کوئی بھی آئمۃ الہدےٰ میں سے اس آیت کے مصداق نہ ہوا۔ پانچواں پچھلی حدیث میں بھی دیکھو جو حضرت نے فرمایا کہ میری خلافت کا زمانہ تیس برس ہوگا۔ پھر اس کے پیچھے لوگ متفرق ہو جاویں گے۔ سو وہ تیس برس بھی خلفائے اربعہ کا زمانہ گزر چکا جن کے بعد تو پھر قیامت تک اور کوئی خلیفہ نہ ہوگا۔ اسی واسطے تو پھر ظہور امام مہدی علیہ السلام کے بعد بھی آپ خلیفہ نہ کہلاویں گے تب بھی وہی امام کہے جاویں گے اگر اتنے سے بھی آپ کی تشفی ٹھیک نہ ہوئی۔ ہو تو کسی اور اپنے علماء سے بھی تصدیق کر لو چنانچہ تمہار علامہ شہید ثانی

معالم الاصول کے صفحہ ۶۲ پر فرماتے ہیں (وَمَا وُضِعَ الْخِطَابِ الْمُشَافَهَةِ نَحْوُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ وَيَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَعُمَّ بِصِيْغَةٍ مِنْ تَاَخَّرَ عَنْ زَمَنِ الْخِطَابِ وَ نَمَا يَثْبُتُ حُكْمَهٗ لَهُمْ بِدَلِيْلٍ اٰخَرَ وَهُوَ قَوْلُ اَصْحَابِنَا وَاَكْثَرُ اَهْلِ الْخِلَافِ) یعنے جو الفاظ خطاب شافہۃ کیلئے موضوع ہیں مثل یا ایہا الناس اور یا ایہا الذین اٰمنوا کے اپنے صیغہ کے ساتھ ان کو شامل نہیں ہوتے جو زمانہ خطاب سے پیچھے ہیں اور اس کا حکم ان کے لئے صرف دوسری دلیل سے ثابت ہوتا ہے اور ہمارے اصحاب کا اور اکثر اہل خلاف کا یہی قول ہے دیکھو علامہ صاحب تو صاف صاف کہتے ہیں کہ اس صیغہ کے ساتھ وہ شامل نہیں ہوتے جو زمانہ خطاب سے پیچھے ہیں یعنے جو لوگ نزول آیت کے بعد ہوئے ہیں۔ وہ اس خطاب میں آ نہیں سکتے۔ پس اس بطلان کے واسطے تو اتنا ہی بیان کافی ہے۔ اگر کوئی اس کی زیادہ تردید دیکھنی چاہئے تو کتاب ہدایت الرشید سے دیکھ لے۔ **دعوے دوم ذکر اجماع** شیعہ کہتے ہیں کہ اہل سُنت نے اجماع کر کے اصحاب ثلاثہ کو خود بخود اپنا خلیفہ بنا لیا جو نص کے برخلاف کیا **جواب** ارے وہ نصی دعولے تمہارا تو ہم نے جھوٹا کر دیا پھر کیوں نص کا نام لیا دیکھو اس تمہارے طعن سے بھی ہم تم کو جھٹلاتے اور اجماع کو صحیح بتاتے ہیں اور تو کیا اس کو نص سے بھی ثابت کر دکھلاتے ہیں چنانچہ قَوْلُہٗ تعالےٰ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۵ ترجمہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے کہ جو شخص مخالفت کرے رسول کی بعد ظاہر ہونے ہدایت کے اور تابع ہو بغیر راہ سب مؤمنین کے یعنے جو راہ اجماع کے مخالف چلے تو ہم حوالہ کریں گے اُس کو جس کو اُس نے لیا اور داخل کرینگے جہنم میں اس کو وہ بُرے ٹھکانے میں پہنچا دیکھو رب العالمین سب مؤمنین کی مخالفت کو حرام کرتا ہے۔ اور ان سب کے راہ اور اصلاح پر چلنے کا امر فرماتا ہے۔ پس یہی اجماع ہے کہ جس پر اہل سنت کی بنا ہے۔ اسی واسطے نیک مؤمنیں صالحین سے تو مشورہ کرنا بھی روا ہے سو دیکھو جن کے اجماع اور اصلاح کو تم نہیں مانتے انہیں اصحاب عالیجناب کے ساتھ تو ہمارے حضرت کو بھی مشورہ کرنے کا حکم تھا۔ جیسا ۴ سیپارے کے ۳ یاؤ میں ارحق تعالےٰ فرماتا ہے ” وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ “ یعنے اَے محمد تو ان کے ساتھ مشورہ سے کام کیا کر۔ پس ان صحابہ سے مشورہ کرنا اور ان کی رائے پر چلنا خاص امر الٰہی ہے۔ اور اُن کے مخالف ہونا محض بے دینی و گمراہی ہے۔ اگر اس خدا کے فرمان سے شیعوں کا بدگمان

رفع نہ ہو پھر بھی اجماع کو خطا کہیں تو اس کے ثبوت میں ہم کچھ کلام امیر علیہ السلام کی بھی ارقام کرتے ہیں۔ چنانچہ نہج البلاغت میں آپ فرماتے ہیں (مِنْ اِنَّھَا بِالشُّوْرٰی وَالْبَیْعَۃِ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ کَمَا سَبَقَ خُلَفَاءِ") فرمایا امیر علیہ السلام نے کہ وہ شخص بالتحقیق امام شوری ہے۔ جس کی بیعت مہاجرین وانصار نے کی۔ جیسا آگے کی گئی خلفاء کی یعنے جس شخص کی مہاجر و انصار بیعت کریں وہ تحقیق امام شوری ہے جیسا کہ انہوں نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی اس سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک تو جناب امیر نے اجماع امت کو جائز فرمایا کہا کہ جس کو مہاجرین وانصار اپنا امام بناویں وہی برحق امام ہے۔ دوسرا خلفائے ثلاثہ کا نام بھی لے کر ان کی خلافت کا حق ثابت کر دیا جس سے تمام شیعوں کے بدگمان باطل ہوئے۔ اگر اس سے بھی سیری نہ ہوئی ہو تو اور لو اسی نہج البلاغت میں ہے۔ کہ اپنی خلافت کے زمانہ میں آپ صحابوں کو مخاطب ہو کر اس طرح فرماتے تھے یہ خط طول ہے۔ اس لئے بیاس کے صرف چند الفاظ منقول کرتا ہوں (فَاِنْ تَرَکْتُمُوْنِیْ فَاِنِّیْ کَاَحَدِکُمْ) ترجمہ تم مجھ سے بیعت کرو تو میں امام واجب الاطاعت ہوں اگر بیعت نہ کرو تو پھر میں تم جیسا مقتدی ہوں دیکھو اس میں بھی کہیں نص کا تو ذکر نہ آیا اسی اجماع کو جائز فرمایا۔ کہ جب تم سب نے میری بیعت کی تو میں خلیفہ ہوا اگر اس سے بھی شک رفع نہ کیجئے تو اور لیجئے اسی نہج البلاغت میں جناب امیر فرماتے ہیں۔ (وَالْزَمُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّ یَدَ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ وَاِیَّاکُمْ وَالْفُرْقَۃَ فَاِنَّ الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّیْطَانِ") ترجمہ اور پکڑو تم جماعت کلاں کو۔ بے شک اللہ کا ہاتھ اوپر جماعت کے ہے۔ اور دور ہو تم اُس کی جدائی سے۔ کیونکہ جدا ہونے والا اُن میں سے شیطان کے واسطے ہے۔ اس میں دو فائدے حاصل ہوئے ایک تو جناب امیر نے فرمایا کہ اجماع اُمت کو حق جانو۔ اور اُن کی رائے کو لازم پکڑو۔ کیونکہ اس جماعت کے سر پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

دوسرا الحمد للہ کہ اس جماعت کلاں سے فرقہ اہلسنت جماعت مراد ہوا جس کے لئے فرمایا کہ جو ان سے جدا ہوگا وہ گروہ شیطان سے ہوگا۔ کیوں صاحب جائز اجماع امت کے لئے اس سے اور زیادہ ثبوت کون مضبوط چاہتے ہو۔ اور کیوں اس جماعت کے مخالف ہو کر آپ کو ساتھی شیطان کا بناتے ہو۔ اگر اتنی تلقین سے بھی آپ کی پوری تسکین نہ ہوئی ہو تو ذرا اسی نہج البلاغت کا ایک وہ خط بھی دیکھ لو جو حضرت امیرؓ نے امیر معاویہ کو لکھا۔

اس کی یہ عبارت ہے۔ (اما بعد فان بیعتی لزمتک یا معاویۃ و انت بالشام لانہ یابیعتنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علی ھم علیہ فلم یکن لشاھد ان یختار الا للغائب ان یراد انما الشوری للمھاجرین و الانصار اذا اجتمعوا علی رجل و سموہ اماما کان ذالک اللہ رضی) جناب امیر نے فرمایا کہ میری بیعت تجھ کو لازم ہو گئی اے معاویہ درحالیکہ تو شام میں ہے۔ کیونکہ مجھ سے اُن لوگوں نے بیعت کی ہے اس امر پر جنہوں نے جس امر پر ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ سے بیعت کی تھی تو اب نہ حاضر کو کچھ اختیار ہے۔ اور نہ غائب رد کر سکتا ہے پس شورہ معتبر حق مہاجرین و انصار کا ہے پس اگر وہ جمع ہو کر ایک شخص کو امام مقرر کریں تو ہوتا ہے وہ شخص اللہ کے نزدیک بھی مرضی و پسندیدہ یعنے جس کو مہاجر و انصار اپنا خلیفہ مقرر کریں۔ تو اللہ و رسول کی جناب میں بھی وہی مقبول ہے۔ پس اس امام کے کلام نے تو تمام جھگڑا ہی مٹا دیا اور اجماع کو ایسا ثابت کیا کہ اب کسی کی چون چرا کی بھی کچھ حاجت باقی نہیں رہی۔ دیکھو اگر خلافت جناب کی منصوص بہ نص ہوتی تو پھر کیوں جناب امیر نے اُس نص خدا۔ یا نص مصطفےٰ کو اس جگہ پیش نہ کیا اور کیوں شوریٰ مہاجر و انصار کی حجّت سے امیر معاویہ کو الزام دے گیا۔ اجماع کا زیادہ اعتبار تھا۔ یا نص خدا کا اب فرمائیے وہ آپ کی نص کہاں گئی کہ جس کا آپ دعوے کرتے تھے اس میں تو وہی اجماع امت ثابت ہوا۔ کہ جس کے ہمیشہ آپ کو خارِ بے شمار چبتے ہیں۔ الحمد للہ کہ اس طعن اجماع سے بھی خدا نے اُن کو پشیمان کیا۔ **دعوئے سیوم۔ خلافت کو خلفائے ثلاثہ کا جبراً چھین لینا۔** شیعہ کہتے ہیں کہ خلافت حق جناب امیرؑ کا تھا۔ اصحاب ثلاثہ جبراً چھین کر خلافت نشین ہو گئے۔ **جواب** اس عقیدے خراب سے بھی ہم ان کو بمعہ ثبوت چند دلیل دے کر ذلیل کرتے ہیں۔ **دلیل اوّل** ہم کہتے ہیں کہ باعقائد شیعہ نبوت و امامت کا ایک ہی اصول اور ایک ہی معمول ہے۔ یعنے اول محمدؐ و آخر مہدی تک ایک ہی نور و کل امور کا ایک ہی دستور ہے صرف اسم نبوّت اور نزول وحی کا فرق ہے۔ جیسا قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین میں لکھتے ہیں۔ (زیرآنکہ امام قائم مقام نبی است در جمیع امور مگر در اسم نبوّت و نزول وحی۔) پس جب نبوّت اور امامت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ایک ہی وجود اور ایک ہی مقصود ہے تو دیکھو جب مسلمہ کذاب وغیرہ نے نبوّت کا جھوٹا دعوٰی کیا تو خدا نے اسی وقت اُن سب کو جھوٹا اور ہلاک کر دیا۔ یا جیسا تمام آئمہ علیہ السلام کی اولاد نے بھی ایک دوسرے کے ساتھ امامت کا دعوی کیا تھا۔ تو جن کا حق امامت تھا وہی امام رہے۔ باقی سب کے سب جھوٹے ہو گئے تو پس اگر خلفائے ثلاثہ

بھی اپنی خلافت کا حق نہ رکھتے تھے اور جھوٹا دعوے کیا تھا تو پھر کیوں یہ بھی مسلمہ کذاب وغیرہ
کی طرح جھوٹے و خراب نہ ہوئے تعجب ہے کہ نبوت کے ناحق دعوے کرنے والے بھی ہلاک و
خراب ہوئے اور امامت کے جھوٹے دعویدار بھی خجل و خوار ہوئے تو کیا دلیل کہ اصحاب ثلاثہ اُن
کی طرح ذلیل نہ ہوئے۔ اُلٹا ان سب کے برعکس اپنے دعوے میں کامیاب ہوئے بلکہ حق تعالے نے
تو ان کا درجہ اعلےٰ کیا دیکھو خدا نے تو ان کو خلافت بھی ایسی عطا کی کہ آج تک تو مشرق تا مغرب
تک بڑھتی چلی گئی۔ پس اس نظیر دلپذیر سے بھی خلفائے ثلاثہ کی خلافت حقہ ثابت ہوگئی۔
دلیل دوم یہ مذکور تو عام مشہور ہے۔ کہ عہد خلافت صدیق اکبر میں خولہ بنت جعفر غنیمت میں
آئی۔ جناب امیر نے ان کو اپنی خدمت کے واسطے قبول فرمایا۔ حضرت محمد بن الحنفیہ اُن کے
شکم سے پیدا ہوئے۔ اور بھی یہ قصہ تو تمام کتب فریقین میں ارقام ہے۔ کہ جب ملک فارس
حضرت عمرؓ کی خلافت میں فتح ہوا تو بہت مال غنیمت اسباب وغیرہ مسلمانوں کے ہاتھ آیا جس
میں سے حسب دستور عام اہل بیت علیہ السلام نے بھی اپنا حصہ لیا ازانجملہ سہ دختران یزد
شاہ عراق کی بھی تھیں ایک کا نام مہربانو دوسری کا نام ماہ بانو تیسری کا نام حضرت شہربانو تھا۔
حضرت عمرؓ نے ہنگام تقسیم غنیمت مہربانو و ماہ بانو محمد بن ابوبکر و اپنے صاحب زادے کے حوالہ
کیں اور حضرت شہربانو امام حسین علیہ السلام کو دیں۔ اس قصہ کا تو سب شیعہ بھی اقرار فرماتے ہیں
لیکن جب اہل سنت یہ نظیر دکھلاتے ہیں تو پھر چند باتیں بنا کر اپنا پوچ چھپاتے ہیں۔ بعضے
کہتے ہیں کہ یہ فتح بمشورہ جناب امیر سے ہوئی۔ اس لئے وہ لینے کے مستحق تھے۔ اور بعضوں
کا قول ہے کہ حضرت شہربانو نے خود مختار ہو کر نواسے رسول کو قبول کیا۔ اور صاحب
معیار الہدے نے کہا کہ قرعہ ڈالنے سے شہربانو امام حسین علیہ السلام کے عقد میں آئیں یہ
سب اُن کی ایسی کلام بیہودہ مردود ہے۔ کہ جس سے جاہل کو بھی خود بخود سُن کر ہنسی آتی ہے۔ ارے
نہ مشورہ دینے سے کوئی حقدار ہو سکتا ہے نہ کوئی گرفتار کبھی مختار ہو سکتا ہے۔ بھلا فاروق اعظم
کب اس کو خلاف شرع مختار ہونے دیتے تھے۔ اور قرعہ ڈال کر مال غنیمت کا تقسیم کرنا بھی کب
خدا کا فرمان ہے۔ اور کہاں حضرت نے بھی ایسا کیا نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْہَا۔ یہ واہی تباہی انہوں
نے اس واسطے بنائی کہ کہیں خلفائے ثلاثہ اور اہل بیت کی آپس میں نیک نیتی و رضامندی
ثابت نہ ہو جائے مگر اس جا ہماری یہ منشا نہیں ہے ہم پوچھتے ہیں کہ اگر یہ خلافت ثلاثہ
کا حق نہ تھا انہوں نے بقول تمہارے جبراً غصب کر لیا تھا پھر تو اُن کا سب کچھ جہاد وغیرہ بھی

نہ روا ہوا اور نہ مال غنیمت بھی حلال ہوا تو پھر کیوں امامین شریفین نے معاذ اللہ اُس مال ناجائز
میں تصرف بے جا فرمایا اور اپنے قبضہ میں لائے تو حضرت شہربانو کی شادی کا بھی کیا نتیجہ نکلا۔
کچھ شرم بھی آتا ہے۔یا نہیں۔کیوں اصحاب ثلاثہ کو غاصب وغیرہ کہ کر اہل بیت رسول اللہ کی
ہتک کرتے ہو۔اور کیوں ان کی دشمنی میں آل رسول کے دشمن ہو کر اپنا بُرا چاہتے ہو۔غرض
جب ان کی خلافت میں تمام مال غنیمت کا حصہ بھی اہل بیت علیہ السّلام لیتے اور اپنے صرف میں لاتے
تھے۔تو پس اثبات خلافت خلفائے ثلاثہ کے واسطے عقلاء کے نزدیک تو اتنی ہی تصدیق
کافی ہے۔ **دلیل سویم** اگر خلافت بلافصل حق جناب امیر کا ہوتا تو آپ کیوں اپنے حق لینے
سے انکار کرتے اور کیوں اپنا حق نہ لیتے چنانچہ اس مقصود کے واسطے بھی خطبہ نہج البلاغت
میں موجود ہے۔ (لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ خَاطِبَہُ الْعَبَّاسُ رَحْمَۃُ اللّٰہِ
اَبُوْسُفْیَانَ بْنُ حَرْبٍ فِیْ اِنْ یُّبَایِعَا لَہٗ بِالْخِلَافَۃِ اَیُّھَا النَّاسُ شُقُّوْا اَمْوَاجَ الْفِتَنِ بِسُفُنِ
النَّجَاۃِ وَعَرِّجُوْا عَنْ طَرِیْقِ الْمُنَافَرَۃِ وَضَعُوْا تِیْجَانَ الْمُفَاخَرَۃِ اَفْلَحَ مَنْ نَّھَضَ بِجَنَاحٍ
اَوِ اسْتَسْلَمَ فَاَرَاحَ مَاءٌ اٰجِنٌ وَلُقْمَۃٌ یَّغَصُّ بِھَا اٰکِلُھَا کَالزَّارِعِ بِغَیْرِ اَرْضِہٖ
فَاِنْ اَقُلْ یَقُوْلُوْا حَرِصَ عَلَی الْمُلْکِ وَاِنْ اَسْکُتْ یَقُوْلُوْا اَجْزَعَ مِنَ الْمَوْتِ ھَیْھَاتَ
بَعْدَ اللَّتَیَّا وَالَّتِیْ کَیْفَ اَجْزَعُ مِنَ الْمَوْتِ وَاللّٰہِ لَاَابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اٰنَسُ بِالْمَوْتِ مِنَ
الطِّفْلِ بِثَدْیِ اُمِّہٖ بَلْ اِنْدَمَجْتُ عَلٰی مَکْنُوْنِ عِلْمٍ لَوْ بُحْتُ بِہٖ لَاضْطَرَبْتُمْ اِضْطِرَابَ
الْاَرْشِیَۃِ فِی الطَّوِیِّ الْبَعِیْدَۃِ) انتہٰی میں اس خطبہ کا ترجمہ مع شرح لکھتا ہوں" ہنگام
رسول علیہ السلام کے وقت حضرت عباس اور ابوسفیان نے آپ سے آپ کی بیعت کی درخواست
کی (یعنے غسل دینے رسول علیہ السلام کے وقت حضرت عباس اور ابوسفیان نے کہا کہ اے
علی تو اپنا ہاتھ دراز کر ہم تم سے بیعت کر لیویں کیونکہ جب عم رسول نے تیری بیعت قبول کر لی
تو پیچھے لوگوں میں حجت نہ رہے گی) تو ارشاد فرمایا کہ اے لوگو فتنوں کی موجوں کو نجات کی کشتیوں سے بناؤ
اور آپس میں فتنے ڈالنے کے رستہ سے بچو۔اور باہمی فخر کرنے کے تاجوں کو اتار رکھو یعنے خلافت کا لینا جو
ناحق طور پر ہوگا اس میں فتنے اور فساد قائم ہونگے اور آپس کی نفرت کا باعث ہوگا اس سے بچو اور
اپنے فتور پر مغرور نہ ہو (جو شخص قوت اور بازو کے ساتھ اُٹھا اُس نے فلاح پائی یا مطیع ہو گیا تو اُس نے
اپنے آپ کو راحت میں رکھا) یعنے جو شخص قوت الٰہی و طاقت اجماعی سے اٹھا اُس نے فلاح پائی یا اشارہ صدیق
اکبر کی طرف کیا کہ یہ شخص با مرضی خدا و شورہ اجماع سے اس مرتبہ کو پہنچا دوسرا جو اس کا مطیع ہو گیا اُس نے

اپنے آپ کو راحت میں رکھا۔ یہ کنایہ آپ کی طرف فرمایا کہ میں نے بحکم الٰہی اُن کی متابعت میں راحت پائی) اس کی مثال مکدر پانی کی ہے۔ اور اس لقمہ کی ہے جو کھانے والے کے گلے میں پھنسے"۔ (جو اس خلافت کا ناحق طالب ہو اس کو یہ کانٹوں کی طرح گلے میں پھنسے گی)" (پھل کا چننے والا خامی کے وقت ایسا ہے جیسا بغیر زمین کے بونے والا) (یعنے آپ کو آپ کو معلوم تھا کہ ابھی تک میری خلافت کا وقت نہیں پہنچا اس لئے کہا کہ کچے پھل توڑنے والے کی طرح اب اس کا دعوے کرنا بے سود ہے۔) اگر میں بولوں تو کہیں گے کہ بادشاہی کی حرص کی اور اگر سکوت کروں تو کہیں گے موت سے ڈر گیا۔ (یعنے نہ بادشاہی کی حرص ہے نہ موت کا ڈر ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ابھی میری خلافت کا وقت نہیں آیا (بعید ہے) یعنے تمہارا مطلب مجھ سے بعید ہے۔ جو تمہاری غرض ہے وہ اب پوری نہیں ہوتی) ان سب کے بعد کیونکر موت سے میں بے صبری کروں قسم خدا کی ابن ابی طالب اس بچے کی بہ نسبت جو اپنی اں کے پستانوں کی رغبت کرتا ہے موت کے ساتھ زیادہ مانوس ہے۔ بلکہ میں ایسا پوشیدہ علم کا واقف ہوں اگر اُن کو ظاہر کروں تو تم بے قرار ہو جاؤ اور لرزنے لگو۔ جیسے رسیاں گہرے کنوئیں میں۔ یعنے میں بچہ شیر خورہ کی طرح موت کا زیادہ مانوس ہوں اور احوال قیامت کا مجھ پر منکشف ہے۔ اور ناحق فساد کی سختیاں جو مجھ کو معلوم ہیں اور حقوق کھونے والوں کی بدحالیاں جو میں جانتا ہوں۔ اگر وہ میں ظاہر کر دوں تو تم سب لوگ مضطرب ہو جاؤ اور ڈرنے لگو تو پھر کبھی ایسے فتنے فساد کی باتیں نہ کروگے پس اس امام کے کلام نے تو سب جھگڑا ہی تمام کر دیا دیکھو کیا کیا مثالیں دے کر آپ نے حضرت صدیق کی خلافت کو بھی تصدیق کیا۔ اور آپ نے بھی اس سے قطع انکار کر کے اُن کو صاف جواب دیا کہا کہ اب خلافت میرا حق نہیں ہے تم جاؤ اس فتنہ اُٹھانے سے باز آؤ۔ غرض اس کے نہ لینے اور انکار کرنے سے بھی خلافت خلفائے ثلاثہ کا حق ثابت ہو گئی۔

دلیل چہارم۔ فرض کیا اور مان لیا کہ خلفائے ثلاثہ نے جناب امیر کی خلافت جبراً غصب کر کے چھین تو لی۔ مگر پھر آپ نے ان کی متابعت کیوں کی اور کیوں اُن غاصب وغیرہ کی بیعت قبول کرلی اس مقام پر شیعہ دو جواب ارقام کرتے ہیں۔ اوّل تو عام تمام کی یہ کلام ہے کہ چھ ماہ تو جناب امیر نے ابوبکر صدیق کی بیعت قبول نہیں کی۔ **جواب** چھ ماہ ہی سہی مگر تب بھی تو بیعت کی اور یہ بھی کوئی حکم نہیں کہ چھ ماہ کے بعد غاصب اور فاسق کی بیعت کرنی جائز ہے۔ معاذ اللہ ارے یا تو اس چھ ماہ کو بھی چھوڑ دو یا خلفائے ثلاثہ کو غاصب وغیرہ کہنے سے منہ موڑ دو ورنہ اتنے

اقرار سے بھی تمہاری تو مٹی خراب ہوتی ہے۔ خیر اس کی تکذیب تو عنقریب ہو گی مگر ہم کو اس چھ ماہ سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک تو جناب امیر کو جو شیعہ اس میں تقیہ کی تہمت لگاتے ہیں اس سے بھی خود بخود جھوٹے ہوئے۔ کیونکہ اگر جناب امیر تقیہ کرتے تو پہلے ہی دن کیوں نہ کیا اور کیوں چھ مہینے تک اس کے ثواب سے محروم رہے پس اس میں تقیہ مردود بالکل نابود ہؤا۔ دوسرا جو کہتے ہیں کہ جناب امیر کو حضرت کی وصیت تھی کہ میرے پیچھے آپ صبر میں رہنا۔ کسی سے مقابلہ نہ کرنا کہ جس کا ذکر تو آگے آوے گا۔ لیکن اس چھ ماہ میں تو وہ صبر کی افواہ بھی ان کی جھوٹی ہوئی۔ کیونکہ اگر صبر کی وصیت ہوتی تو آپ نے پہلے دن کیوں صبر نہ کیا اور کیوں چھ مہینے اُس حضرت کی وصیت کو بھلا دیا۔ کیا وصیت بجا لانے کا معنٰے ہے۔ اور صبر بھی اسی کو کہتے ہیں۔ کیوں ایسی باتیں بناتے ہو کہ جن سے امام معصوم کو بھی الزام لگاتے ہو۔ دویم کہتے ہیں کہ جناب امیر نے خوشی سے بیعت نہیں کی مجبور ہو کر خلفائے ثلاثہ کی بیعت منظور کی تھی چنانچہ حق الیقین و حملہ حیدری اور اجماع وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب جناب امیر نے ابو بکر صدیق کی بیعت سے انکار کیا تو عمرؓ نے آپ کی گردن میں رسی ڈال کر گھسیٹتے ہوئے ابو بکر کے پاس لائے چنانچہ۔ **ابیات**

بدست عمرؓ بود یک ریسماں	دگر در کفِ خالد پہلواں
نگندند در گردن شیر نر	کشیدند اورا بر بو بکر

بھلا اس سے بھی ہتک جناب امیر کے سوا تمہارا کیا مدعا نکلا ارے کسی کی کیا طاقت اور مجال کہ اس طرح جناب مرتضٰے شیر خدا قوت لافتاح کے سامنے کوئی چون وچرا کر سکے یا بے ادب ہو سکے معاذ اللہ کیوں ایسے رہبر دین امیر المؤمنین کی توہین کر کے آپ بے دین ہوتے ہو یہی تو ان کذاب کی عادت خراب ہے کہ جب کسی کو بڑھاتے ہیں۔ تو یہاں تک بڑھاتے ہیں کہ اس حد اعتدال سے نکال دیتے ہیں اور گراتے ہیں تو یہاں تک گراتے ہیں کہ اس کو وجود سے بھی نابود کر دکھلاتے ہیں کبھی تو یہ حضرات جناب امیر کو عرش بریں پر بٹھلا دیتے ہیں۔ اور کبھی تحت الثریٰ میں گرا دیتے ہیں۔ نہ خدا کا خوف نہ رسول کا لحاظ نہ آنکھ میں شرم نہ ایمان کا پاس اے شیعو دیکھو اس سے بھی ہم تم کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اس سب تمہاری تار پود کو بھی نابود بناتے ہیں۔ کیونکہ جناب امیر کا خلفائے ثلاثہ سے بیعت کرنا تو ہم بخوشی خود ثابت کر دکھلاتے ہیں چنانچہ آپ کے امام ابو الفرج اپنی کتاب اغانی میں یہ روایت لکھتے ہیں کہ جب حضرت صدیق خلیفہ ہوئے۔ تو ابو سفیان بن حرب نے جناب امیر کے پاس آکر

اس کی شکایت کی اور آپ نے اس کو یہ جواب دیا۔ (عَنْ اَبِی الْاَبْجِیْرِ الْاَکْبَرِ قَالَ جَاءَ اَبُوْ سُفْیَانَ عَلِی بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ یَا اَبُو الْحَسَنِ مَا بَالَ هٰذَا الْاَمْرِ فِی اَضْعَفِ قُرَیْشٍ وَ اَقَلِّهَا فَوَاللّٰهِ اِنْ شِئْتَ لَاَمْلَأَ اِنَّهَا عَلَیْهِمْ خَلَا وَ رَجُلًا فَقَالَ عَلِیّ بْن اَبِی طَالِبٍ طَالَ مَا عَادِیْتَ اللّٰهَ وَرَسُوْلِهٖ وَالْمُسْلِمِیْنَ فَمَا ضَرَّهُمْ ذَالِكَ شَیْئًا اِنَّا وَجَدْنَا اَبَا بَکْرٍ لَهَا اَهْلًا) ترجمہ الابجیر اکبر سے مروی ہے۔ کہا کہ ابو سفیان علی بن ابی طالب کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوالحسن امر خلافت کا کیا حال ہے کہ قریش میں سے ضعیف اور قلیل ترین میں ہے خدا کی قسم اگر تو چاہے تو میں میدان کو سوار اور پیادوں سے بھر دوں علی بن ابی طالب نے فرمایا کہ تو ہمیشہ اللہ اور رسول کا اور مومنوں کا دشمن رہا اس نے اس کو کچھ نقصان نہ پہنچایا یعنے خلافت لینے میں اس پر کوئی نقص نہیں ہے میں نے ابو بکر کو خلافت کے لئے لائق پایا اس سے اتنے فائدے حاصل ہوئے ایک تو خود جناب امیر نے صدیق اکبر کی شکایت کرنے والے کو خدا و رسول کا دشمن بنایا۔ دوسرا حضرت صدیق کو مومن مسلمان فرمایا جیسا کہا کہ تو ہمیشہ مسلمانوں کا دشمن رہا تیسرا آپ کی بیعت کو بھی ایسا تسلیم کیا کہ اُن کے دشمن بدخواہ کو بھی گمراہ وغیرہ کہہ کر فرمایا کہ میں نے اس کو خلافت کے لئے لائق پایا پس اُن کی خلافت کا تسلیم کرنا اور اُس کو حق کہنا بیعت کے یہی معنے ہیں۔ اگر اس سے سیری نہ ہوئی ہو تو اور لو دیکھو نہج البلاغت میں بھی یہ قول فیصل جناب امیر کا منقول ہے۔ (فَنَظَرْتُ فِیْ اَمْرِیْ فَاِذَا اَطَاعَتِیْ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ وَاِذَا الْمِیْثَاقُ عُنُقِیْ) ترجمہ فرمایا یا امام علی علیہ السلام نے کہ پس نظر کی میں نے اپنے کام میں پس اُس وقت اطاعت کی میں نے یعنے جب میں نے اپنی خلافت کا زمانہ دور دیکھا تو اس وقت میں نے اُن کی بیعت کی کہ تحقیق سبقت کی میری بیعت پر لینے مجھ سے پیشتر یہ خلیفہ ہوئے اور میری گردن میں عہد و پیمان سرور عالم کا تھا یعنے مجھ سے رسولِ خدا نے اس امر کا اقرار لے لیا کہ جب یہ خلیفہ ہوں اور ان کی لوگ بیعت کریں تو تم بھی ان کی بیعت کرنا۔ پس ان سے بیعت کرنا بھی جناب امیر کا ثابت ہو گیا۔ اور ان کی خلافت کو بھی آپ نے بخوشی خود تسلیم کر لیا۔ اور بھی شیعوں کی معتبر تواریخ روضۃ الصفا میں ہے۔ کہ بعضوں نے حضرت عمرؓ کی بیعت پر کچھ جھگڑا کیا تھا تو جناب امیر نے فرمایا کہ اگر سوائے عمرؓ کے کوئی دوسرا خلیفہ ہوگا تو میں اس کی ہرگز بیعت نہ کروں گا۔ دیکھو جناب امیرؓ نے تو حضرت عمرؓ

کی بھی خلافت ہر سے پہلے تسلیم کی اور بیعت کر لی اور بھی نہج البلاغت میں دیکھو کہ جب حضرت
عثمان کے وقت بھی بعضوں نے جناب امیر سے عرض کی کہ اس مرتبہ بھی آپ خلیفہ نہ ہوئے تب
بھی جناب امیر نے شاد ہو کر فرمایا (لَقَدْ عَلِمْتُمْ اِنِّیْ اَحَقُّ بِهَا عَنْ غَیْرِیْ وَاللّٰہِ
لَاُسْلِمُ مَا سَلِمَتْ اُمُوْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ) یعنے فرمایا امیر علیہ السلام کہ تم لوگ خوب جانتے ہو
کہ میں خلافت کے واسطے لائق تر ہوں غیر اپنے سے بخدا سوگند میں سونپتا ہوں اس چیز کو یعنی
خلافت کو تاکہ سلامتی قائم رہے ایمان والوں میں دیکھو اس عبارت سے بھی صاف ظاہر ہے
کہ جناب امیر نے خوشی سے حضرت عثمان کی بیعت قبول کی۔ اور تمام کام مسلمانوں کے اس
کے سپرد کئے تاکہ ایمان والوں میں امن رہے۔ یہ اس واسطے فرمایا آپ جانتے تھے کہ اگر میری
خلافت میں فتنہ اور فساد ہونگے۔ اور اہل اسلام پر طرح طرح کے صدمے پہنچیں گے۔ علے
ہٰذا القیاس جب اسی طرح جناب امیر کا یکے بعد دیگرے خلفائے ثلاثہ سے بیعت کرنا ثابت ہو چکا
اور رضامند ہو کر سب کی بیعت پسند کی تو پس ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ اگر وہ غاصب وغیرہ
ہوتے جیسا کہ تم کہتے ہو۔ تو کیوں جناب امیر ان کی بیعت کرتے گو خلافت تو انہوں نے لے لی
مگر آپ نے بیعت ان کی کیوں کی۔ حالانکہ تمہارے مرثیوں میں بھی یہ عام تقیہ کلام ہے کہ فاسق
کی بیعت حرام ہے اسی واسطے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی اپنا مقتول ہونا قبول
کیا۔ مگر اُس فاسق مجہول کی بیعت قبول نہ کی۔ یہانتک کہ آپ نے تقیہ کی بات بھی نہ سنی یا جیسا
امام مسلم بن عقیل اور امام زین العابدین علیہ السلام نے تمام کوفہ اور شام کی مصیبت اُٹھائی
لیکن یزید پلید کی بیعت ہرگز منظور نہ فرمائی۔ تو اگر اسی طرح خلفائے ثلاثہ بھی معاذ اللہ فاسق و
غاصب وغیرہ ہوتے تو کیوں امام علی علیہ السلام اُن متابعت اور بیعت کرتے۔ پس اس سے صاف
معلوم ہؤا کہ نہ وہ فاسق وغیرہ تھے۔ نہ انہوں نے غصب خلافت کی یہ صرف شیعوں کی جوڑبندی
تھی جو خدا نے جھوٹی کر دی ورنہ ان کی بیعت کبھی آپ نہ کرتے۔ اے شیعو جب آپ نے اُن کی
ان کی متابعت اور بیعت کی تو پھر خلفائے ثلاثہ کی خلافت حق ہونے میں کونسی بات باقی رہی۔
منہ کے لغویات یا کوئی اور بھی بات ہے۔ **دلیل پنجم**۔ جب جناب امیر کی خلافت خلفائے ثلاثہ
نے جبراً چھین لی تھی تو کیوں آپ نے ان کے ساتھ مقابلہ نہ کیا اور کیوں اُس تلوار ذوالفقار کو میان
سے باہر نہ نکالا کہ جس نے جبرائیل کے پر کاٹے تھے اور جس نے جعفر جنی کے دو ٹکڑے کئے۔
وہ کس دن کے لئے تھی۔ اور وہ شجاعت اور مردانگی جو بدر و حنین میں کفّار کو دکھلائی اور وہ

قوت جو جنگ خیبر میں ظاہر فرمائی کس روز کے واسطے رکھ چھوڑی تھی- ارے وہ علی ابن ابی طالب اسد اللہ الغالب علی کل غالب کہ جس کی ہانک سے کفار تھر تھراویں اور جن کے نام سے تمام ملک روم اور شام لرزاں کھاویں- اور جس کی صورت سے شجاعان عرب ڈرجاویں پھر کس کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اُس شیر خدا قوت لافتا کا حق دشمن چھین لیویں اور آپ کچھ بھی چون وچرانہ فرماویں- معاذ اللہ پس نہ آپ کا ان سے مقابلہ کرنا- اور نہ اپنے حق کا اُن پر دعویدار ہونا یہی ان کی خلافت کا ثبوت مضبوط ہے- اس میں شیعہ چند طرح کی باتیں بناتے ہیں- اور رنگ رنگ کے گیت گاتے ہیں- بعضے کہتے ہیں کہ جناب امیر اصحاب ثلاثہ سے مقابلہ کرنے کے مستعد ہوئے تھے لیکن کسی مسلمان نے آپ کو امداد نہ دی- اس واسطے کچھ چون وچرانہ کی- چنانچہ حق الیقین کے ۵ باب ۶ فصل میں ہے (کہ جب ابوبکرؓ صدیق نے غصب خلافت کی- تو اُس وقت جناب امیر نے حضرت زہرؓا کو دراز گوش پر سوار کرکے ایک ہاتھ میں حضرت امام حسنؓ کا ہاتھ اور دوسرے ہاتھ میں حسین کا ہاتھ پکڑ کر در بدر پھرتے اور ہر گھر بنی ہاشم انصار و مہاجرین میں جاکر طلب یاری کرتے تھے- صبح کو سوائے چار آدمیوں کے کہ وہ سلمان وابوذر و مقداد و عمار تھے باقی کوئی بھی گھر سے باہر نہ نکلا) اور مجلس المومنین کی ۲ مجلس میں ہے- (عیاذاً باللہ کہ تمام بنی ہاشم واصحاب مرتد شد الا سہ نفر کہ آن ابوذر ومقداد وسلمان بودند وعمار در تردد بود) ارے بھلا تو جب تین چار صحابہ کے سوائے باقی کل مرتدین بدیقین ہوگئے تھے تو پھر جناب امیر بھی کیونکر امیر المؤمنین کہے گئے- بھلا اس طرح وہ امیر المؤمنین کے ہوئے یا کہ معاذ اللہ مرتدین کے دیکھو- ان کی دانائی حکمت ابن سبائی کہ نہ تو انھوں نے کسی حضرت کے اصحاب کو بُرا کہنے سے خالی چھوڑا نہ اہل بیت رسول اللہ کی ہتک و بے حرمتی سے منہ موڑا- اے شیعو دیکھو اس سے بھی ہم تم کو جھٹلاتے اور کاذب بناتے ہیں- چنانچہ تمہاری جلاء العیون کے پہلے باب فصل ۵ میں ہے (کہ جب امیر المؤمنین نے حضرت رسول خدا کو قبر میں اُتارا تو رسول اللہ نے فرشتوں سے سفارش کی کہ تم کبھی امیر المؤمنین کو پیٹھ نہ دینا ہر حال میں اُن کے مددگار رہنا فرشتوں نے بھی اقرار واثق کیا کہ ہم جناب امیر کی ہمیشہ خدمت گزاری اور خیر خواہی کریں گے- وہ ہمارے صاحب وپیشوا اور امام ہیں بعد آپ کے ہم برابر ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرینگے اور ان کے دکھ درد میں شریک ہوا کریں گے- اگرچہ بعد اس کے وہ ہم کو نہ دیکھیں گے اور نہ ہمارے آواز سنیں گے)

کیوں صاحب مسلمانوں نے تو امداد نہ دی نگران فرشتوں نے بھی کیوں آپ کی مدد نہ کی
اور کیوں وعدہ خلافی کی اور کیوں حضرت کے ارشاد کی تعمیل نہ کی۔ ہاں یا تو فرشتے بھی توبہ
توبہ مثل شیر خدا کے اصحاب رسول صلعم سے ڈرتے تھے۔ کہ کسی فرشتہ کا حوصلہ نہ پڑا۔ جو
حضرت امیر کی مدد کرتا اور آپ کو خلافت پر بٹھا دیتا۔ ایسے صریح افترا سے تو معاذ اللہ فرشتے
بھی معصوم نہ ٹھیرے۔ کیونکہ معصوم وعدہ خلاف نہیں ہوتے۔ اور شیعوں کی کتابوں سے ہم
بارہ ہزار اصحاب تو ایسے مومن مخلص ثابت کر چکے ہیں۔ کہ جن میں نہ کوئی قدریہ تھا نہ جبریہ۔
نہ کوئی خارجی نہ معتزلی تھا اور نہ کوئی دین میں رائے کو دخل دینے والا تھا۔ تو ہم پوچھتے ہیں۔
کہ اس وقت یہ حضرات کہاں تشریف رکھتے تھے۔ اور انہوں نے بھی کیوں جناب امیر کی امداد
نہ کی۔ کیوں ایسے جھوٹے افترے بناتے ہو اور اپنا ایمان گنواتے ہو۔ دیکھو ایسا کام بدنام
تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی نہ کیا کہ اس سخت مصیبت کے وقت بھی آپ نے
ذات الٰہی کے سوا کسی غیر سے مدد نہ چاہی۔ پھر کس کے خیال میں آسکتا ہے۔ کہ جناب امیر طمع
خلافت کے واسطے اتنے حیلے بناتے تھے۔ کہ اپنے شرم بتول بنت رسول کو بازاروں میں پھراتے
اور ہر گھر میں لے جا کر لوگوں سے امداد چاہتے تھے۔ استغفر اللہ و نعوذ باللہ اب اس بہتان
سے بھی ہم تم کو پشیمان کرتے ہیں۔ اول تو عنقریب اس کی تکذیب ہو چکی ہے کہ جناب امیر
تو خود خلافت لینے سے انکار فرماتے تھے۔ اور اس سے اپنی بیزاری چاہتے تھے۔ اگر اس
سے شک رفع نہ ہؤا ہو۔ تو اور لو دیکھو اسی نہج البلاغت میں ہے کہ شہادت حضرت عثمان
کے بعد جب مسلمانوں نے چاہا کہ جناب امیر خلیفہ ہوں تب بھی آپ نے فرمایا۔ کہ اے مسلمانو
میں وزارت کے قابل ہوں۔ بہتر ہے جو تم مجھ کو کسی دوسرے خلیفہ کا وزیر کرو۔ وہ
قول یہ ہے۔ (اَنَا لَکُمْ وَزِیْرًا خَیْرًا لَکُمْ مِنِّیْ اَمِیْرًا) ترجمہ یعنے میں تمہارے واسطے
وزیر ہوں۔ بہتر اس سے ہے کہ امیر ہوں اور بھی اسی نہج البلاغت میں ہے۔ (وَاللّٰہِ مَا
کُنْتُ لِیْ فِی الْخِلَافَۃِ رَغْبَۃً وَّلَا فِی الْوِلَایَۃِ اِرْبَۃً وَلٰکِنَّکُمْ دَعَوْتُمُوْنِیْ اِلَیْھَا وَحَمَلْتُمُوْنِیْ
عَلَیْھَا) ترجمہ جناب امیر نے فرمایا قسم ہے خدا کی خود تو مجھ کو خلافت کی خواہش نہیں ہے۔
اور نہ ولایت کی حاجت لیکن تم مسلمانوں نے مجھ کو خلافت کی طرف بلایا۔ اور خلافت پر بٹھلایا
دیکھو جب اسی طرح جناب امیر خلافت سے نفرت چاہتے قسمیہ فرماتے کہ مجھ کو تو خلافت
کی کچھ خواہش نہیں ہے۔ تو پھر کیونکر عقل سلیم تسلیم کر سکے کہ آپ ضرور خلافت کا طمع

کرکے خاتون قیامت علیہ الرحمت کو میلا بنا کر ہر گھر در بدر پھرے ہونگے۔معاذ اللہ ایسا تو گمان ہی کرنا مسلمان کو حرام ہے۔ہاں یہ تو ان دشمنوں کا کام ہے۔جو اس طرح اہل بیت رسول اللہ کی ہتک کرکے لوگوں کو سناتے پھر آپ کو پاک مومن اور محب اہل بیت کہلاتے ہیں۔پس جب علمائے شیعہ نے دیکھا کہ اس بیان سے تو ہم کو الٹا پشیمان ہونا پڑا تو پھر ایک اور مضمون تراشا۔کہا کہ جناب امیر نے خلافت کا دعوے اس ڈر سے نہ کیا کہ شاید لوگ مجھ کو قبول نہ کریں۔اور ظاہری اسلام کو چھوڑ دیں۔چنانچہ صاحب بہار النوار نے یہ حدیث کلینی سے نقل کی ہے یہاں قولہ (عَلَیْہِ السَّلَامِ من ان یرتدوعن السلام ای عَنْ ظَاھِرِہٖ وَالتَّکَلُّمَ بالشہادتین فابقاءھم علی ظاھر کان صلاحاالامۃ لیکون لھم اولادھم طریق الی قبول الحقؒ والا اللہ خول فی الایمان فی کہروہ الْاَزْمَانِ) امام جعفر علیہ السّلام نے فرمایا کہ جناب امیر نے دعوے خلافت کا اس خوف سے نہ کیا۔کہ ایسا نہ ہو کہ اصحاب اس کو قبول نہ کریں اور اسلام چھوڑ دیں اور مرتد ہوجاویں۔اس لئے ان کا اسلام ظاہری پر قائم رکھنا امت کے حق میں بہتر تھا۔کہ شاید وہ یا ان کی اولاد میں سے کوئی حق قبول کرے۔اور کسی آئندہ زمانہ میں مومن ہوجاویں۔دیکھو اس کلام سے بھی ظاہر جناب امیر کو الازم آتا ہے۔خیر آپ نے تو خلافت کا دعوے نہ کیا۔لیکن اتنا تو کہہ دیتے کہ اے لوگو تم ان کی متابعت نہ کرو اگرچہ کوئی قبول کرتا یا نہ کرتا۔آپ سے حجت تو رفع ہوجاتی پس اس طرح تو ابتداء سے امتِ مصطفٰےؐ میں غلطی کی بنا تو بقول تمہارے جناب مرتضٰے ہی نے قائم کی کہ جب پہلے آپ ہی نے حق خلافت کا دعوے نہ کیا اور نہ کسی کو اُن کی متابعت سے روکا بلکہ آپ بھی اُن کی بیعت کرلی۔تو پھر امت رسول کا نام کیوں بدنام کرتے ہو۔وہ بیچارے تو جناب امیر کی چال پر چلے اور وہ اب تک بھی اسی طرح چلے جاتے اور چلے جاویں گے۔پھر آپ کی بہار النوار نے کس کو شرمسار کیا۔باقی رہا وہ خوف کہ لوگ ظاہری اسلام نہ چھوڑ دیویں۔سو جس اسلام کی معاذ اللہ غلطی پہ بنا ہے۔اس کا تو چھوڑ دینا بھی فرضاً روا تھا۔اور یہ بھی نہیں کہ اسلام ہی سے مومن ہو سکتے ہیں۔جب مومنوں سے کافر اور کافروں سے مومن ہوتے چلے آئے۔تو پھر اس ظاہری اسلام چھوڑنے سے کیا خوف تھا۔اور جنگ جمل وسفین وغیرہ میں بھی

جناب امیر نے یہ تدبیر کیوں نہ فرمائی کہ جہاں طرفین فریقین سے ہزارہا مسلمان اہل ایمان عمار وغیرہ جیسے اصحاب کبار شہید ہوئے کیا وہ ظاہری اسلام پر نہ تھے۔ یا پیچھے اُن کی اولاد سے بھی کسی مومن ہونے کی امید نہ تھی بھلا کیوں آپ نے اہل جمل وغیرہ سے جنگ کی اور اصحاب ثلاثہ کی بیعت پسند کی۔ اے حضرات یہ وہی بات ہے جو ہم کہتے ہیں۔ کہ اُس وقت خلافت آپ کا حق نہ تھا۔ تبھی تو کچھ چون وچرا نہ کی۔ چپ چاپ ہو کر خلفائے ثلاثہ کی بیعت قبول کر لی اور جب آپ کی خلافت کا زمانہ آیا تو پھر دیکھو کس زور شور سے آپ نے امیر معاویہ کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور اپنا حق تلف ہونے نہ دیا پس قدر دان تو اسی ہی بیان سے سچ اور جھوٹ پہچان سکتے ہیں۔ جب شیعوں نے دیکھا کہ اس بات سے بھی نجات تو نہ ملی تب ایک اور رنگ وڈھنگ نکالا۔ کہا کہ جناب امیر کو حضرت نے صبر کی وصیت فرمائی تھی۔ اس واسطے خلفائے ثلاثہ سے مقابلہ نہ کیا۔ چنانچہ حق الیقین کے مسئلہ خامس میں یہ حدیث منقول ہے" (کانوا فی ھذا السکوت مراعین لما وصی بہ النبی علیا من الصبر وعدم محاربۃ الثلثۃ ایفاءً فی ذالک علی المسلمین المضعفین وحفظ الدین") یعنے تمام بنی ہاشم اس اس بارے میں رعایت سکوت کی کرتے تھے۔ اس لئے کہ رسول خدا نے حضرت علی کو وصیت صبر اور نہ کرنے جنگ خلفائے ثلاثہ کے ساتھ کی تھی۔ خاص واسطے وفاداری اوپر حال مسلمانان ضعیف وحفاظت دین کی۔ اس سے بھی تین فائدے حاصل ہوئے۔ ایک تو شیعہ جو تہمت کرتے ہیں کہ جناب امیر حضرت زہرا کو ہمراہ لے کر برائے لینے امداد ہر گھر مسلمانوں میں پھرے اس سے بھی خود بخود جھوٹے ہوئے۔ کیونکہ اس روایت سے بھی صاف ظاہر ہے۔ کہ اس بارے میں تو جناب امیر وتمام بنی ہاشم سکوت میں تھے۔ ہرگز اپنے ناموس کو کسی صاحب نے برباد نہیں کیا۔ اور نہ ہی کسی کے در پر گئے نہ کسی کے گھر پھرے۔ یہی تو مزہ ہے کہ اُن کا ایک دعویٰ دوسرے کو خود جھوٹا کرتا ہے۔ دوسرا اگر خلافت حق خلفائے ثلاثہ کا نہ ہوتا تو کیوں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جناب امیر کو کیوں ان کے مقابلہ کرنے سے روکتے۔ اور کیوں ان کو اپنے حق لینے سے منع کرتے۔ تیسرا اگر خلافت حق خلفائے ثلاثہ کا نہ ہوتا۔ تو کیوں حضرت ان کی خلافت میں دین مسلمانوں کی حفاظت اور امن فرماتے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ رسول خدا نے کیوں ایسی حدیث فرمائی کہ جس سے جناب امیر بالکل اپنے ورثہ سے محروم ہو گئے۔ تعجب تو یہ آتا ہے۔ کہ پیغمبر خدا

نے استحقاق نبوت پر تو اس قدر کوشش کی کہ اگرچہ کفار آپ کو قسم قسم کا رنج اور طرح
طرح کا آزار پہنچاتے تب بھی آپ اظہار دین حق دعوے رسالت سے باز نہیں رہتے تھے۔ تو
کیونکر عقل میں آسکے کہ اپنے وصی کو صبر کی وصیت کی ہو اور اپنے حق لینے سے اُن کو منع کردیا
ہو معاذ اللہ اور بھی اگر جناب امیر کو اس طرح حضرت کی وصیت ہوتی تو کیوں آپ ادنے ادنے
باتوں سے خلفائے ثلاثہ کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے۔ اور کیوں ان کے قتل کرنے کو مستعد ہو
جاتے تھے۔ یہ سب بات لغویات بھی کتب شیعہ میں درج ہے۔ جیسا کہ تمہاری کتاب عماد الاسلام
میں ہے۔ کہ ایک روز حضرت عباسؓ کے پرنالہ کا پانی حضرت عمر کے کپڑوں پر گرا۔ انہوں نے
اُس کو اکھاڑ دیا۔ اور حکم دیا کہ اگر کوئی پھر اس کو لگائیگا۔ تو میں اس کی گردن مارونگا۔ حضرت
عباسؓ نے حضرت علیؓ کے پاس جاکر شکایت کی اور اپنی مصیبت سنائی۔ انہوں نے فرمایا کہ تم
اپنے گھر آرام سے بیٹھو۔ دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔ وہو ہذا ثم نادی یا قنبر علی بذی
الفقار فتقلد ثم خرج الی المسجد والناس حوله وقال یا قنبر معد ودو
المیزاب الی مکانه فصعد قنبر خرده الی موقعه قال علی وحق صاحب هذا
القبر والمنبر لئن قلعه قالع لاضربن عنقه وعنق الامر له بذالك
ولاصلبنهما فی الشمس حتی ینفد فبلغ ذالك عمر بن الخطاب فنهض
ودخل المسجد ونظر الی المیزاب وهو فی موقعه فقال لا یغضب احد
بالحسن فیما فعله ونکفر عنه عن الیمین فلما کان من الغداة مضی علی
بن ابی طالب عمه العباس فقال له کیف اصبحت یا عم قال نعم ثم ما دمت
لی یا ابن اخی فقال له یا عم طب نفسك وقر علینا فواللّٰه لو خصمنی اهل
الارض فی المیزاب لخصمتهم ثم لقتلت هم بحول اللّٰه وقوته" ترجمہ
جناب امیر نے پھر قنبر کو پکارا کہ ذوالفقار لے آ اس کو حائل کیا پھر مسجد کی طرف آئے لوگ
آپ کے گرداگرد تھے۔ اور کہا اے قنبر چڑھ اور پرنالہ اپنی جگہ پر لگا۔ قنبر چڑھ گیا اور
اس کو اسی جگہ لگادیا۔ علی نے کہا اس ممبر والے کے حق کی قسم اگر کسی نے اس کو اکھاڑا
تو میں اس کے حکم کرنے والے کی گردن مارونگا۔ اور اس کو دھوپ میں سولی چڑھاؤنگا
یہاں تک کہ تمام ہو جائے۔ یہ خبر عمر بن خطاب کو پہنچی تو اُٹھا اور مسجد میں آیا اور پرنالہ
کو اس جگہ دیکھا۔ کہا کہ کوئی شخص علی کو اس کے کام میں غصہ نہ دلائے ہم اپنی قسم کا کفارہ

دے لینگے۔ دوسرے دن فجر کو علی اپنے چچا عباس کے پاس گئے اور پوچھا اے چچا کیا حال ہے۔ کہا اے بھتیجے جب تک تو میرا ہے عمدہ گزرتی ہے۔ فرمایا اے چچا خوش رہو اور ٹھنڈی آنکھیں رکھ خدا کی قسم اگر پرنالہ کے معاملہ میں تمام زمین والے مجھ سے جھگڑیں گے تو میں غالب آؤنگا۔ پھر ان کو قتل کروں گا بحول اللہ و قوتہ۔" دیکھو اگر جناب امیر کو حضرت کی وصیت ہوتی اور خلفائے ثلاثہ سے مقابلہ کرنا منع ہوتا۔ تو آپ اس معاملہ میں کیوں اس طرح کرتے۔ اور کیوں قسمیہ فرماتے کہ اگر کسی نے اس کو اکھاڑا تو میں اس کو اور اس کے حکم کرنے والے کی گردن مارونگا اگر کوئی اس وقت سامنے بھی ہوتا۔ اور چون و چرا کرتا تو آپ ضرور اسی طرح کر دکھلاتے اور اپنی قسم کو پورا فرماتے پھر وہ حضرت کی وصیت کہاں گئے اور صبر کا بھی کیا معنے۔ ذرا دین صراف بہ نظر انصاف دیکھیں۔ کہ جب ایک خفیف بات پرنالہ کی نسبت جناب امیر اس قدر غصہ وغضب میں آگئے کہ قنبر سے ذالفقار کو منگوایا۔ اور اپنے سامنے کھڑے پرنالہ نصب کرایا۔ باوجودیکہ حضرت عمرؓ اس وقت خلیفہ اور بادشاہ بھی تھے۔ تب بھی آپ ان سے نہ ڈرے۔ اور ان کے قتل کرنے پر مستعد ہو گئے۔ تو پھر کیونکر عقل قبول کرے کہ ایسے شیر خدا مولا مرتضےٰ غصب خلافت کے وقت خلفاء ثلاثہ سے ڈر کر سکوت کر گئے ہوں۔ معاذ اللہ یا پیغمبر خدا نے بھی ان کو صبر کی وصیت کی ہو۔ کیونکہ اگر واقعی حضرت نے وصیت کی ہوتی تو اس موقعہ میں جناب امیر کیوں اس وصیت کو بھول جاتے۔ اور کیوں ذوالفقار لے کر باہر آتے۔ یا کیوں قسم اٹھا کر فرماتے۔ کہ میں اس کو قتل کرونگا۔ پس اس سے تو صاف معلوم ہوا کہ نہ حضرت کی اس طرح کوئی وصیت تھی۔ نہ آپ اُن سے ڈرتے تھے۔ اور بھی اس طور کی تو ان کی بہت روایتیں ہیں۔ جو ذرہ ذرہ بات سے آپ اصحاب ثلاثہ پر غصے و غضب میں آجاتے تھے کہ ہن کو فضول سمجھ کر منقول نہیں کیا۔ کیوں صاحب جنگ جمل اور سفین پر بھی وہ آپ کو حضرت کی تلقین یاد نہ رہی تھی۔ اُس وقت بھی اس صبر و سکوت کی وصیت کو بھول گئے تھے۔ کہ جہاں بے شمار اصحاب کبار مارے گئے تو پھر جناب امیر کو آپ نسیان کا بہتان لگاؤ گے یا معاذ اللہ حضرت کا بے فرمان کہو گے۔ کیوں وہ باتیں بناتے ہو کہ جن سے امام حق کو الزام لگاتے ہو اور اس تمہاری روایت سے تو یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ جناب امیر سے ڈرتے تھے۔ اگر ڈرتے نہ ہوتے تو کیوں وہ چپ چاپ ہو جاتے اور کیوں اس پرنالہ کو اکھاڑ نہ دیتے پس جب بقول تمہارے حضرت عمرؓ کا جناب امیرؓ سے ڈر جانا ثابت ہوا۔ تو پھر جبر و غصب خلافت کرنے کا کیا

معنے ہوا - کیونکر جو شخص جس سے ڈرتا ہے - وہ اس کا حق کب غصب کر سکتا ہے - دیکھو
اس طرح کی تو ہم ایک دو اور بھی ان کی وہ روایتیں لکھتے ہیں - کہ جن کو یہ ہمیشہ اپنے گھروں
ہیں بیٹھ کر پڑھتے اور اپنا دل خوش کر لیا کرتے ہیں - چنانچہ ان کے قطب الدین راوندی صاحب
نے خرائج وجرائح ہیں یہ روایت بڑی دھوم دھام سے ارقام کی ہے - (منتہا مارد ہم)
عن سلیمان الفارسی قال ان علیا بلغہ عن عمر ذکر شیعتہ فاستقبلہ فی بعض
طرق بساتین المدینۃ وفی ید علی قوس فقال یا عمر بلغنی عنک ذکر شیعتی
فقال اربع علی ضلعک فقال انک لھاعنہا ثم رمی بالقوس علی الارض
فاذا ھو ثعبان کالبصر فاغرا فاہ وقد اقبل نحو عمر لیتلبعہ فصاح عمر اللہ
اللہ یا ابا الحسن لاعوت بعدھا فی شیئ وجعل یتضرع الیہ فضرب
بیدہ الی ثعبان فعادت القوس کما کانت فمضی عمر الی بیتہ مرعوبہ قال
قال سلمان فلما کان اللیل دعانی علی فقال مر الی عمر فانہ حمل الیہ من ناحیۃ
المشرق فصرقۃ علی من ھو لھم ولا نحبہ فافضمک قال سلمان فمضیت الیہ
وادیت الیہ الرسالۃ فقال الخبرنی امر صاحبک من این علم بہ فقلت
وھل یخفی علیہ مثل ھذا وقال یا سلمان اقبل منی ما اقول لک ما علی
الاساحر وانی لمشفق منہ والصواب ان تفارقہ وتعد فی جملتنا فقلت
بلئی ما قلت لکن علی ورث من اسرار النبوت ما قدرایت منہ
وعندہ اکثر مما رایت منہ قال ارجع الیہ فقل لہ السمع والطاعۃ لامرک
فرجعت الی علی فقال احدثک ماجری بین کما فقلت انت اعلم بہ منی
فتکلم بکل ماجری بنلینا ثم قال رعب الثعبان فی قلبہ الی ان یموت
انتہٰے بلفظہ) ترجمہ منجملہ معجزات جناب امیر کے ہے جو سلمان فارسی سے مروی ہے - کہا
کہ علی کو خبر پہنچی کہ عمر آپ کے شیعوں کا ذکر کرتا ہے - مدینہ کے باغوں کے رستوں ہیں عمر
آپ کے سامنے آگیا - اور علی کے ہاتھ ہیں کمان تھی فرمایا اے عمر میرے شیعہ کے تذکرے
کی تجھ سے مجھ کو خبر پہنچی ہے - اس نے کہا ذرا اپنی کجی پر نرمی کر علی نے فرمایا ہاں تو
یہاں ہے - اور اپنی کمان کو زمین پر پھینکدیا - اچانک وہ ایک اژدہا ہو گئی اور منہ کھول
کر عمر کی طرف اس کے نگلنے کے واسطے متوجہ ہوئی - عمر چلایا کہ برائے خدا اے ابوالحسن ہیں

پھر کبھی کسی امر میں ایسا نہ کرونگا۔ اور عاجزی کرنے لگا آپ نے اژدہا پر ہاتھ مارا۔ تو وہ جیسی
پہلے کمان تھی ویسی ہی ہو گئی۔ عمرؓ اپنے گھر خوف زدہ چلا گیا سلمان نے کہا جب رات ہوئی۔ اور
امیر المؤمنین نے مجھ کو بلا کر فرمایا۔ کہ عمر کے پاس جا مشرق کی جانب سے اس کے پاس مال آیا ہے
اور کسی کو اس کی خبر نہیں ہے۔ اور اس کا قصد ہے کہ وہ مال روک رکھیں پس اس کو کہو کہ علی
تجھ کو کہتا ہے۔ کہ جو مال مشرق کی طرف سے تیرے پاس آیا ہے اس کو نکال اور مستحقوں پر بانٹ دے اور
روک مت ورنہ میں تجھ کو فضیحت کرونگا۔ سلمان کہتا ہے کہ میں اس کے پاس گیا۔ اور پیغام پہنچایا۔
عمرؓ نے کہا کہ مجھ کو اپنے یار کے امر کی خبر دے کہ اس نے اس کو کہاں سے جانا۔ میں نے کہا اُس سے
باتیں مخفی رہ سکتی ہیں۔ پھر کہا اے سلمان جو میں تجھ سے کہتا ہوں مان لے علی صرف جادوگر ہے۔
اور میں اس سے ڈرتا ہوں اور بہتر یہ ہے کہ تو بھی اُس سے جدا ہو جاوے اور ہم میں شمار کیا
جاوے۔ میں نے کہا تو نے بیجا کہا اگر علی نبوت کے اسرار کا واقف ہوا ہے۔ جو تو دیکھ چکا
ہے۔ اور اُس کے پاس جو تو نے دیکھا ہے۔ اس سے بھی زیادہ ہے۔ اس نے کہا تو اس کے
پاس واپس جا اور کہو کہ تیرے حکم کا میں مطیع ہوا پھر میں علی کے پاس گیا۔ اس نے کہا جو تمہارے
باہم باتیں ہوئی ہیں۔ میں تجھ سے بیان کروں میں نے کہا آپ اُن کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں پھر
ہماری سب باتیں بتلا دیں۔ پھر فرمایا کہ مرنے تک اژدہا کی دہشت اُس کے دل میں رہیگی فقط
علی ہذا القیاس اور بھی اس طور کے تو بہت کچھ انہوں نے اپنے گھر کے جوڑ بنائے ہوئے ہیں۔
جو طول کے سبب منقول نہیں کئے جیسا ملا باقر مجلسی نے بھی حیات القلوب میں ایک روایت
طول نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عمر فاروق کے دل میں خوف و ہیبت شاہ مردان کی
اس قدر رہتی تھی کہ اُس کو دیکھتے ہی بدن میں لرزہ آجاتا اور کانپنے لگتے تھے۔ پھر کب قیاس
میں آسکتا ہے۔ کہ جن کا صرف دیکھنے ہی سے یہ حال ہو جاتا تھا کہ تمام بدن کانپنے لگتا تھا۔ تو وہ
کیونکر اس کا حق غصب کر سکتے تھے۔ ہم حیران ہیں کہ شیعہ کبھی تو حضرت علی کو ایسا شیر دلیر بنا
دیتے ہیں۔ کہ ذرا ذرا سی بات پر اُن کا قتل و قتال پر مستعد ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اور کبھی
اس کو ایسا عاجز و ذلیل بے چارہ کر دیتے ہیں۔ کہ بڑے بڑے معاملات میں اُن کو صابر و شاکر
کہتے ہیں۔ کبھی تو حضرت عمران کی گردن میں رسی ڈال کر گھسیٹتے تھے اور کبھی دیکھتے ہی خوف
کے مارے کانپنے لگ جاتے تھے نہ تو اس میں کسی کا عقل پہنچ سکتا ہے نہ کچھ سمجھ میں آتا ہے
کہ یہ کوئی طلسمات ہے یا کوئی اور بات ہے مگر ہم یہ پوچھتے ہیں کہ جناب امیر کو اپنے حق غصب

ہونے کے وقت کیا حضرت عباس کے میزاب جیسا رنج بھی نہ آیا۔ اور آپ نے شیعوں کی شکایت جیسا جوش طبع نہ فرمایا۔ کہ نہ تو اس وقت کسی کو علم لدنی کا کوئی معجزہ دکھلایا نہ قنبر وغیرہ سے ذوالفقار ہی منگوا کر ان کو دھمکایا۔ اور بھی نہ ان کو کمان اژدہا بنا کر ڈرایا کہ جس خوف سے حضرت عمرؓ اپنی سوت تک ڈرتے گئے۔ اگر غصب خلافت کے وقت بھی آپ ایسا کوئی معجزہ دکھلاتے اور ان کو ڈراتے دھمکاتے تو کیا خلفائے ثلاثہ اس وقت ڈر نہ جاتے اور غصب کرنے سے باز نہ آتے اے شیعو جب اس طرح کی جناب امیر نے اس وقت کوئی بھی چون وچرا نہیں کی اور چپ چاپ ہو کر خلفائے ثلاثہ کی خود بیعت قبول کر لی تھی۔ تو پس اس میں صرف خوشی و رضامندی کے سوا اور کوئی وجہ نہ تھی باقی جو آپ کے طعن بدگمان ہیں۔ وہ سب کے سب جھوٹ اور بہتان ہیں۔ کہ جن سے تو محض توہین امیر المؤمنین اور ہتک کے سواء اور کوئی مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ تعجب تو یہ آتا ہے اور قسمیہ کہا جاتا ہے۔ کہ جہانتک ان کا مناظرہ دیکھا گیا۔ سوا زبان درازی نکتہ بازی کے ایک بھی کوئی آیت یا حدیث صریح تو خلفائے ثلاثہ کے نقص ایمان میں نہیں دیکھی اور ہم نے تو اسی بحث خلافت میں قریباً پچاس دلیلیں مع نص وحدیث بقول آئمہ علیہ السلام کے ارقام کی ہیں۔ کہ جن سے تو خلفائے ثلاثہ کا شان اور حق خلافت کا بیان بھی ثابت ہو گیا باوجود اتنے ثبوت مضبوط کے بھی نہ تو یہ مناظرہ سے پشیمان ہوتے ہیں۔ نہ کوئی ان کو آیت اثر کرتی ہے۔ نہ کہیں حدیث سے تاثیر ہوتی ہے اور بھی نہ ان کو کسی امام کے فرمان پر ایمان آتا ہے۔ نہ کچھ اُن کو خدا کا خوف ہی سمجھاتا ہے۔ کہ اے کمبختو اس خدا ورسول کے کلام کو ذرا غور کر کے سمجھو اور سوچو تو سہی کہ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ اور تم کیا کہتے ہو۔ پروا ہے ندارد اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر آن شیطان ان کے دل کو اطمینان کر دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ کچھ خدا اور رسول کا خوف نہ کرو یہ تو سب جھوٹ ہے۔ اس سے مت ڈرو ہرگز اُس اپنے عقیدے سے نہ پھرو ان سب گفتار کے سامنے تو صرف ہمارا ایک انکار ہی کافی ہے۔ پس اس شیطانی گمان پر اطمینان کر کے یہ ہر ایک بات نص وحدیثات کو کو جھٹلاتے اور ہمچو ما دیگرے نیست کہے جاتے ہیں ہے ہرگز نہ ہوئے معز سخن سے آگاہ ،، لا حول ولا قوۃ الا باللہ ؛ پس خلافت خلفائے ثلاثہ کی تو ایسے ثبوت کو پہنچ گئے۔ کہ اب کسی اور ثبوت دینے کی بھی کچھ حاجت باقی نہیں رہی عقلی اور نقلی دونوں ثبوت دے کر ہم اپنا دعوے مضبوط کر چکے ہیں۔ لیکن کچھ ان کی وہ حدیثیں بھی ہم لکھنا چاہتے ہیں جو تمام آئمہ علیہ السلام خود

اپنی زبان معجز بیان سے بھی خلفائے ثلاثہ شان بیان کر کے اُن کی خلافت کو صحیح اور حق فرماتے ہیں۔ چنانچہ پہلے تو آپ کی صافی شرح کلینی کافی کی کتاب العقل بالبدع والرائیں دیکھو
(اِنَّ نَبِیَّنَا صلعم خَرَجَ عَنِ الدُّنْیَا وَکَانَ دِیْنُهٗ تَمَامًا وَاِلَّا یَلْزِمُهٗ اَنْ یَکُوْنَ الْاُمَّةِ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی عُذْرًا وَکَذَا فِی وَقْتِ الْخُلَفَاءِ) یعنی رسول علیہ السلام دنیا سے رحلت فرما گئے۔ اس وقت کہ دین آپ کا تمام ہو چکا تھا ورنہ لازم آتا اُمت کے واسطے نزدیک خداتعالےٰ کے عذر ہونا اور ایسا ہی زمانہ خلفائے کا تھا۔ دیکھو تمہارے صاحب کلینی فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت نے دنیا سے رحلت فرمائی تو دین تمام ہو چکا تھا۔ پھر خلفاء کے زمانہ میں بھی وہ دین اسی طرح مستقیم رہا جیسا کہ حضرت کے زمانہ میں تھا اور لیجئے ذرا نہج البلاغت کا بھی کچھ ملاحظہ کیجئے کہ خود جناب امیر بھی حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کو کیسا تصدیق فرماتے ہیں۔ (للہ بلاد فلان لقد قوم الاود وداوی العمد واقام السنۃ و خلف البدعت ذھب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرھا ادی للہ طاعۃ واتقاہ بحقہٖ) ترجمہ خدا انعام کرے فلاں یعنے ابوبکر پہ کہ جس نے کجی کو سیدھا کیا جس نے امراض نفسانیہ کی دوا کی جس نے پیغمبر کی سنت کو قائم کیا۔ اور بدعت کو دور کیا اور گیا اس دنیا سے پاک دامن کم عیب خلافت کی خوبی پائی اس کے فساد سے پہلے رحلت فرمائی خدا کی اطاعت کو اچھی طرح ادا کیا اور موافق حق کے پرہیزگاری کو پورا کیا ذرا اس کا ایک ایک لفظ غور کر کے دیکھو کہ جناب امیر کیا کیا حضرت صدیق کا شان بیان کر کے ان کی خلافت کو تصدیق کرتے ہیں۔ اور کس طرح اگلے خاتمہ بالخیر کی بھی شہادت دیتے ہیں۔ اگر کسی کو شک ہو تو پھر ساتویں شہادت کی بحث میں اس کی صحت کا ملاحظہ کر لو۔ اور بھی جیسا کتاب اغیانی میں امام صفہانی نے کہا ہے۔ کہ جب حضرت صدیق خلیفہ ہوئے تو ابوسفیان نے اس کی شکایت جناب امیر کے پاس کی تو آپ نے اس کو یہ جواب فرمایا (فَقَالَ عَلِیُّ ابْنِ اَبِی طَالِب اَبَدًا مَاعَادَیْتَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ وَالْمُسْلِمِیْنَ فَمَا ضرہٗ ھُمْ ذَالِکَ شَیْئًا اِنَّا وَجَدْنَا اَبَابَکْرٍ لَھَا اَھْلًا) یعنے اس کو جناب امیر نے فرمایا کہ تو ہمیشہ اللہ کا اور رسول کا اور مومنوں کا دشمن رہا۔ اُس نے اُن کو کچھ نقصان نہ پہنچایا یعنے خلافت لینے میں اُس پر کوئی نقص نہیں ہے۔ ہم نے ابوبکر کو خلافت کیلئے لائق پایا۔ دیکھو جناب امیر تو حضرت صدیق کے عیب جو بد گو کو بھی خدا و رسول کا دشمن بناتے

ہیں۔ اور اُن کو خلافت کے لئے بھی لائق اور فائق فرماتے ہیں۔ اگر اتنی تلقین سے بھی تسکین نہ ہوئی ہو تو اور لو ذرا اسی نہج البلاغت کے شارح ابن میثم کی بھی بات سنئے کہ جسکا اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ (اَمَّا بعد وفان بیعتی لزمتک یا معاویۃ وانت بالشام لانہ بایعنی علی امیر القوم الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب) فرمایا جناب امیر نے کہ میری بیعت تجھ کو لازم ہوگئی اے معاویہ درحالیکہ تو شام میں ہے۔ اس واسطے کہ مجھ سے ان لوگوں نے اس امر پر بیعت کی ہے کہ جنہوں نے جس امر پر ابو بکر و عمر و عثمان سے بیعت کی تھی۔ تو اب نہ حاضر کو کچھ عذر ہے۔ اور نہ غائب رد کر سکتا ہے۔ دیکھو اس سے اور زیادہ ثبوت کون مضبوط ہے۔ کہ جناب امیر بھی جن کی خلافت کی نظیر دے کر اپنی خلافت کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور بھی اپنی جیسی خلافت اُن کی فرماتے ہیں۔ تو پھر تم کیوں بدگمان ہو کر اپنا ایمان گنواتے ہو۔ اگر پھر بھی نہیں کہو تو ذرا جناب امیر کے اس خطبہ کو بھی دیکھ لو جس کو تمہارے علامہ کمال الدین بحرانی صاحب شرح کبیر میں اس طرح لکھتے ہیں۔ (کَمَا زَعَمْتَ اَنَّ ناصح اللہ والرسول خلیفۃ الصِّدِّیق وخلیفۃ الفاروق لعمری اِنَّہٗ کان شانہما فی الاسلام العظیما دانَّ المصابۃ بہما لجرح فی الاسلام شدید ارحمہما اللہ وجزاہما اللہ باحسن مَا عَمِلَا) جناب امیر نے فرمایا کہ اے معاویہ تو نے گمان کیا کہ خدا و رسول کا خیر خواہ خلیفہ صدیق تھا اور دوسرا فاروق اعظم اور میری جان کی قسم کہ ان دونوں کا مرتبہ اسلام میں بہت ہی بڑا ہے اور تحقیق واقعہ ان کی وفات کا بہت ہی سخت حادثہ اسلام میں ہے۔ کہ کہ اللہ تعالےٰ ان دونوں پر رحمت کرے اور اُن کے نیک عملوں کی ان کو جزائے نیک دیوے کیوں صاحب آپ تو ایک خلافت کو روتے پھرتے ہو۔ دیکھو جناب امیر تو خلفائے ثلاثہ کو قیامت کے دن بھی رحمت الٰہی کا مستحق بناتے ہیں۔ اور ان کا درجہ تمام امت نبی علیہ السلام سے بڑھاتے ہیں۔ اور بھی اسی طور تو تمام آئمہ علیہ السلام اُن کے فضائل فرماتے اور اُن کی خلافت کو صحیح بناتے ہیں۔ پھر ہم تمہارا کہا مانیں یا آئمہ علیہ السلام کے فرمان کو سچ جانیں جیسا کہ احقاق الحق میں امام صادق علیہ السلام بھی ابو بکر صدیق و عمر فاروق کے حق میں یوں فرماتے ہیں۔ ھُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَیْہِ فَعَلَیْہِمَا رحمۃ اللہ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ) یعنے امام صاحب فرماتے ہیں کہ دونوں امام تھے عادل اور انصاف کرنیوالے

دونوں حق پر تھے اور مرے حق پر دونوں پر ہو رحمت خدا کی قیامت کے دن اب
کون مسلمان ہے جو ایسے فرمان آئمہ علیہ السلام کے سُن کر پھر کچھ بھی خلافت خلفائے ثلاثہ
پر بدگمان ہو یا اُن پر ایمان نہ لائے نعوذ باللہ من ذالک۔ الحمد للہ کہ ہم نے خلافت
خلفائے ثلاثہ کو تو ایسا ثابت کر دیا کہ جس کا جواب تو انشاء اللہ تعالےٰ کسی بھی شیعہ
سے قیامت تک دستیاب نہ ہوگا۔ہاں ان کے انکار جھوٹے تکرار کے تو ہم ذمہ وار نہیں
ہیں۔ اس جگہ اور بھی شیعہ چند اعتراض کرتے ہیں۔ **اعتراض اوّل** کہتے ہیں کہ خلفاء
ثلاثہ کو باطنی علم نہ تھا۔ جیسا خزانہ جلالیہ میں ہے۔کہ بعد انتقال خلیفہ اوّل کے حضرت عمرؓ
نے اُن کی بیوی سے نکاح کرنا چاہا اور اُن سے پوچھنے لگے کہ تم ایک دوسرے کے محرم راز
تھے۔خلیفہ صاحب کس حال اور محبّت سے رات کاٹتے تھے۔ اور کس طرح خدا کی عبادت
کرتے تھے۔ اور بھی اسی طرح ان کے بہت حالات ہیں۔جن سے کرامات تو کیا اُلٹا اُن کی
جاہلیت ثابت ہوتی ہے۔ ورنہ ایسی باتیں کیوں پوچھتے اور کیوں کرتے۔ دیکھو جناب امیر
کے معجزات کیسے آفتاب کی مانند روشن ہیں **جواب** آمنا وصدقنا فضائل جناب امیر کے
ہم بے شک قائل ہیں۔کہ یہ صاحب اکرام علم ظاہر و باطن کے امام تمام امت نبی علیہ السلام
سے اعلےٰ تر ہیں۔ لیکن فضائل وہ جو موافق کلام خدا و رسول کے منقول ہیں۔اور جو اکثر
زائد باتیں تمہاری کتابوں میں درج ہیں۔کہ جن کو تمہارے علماء نے سرور کائنات سے
بھی بڑھ کر ان کے معجزات لکھے ہیں۔ تو ہم ان کو تجاوز اور شاعروں کا مبالغہ کہتے ہیں جیسا
جناب باری میں ۱۹ سیپارے ۳ پاؤ میں فرماتا ہے۔ وَالشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝ اَلَمْ تَرَ
اَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ وَاَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ) یعنے شاعروں کی
بات پر وہی چلتے ہیں جو بے راہ ہیں۔کیا نہیں دیکھتے ہو کہ وہ ہر میدان میں سرگردان
پھرتے ہیں اور وہ بات کہتے ہیں جو ان میں نہیں ہوتی۔پس اسی واسطے تو جناب امیر بھی
نہج البلاغت میں فرماتے ہیں۔ (سَیَهْلِكُ فِیَّ فَرِیقَانِ مُحِبٌّ مفرط تذهب به الی
غیر الحق ومنقص مفرط تذهب به لبعض الی غیر الحق خیر الناس من فی حال
النمط والاوسط) حضرت امیر نے فرمایا کہ دو گروہ میرے لئے ہلاک ہونگے۔ایک وہ کہ زیادتی
کرے میری محبت میں اُس حد تک کہ محبت میری اس کو ناحق کی طرف کھینچے دوسرا وہ
جو کمی کرے میری محبت میں یہانتک کہ وہ کمی پہنچاوے اس کو گمراہی میں بلکہ بہترین

آدمیوں کا وہ شخص ہے کہ افراط اور تفریط میں متوسط ہو۔ الحمد للہ کہ اس فرمان امام کے مطابق اہل سنت کا ایمان ہے۔ اور خلفائے ثلاثہ کے بھی درجات و کرامات تو ہماری کتابوں میں سب جانتے ہیں۔ مگر آپ اُن کو کب مانتے ہیں۔ اور جو کہا کہ اگر خلفائے ثلاثہ کو علم باطنی ہوتا تو کیوں اس طرح پوچھتے اور کیوں جاہلیت کے کام کرتے۔ ارے اگر اس طرح نکتہ چینی کی جاوے۔ پھر تو ایک خلفاء کیا کوئی بھی اس تمہاری بدیقینی سے بچ نہیں سکتا معاذاللہ سب کے سب جاہل کہے جاوینگے دیکھو قرآن مجید میں حضرت موسےٰ و حضرت خضر علیہما السلام کا قصہ کہ دونوں پیغمبر اور معصوم تھے۔ کیوں حضرت موسےٰؑ نے خضر علیہ السلام سے بدگمان ہوکر تینوں کام حیرت انجام اس سے پوچھے۔ باوجود پیغمبر ہونے کے آپ کیوں اُن کا اصلی مطلب سمجھ نہ سکے اور بھی جب حضرت موسےٰ نے بچھڑے کی پوجا کے سبب اپنے بھائی ہارون علیہ السلام پر غصے ہوکر اس کا سر و داڑھی پکڑی تو پھر کیوں اس وقت اس کو بے خطا نہ سمجھ سکا۔ اور بھی جب کہ یوسف علیہ السلام تین کوس کے فاصلہ سے چاہ ویران میں پڑے رہے۔ تو یعقوب علیہ السلام بھی کیوں اُس کا حال معلوم نہ کر سکے۔ اور کیوں اتنی مدت دراز تک آپ کو اپنے فرزند کا کوئی پتہ نہ ملا۔ یا جیسا کہ حضرت اُم المؤمنین کو جب منافقوں نے جھوٹی تہمت لگائی تھی کہ جس میں ہمارے رسول مقبول ایک مہینے تک ملول رہے۔ لیکن سردار دوجہان بھی اس جھوٹ کو پہچان نہ سکے۔ جب خدا نے اپنے قرآن مجید میں اُن کی پاکی بیان کی تب حضرت شاد ہو کر اپنی مراد کو پہنچے۔ علیٰ ہٰذالقیاس اگر اسی طرح زباندرازی و نکتہ بازی کی جاوے۔ پھر تو معاذاللہ نہ کسی پیغمبر میں علم باطن پایا جاتا ہے۔ نہ کہیں امام نہ اولیاء کرام کی بزرگی ثابت ہوتی ہے۔ علم لدنّی کا تو کہیں نام ہی نہیں رہتا نعوذ باللہ من ذالک دیکھو جب پیغمبروں اور معصوموں کا ایسا حال ہوا۔ تو پھر غیر معصوموں کو ایسے خام الزام دینے کیسی حماقت ہے۔ ارے یہ علم باطن وہ ہے کہ جس قدر خدا کسی کو جتا دیتا ہے۔ وہ اُتنا ہی جان سکتا ہے۔ اسی واسطے تمام غیب دان خدا کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ (قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔) یعنے کہ اے محمدؐ کہ کوئی جان نہیں سکتا آسمان اور زمین میں غیب کی باتیں مگر اللہ تعالےٰ" اور بھی اس علم کی ہر وقت میں ایک حالت نہیں رہتی۔ جیسا کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

گہے بر طارم اعلےٰ نشینیم	گہے بر پُشت پائے خود نہ بینیم

پس یہ الزام تو اُن کا خام ہوگیا۔ اب کچھ اور بھی اُن کی واہی تباہی سنئے۔

اعتراض دوم۔ ایک شیعہ نے سوال کیا کہ اے سنیو اگر تمہارا دعوئے خلافت کی بابت نصی ہے تو پھر آپ کا اجماع کرنا خطا ہوُا۔ کیونکہ اجماع اس حالت روا ہے کہ جس امر کی کوئی نص گواہ نہ ہو۔ اگر دعوئے اجماعی ہے۔ تو پھر نصی ثبوت جو تم اس میں پیش کرتے ہو وہ سب لغو ہوئے۔ کیونکہ اگر کوئی نص ہوتی تو پھر اجماع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ **جواب** اے شیعو نصی دعوئے تو صرف تمہارا ہے کہ جس کو تو ہمارے سب علماء جھٹلاتے اور اجماع کو صحیح بناتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں کسی خلیفہ کا نام نہیں ہے۔ کہ حضرت کے پیچھے فلاں خلیفہ کرو۔ ہاں قرآن میں صرف اتنا بیان ہے کہ خدا نے خلفاء اربعہ کی نسبت کچھ آیات بطور اشارات کے فرمائی ہیں۔ کہ جن کو ہم مناظرہ میں پیش کرکے تمہارا دل ریش کرتے ہیں اور البتہ بعض حدیث صحاح میں تو حضرت نے خلفاء کا نام بھی لیا ہے۔ مگر وہ بھی سلسلہ وار نہیں فرمایا۔ کہ میرے بعد خلیفہ فلاں کرنا یا اس کے پیچھے فلاں یا فلاں ہو۔ اسی واسطے سقیفہ بنی سعد میں بعد تصفیہ مہاجر و انصار کے سب صحابہ نے اجماع کرکے مشورہ کیا کہ اُن میں سے کون خلیفہ مقرر کیا جاوے۔ پس یہ اجماع تھا۔ کہ جس میں نہ کچھ اجماع کا خطا ہوُا نہ اس میں خلفاء کا نصی فضائل کوئی زائل نہ ہوُا پھر یہ آپ کا خیال خام بھی کس کام آیا۔ اور بھی شیعہ کہتے ہیں۔ کہ کیا وجہ ہے جو سقیفہ میں بھی حضرت ابوبکرؓ نے ایک حدیث قریش کو پیش کیا۔ اگر اور بھی اُن کے فضائل تھے تو کیوں اس وقت پیش نہ کئے **جواب** تعصّب ایسا خراب ہوتا ہے کہ عقل و ہوش دونوں کو فراموش کر دیتا ہے۔ جیسا اُلّو بن کر آپ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ نہ تو اُس وقت حضرت صدیقؓ کی فضیلت پر کسی کو انکار تھا نہ کوئی اُن کے فضائل میں تکرار تھا۔ کہ جس کے واسطے وہ اپنے فضائل اور دلائل پیش کرتے۔ مقدمہ تو صرف یہ تھا کہ قریش کے سوا اور کوئی امیر ہو نہیں سکتا۔ اس لئے اس ایک حدیث قریش کو پیش کیا اور یہ بھی عقلاء کا قول ہے۔ کہ جب ایک دلیل سے کام نکلے تو اور دلیل دینا کیا ضرورت ہے۔ اور انصار شیعہ بھی نہیں تھے جو صدہا آیات قرآنی و رسول یزدانی اور تمام آئمہ علیہ السلام کے فرمان سُن کر پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔ وہ تو ایسے سچے مسلمان کامل الایمان تھے۔ کہ ایک

ہی حضرت کا فرمان سُن کر ایمان لائے اور اپنے دعوے سے باز آئے۔ اے شیعو آپ نے واویلا تو بہت کیا۔ مگر ان اعتراض نے بھی آپ کو کیا فائدہ دیا +

اعتراض سوئم شیعہ کہتے ہیں کہ امام سے کوئی زمانہ خالی نہیں ہے۔ جیسا کافی کلینی کتاب الحجت میں ہے (اِنَّ الْاَرْضَ یَخْلُوْ مِنْ حُجَّۃٍ) یعنے تحقیق زمین امام سے خالی نہیں رہتی تو پس وہ تیس برس کے بعد بھی خلافت کیونکر منسوخ ہوئی۔ **جواب** اول تو یہ تمہاری گھر کی بات ہے۔ جو ہمارے قابل سماعت نہیں ہے۔ اگر اس کو ہم مان بھی لیویں تو بھی ہمارا کوئی نقصان نہیں ہے۔ دیکھو وہ تیس برس کی خلافت تو اور ہے۔ اور یہ امامت اور ہے۔ کہ جن کا مذکور تو اوپر بدستور ہو چکا ہے۔ دوسرا امام کے معنے بھی پیشوا اور رہنما کے ہیں۔ پھر بھی آپ کا مقصود تو حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ آپ تو اس میں امام مہدی علیہ السلام کا نام لیتے ہو۔ سو یہ بھی تمہارا محض خیال خام ہے۔ بھلا اس امام غیب نے اب کس کی رہنمائی کی ہے۔ اور کس کو ہدایت فرمائی ہے۔ آج تک تو کسی غریب کو ان کی زیارت بھی نصیب نہ ہوئی پھر اُن کی رہنمائی اور پیشوائی کہاں رہی ہاں جب وہ امام حق ظہور فرماوینگے تب تو بیشک وہ مخلوق کی رہنمائی بھی کرینگے۔ اور امت مصطفےؐ کے پیشوا بھی ہونگے مگر اس زمانہ غائبانہ میں اُن کی امامت کہنا محض غلط ہے۔ ہاں اگر ہمارے اعتقاد کے موافق یہ معنے اس طرح بناؤ تو البتہ بن سکتا ہے۔ کہ جناب باری نے کسی زمانے میں پیغمبر بھیجے اور کسی میں خلفاء کسی میں امام و اولیاء کرام تو ہمیشہ ہی مدام رہتے ہیں۔ جو اکثر لوگوں کی امامت و رہنمائی کرتے چلے آتے ہیں۔ اور ایسا ہی کرتے چلے جاوینگے۔ اس سبب تو آئمۃ الہدا اور رہنما سے کوئی زمانہ خالی نہیں ہے۔ پس پروردگار نے تو ان اعتراضوں سے بھی اُن کو شرمسار کیا۔ اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو بھی حقہ ثابت کر دیا کہ نہ تو اُن کی خلافت تک کوئی تکرار ہوا۔ نہ کوئی برگ نہ خار ہوا سب اُمت رسولؐ مانند پھول کے تھی +

اعتراض چہارم اس میں چند سوال ہیں کسی شیعہ نے اس کتاب کا کچھ ملاحظہ کیا تو دیکھتے ہی تعصب کی آگ میں کباب ہو کر وہ مولوی زین العابدین بٹالوی صاحب کے پاس فریادی ہوا۔ تو آپ نے اس مجہول کی خاطر ایک بندہ کی طرف وہ نامہ منقول کیا۔ کہ جس میں تو اپنے علم کی طاقت اور عقل کی لیاقت بھی۔ سب دکھلائی اور الفاظ بے لحاظ بھی وہ لکھے کہ ایسا تو کوئی جاہل مجہول بھی نہیں لکھتا۔ اسی واسطے تو ہم بھی اُن کو بے حصول سمجھ کر منقول کرنا

نہیں چاہتے صرف اُن کے سوالات کو جھٹلاتے ہیں۔ مگر اُن سوال ہی دیکھنے سے بٹالوی صاحب کی لیاقت کا حال تو معلوم ہو جائیگا۔ سوال اوّل نیز شنیدہ شد کہ جناب شما بقوم سید و بمذہب سنی و صوفی ہستند مرا کمال جائے حیرانی و پریشانی است کہ از اولاد علی عمرانی متابعت و پیروی گروہ مروانی چہ طورے شود۔ **جواب** ارے رافضی و خارجی یہ دونوں مروان کے اخوان ہیں۔ ہمارا دین اور ایمان تو خاص حضرت کی سنّت و خدا کا قرآن ہے۔ تبھی تو آپ اس قرآن و حضرت کی سنّت سے روگردان ہو گئے۔ اور تمام کلامِ آئمہ علیہ السلام کو بھی جہانتک ہوسکا جھٹلایا۔ تاکہ اُن سب کے برخلاف تو اپنا مذہب بنایا مگر ان کے بعد بھی تو آئمہ اکرام کی اولاد ہم سادات میں سے بڑے بڑے علماء سلطان الاولیاء ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت محبوب سبحانی شاہ عبد القادر جیلانی و حضرت پیر شیر شاہ سید جلال بخاری و حضرت پیر مخدوم جہانیاں جہان گشت۔ و حضرت شاہ شمس و حضرت جتی لعل شہباز و حضرت شاہ بو علی قلندر و حضرت سید بدر اسحاق و حضرت سید خواجہ قطب الدین دہلوی و حضرت سید خواجہ معین الدین اجمیری وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کہ جن کی خود تصنیف شدہ کتابیں بھی اکثر میرے پاس موجود ہیں۔ جن سے کچھ فقرے نقل بھی کر کے ہم بطور نمونہ آپ کو دکھلاتے اور سناتے ہیں۔ پھر دیکھئے کہ اُن کے فعل اور فرمان موافق بھی ہمارا مذہب ہے یا کہ تمہارا۔ چنانچہ جناب محبوب سبحانی کتاب غنیۃ الطالبین مطبع صدیقی کے صفحہ ۱۷۱ پر اس طرح فرماتے ہیں (وَیَعْتَقِدُ اَھْلُ السُّنَّۃِ اَنَّ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ السَّلَامِ خَیْرُ الْاُمَمِ اَجْمَعِیْنَ اَفْضَلُھُمْ اَھْلُ الْقَرْنِ الَّذِیْنَ شَاھَدُوْہُ وَاٰمَنُوْا بِہٖ وَصَدَّقُوْہُ وَبَایَعُوْہُ وَتَابَعُوْہُ وَقَاتَلُوْا بَیْنَ یَدَیْہِ وَفَدَوْہُ بِاَنْفُسِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاَفْضَلُ اَھْلِ الْقُرُوْنِ اَھْلُ الْحُدَیْبِیَۃِ الَّذِیْنَ بَایَعُوْہُ بَیْعَۃَ الرِّضْوَانِ وَھُمْ اَلْفٌ وَاَرْبَعُ مِائَۃِ رَجُلٍ وَاَفْضَلُھُمْ اَھْلُ بَدْرٍ وَھُمْ ثَلٰثُ مِائَۃٍ وَثَلٰثَۃَ عَشَرَ رَجُلًا عَدَدُ اَصْحَابِ طَالُوْتَ وَاَفْضَلُھُمُ الْاَرْبَعُوْنَ اَھْلُ دَارِ الْخَیْزُرَانِ الَّذِیْنَ کَمَلُوْا بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاَفْضَلُ الْعَشَرَۃِ الَّذِیْنَ شَھِدَ لَھُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّۃِ وَھُمْ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِیٌّ وَطَلْحَۃُ وَالزُّبَیْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدٌ وَسَعِیْدٌ وَاَبُوْ عُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَاَفْضَلُ ھٰؤُلَاءِ الْعَشَرَۃِ الْاَبْرَارِ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ الْاَرْبَعَۃُ

اَلْاَخْیَارُ وَ اَفْضَلُ الْاَرْبَعَۃِ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ وَلِھٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعَۃِ الْخِلَافَۃُ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) یعنے اعتبار رکھتے ہیں اہل سنّت یہ کہ تحقیق اُمّت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بہتر ہے سب امتوں سے۔ اور اُن سے افضل اس زمانے والے لوگ ہیں۔ جنہوں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اور آپ پر ایمان لائے۔ اور آپ کو سچّا جانا۔ اور آپ سے بیعت کی اور آپ کی پیروی کی اور آپ کے روبرو جہاد کئے اور آپ پر قربان کیں اپنی جانیں۔ اور مال اور آپ کی عزت کی اور آپ کی مدد کی۔ اور افضل اہل قرن کے حدیبیہ والے ہیں۔ جنہوں نے آپ سے بیعت کی بیعت الرضوان میں پس وہ ایک ہزار چار سو مرد ہیں۔ اور اُن سے افضل بدر والے ہیں۔ اور وہ تین سو تیراں برابر گنتی اصحاب طالوت کی۔ اور افضل اُن سے چالیس ہیں درحزان والے جو کامل ہوئے ساتھ عمر بن خطاب کے اور افضل اُن کے دس مرد ہیں جن کے لئے گواہی دی حضرت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بہشت کی کہ وہ حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ وحضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ وحضرت طلحہؓ وحضرت زبیرؓ وحضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور حضرت سعدؓ اور حضرت سعیدؓ اور حضرت ابو عبیدؓ بن جراح ہیں اور افضل اُن دسوں نیکوں سے خلفائے راشدین چاروں نیک ہیں اور وہ چاروں افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہم اور واسطے اُن چاروں کے خلافت ہے۔ بعد حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر جناب دستگیر اُسی کتاب کے صفحہ ۱۸۰ پر اس طرح فرماتے ہیں۔ (اَلْمُؤْمِنُ اتِّبَاعُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ فَالسُّنَّۃُ مَا سَنَّۃَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَالْجَمَاعَۃُ مَا اتَّفَقَ عَلَیْہِ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ خِلَافَۃِ الْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ) یعنے پس مومن پر واجب ہے پیروی کرنی سنّت کی وجماعت کی پس سنّت وہ طریقہ ہے جس پر چلے حضرت رسول علیہ السلام اور جماعت وہ چیز ہے جس پر اتفاق کیا حضرت کے اصحابوں نے خلافت چاروں خلیفوں راشدین میں کہ سب پر ہو رحمت اللہ تعالےٰ کی اور بھی جناب پیران پیر کتاب فتوح الغیب کے مقالہ ۳۵ میں فرماتے ہیں (وَقَدْ قَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کُنَّا نَتْرُکُ تِسْعَۃَ اَعْشَارِ الْحَلَالِ مَخَافَۃَ اَنْ نَقَعَ فِی الْحَرَامِ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرٍ

الصِّدِّيقِ قَالَ كُنَّا نَتْرُكُ سَبْعِيْنَ بَابًا مِنَ الْمُبَاحِ مُخَافَةَ اَنْ نَقَعَ فِي الْمُبَاحِ ذٰلِكَ تَوَدُّعًا مِنْ مَقَارِبِهِ فَحُلُوْمِ الْحَرَامِ) یعنے بیشک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم حصہ حلال جس میں شبہ ہوتا ہے۔ اس لئے چھوڑتے ہیں کہ کہیں حرام میں نہ پڑجاویں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے مباح کے ستر دروازے اس خیال سے چھوڑ دیئے کہ ہم کہیں گناہ میں واقع نہ ہو جاویں۔ یہ سب کچھ انہوں نے حرام سے بچنے کے لئے کیا تھا۔ اور پیر شاہ سید جلال مخدوم جہانیاں علیہ الرحمت کتاب خزینۃ الجلالیہ باب فضائل صحابہ میں اس طرح فرماتے ہیں (كَانَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تعالےٰ عَنْهُ خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِشَارَةً وَخَلِيْفَةُ اللّٰهِ بَيَانًا فَقَدْ رَوَى اَهْلُ الْحَدِيْثِ اِنَّ اَبَابَكْرٍ اَنْ حَقَّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَةَ اَلْفَ اَدَاِنَّهُ قَالَ فَانْفَعَنِيْ مَالٌ قَطُّ مِثْلَ نَفَعَنِيْ مال اَبِيْ بَكْرٍ) یعنے تحقیق ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول اللہ کا تھا اشارتاً اور خلیفہ اللہ کا تھا بیاناً اور روایت کی ہے اہل حدیث نے کہ ابابکر صدیق نے خرچ کیا مال اپنا اوپر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے چالیس ہزار دینار فرمایا حضرت نے کہ نہیں نفع پہنچا مجھ کو کسی کے مال سے جیسا کہ نفع پہنچا مال ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سے پھر اُسی کتاب کے اُسی باب میں فرماتے ہیں (اِنَّهُ كَانَ فِيْمَا مُضٰى قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ وَاِنَّهُ كَانَ فِيْ اُمَّتِيْ هٰذِهٖ فَاِنَّهُ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ) یعنے حضرت نے فرمایا جیسا کہ آگے تمہارے اُمتوں سے گذرے محدثین اسی طرح ہے بیچ امت میری کے محدّث عمر ابن الخطاب اور حضرت پیر سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کتاب سیر نامہ کلان کے صفحہ ۲۰ پر فرماتے ہیں۔ "(چوں شہر فرنگیاں رسیدیم دراں شہر یک گنبد ساختہ اند چوں روز عاشورہ مے آید تمامی خلائق آنجا دراں گنبد مے آیند وخود را در حالت مے آرند و مرثیہ نامہ امیر المؤمنین حسن وحسین علیہما السلام میخوانند وخود را محب ایشاں خوانند وگویا نند وبار واجہا ایشاں طعام ہائے فراخ میکنند وتمامی محبان جمع شدہ تصرف مے نمایند وعورات آنجا ہم یک جا جمع شدہ گریہ ہا ونعرہ ہا بلند می زنند ومو ذیاں را لعنت مے کنند وچوں امیر معاویہ را دشنام کردن گرفتند گفتم ایں لنسز دکہ اُو از اصحابِ کرام است وایں تقدیر الٰہی مے بود بما جنگ کردند وسخنہائے جہل بسیار گفتند۔ و

لیکن الحق یعلو است آخر الامر مقدمہ ایں دعا گو بر سر آنہا غالب افتادہ و درمیان ما
وایشاں یک مرد فاضل و عالم منصف و حاکم در گفتگوئے ما و ایشاں تمیز کردہ آں مدعیاں
را الزام دادہ۔ چنانچہ حکم آمدہ است (قَالَ اللّٰہُ تعالےٰ وَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْئٍ
فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ) چون منصف اورا دروغی ساختہ
ہر ہمہ طائفہ روافض بعد از ماجرائے پشیمان و تائب شدند و آمدہ پائے گرفتند گفتم
تقدیر چنیں بود (قولہ تعالیٰ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ) وآنہا کہ بد
کردند وایں مظلومان درجہ بزرگی بشہادت رسیدند ہمیں بس است کہ خدائے
تعالےٰ بہ آنہا لعنت فرمودہ است (کہ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظَّالِمِیْنَ) وہیچ جائے در قرآن
مجید و احادیث ایں امر نہ کردہ است کہ کسے را لعنت بکنید قولہ تعالےٰ (وَیَغْتَبْ
بَعْضُکُمْ بَعْضًا) پس کسے کہ سخن ناسزا فرمودہ خدائے تعالےٰ بگوید گناہیست گفتم
توبہ کنید و اگر صبر میسر نیاید شمارا پس لعنت مر یزید را بگوید علیہ اللعنۃ وآنہا را
کہ بایشاں بد کردہ وظلم نمودہ اند ہر گاہ نکتہ حق فہمیدند توبہ کردند و معتقد بمذہب
سنت و جماعت شدند و محبان خاندان ایں دعا گو گردیدند و از گروہ روافض تائب
شدند) پھر حضرت سید جلال پیر مخدوم جہانیاں علیہ الرحمت اپنے ملفوظ شریف میں
جو مطبع انصاری واقع دہلی ۱۳۰۹ء کے جلد اول صفحہ ۶۳ پر فرماتے ہیں۔ یعنے ہم بیزار
نہیں ہوتے کسی صحابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے درمیان
اہل سنت و جماعت اور درمیان رافضیوں کے سو ہم اُن کو رد کرتے ہیں رسول علیہ
السلام کے قول سے آپ نے فرمایا کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں۔ اُن میں سے
جس کسی کا تم اقتدا کرو گے راہ پاؤ گے۔ اور اگر انکار کرو گے تو گمراہ ہوگے۔ پھر اسی ملفوظ
کے صفحہ ۲۲۰ بنائے اسلام کی ۴۲ خصلت ہیں یہ لکھتے ہیں کہ اصحاب شجرہ عشرہ مبشرہ اہل
جنت سے ہیں کہ جنہوں نے درخت کے نیچے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور
آپ نے اُن کو جنت کی بشارت دی وہ لوگ یہ ہیں حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان
حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت سعدؓ حضرت سعیدؓ حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف
حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح رضی اللہ تعالےٰ عنہم پھر اُس کے آگے لکھتے ہیں کہ بہتر لوگوں
کے بعد نبی علیہ السلام کے حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی

اللہ عنہم۔ پھر ۲۶ خصلت میں فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ تعالٰے عنہم کے عیب وطعن سے زبان کو روکو سوا بھلائی کے اُن کو یاد نہ کرو پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۸۴ پر حضرت ابابکر صدیق کی تعریف میں اس طرح فرماتے ہیں۔ کہ میں نے علمائے عرب سے صدیق کے معنے دو طرح سُنے ہیں ایک یہ کہ صدیق لوگ خدا کی یاد کثرت و محبت اور صدق سے کرتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بہت سچ کہنے والے کو صدیق کہتے ہیں۔ بعد اس کے فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں یہ دونوں وجہیں موجود تھیں کثرت محبت بھی تھی و کثرت تصدیق بھی پھر اُسی جگہ یہ حدیث تحریر فرمائی کہ فرمایا رسول علیہ السلام نے (اَنَا وَ اَبُو بَکْرٍ کَفَرَسَانِ سَابِقَانِ لَوْ تَقَدَّمَہٗ فَاٰمَنْتُ بِہٖ وَلٰکِنِّیْ تَقَدَّمْتُ فَاٰمَنَ لِیْ) یعنے میں اور ابو بکر دو گھوڑوں کے مشابہ ہیں کہ وہ دوڑیں اگر وہ آگے بڑھ جاتے تو میں ان پر ایمان لاتا یعنے وہ پیغمبر ہو جاتے ولیکن میں آگے بڑھ گیا پس وہ مجھ پر ایمان لایا یعنے پیغمبر مجھ کو ہوئی پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۷ پر فرمایا کہ جب میرا چند رافضیوں کے ساتھ مذہبی مناظرہ ہؤا۔ تو انہوں نے مجھ سے پوچھا اَیُّ مَذْھَبُکَ یعنے کون تیرا مذہب ہے میں نے کہا مَذْھَبُ اَبِی حَنِیْفَۃَ اِلٰی اَجْدَادِیْ بُخَارِیْ یعنے مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا معہ جملہ آباؤ اجداد کے بخارا میں۔ دیکھو حضرت سید جلال جلال الحق پیر مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ نے خلفاء رضی اللہ عنہم کا شان اور ایمان تو ایسا مفصل بیان فرما دیا کہ اب کچھ اور تحریر و تقریر کی حاجت نہیں ہے۔ اے اقوام سادات اولاد پیر شیر شاہ سید جلال و حضرت سلطان سید احمد کبیر و حضرت پیر مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ کی ذرا اپنی جدّ بزرگوار کے عقائد اور مذہب کو سوچو اور سمجھو تو سہی کہ وہ کیا فرما رہے ہیں اور تم کیا کہتے ہو۔ حضرت آپ کو خدا و رسول سے تو شرم نہ آیا۔ مگر اس اپنے جدّ بزرگوار کے مذہب کا بھی کچھ لحاظ نہ فرمایا کہ وہ تو آپ کو خاص اہل سنت وجماعت بناتے ہیں۔ اور تم اس مذہب والوں کو خارجی وغیرہ کہہ کر اُن پر تبرہ کرتے ہیں۔ اور بھی وہ تبرہ بازوں کو تو رافضی کہہ کر لعنت وغیرہ سے تائب کرا دیں اور تم اُس لعنت وغیرہ کو ہمیشہ اپنا وظائف بنا دیں۔ تو پس تعصب اسی کا نام ہے۔ اور حکمت عملی بھی اسی کو کہتے ہیں کہ در پردہ تو اپنے باپ دادوں کو بھی بُرا کہنے سے خالی نہ چھوڑا کیونکہ جس مذہب پر تبرہ ہو اس مذہب والے تو سب کے سب داخل تبرہ ہونگے۔ نعوذ باللہ اور بھی ہم کہتے ہیں کہ اگر ائمہ علیہ السلام شیعہ ہوتے۔

توگیا اُن کی اس اولاد کو اپنی جد بزرگوار کا مذہب اور طریقہ معلوم نہ ہوتا حالانکہ اُن کو تو آئمہ علیہ السلام کا زمانہ بھی بہت قریب تھا - اور علم اور بزرگی بھی خدا نے اُن کو ایسی عطا فرمائی کہ اب بھی شمسی نور کی طرح ان کا ظہور ہو رہا ہے - ارے اگر ان کے باپ دادا شیعہ ہوتے تو پھر کیوں یہ آپ کو اہل سنت والجماعت کہلاتے اور کیوں اپنا اور جملہ اپنے باپ دادوں کا مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرماتے پس اس تمہارے مذہب کی تکذیب کو تو ایک یہی تقریر ونظیر کافی اور وافی ہے - کیوں مولوی صاحب آپ نے بھی اُن کی اولاد تو کہلایا مگر اب کچھ شرم بھی آیا یا نہیں خیر ابھی شرم نہ کیجئے کچھ اور بھی سادات کا حال دیکھ لیجئے - چنانچہ حضرت شاہ شمس رحمۃ اللہ اپنے دیوان کے ردیف الدال میں فرماتے ہیں ؎

صدیق با محمد بر ہفتم آسمان است	از ردیف الدال شاہ شمس	کز جنت ہا بظاہر در غارے نماینند
از جلال اقدس او شیدا ابوبکر و عمر		بار عثمان از جمال حیدر کرار مست

اور بھی سید بدر اسحاق حسینی علیہ الرحمت جو مرید شیخ فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں - وہ بھی کتاب اسرار الاولیا کے صفحہ ۴۵ پر لکھتے ہیں - مہتر جبرائیل علیہ السلام چہار پرکالہ کلاہ از بہشت آورد بر رسول علیہ السلام داد و گفت یا رسول اللہ فرمان میشود کہ این چہار پرکالہ کلاہ بستاں بر سر خود نہ بعد ازاں ہر کرا میدانی ازیں چہار پرکالہ کلاہ بدہی و خلیفہ خود گردانی آنگاہ رسول علیہ السلام ایں چہار پرکالہ بستد بر سر داشت بعد ازاں امیر المؤمنین ابوبکر صدیق پیش بود گفت یک پرکالہ کلاہ ترکی تست بعد ازاں ہر کرا بدانی اورا بدہی پس پرکالہ دوم کہ دو ترکی بود فرو آورد بر سر امیر المؤمنین عمر خطاب نہاد گفت ایں کلاہ تست ہر کرا بدانی بدہی بعد ازاں پرکالہ سوم کہ سہ ترکی بود فرو آورد بدست مبارک خود بر سر امیر المؤمنیں عثمان نہاد و گفت ایں کلاہ تست ہر کرا بدانی کہ لائق او باشد بدہی - پس اسی طرح چوتھا کلاہ جناب امیر علیہ السلام کو انعام ہوا دیکھو یہ سب اولیا اللہ اولاد آئمۃ اللہ تو سب سنی اور صوفی تھے - اور اسی طرح تمام آئمہ علیہ السلام کا بھی یہی مذہب تھا - اگر اتنے پر بھی تسکین نہ ہو تو اور لو چنانچہ سلطان العارفین خواجہ سید قطب الدین بختیار کاکی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے دیوان کے ردیف الف میں یہ غزل فرماتے ہیں -

غزل

یاران تو چار آمدند	پاکیزہ کردار آمدند	گلہائے بیخار آمدند	از خویش فانی باخدا

اوّل ابوبکر و تقی — در دین و دنیا بُد نقی
او مظہر رحمان بود — شمع ہمہ خوباں بود
از خویشتن بگذشتہ بُد — با یادِ حق پیوستہ بُد
دہ سال شش ماہ دگر — بر جائے تو بودے عمر
دین خدا مطلق گرفت — اسلام زہ رونق گرفت
عثمان پاکیزہ گوہر — دہ سال و دو سال دیگر
اعدائے اوار و سیاہ — اعمال شاں جملہ تباہ

اعدائے آں باشد شقی — آنجملہ را دوزخ سزا
اعدائش آں بے ایمان بُد — ہستم غلامش بے ریا
بر جائے تو نشستہ بُد — دو سال سہ ماہ پیشوا
وز نور عدلش چوں قمر — بگرفت عالم را ضیا
جائے ترا برحق گرفت — آں حق شناس و راہنما
بر جائے پاکت بے حذر — بنشست از بہر خدا
سرتا بپا عزق گناہ — باشد جہنم شاں جزا

علٰے ہذاالقیاس اور بھی ہم اسی طرح سب اولیاء اللہ کی کتابوں سے تمہارے
مذہب کی تکذیب اور اپنے دعوے کی تصدیق کرتے مگر طول کے سبب منقول نہیں کیا۔
خیر اہل ایمان قدر دان کے واسطے تو اتنا ہی بسیار یک مشت نمونہ خروار ہے **الحمد للہ**
کہ ہمارا مذہب اور دین تو اپنی جد مطاہرین کے بھی مطابق تصدیق ہو گیا۔ اب ہم مولوی
صاحب سے پوچھتے ہیں کہ یہ ہمارے بزرگوار سید ابرار مانند ہمارے سُنّی اور صوفی تھے۔
یا کہ تمہاری طرح شیعہ اور بھی ان سب اولیاء اللہ کے مطابق ہمارا مذہب ہے۔ یا کہ تمہارا
دیکھو تمہارے مذہب کے برخلاف تو ان سب نے اپنے پیر بھی بنائے اور مریدی بھی اُن کی
اب تک موجود ہے۔ جس کو تم دوازدہ امام کے بعد کفر کہتے ہو۔ اسی واسطے تو اُن سب
اولیائے اکرام کو بھی آپ دشنام دیتے اور بُرا کہتے ہیں۔ اور یہ بھی ہم کو امید ہے۔ کہ
ایک یا دو تین پشتوں سے پہلے تو تمہارے بھی باپ دادے بچارے تو اس نام شیعہ کے اچھی
طرح واقف نہ ہونگے۔ بلکہ سب اپنے سابقہ بزرگوں کی طرح وہ بھی اس مذہب کو بُرا جانتے
ہونگے پھر کیوں آپ کو ایسا اندھا بنایا کہ اور تو کیا اپنے بزرگوں کا بھی مذہب اور طریقہ آپ
کو نظر نہ آیا اور نہ کبھی اُن کی کہیں کتاب اور کلام کا ملاحظہ فرمایا۔ ہاں اگر اِن اپنے بزرگوں
کی بزرگی پر آپ کو اعتبار نہیں یا اُن کے مذہب اور طریقے کو آپ اچھا نہیں سمجھتے
تو پھر کس منہ سے آپ سید بن کر اُن کی اولاد کہلاتے ہو۔ دیکھو حضرت نوح علیہ السلام
کے بیٹے کا حال کہ جب اُن کی نجات کے لئے حضرت نوح نے سوال کیا۔ تو جناب باری نے
فرمایا (قَالَ یَا نُوْحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فرمایا اے نوح
وہ نہیں ہے تیرے اہل میں سے کہ اُس کے کام نکارہ ہیں۔ یعنے جب وہ تیری پیروی

اور طریقے پر نہیں ہے تو وہ تیری اولاد بھی نہیں ہے۔ مولوی صاحب ہم قسمیہ کہتے ہیں
کہ میں نے جہانتک کتب فریقین کا ملاحظہ کیا ہے خلفائے ثلاثہ کے مخالف تو کسی ایک بھی
آیت یا حدیث تک تو نہیں دیکھا۔ اور نہ کسی اولیاء اللہ نے ان کی شکایت کی ہے۔ جو
کچھ ہے تو صرف تمہارے علمائے کی زبان درازی ونکتہ بازی ہے۔ اور جو بعضے قول
وکلام آئمہ علیہ السلام کے جان کر آپ اپنے مذہب میں استعمال کرتے ہیں۔ تو وہ بھی تمہارے
علماء کا افترا ہے۔ آئمہ اکرام کی کلام تو ہرگز قرآن وسُنّت پیغمبر علیہ السّلام کے برخلاف
نہیں ہے۔ ذرا کتُب فریقین میں دیکھو کہ آئمہ علیہ السلام نے تو مخالفوں کے ظلم سے۔
اپنی تمام حیاتی حجروں میں گزار دی تاکہ کوئی وقت بھی خدا کی عبادت سے فارغ نہ ہوتے
تھے۔ کہ نہ تو انہوں نے علانیہ کہیں ممبروں پر وعظ فرمایا نہ کہیں درس پڑھایا نہ کسی نے
کوئی کتاب تصنیف کی سوا ایک جناب امیر و حسین و زین العابدین علیہم السلام کے سواُن کے ارشاد
نے بھی آپ کو کچھ امداد نہ دی۔ پھر کس سند ثبوت سے آپ تحقیق کرتے ہو کہ یہ کلام
کلام آئمہ علیہ السلام کی ہے۔ حضرت میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ کے پاس تو کسی طرح
کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور نہ تم کسی نے کوئی سند ثبوت دیکھ کر یہ مذہب قبول کیا
ہے۔ صرف آج کل کے زمانہ کی دیکھو دکھائی کر کے اپنا مذہب چلائے جاتے ہو۔ مگر اس
تمہاری بے انصافی اور تعصّب پر تو ہم کو کمال تعجب آتا ہے۔ کہ آپ کے ثبوت کا تو یہ حال
ہے۔ پھر بھی آپ حق کی طرف خیال نہیں کرتے۔ اور یہ بات بھی ہماری سمجھ میں نہیں آتی
کہ باوجود نہ موجود ہونے ان کسی بھی ثبوت کے پھر کیوں اس مذہب پر آپ کا عقیدہ مضبوط
ہے۔ اس بات سے بھی چند وجوہات معلوم ہوتے ہیں۔ کہ یا تو شیطان آپ کو یہ اطمینان
دلاتا ہے۔ جس سے تم کو یہ خیال آتا ہے۔ کہ جب ہم نے اہلبیت علیہ السلام کو اپنا دوست
اور امام سمجھ لیا تو پھر اوروں کی دشمنی سے ہم کو کیا خوف ہے۔ پس ایک تو اس بے فرمانی
اور غرور میں شیطان بھی رحمت سے دور ہو گیا تھا۔ جب کہا کہ میں نے ایک خدا کو سجدہ کیا ہے
اور کو کیوں کروں دوسرا اس انکار میں آپنے طریقہ وہابیوں کا اختیار کیا ہے۔ وہ بھی کہتے
ہیں۔ کہ جب ہم نے ایک خدا کو مان لیا تو پھر حضرت کی شفاعت وغیرہ سے بھی ہم کو کیا غرض
اور کسی امام اولیائے اکرام سے بھی کیا واسطہ یہانتک کہ اس متابعت کو وہ شرک و کفر
کہتے ہیں۔ دیکھو حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ جو خدا کے دوستوں دشمن ہوا وہ خدا کا دشمن ہے۔ اور وہ شیطان

یعنی یا تو تمہارے دل کو یوں تسکین دیتا ہے۔ کہ اکثر ہمارے مذہب میں بھی بڑے بڑے علماء معزز وعقلا ہیں۔ بھلا ایسے ایسے صاحب کیونکر راہ حق سے بھول گئے ہوں پس ایسا ہی گمان کرکے تم کو پشیمان ہونے نہیں دیتا۔۔ مگر اس طرح تو آپ کی گمراہیوں سے مطابقت ہوئی کہ وہ بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ نصاریٰ کی قوم دنیا کے معاملہ میں ہر سے بڑھ کر عالم اور دانا معزز بادشاہ ہیں اسی طرح دین کی باتوں میں بھی یہ ہر سہ افضل تر ہونگے پس ایسے ہی گمان کرکے اکثر لوگ گمراہی ہوتے چلے جاتے ہیں اور یا تو وہ بدخصال تمہارے دلوں میں یہ خیال ڈالتا ہے۔ کہ اگر اب ہم اس مذہب شیعہ کو چھوڑ دیویں تو پھر ہمارے مذہب کے لوگ ہم کو کیا کہینگے بلکہ وہ فلاں فلاں دوست بھی ہمارا دشمن ہو جائیگا۔ یا پھر ملاقات کے وقت ہم کو اُن سے شرم آویگا۔ دیکھو غیروں سے ڈرنا اور خدا سے شرم وحیا نہ کرنا یہی تو بے ایمانی حرکت شیطانی ہے حق تعالےٰ فرماتا ہے (فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ) یعنی لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو پس وہ بدخواہ ایسی ایسی باتیں بنا کر تم کو اس مذہب سے نکلنے نہیں دیتا اور یا صرف بدبختی ازلی کا سبب ہے۔ جیسا کہ منکروں کو ہمارے حضرت طرح طرح کے معجزات بھی دکھلاتے تھے۔ اور ان کو خدا کا قرآن بھی سناتے تھے تب بھی وہ منکر ایمان نہ لاتے تھے۔ آخر پروردگار نے فرمایا کہ اے میرے حبیب جس کو میں نے گمراہ کیا ہے اس کو کوئی راہ پر لانے والا نہیں ہے۔ پھر فرماتا ہے (خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَذَابٌ عَظِيْمٌ) مولوی صاحب آپ کا مذہب دیکھو کہ تمام سنت رسول کا مخالف اور صاف شرع کے برخلاف ہے چنانچہ کلمہ سلام وضو بانگ صلوٰۃ نماز جنازہ وغیرہ اور بھی اسی طرح تمہاری کلمہ فقہ وغیرہ میں اختلاف ہے پھر تم یہی مذہب آئمہ علیہ السلام کا بناتے ہو اور آپ کو اُن کا پیرو کہلاتے ہو مگر ہم پوچھتے ہیں کہ تم نے کس سند ثبوت کے ذریعے اُن آئمہ علیہ السلام کا مذہب خدا کے قرآن وحضرت کی شریعت اور تمام اولیائے اکرام کے برخلاف بنایا معاذ اللہ بھلا کون مسلمان ایسا گمان کرسکتا ہے۔ کہ ان آئمۃ الہدا کا مذہب خدا و رسول کے مخالف ہوگا۔ یا ان کی اولاد امثال پیر شیر شاہ سید جلال وحضرت مخدوم جہانیاں وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم کا طریقہ بھی اس اپنی جد آئمہ علیہ السلام کے برخلاف ہوگا۔ نعوذ باللہ من ذالک ایسا تو گمان ہی کرنا حرام ہے۔ ارے جیسا ان اولیاء اکرام

کا مذہب ہے۔ وہی تمام آئمہ علیہ السلام کا طریقہ تھا یعنے ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ و آئمۃ الہدا اور سب اولیائے خدا کا ایک ہی مذہب اور ایک ہی دین ہے۔ اس واسطے تو ہم عام تمام لوگ اولیائے اکرام کے پیرو ہیں اور وہ اولیائے آئمۃ الہدا کے اتباع ہیں۔ اور وہ اپنی جد بزرگوار سید ابرار کی خاص شریعت کے مختار ہیں۔ بدیں سلسلہ وار جیساکہ ظل الٰہی کی ظل نبوت ہے اور نبوت کی ظل امامت اور امامت کی ظل کرامت ہے۔ یعنے اولیاء اللہ پس جو ایک ظل کرامت کا منکر ہؤا تو وہ بدکار ظل امامت وغیرہ سب کا منکر ہو کر فے النار ہؤا مولوی صاحب پھر کیوں اس ہمارے مذہب پر آپ نے تعجب فرمایا۔ اور آپ پر افسوس نہ کھایا کہ جس کا مذہب تو نہ قرآن کے موافق نہ شریعت کے مطابق ہے۔ اور نہ کہیں امام نہ اولیائے اکرام سے انجام ہے تو پھر آپ ہی قسمیہ فرمایئے کہ اب کون گروہ مروانی ہؤا۔ اور کون اس تمہاری لعنت تبرّہ کا بانی ہؤا دیکھو ہم وہی مروانی تمہارے مذہب کا بانی بناتے ہیں۔ کہ جب یہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اہلبیت علیہ السلام پر معاذ اللہ چوراسی برس تبرّہ کرایا تھا۔ جو وہی اُن کا فعل اب تک تمہارے مذہب میں جاری ہے۔ جو اُسی طرح آپ بھی صبح و شام حضرت کے ازواج اکرام اور تمام اصحاب رسول علیہ السّلام پر تبرّہ کیا کرتے ہو پھر مروان و شیعان میں کونسا فرق رہا کیوں بٹالوی صاحب مجھ کو آپ نے مروانی تو فرمایا مگر آپ نے بھی تو بھر پایا کیا فائدہ آیا **سوال دوم** آنکہ اگر صوفی بودن شما مراد اعتقاد وحدت وجود است چنانچہ صوفی گفتہ اَنَا الْحَق وَلَیْسَ فِی جُبَّتِیْ سِوَی اللہِ **جواب** ارے یہ وہ علم عجائب اور غرائب و غائب ہے۔ کہ جس کے اشارات میں حروف مقطعات ہیں کہ جن کا ظاہر عالم تو کوئی معنے بھی کر نہیں سکتا یا جس علم کی خاطر حضرت موسےٰ خضر علیہ السلام کے پاس گئے تھے۔ پس جس کی باتیں تو حضرت موسےٰ بھی سمجھ نہ سکے۔ پھر آپ کو کب اُس کے سمجھنے کی طاقت اور لیاقت ہے۔ اسی واسطے تو جاہل بدخواہ ہمیشہ آپ کی طرح اولیاء اللہ پر طعن کرتے رہے تاکہ پیغمبروں کو بھی وہی جادوگر اور سحری وغیرہ کہتے تھے۔ مگر اُن صاحب کمال کو تو کوئی زوال نہ ہؤا پھر بھی بُرا کہنے والوں کا بُرا حال ہؤا۔ حضرت آپ تو کیا جب آپ کے باپ بھی اس علم کو نہیں جانتے اور نہ اس کے رموز آپ سمجھ سکتے ہیں۔ تو پھر اس پر اعتراض کرنے کے آپ کب مجاز ہیں اور یہ تمہارے طعن بدگمان بھی کون سنتا ہے۔ حضرت جب آپ کو علم باطن کی خبر نہیں تو پھر

آپ علم ظاہر کے بھی ماہر نہیں ہو۔ اسی واسطے تو تمام صوفیا اکرام کے نزدیک آپ
بالکل جاہل اور اندھے ہیں۔ جیسا امیر علیہ السلام کی بھی یہ کلام ہے (عِلْمُ الظَّاهِرِ
عَيْنُ الْاِنْسَانِ وَعِلْمُ الْبَاطِنِ نُوْرُ الْعَيْنِ وَعَيْنٌ بِغَيْرِ نُوْرٍ عُمْيٌ) یعنے
ظاہر علم آدمی کی آنکھ ہے اور علم باطن آنکھ کا نور ہے۔ اور آنکھ بغیر نور کے اندھی
ہے۔ پھر امام زین العابدین علیہ السلام بھی فرماتے ہیں کہ میں اپنا علم پنہاں رکھتا ہوں
اگر ظاہر کروں تو سب جہال میرا خون حلال سمجھیں مولوی صاحب جب آپ علم باطن
کے اندھے اور جاہل ہیں۔ تو پس جواب جاہلاں باشد خموشی سوال سیوم آنکہ لفظ سُنّی
یا سنت جماعت از کدام وقت پیدا شدہ وکدام شخص اول خود ملقب باین القاب ساختہ
جواب یہ سنت طریقہ تو ابتدا سے خدا نے خود اپنا فرمایا ہے۔ اور کل پیغمبروں کی اُمتوں
میں یہی سنت طریقہ چلا آیا ہے۔ جیسا پارہ ۲۲ پاؤ ایں فرمایا سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ
قَبْلِ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا یعنے سنت طریقہ اللہ کا ہے۔ اُن لوگوں میں
جو گذر گئے ہیں پہلے بھی۔ یعنے پیغمبر اور ہے خدا کے کام کا اندازہ مقرر کیا ہوا۔ پھر پارہ ۱۵
پاؤ ۲ میں فرمایا سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا
یعنے سُنّت طریقہ اُن رسولوں کا ہے جو تجھ سے پہلے بھیجے ہم نے اور نہ پاوے گا تو میری
سنت اور دستور میں تفاوت۔ پھر ۲۶ پارہ۔ اور پا ۱۳ میں فرمایا سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا یعنے سنت اللہ کی ہے جو چلی آتی ہے
ہے پہلے سے۔ اور تو نہ دیکھے گا اللہ کی سنت بدلتی۔ علیٰ ہٰذا القیاس اسی طرح
خدا تعالےٰ نے بہت جگہ قرآن مجید میں اس سنت کی تاکید فرماتا ہے۔ کہ یہ سُنّت
طریقہ میرا ہے۔ اور میرے سب رسولوں میں چلا آیا ہے۔ پس اسی طرح ہمارے
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت تو اس سُنّت کے ساتھ لفظ جماعت بھی بولا
جاتا تھا۔ یعنے حضرت کی پیروی پر چلنے والی جماعت اور قوت اسلام کے وقت تو اس کو جماعت کلاں بھی
کہتے تھے۔ جیسا جناب امیر بھی اپنی کتاب نہج البلاغت میں فرماتے ہیں وَالْزِمُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّ يَدَ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ
وَاِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَاِنَّ الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّيْطَانِ جناب امیر فرماتے ہیں لازم پکڑو تم جماعت کلاں کو بیشک
اللہ کا ہاتھ اوپر اس جماعت کے ہے اور دور رہو تم اُس کی جدائی سے کہ اُس سے جدا ہونے والا شیطان کے
گروہ میں داخل ہوگا۔ یعنے جو سنت جماعت سے نکل جائیگا وہ تو ٹوٹے شیطان میں داخل ہوگا۔ ذرا ایک اور حضرت

کی حدیث سنئے جو تمہاری بڑی معتبر کتاب جامع الاخبار کے باب ۲ فصل ۶ میں حدیث قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مات علی حب آل محمد مات علی السنۃ والجماعت یعنے حضرت نے فرمایا کہ جو شخص آل محمد کی محبت میں مرا وہ مرا سنت جماعت کے طریقہ پر الحمد للہ کہ سنت جماعت کا مذہب بھی ٹھیک ٹھیک تصدیق ہوگیا اور اہلبیت کی محبت کا گروہ بھی یہی سنت و جماعت ثابت ہوا کیوں بٹالوی صاحب اس سوال کرنے سے بھی آپ کو کیا کمال حاصل ہوا

سوال چہارم حضرات ثلاثہ ایمان خالص آوردہ بودند یا نے و خلیفہ بحکم آیت صریح حدیث صحیح شدہ باشد۔ بیان فرمایند اگر ایمان ایشاں و خلافت آنہا باجماع ثابت است پس اجماع تمام امت محال است۔ واگر اجماع بعض امت مراد است پس اجماع قاتلان عثمان و گروہ یزیدیاں نیز جائز باشد **جواب** حضرت سلامت اصحاب ثلاثہ کا شان اور ان کا خالص ایمان تو اسی ہماری کتاب میں بھی آفتاب کی طرح روشن کھڑا ہے اگر آپ کو کچھ دیکھنے کی طاقت ہو تو دیکھ لو نہیں تو جھوٹے کو جھوٹا کہو اور جو اُن کی خلافت بھی آپ دیکھنا چاہیں تو پھر چند اوراق الٹ کر ملاحظہ کیجئے نص و اجماع کو بھی اچھی طرح عینک لگا کر دیکھ لیجئے۔ اور جو آپ نے کہا کہ اگر اجماع بعض بھی جائز ہے۔ تو اجماع قاتلان عثمان و گروہ یزید نیز جائز شد۔ سو یہ دونوں ہی باتیں آپ کی غلط ہیں اور اور یہ دونوں ہی نظیریں قابل پذیر نہیں ہیں اوّل تو قتل حضرت عثمان پر کب اجماع ہوا تھا۔ اور کس اصحاب نے اُن کو قتل کیا تھا۔ کسی کا نام تو لیجئے۔ نہیں تو جھوٹے کو جھوٹا کیجئے ارے وہ تو ایک وہ پلید مصریوں میں سے تھے کہ جنہوں نے چھپ کر آپ کو شہید کیا کہ جنکے نام کا بھی آج تک تو کوئی پتہ و مقام نہیں ہے۔ پھر اس ارقام سے بھی آپ کا کیا کام نکلا دوسرا یزیدیوں کا اجماع بھی کون روا رکھتا ہے۔ اور کون مسلمان اُن کو مومن اہل ایمان کہتا ہے۔ یا کون اُن میں کوئی اصحاب کبار مہاجر و انصار بھی تھا۔ کہ جس سے کچھ حجت آپ کر سکتے کیوں ایسی حرکت آمیز باتیں بناتے اور جاہلوں کو سناتے ہو۔ حضرت اجماع تو صرف حضرت کے یار اصحاب کبار مہاجر و انصار کیلئے روا ہے۔ جیسا تمہاری نہج البلاغت میں بھی جناب امیر کا یہ قول گواہ ہے (ان بیعتی وانما الشوریٰ للمہاجرین والانصار واذا اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما ذالک اللہ رضی) یعنے جناب امیر فرماتے ہیں کہ مشورہ معتبر حق مہاجرین و انصار کا ہے۔ پس اگر وہ جمع ہوکر ایک شخص کو امام مقرر کریں تو ہوتا ہے وہ شخص اللہ کے نزدیک بھی مرضی و پسندیدہ۔ کیوں ٹالوی صاحب یہ آپ کے سوال تو گوز شتر کی مثال ہو کر اڑ گئے +

طعن ششم ذکر فدک

معتبر کتب اہل سنت سے یہ قصہ صحیح اس طرح پر ہے کہ فدک ایک موضع خیبر میں تھا۔ وہ بغیر جنگ وجدال کے مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ اُس میں کچھ درخت خرما کے تھے جس کو باغ فدک کہتے ہیں۔ اس موضع اور باغ کی آمدنی حضرت رسول مقبول صلے اللہ حسب الحکم آیت۔ ذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ہ کے اپنے اہل اقربی کو صرف کرتے جو کچھ بچتا اُس کو یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں پر تقسیم کر دیتے تھے۔ جب حضرت صدیق خلیفہ ہوئے تو جناب زہراؓ نے اپنے باپ کے حصہ فدک کو طلب کر بھیجا۔ صدیق اکبر نے یہ حدیث پیش کی۔ نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ۔ یعنی حضرت نے فرمایا کہ ہم گروہ ابنیاء کسی کو وارث نہیں کرتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ یہ سنتے ہی بنت رسول کچھ ملول ہو کر خاموش ہوئیں۔ پھر حضرت صدیق جا کر باہمراہ جناب امیر اس حدیث لانورث کی تصدیق فرمائی اور قسمیہ کہا کہ یا حضرت میں بھی اسی طرح کروں گا جس طرح حضرت کرتے تھے۔ پس آپ نے صدیق اکبر کا یہ بیان اور اپنے باپ کا فرمان خوشی سے مان لیا۔ اور فرمایا کہ تم بھی اس میں اُسی طرح کرنا جس طرح ہمارے باپ کرتے تھے۔ پس اصل بات تو اتنی ہے۔ کہ جس میں نہ کوئی حضرت صدیق پر طعن آتا ہے۔ نہ حضرت زہراؓ نہ اہل بیت کی ہتک ہوتی ہے۔ باقی شیعوں کے بہتان سُن کر تو شیطان بھی الامان کہتا ہے اس پر شیعہ چند طرح کے طعن بیان کر کے لوگوں کو سُناتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ فدک خاص ملک رسول علیہ السلام کا تھا۔ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ کے حکم سے حضرت نے اپنی بیٹی جناب زہرا کو ہبہ کر دیا۔ حضرت کے بعد جب بطول بنت رسول نے فدک کا دعوے کیا تو خلیفہ صاحب نے ایک جھوٹی حدیث موضوعہ پیش کر کے حق تلف کر لیا۔ حضرت زہراؓ اُس پر اس قدر رنج وغضبناک ہوئیں۔ کہ پھر مرتے دم تک اُن سے کلام نہ کی۔ دیکھو ان بہتان بدگمان سے بھی ہم شیعوں کو پشیمان بناتے ہیں۔ اور اس تمام مقدمہ کی بحث کر کے عدالت انصاف سے انصاف چاہتے ہیں۔

مقدمہ اوّل۔ جو کہا کہ حضرت صدیق نے جھوٹی حدیث پیش کر کے حضرت زہرا کا حق تلف کیا۔ **جواب** محض جھوٹ اس حدیث کی صحت کا نشان تو اظہر من الشمس عیاں ہے۔ کتب اہلسنت میں تو اس کے بہت راوی موجود خصوصاً جناب امیرؓ بھی اس کی روایت کرتے ہیں۔ مگر آپ

اُن کو کب مانتے ہیں۔ خیر اُن کو تو جانے دیجئے۔ ذرا کچھ اپنی ہی کتابوں کا ملاحظہ کیجئے۔ دیکھو ہم تمہاری ہی معتبر کتابوں سے یہ حدیث صحیح بناتے اور اُس کی صحت کو ثابت کر دکھلاتے ہیں۔ اوّل تو ذرا کسی امام کی کلام سنئے چنانچہ تمہاری معتبر کتاب کافی کلینی میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ (اِنَّ الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَذٰلِكَ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِرْهَمًا وَلَا دِيْنَارًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا اَحَادِيْثَ مِنْ اَحَادِيْثِهِمْ مَنْ اَخَذَ بِشَيْءٍ مِنْهَا فَقَدْ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ) ترجمہ البتہ علماء وارث انبیاء کے ہیں۔ اس واسطے کہ انبیاء نے وارث نہیں کیا کسی کو درم دینار کا۔ اور سوائے اس کے نہیں کہ وارث کیا اُنہوں نے احادیث کا اپنی حدیثوں سے جس نے لیا کچھ اُس سے یعنی حدیث سے البتہ لیا اُس نے بہت حصہ کامل۔ پس اس حدیث لا نورث کی صحت میں تو ایک یہ ہی امام کا کلام کافی ہے۔ اگر اس پر بھی سیری نہ ہو تو اور تمہارے شارح صاحب صافی بھی اس حدیث کی شرح یوں فرماتے ہیں۔ از انبیاء ہرچہ باقی ماندہ اگرچہ ترکہ است۔ دران حکم ترکہ نیست۔ اور بھی آخر کتاب لا یحضرہ الفقیہ کے ۹ باب میں اسی مضمون کی روایت حضرت علی سے بھی محمدؒ بن الحنفیہ کی وصیت میں مروی ہے چوں فدک وراثت حق سیدۃ النساء بلا شرکت دیگر وارثان رسول متعذر گشتہ۔ اے شیعو امام صادق علیہ السلام و تمہارے صاحب صافی کیا صاف صاف فرماتے ہیں۔ کہ انبیاء نے وارث نہیں کیا کسی کو ایک درم دینار تک۔ اور اگر انبیاء ترکہ بھی رکھتے ہیں۔ مگر وہ اپنا ترکہ تصور نہیں کرتے۔ پھر اُس حدیث لا نورث کی کیسی تصدیق ہوتی ہے۔ گو لفظ مختلف ہیں۔ لیکن اس حدیث کلینی وغیرہ میں اور اُس حدیث لا نورث کے معنے میں کچھ تفاوت نہیں ہے۔ پھر اس کو موضوعہ و غلط کہنا محض تمہارا جھوٹ ثابت ہو گیا۔ پس جب وہ حدیث شریف جو صدیق اکبر نے حضرت زہرا کے جواب میں پیش کی تھی صحت کو پہنچ گئی۔ اور فدک حضرت کا ملک ثابت نہ ہوا۔ تو جو جو اس میں شیعہ باتیں بناتے اور حضرت کی وصیت یا ہبہ سے فدک جناب زہراؓ کا حق تبلاتے تھے وہ سب کے سب لغو ہو گئے۔ کوئی بھی ان کی بات قابل سماعت نہ رہی۔ الحمد للہ کہ یہ ہمارا دعوے تو اتنے ہی ثبوت میں مضبوط ہو چکا ہے۔ مگر ہم شیعوں کو رنج کرنا نہیں چاہتے اور بھی کچھ اُن کی باتیں سُن کر اُن کو جھٹلاتے ہیں۔ اُس کے جواب میں شیعہ دو آیتیں پیش کرتے ہیں۔

کہا کہ جب اور پیغمبروں کا ورثہ قرآن میں ثابت ہے تو کیا رسول علیہ السلام اپنے ترکہ کے وارث نہ ہوئے چنانچہ قولہ تعالےٰ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاؤُدَ۔ یعنے میراث لی حضرت سلیمان علیہ السلام کی اور فرمایا فَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ۔ یعنی ذکریا پیغمبر نے دعا کی کہ خدایا مجھ کو ایک فرزند عطا فرما کہ میراث لے مجھ سے اور بعض آل یعقوب سے۔ جواب ارے سب پیغمبر دین کا ترکہ رکھتے تھے نہ کہ دنیا کا۔ اگر یہ وراثت مال دنیا کی ہوتی تو حضرت داؤد علیہ السلام کے نوزدہ پسر تھے۔ کیوں حق تعالےٰ نے ایک حضرت سلیمان کو وارث فرمایا۔ دوسروں کو وارث نہ بنایا۔ پس معلوم ہؤا کہ جناب باری نے یہ وراثت دینوی کا ذکر فرمایا ہے۔ نہ کہ نہ کہ دنیا کا اگر جو بعضے شاہی کام میں بھی تھے تو وہ بھی تمام ماسوائے اللہ حرام جانتے تھے۔ بھلا کون کہتا ہے۔ کہ انبیاء اور معصوم مال دنیا کو اپنا ترکہ اور ورثہ سمجھتے تھے۔ اور دنیا مردار کے طلب گار تھے یا خدا سے اس طرح دعا مانگتے تھے کہ پیچھے ہماری اولاد کو بھی دنیا کا وارث کر معاذ اللہ یہ سب تمہارے بہتان بدگمان ہیں پیغمبر خدا تو صرف دین مستقیم اور علم الٰہی کا ورثہ رکھتے تھے۔ اگر ہمارے بیان سے یہ آپ کا بدگمان رفع نہیں ہوتا تو اپنی روایتوں اور حدیثوں کو تو مانو اور کلام آئمہ علیہ السلام کو سچ جانو۔ اوّل تو اپنی پچھلی حدیث کلینی کو دیکھو امام صادق علیہ السلام تو کیسا صاف صاف فرماتے فرماتے ہیں کہ انبیاء تو ایک درم دینار تک بھی کسی کو وارث نہیں کرتے۔ صرف وارث کرتے ہیں اُن کو اپنے علم اور حدیثوں کا پھر حضرت ذکریا اور داؤد علیہم السلام کی نظیر آپ کو کیا پذیر آئی۔ اگر پھر بھی آپ کچھ شک فرماتے ہیں۔ تو ایک وہ روایت بھی ہم آپ کو دکھلاتے ہیں۔ کہ جس سے حدیث لانورث کی صحت تو کیا کل تمہارے دعوے کی بیخ اُڑاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے کمال الدین ہیثم بحرانی صاحب جو بڑے علماء شیعہ امامیہ ہیں۔ اپنی شرح کبیر نہج البلاغت میں کہ جس کو مصباح السالکین بھی کہتے ہیں اور جس کے خطبہ میں آپ نے خدا تعالےٰ سے عہد بھی کیا ہے۔ کہ میں حق سے ایک ذرا انحراف نہیں کرونگا اور ہرگز باطل کی طرف میل نہیں کرونگا۔ اُس میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جس کو ہم اصل شرح مطبوعہ ایران سے نقل کرتے ہیں۔ وَرُوِيَ اَنَّهٗ سَمِعَ كَلَامَهَا حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَصَلّٰى عَلٰى رَسُوْلِهٖ ثُمَّ قَالَ يَا خَيْرَةَ النِّسَاءِ وَابْنَةَ خَيْرِ الْاٰبَاءِ وَاللّٰهِ مَا عَدَوْتُ

رای رسول اللہ ولا عملت الا بامرہ وان الرائد لا یکذب اھلہ
قد قلت فابلغت واغلظت فاھجرت یغفر اللہ لنا ولک اما بعد فقد
دفعت آلۃ رسول اللہ ودابتہ وحذاہ الی علی واما ما سوی ذالک فانی
سمعت رسول اللہ یقول انا معاشر الانبیاء لا نورث ذھبا ولا فضۃ
ولا ارضا ولا عقارا ولا مالا ولکنا نورث الایمان والحکمۃ والعلم والسنۃ
وقد عملت بما امرنی ونصحت فقالت ان رسول اللہ قد وھبھا لی قال
فمن یشھد بذالک فجاء علی ابن ابی طالب وام ایمن فشھدا لھا بذالک
فجاء عمر بن الخطاب وعبد الرحمن بن عوف فشھدا ان رسول اللہ
یقسمھا فقال ابو بکر صدقت یا ابنۃ رسول اللہ یقسمھا وصدق
وصدقت ام ایمن وصدق عمر وصدق عبد الرحمن وذلک ان لک
ما لابیک کان رسول اللہ یاخذ من فدک قوتکم ویقسم الباقی ویحمل
منہ فی سبیل اللہ ذالک علی واللہ ان اصنع بھا لما کان یصنع فرضیت
بذالک واخذت العھد علیہ بہ فکان یاخذ غلتھا فیدفع الیھم
منھا ما یکفیھم ثم فعلت الخلفاء بعدہ کذالک الی ان ولی معویۃ
ما قطع مروان ثلثھا بعد الحسن الخ) ترجمہ روایت ہے کہ جب ابو بکرؓ نے
فاطمہؓ کا کلام سنا خدا کی حمد و ثنا کہی اور رسول پر درود پڑھ کر کہا اے عورتوں
میں سب سے بہتر اور اے باپوں میں سے بہتر باپ کی بیٹی خدا کی قسم ہے میں نے
رسول اللہ کی رائے سے تجاوز نہیں کیا اور نہ بجز اُن کے حکم کے کوئی کام کیا۔ اور
بالتحقیق رائد اپنے اہل کے ساتھ جھوٹ نہیں بولتا۔ خدا تعالےٰ ہم کو اور تجھکو بخشے
اما بعد پس تحقیق رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار اور سواری اور نعلین میں نے
علیؓ کو دے دی۔ اور ما سوائے اُس کے میں نے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا
فرماتے تھے کہ ہم انبیا کی جماعت سونے اور چاندی اور زمین اور جائداد میں کسی کو
اپنا وارث نہیں چھوڑتے لیکن ہم ایمان اور حکمت اور علم اور سنت وراثت میں چھوڑتے
ہیں۔ اور جو کچھ مجھ کو حکم فرمایا تھا۔ میں نے اس پر عمل کیا اور خیر خواہی کی فاطمہؓ نے کہا
کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ   کو ہبہ کر دیا تھا۔ ابو بکر نے کہا کہ اس کا گون

گواہ ہے۔ تو علی بن ابی طالب اور ام ایمن آئی اور اُس کی گواہی دی۔ پھر عمرؓ بن خطاب اور عبدالرحمن بن عوف آئے اور گواہی دی۔ کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم اسکو تقسیم فرماتے تھے۔ ابوبکر نے کہا اے رسول اللہ کی دختر تو نے بھی سچ کہا اور علیؓ اور ام ایمن نے بھی سچ بولا اور عمر اور عبدالرحمٰن بھی سچے ہیں۔ اور یہ اسی طرح ہے۔ کہ تیرے پدر بزرگوار کی چیز تیری ہی ہے۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم فدک میں سے تمہارا قوت دے کر باقی ماندہ تقسیم کرتے تھے۔ اور خدا کی راہ میں اُس میں سے سوار کرتے تھے۔ اور میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اس میں میں اُسی طرح کروں گا جس طرح رسول صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ اس پر فاطمہؓ راضی ہو گئیں اور ابوبکر سے اس کا عہد کرا لیا تو ابوبکر فدک کی آمدنی سے جسقدر اُن کی حاجت کو کافی ہوتا اُن کو دیتے تھے۔ پھر اُس کے بعد خلفاء اُسی طرح کرتے رہے۔ یہانتک کہ معاویہ متولی خلافت ہوا۔ اُس نے بعد حسن علیہ السلام کے اُس میں سے تہائی مروان کو جاگیر کے طور پر دے دیا۔ پس اس علماء نے تو سب جھگڑا ہی مٹا دیا۔ گو اپنے مذہب کی خاطر کچھ لفظوں کو کم و بیش تو کیا مگر ہمارا دعوے تو ٹھیک حرف بحرف تصدیق ہو گیا۔ اس تمام کلام سے اتنے فائدے حاصل ہوئے ایک تو معلوم ہؤا کہ جو حضرت خاتون قیامت علیہ الرحمت کا ادب اور شان تھا اُس کو حضرت صدیق بھی بدل و جان تصدیق کرتے تھے۔ جو آپ کا کلام سنتے ہی درود بھیج کر کہا کہ اے عورتوں میں سب سے بہتر اور اے باپوں میں سے بہتر باپ کی بیٹی۔ دوسرا بقول اس کے بھی حدیث لانورث ثابت ہو گئی۔ جیسا حضرت نے فرمایا کہ ہم انبیاء کی جماعت سونے اور چاندی اور زمین و جائداد میں کسی کو اپنا وارث نہیں چھوڑتے۔ لیکن ہم صرف علم دینی اور سنت کی وراثت چھوڑتے ہیں۔ تیسرا جناب زہرا بنت رسول اللہ کا حضرت صدیق پر راضی ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ چوتھا حضرت زہرا سے جو صدیق اکبر نے عہد کیا تھا۔ کہ میں اس میں اُسی طرح کیا کروں گا کہ جس طرح رسول علیہ السلام کرتے تھے۔ سو آپ نے اُسی طرح کیا جیسا راوی کہتا ہے۔ کہ ابوبکر فدک کی آمدنی سے جس قدر اُن کی حاجت کو کافی ہوتا۔ اُن کو دیتے تھے پانچواں وہ دعوے بھی ہمارا ثابت ہو گیا۔ جیسا اُس نے کہا کہ حضرت فدک میں سے تمہارا قوت دے کر باقی ماندہ خدا کے راہ میں تقسیم کرتے تھے۔ چھٹواں یہ بھی معلوم ہؤا کہ اس میں پچھلے خلیفے بھی اُسی طرح عمل کرتے گئے۔ جیسا بحرانی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ پھر اس کے بعد بھی

خلفاء اُسی طرح کرتے رہے۔ فقط الحمد للہ کہ فدک کی نسبت جو ہمارا دعوے تھا وہ
ایسا ثابت ہو گیا کہ اب تو کسی اور ثبوت دینے کی بھی کوئی حاجت باقی نہیں رہی۔ خدا
نے اُن کو اپنی ہی زبان سے پشیمان کیا اور یہ بھی ہم تعجب کرتے ہیں۔ کہ خلفاء ثلاثہ
کی دشمنی نے اُن کو اندھا تو بنایا مگر اتنا بھی خیال نہ آیا۔ اور عقل نے بھی نہ سمجھایا کہ فدک
مغصوب کہنا تو ہماری بیخ برکندہ ہوتی ہے۔ کیونکہ جب فدک مغصوب ہوا اور خلفاء غاصب
ہوئے تو اس فعل میں جناب امیر بھی تو اُن کے شریک تھے۔ آپ بھی تو اُس میں اُسی طرح کرتے
رہے۔ جیسا کہ صدیق اکبر کرتے تھے۔ تو جو، کے فعل موافق معصوم کا فعل ہو۔ پھر اس
فعل پر طعن کرنا تو درحقیقت امام معصوم پر طعن کرنا ہے۔ اور اُن کو غاصب وغیرہ کہنا گویا
امام معصوم کی نسبت کہنا ہے۔ ایک امام بھی نہ دو امام اس الزام میں آئے کہ امام حسن علیہ السلام
نے بھی تو اسی طرح کیا۔ اُس نے بھی تو فدک اہل بیت کو نہ دیا۔ پھر فدک کا غاصب کس کو
کہتے ہو خلفاء ثلاثہ کو یا ان امامین کا نام لیتے ہو۔ اور بھی ہم پوچھتے ہیں کہ ان امامین نے بھی کیوں
اس میں حضرت صدیق کی طرح عمل کیا۔ اور کیوں اپنی خلافت میں اپنا حق نہ لیا اُس وقت
تو خلفاء ثلاثہ کا بھی کوئی ڈر نہ تھا۔ پس جب ان معصومین کا بھی فعل موافق خلفاء ثلاثہ کے ہوا۔ تو
ثابت ہو گیا کہ معاملہ فدک میں حقیقت خلفاء کی جانب تھی اسی واسطے تو جب بتول بنت رسول
کو بھی وہ حدیث لانورث پہنچی تو پھر آپ نے لب کشائی نہ فرمائی۔ اپنے باپ کا فرمان برسر چشم
مان لیا۔ پس عقلا کے نزدیک تو دعوائے شیعہ کی اتنی ہی تکذیب کافی اور وافی ہے۔ اس
کا جواب حکیم صاحب معیار الہدا صفحہ ۱۶ پر اس طرح فرماتے ہیں کہ جناب امیر و حسن علیہما السلام
کا فدک پر قبضہ نہ فرمانا اس کا یہ سبب ہے۔ اول تو جب خلیفہ اول و ثانی کے روبرو حضرت
مرتضٰے وغیرہ نے وراثت فدک حضرت زہرا کی شہادت دی تو انہوں نے نامنظور کی کہا کہ
اپنے ذاتی نفع کے واسطے قول فاطمہ کی تائید کی ہے۔ دوسرا فتح مکہ کے دن حضرت نے
فرمایا تھا۔ کہ ہم اور ہمارے اہل بیت وہ ہیں کہ جو چیز ہم سے جبراً چھین لی جاتی ہے پھر ہم
اس کی طرف توجہ نہیں فرماتے۔ **جواب** بقول تمہارے فدک کی طرح تو حضرت امیر کے
روبرو خلافت کو بھی خلفا ثلاثہ نے جبراً غصب کر لیا تھا۔ اگر یہ حضرت کا فرمان ہوتا تو پھر کیوں
جناب امیر خلافت کو لیتے اور کیوں اُس پر آپ خلیفہ ہوتے۔ اگر اپنی عادت کے موافق کوئی
اس میں اور دلیل یا تاویل بناؤ۔ تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت زہرا کے ہبہ اور وصیت کی طرح تو

جناب امیر کو بھی غدیر کے دن حضرت نے اپنا وصی کیا تھا۔ اور حضرت سیدہ کی طرح جناب امیر نے بھی خلافت کا دعوے کیا تھا۔ کہ جس کا ہم باب خلافت میں ذکر کر چکے ہیں۔ کہ بقول تمہارے جب ابوبکر نے غصب خلافت کی تو جناب امیر ابوبکر کو مسجد قبا میں لے گئے۔ اور رسول خدا نے ظاہر ہو کر شہادت بھی دی کہ اے ابوبکر میں نے تجھ کو مکرر کہا ہے۔ کہ امیر المؤمنین کی اطاعت کرنا۔ ورنہ تیری خیر نہیں ہے۔ دیکھو فدک کی طرح تو بقول تمہارے خلافت بھی انہوں نے جبراً چھین لی تھی۔ تو کیا وجہ کہ جناب امیر نے پھر خلافت کو تو لے لیا اور فدک کو جانے دیا۔ وہاں یا تو کہو کہ خلافت لینے کے وقت وہ حضرت کا ارشاد آپ کو یاد نہیں رہا۔ جو فتح مکہ کے دن فرمایا تھا یا فدک سے خلافت کا معاملہ زیادہ تھا اس واسطے حضرت امیر فدک کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ اور خلافت کا طمع نہ چھوڑ سکے نعوذ باللہ ایسا تو مسلمان کو گمان ہی کرنا حرام ہے۔ اے حضرات اب دو باتوں کے سوا آپ کو نجات نہیں ہے۔ یا اپنے اس دعوے خلافت کو جھٹلاؤ کہ خلافت خلفاء ثلاثہ کا حق بناؤ یا اس اپنے جھوٹے فقرے لکھنے کا خود اقرار فرماؤ۔ لیکن ایک جھوٹ میں تو آپ جھوٹے ہو گئے۔ حکیم جی آپ تو خلفاء ثلاثہ کو الزام فدک کا دینے چلے تھے۔ اس طرح تو الٹا ان کی خلافت کو بھی ثابت کر بیٹھے۔ ایک نہ شد دو شد سچ ہے۔ کہ نیم ملا ایمان کا نقصان اور نیم حکیم خطرۂ جان۔ اگر اتنی آپ کو عقل کی طاقت اور بحث کی لیاقت نہ تھی تو کیوں ایسی خراب کچی کتاب بنا کر مناظرے کا بھی نام بدنام کیا ہاں حضرت یوسفؑ کے خریداروں کی طرح آپ کا بھی مناظرہ میں نام تو ہو گیا۔ مگر کچے فقرے لکھ کر آپ کو جھٹلایا کیا ہاتھ آیا۔ اور ایک جدید ابن سباء کے مرید نے اس کی یوں تردید کی ہے کہا کہ خلافت حق الٰہی تھا۔ اس واسطے جناب امیر نے واپس لے لیا۔ اور فدک حق اپنا تھا۔ اس واسطے پھر کسی امام نے اس کو نہیں لیا۔ **جواب**۔ جھوٹوں کا دعوے ہی خراب اول تو اس قول سے بھی خلافت کا دعوے تو شیعوں کا جھوٹا ہو گیا۔ کیونکہ جب خلافت جناب امیر کا حق ہی نہ تھا پھر تو سب جھگڑا ہی منقطع ہوا وہ تو حق الٰہی تھا۔ جس کو خدا نے چاہا دے دیا باقی رہا فدک تو ہم پوچھتے ہیں کہ کس فرقے اور مذہب میں اپنا حق لینا جائز نہیں ہے۔ اور کہاں خدا اور رسول نے فرمایا ہے۔ کہ جس کسی کا حق غصب سے تلف ہو جائے تو پھر وہ اپنا حق کبھی نہ لیوے محض جھوٹ بلکہ خدا اور رسول تو فرماتے ہیں کہ جو اپنے حق پر لڑ کر مرا وہ شہید ہوا پھر کیوں خدا و رسول کے برعکس ایسی جھوٹی باتیں بناتے اور اپنا ایمان گنواتے ہو۔ دوسرا جب اپنی غصب

شدہ چیز کو پھر اہلبیت واپس نہیں لیتے۔ تو حضرت عباس کا پرنالہ غصب شدہ کیوں جناب امیر نے پھر لگوایا۔ جو تمہاری کتاب عماد الاسلام میں ارقام ہے۔ کہ جس کا ذکر مقام خلافت میں ہو چکا ہے۔ تیسرا دیکھو تواریخ فریقین کہ بروقت عمر بن عبد العزیز نے یہ فدک امام محمدؐ باقر علیہ السلام کو دیا اور انہوں نے اپنے تصرف میں لیا پھر عباسیوں کے ہاتھ آیا حتی کہ ۲۱۰ھ کو جب ماموں رشید خلیفہ ہوئے۔ تو اس نے اپنے عامل کو لکھا کہ باغ فدک اولاد فاطمہؑ کو دے دیویں۔ تب وہ فدک امام موسے رضا علیہ السلام کو ملا کہ جس کو تمہارے قاضی نور اللہ نے بھی اپنی کتاب مجلس المومنین میں مفصل طور پر لکھا ہے۔ پھر کیوں کہا کہ اپنا حق غصب شدہ کسی امام نے نہیں لیا جھوٹوں کی بات نہ کوئی پھول نہ پات۔ اور بعضے کہتے ہیں۔ کہ جناب امیر نے فدک اس واسطے نہ لیا کہ وہ حضرت زہرا کی اقتدا پر چلے۔ **جواب** جناب امیر نے تو حضرت زہرا کا اقتدا کیا مگر ان امامین امام محمدؐ باقر اور امام موسے رضا علیہم السلام نے کیوں جناب زہرا و علی مرتضےٰ دونوں کا اقتدا نہ کیا حالانکہ اقتدا معصوم کا فرض تھا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ معصوم کی اقتدا و پیروی کرنی فرض تھی یا نہ۔ اگر فرض تھی تو کیوں اُن معصومین نے فرض کو ترک کیا جو پھر فدک کو لے لیا۔ اگر فرض نہ تھی تو پھر کیوں جناب امیر نے اُس فرض خدا کو ترک کیا۔ جو حق داروں کو حق نہ دیا۔ یعنی سب اہل بیت و حسنین وغیرہ کو اپنے حق لینے سے محروم رکھا خیر بقول تمہارے حضرت زہرا تو لاچار تھیں۔ جو ظلم سے اُس کا حق چھینا گیا تھا جناب امیر کو اس وقت کونسی لاچاری تھی۔ جو حق داروں کو حق نہ دیا۔ اور اس جگہ شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حدیث لانورث کا مضمون اس آیت قرآنی کے برخلاف ہے۔ قولہ تعالےٰ۔ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ یعنے وصیت کرتا ہے اللہ تمہاری اولاد کے حق میں مرد کا حصہ برابر مثل دو عورتوں کے ہے۔ تو اس آیت کے بموجب بھی حضرت زہرا کیوں ورثہ باپ کے وارث نہ ہوئیں **جواب** اول تو اس آیت شریفہ کا حکم عام ہے۔ نہ کہ خاص دیکھو حضرت محمد مصطفےٰ تو اس حکم سے مستثنےٰ ہیں۔ اور بھی اسی طرح کی تو بہت آیتیں ہیں۔ جو ہمارے حضرت اُن کے حکم میں داخل نہیں ہیں۔ اور بہت وہ بھی ہیں جو عام کے سوائے صرف ہمارے حضرت پر واجب الادا ہیں جن کا ذکر طول لکھنا فضول ہے خصوصًا اسی آیت کے اول آخر میں دیکھو کہ اس جگہ میں جہاں مسائل میراث مذکور ہیں حق تعالےٰ نے بزبان رسول علیہ السلام تمام اُمت کو خطاب کیا ہے آپ کو اس میں داخل نہیں فرمایا۔ جیسا کہا کہ دے دو یتیموں کو اُن کے مال اور بدل نہ لو گندہ ستھرے سے۔ اور مت کھا جاؤ۔

مال اُن کا اپنے مال میں ملا کر جو لوگ کھاتے ہیں مال تیمیوں کا ناحق وہ کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں آگ۔ پس حضرت کی ذات ان سب باتوں سے پاک ہے۔ اور بھی جیسا فرمایا کہ اگر تم عدل نکر سکو گے یتیموں کے حق میں تو اور عورتیں نکاح میں لاؤ دو سے چار تک دیکھو یہ تمام احکام عام امت کے واسطے ہیں نہ کہ رسول علیہ السلام اُن میں داخل ہیں۔ حضرت کو تو چار سے زیادہ بھی نکاح جائز تھے۔ اوروں کو نہیں ایسا ہی اس آیت میں وصیت میراث عام کا حکم ہے۔ حضرت کو نہیں اور حدیث لا نورث تو خاص ہمارے حضرت کی شان میں ہے۔ اوروں کو اس میں تعلق نہیں پھر کیوں ناحق اس آیت کو اُس حدیث کی نظیر میں تحریر کیا۔ اور کیوں کہا کہ حدیث لا نورث کا مضمون اس آیت کے برخلاف ہے۔ جھوٹوں کی افواہ نہ کچھ شرم نہ حیا۔ دوم اس آیت کے ارشاد سے بھی تو آپ کی مراد حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس سے بھی ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اُس آیت ذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمیٰ وَالْمَسَاکِیْنِ کی طرح تو حق تعالےٰ اس آیت میں بھی تمام اولاد و عورات اور سب اقربےٰ وغیرہ کو وارث فرماتا ہے پھر کب حضرت اُس آیت کے بھی برخلاف ایک جناب زہرا کو فدک دیتے تھے اور دوسرے حقداروں کو باوجود اس حکم الٰہی کے بھی کیوں محروم رکھتے تھے۔ معاذ اللہ خدا کی رضا نہ تو کوئی آیت اُن کو امداد دیتی ہے۔ نہ کہیں حدیث سے مدد پہنچتی ہے۔ بیچارے جدھر ہاتھ مارتے ہیں۔ اُدھر ہی خار چُبھتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اُن کے عقائد اصول محض قرآن کے برعکس اور ان کے سب مسائل بھی نصوص قرآنی کے برخلاف ہیں۔ جیسا اسی آیت وراثت کے مخالف بھی اُن کی یہ حدیث کتب فقہ میں موجود ہے ان کی معتبر کتاب مَنْ لَا یَحْضُرُہُ الْفَقِیْہ کے باب ۹ اور الوصایا میں ہے۔ فِی الْاَرْضِ وَالْعَقَارِ فَلَا مِیْرَاثَ لَھُنَّ یعنی عورتوں کا زمین و اسباب وغیرہ میں کچھ حق نہیں ہے۔ اے شیعو دیکھو اُس آیت وراثت کے کے برخلاف یہ تمہاری حدیث موجود ہے۔ اپنے گھر کی خبر نہ لینا۔ اوروں کو کہ دینا ہی تو حماقت ہے ہم تعجب تو نہیں کرتے مگر یہ پوچھتے ہیں کہ جب تمہارے نزدیک عموماً عورت کا زمین میں حصہ نہیں ہے۔ تو پھر امر نامشروع پر کیوں اس قدر واویلا مچایا۔ اور ناحق فدک کا جھگڑا اُٹھایا اب تو کچھ شرم بھی آیا یا نہیں شرم کجا تعصب کا ورم کجا اس مقام پر شیعہ اس طرح بھی عوام کو دھوکا دیتے اور کہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث لا نورث حضرت نے فرمائی ہوتی تو حضرت زہرا کو بھی کیوں نہ معلوم ہوتی۔ پھر کیوں دعوےٰ کرتیں ناحق دعوےٰ کرنا معصوم کا خطا ثابت ہوتا ہے۔ **جواب** اہل سنت کے نزدیک تو کچھ خطا نہیں ہے۔ بعضے مسئلے نہیں بھی

سُنتے جاتے۔ اور بعضے نہیں بھی یاد رہتے۔ اگر حضرت زہرا کو یہ نہ معلوم ہو تو کیا اچرج ہے۔ اگر نہ رہو تو ضرور ہی خطا کہو تو اکثر انبیاء بھی تو سہو وخطا سے خالی نہ تھے چنانچہ حضرت آدم و یونس وغیرہ علیہما السلام کا خطاوار ہونا تو خود تمہاری ہی معتبر کتابوں میں ثابت ہے۔ جن کا ہم سابق بیان کر چکے ہیں۔ خصوصاً تمہاری کتاب نہج البلاغت میں ہے کہ حضرت امیر فرمایا کرتے تھے۔ لَا تَكُفُّوْا عَنْ مَقَالَةٍ بِحَقٍّ اَوْ مَشُوْرَةٍ بِعَدْلٍ فَاِنِّیْ لَسْتُ اَفْوَقُ وَ لَا اٰمَنُ اَنْ اُخْطِئَ وَلَا اٰمَنُ ذٰلِكَ مِنْ فِعْلِیْ۔ یعنی مت باز رہو حق بات کہنے اور مشورہ عدل دینے سے کہ بیشک میں مامون نہیں ہوں خطا کرنے سے۔ اور صحیفہ کاملہ میں امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ میں نے تمام عمر خطا میں گذاری ہے۔ دیکھو جب پیغمبروں سے بھی سہو وخطا ہوئی۔ اور سید ساجدین وامیر المومنین بھی آپ کو خطا سے خالی نہیں فرماتے تو اگر حضرت زہرا سے بھی بقول تمہارے اس دعوے کرنے میں کچھ سہواً ہو گیا تو کیا تعجب ہوا۔ جب اُسی وقت سیدہ معصوم مغموم ہوئیں۔ اور آپ کو دعوے سے ہٹا لیا اور سکوت کیا تو خدا نے بھی ہر انبیاء کی طرح آپ کی بھول چوک کو معاف کر دیا۔ پس جیسی معصومہ تھیں ویسی ہی رہیں۔ پھر اس بات سے بھی آپ کو کیا نجات ملی الحمد للہ کہ حدیث لانورث کی صحت تو ٹھیک ٹھیک تصدیق ہو کر ثبوت کو پہنچ گئی کہ جس سے شیعوں کا دعوےٰ تو سب کا سب باطل ہو گیا۔ لیکن کچھ ان کی اور بھی لغویات کی ہم تحقیقات کرتے ہیں۔ **مقدمہ دوم** اب ہم اُس آیت کی بحث کرتے ہیں جو شیعوں نے کہا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بحکم وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ سے فدک حضرت زہرا کو ہبہ دیا **جواب**۔ دیکھو جھوٹوں کا مدعا نہ شرم نہ حیا یہ آیت شریف قرآن میں دو مقام پر ارقام ہے۔ ایک سورہ بنی اسرائیل میں۔ دوسری سورہ روم میں سو یہ دونوں سورتیں مکیہ ہیں۔ پس یہ آیت خاص مکی ہے۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ اس وقت فدک کہاں تھا ہم کہتے ہیں کہ بروقت نزول اس آیت کے فدک کا تو کہیں نام ونشان ہی نہ تھا پھر کہاں دیا گیا۔ اور کس نے لیا کیوں ایسے جھوٹے مسائل کر کے اپنے ایمان کو زائل کرتے ہو پس اس تمہارے بطلان کو تو یہی خدا کا قرآن کافی ہے۔ جو خود تم کو اس دعوے سے جھٹلاتا اور کاذب بناتا ہے۔ اس کا جواب حکیم صاحب معیار الہدےٰ میں اس طرح فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت مدنی ہے۔ اور حضرت عثمان نے سورہ بنی اسرائیل وسورہ روم مکیہ میں لکھ دیا ہے۔ کہیں کی آیت جمع

کر دی ہے - اور کہیں کی کہیں لکھ دی ہے - **جواب** - منکر قرآن کا ہم کیا علاج کریں
بجز اس کے کہ یہ آیت پڑیں - اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْھِمْ نَارًا حکیم
جی جو لوگ اس قرآن خدا کے فرمان کو جھوٹ اور غلط جانیں گے وہ تو اس تمہاری
بات واہیات کو ٹھیک مانیں گے - مگر مسلمان اہل ایمان تو یہ آپ کا بہتان سُن کر کلمہ لاحول
کا پڑھتے ہیں - اور اس طرح کے منکر بدگمان کو منکر قرآن کہتے ہیں - اور بھی ہم تعجب
کرتے ہیں - کہ اس آیت سے آپ کو کیا فائدہ معلوم ہوتا ہے جو اس کو معاملہ فدک میں
بیان کرتے ہو - ارے اگر ہم بھی لانسلم اس کا فدک میں نازل ہونا تسلیم کر لیویں - تب بھی
تم کو کیا فائدہ ہم پوچھتے ہیں - کہ وہ اس میں کونسا لفظ ہے کہ جس سے ایک حضرت زہرا کا
حق ثابت ہوتا ہے - خیر اس کے دوسرے الفاظوں کو بھی جانے دو ایک لفظ ذوالقربی
ہی کو لے لو - مگر اس میں بھی تو تمام بنی ہاشم و اہل بیت رسول شمول ہیں - پھر تب بھی
آپ کو کیا حاصل اور بھی اس آیت ذوالقربیٰ والیتمیٰ جو مدنی ہے - اور اس آیت - وَ
اٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ جو مکی ہے - جب ان دونوں کا ایک ہی معنے اور ایک ہی مقصود
ہے - تو پھر کیوں آپ اُس سے انکار اور اس کا اقرار کرتے ہو - دیکھو ان دونوں
کے الفاظ اور معنے بھی لکھ کر ہم اہل انصاف کو دکھلاتے ہیں - آیت اوّل مدنی -
ذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ - یعنی دے اپنے اقربا اور یتیم اور
محتاج وراہ کے مسافر کو آیت دوم مکی - وآت ذاالقربیٰ حقہ والمساکین وَابْنَ السَّبِیْلِ
یعنی تو دے اقربا کو اس کا حق اور محتاج اور راہ کے مسافر کو - کیوں صاحب اس کے
اور اس کے معنے میں کیا فرق ہے - یہی کہ آپ نے اس آیت مکی میں لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ کی
طرح وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حقہ کا لفظ لکھ لیا وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی کی طرح وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ
السَّبِیْلِ کے لفظوں کو چھوڑ دیا - پھر اس چوری کے سوائے اس آیت سے آپ کا کیا مطلب
نکلا ہاں شاید یہ کہو کہ وَاٰتِ ذاالقربیٰ حقہ کے آگے وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ کے لفظ
حضرت عثمان نے بڑھا دیئے ہیں - مگر اس طرح تو آپ اُس آیت میں بھی کہہ سکتے تھے کہ ذو
القربیٰ کے آگے والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل کے الفاظ تو حضرت عثمان نے لکھ
دیئے ہیں - معاذاللہ پھر اس آیت کے انکار اور اس کے اقرار سے آپکو کیا فائدہ ہوا افسوس
تو یہ آیا کہ آپ منکر قرآن بھی ہو کر اپنا ایمان گنوایا پھر بھی مطلب تو ہاتھ نہ آیا پھر حکیم صاحب

کہتے ہیں۔ کہ آیت سورہ حشر کی جو تم نے لکھی ہے۔ وہ بھی ہمارے عقائد کی طرف پھرتی ہے۔
وہ یہ ہے۔ مَا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی
وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ" پس اس آیت کا خلاصہ مطلب یوں ہے کہ جو مال
فی بدون جنگ ہاتھ آتا ہے۔ وہ موافق حکم خدا چھ حصوں پر تقسیم ہوتا ہے۔ ایک حصہ تو
خدا کا ہے۔ اور ایک حصہ پیغمبر خدا کا اس کو بھی حضرت اپنے مصلحت کے موافق خرچ کرتے
تھے۔ اور ایک حصہ آپ کے قریبیوں کا کہ وہ حضرت کے اہل بیت کو پہنچتا ہے۔ اور ایک
حصہ آل محمدؐ کے یتیموں کا اور ایک حصہ آل محمدؐ کے مسکینوں کا۔ اور ایک حصہ آل محمدؐ کے
مسافروں کا ہے۔ مذہب اہلبیت کے موافق تو اس طرح سے ہے۔ **جواب**۔ کون کہتا
ہے کہ اہلبیت علیہ السلام کا مذہب اس طرح مخالف قرآن تھا نعوذ باللہ منہا یہ صرف تمہاری
بدگمانی حرکت شیطانی ہے۔ بھلا آپ سے تو ایک حضرت زہرا کا حق فدک ثابت نہ ہو سکا؛
کہ جس کام کو تو آج تک تمام آپ کے علما روتے گئے۔ پھر یہ مال فی بھی اوروں کو کس طرح
دلا سکتے ہو۔ یہ سراسر آپ کی خوش فہمی اور خام خیالی ہے۔ دیکھو اس سے بھی ہم تم کو پشیمان
کرتے ہیں۔ حکیم جی یہ آپ نے اس آیت کا معنے بنایا ہے یا صریح قرآن کو جھٹلایا ہے۔ ہم پوچھتے
ہیں کہ وہ کون اس وقت ایسے حضرت کے قریبیوں میں تھے۔ اور کون اہلبیت میں سے یتیم اور
کون مساکین اور کون راہ کے مسافر تھے ذرا اس طرح کا تو کوئی ہم کو بھی دکھلائیے۔ اور
اور دو چار کا نام ہی سنائیے۔ ہاں شاید آپ کی دلیل میں یہ تاویل ہو کہ جو حصہ آپ کے قریبیوں
کا فرمایا۔ وہ حضرت علی ہیں۔ اور حصہ یتیموں کا ہے وہ حضرت زہرا ہیں۔ اس واسطے کہ
آپ کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور جو حصہ مسکینوں کا ہے۔ وہ حضرت حسنین ہیں۔ اور
جو حصہ مسافروں کا ہے وہ شیعان علی ہیں۔ جو ایران و لکھنؤ کا سفر کر کے کوفہ میں ڈیرے
ڈالے بیٹھے ہیں۔ پس اس کے سوائے اور کیا تاویل ہو سکتی ہے۔ نہ شرم از خدا نہ شرم از
رسول۔ بھلا اس طرح تو سب مال فی کے مالک سب اہل بیت ہی بن بیٹھے اور بیچارے مسلمانوں
کا تو کچھ بھی حق ثابت نہ ہوا۔ دیکھو ان مکاروں کے مکر نہ قرآن کا لحاظ نہ خدا کا ڈر کیوں اس طرح
محرف قرآن ہو کر اپنا ایمان گنواتے ہو۔ اگر اس کی اس طرح تاویل کی جاوے۔ ایک تو
مخالف قرآن ہونا پڑتا ہے۔ اور اس آیت کے معنے بگڑتے ہیں۔ دوسرا خدا کی تقسیم میں فرق
آتا تیسرا مسلمان بھی حقوق الٰہی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ تف ایسے عقیدے پر۔ اور

افسوس ایسی سمجھ پر جو دیدہ دانستہ قرآن میں نقصان کرے۔پھر بھی خدا سے نہ ڈرے۔ ذرا ہم بھی اس کے معنے اہل دید صاحب فہید کو دکھلاتے ہیں۔ اور اُسی ہی آیت قرآن خدا کے فرمان سے اُن کو پشیمان بناتے ہیں۔ شان نزول اس کا یہ ہے کہ جب بنی نضیر شہر بدر ہوئے تو اُن کا مال واسباب وغیرہ فی ہؤا تب حق تعالےٰ نے اس آیت کو بھیج کر سب مسلمانوں کو سمجھاتا اور حضرت کو اس میں ہر ایک مستحق کا حصہ فرماتا ہے۔ ۲۸ سیپارے پہلے پاؤ میں ہے۔ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۘ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ ترجمہ جو ہاتھ لگایا اللہ نے اپنے رسول کو اور تم نے نہیں دوڑائے اُس پر گھوڑے اور اُونٹ یعنی تم نے لڑ بھڑ کر اُس حصار کو فتح نہیں کیا مگر خدا اپنی مدد سے مسلط اور غالب کر دیتا ہے۔ اپنے پیغمبروں کو جن پر چاہتا ہے۔ اور اللہ سب چیز کر سکتا ہے۔ اور جو ہاتھ لگا دے اللہ اپنے رسول کو بستیوں والوں سے سو وہ اللہ کے واسطے اور اس کے رسول اور اقربا اور بن باپ کے لڑکوں کے اور عاجز و مسکینوں کے۔ اور راہ کے مسافروں کے تانہ آوے لینے دینے ہیں دولتمندوں کے تم میں سے۔ اور جو دیوے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو اور جھگڑا مت کرو ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کی مار سخت ہے اور واسطے اُن مفلسوں وطن چھوڑنے والوں کے جو نکالے آئے ہیں۔ اپنے گھروں اور مالوں سے۔ ڈھونڈتے آئے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی اور مدد کرنے کو اللہ کی اور اس کے رسول کی وہی لوگ ہیں سچے۔ ذرا ان تینوں آیتوں کو اچھی طرح غور کر کے دیکھو اور ان کے معنے سمجھو سوچو۔ جناب باری تو صاف صاف فرماتا ہے۔ کہ دولتمندوں کے سوائے اور سب مسلمانوں غریبوں مسکینوں مسافروں کا حصہ ہے۔ پھر تم نے کیوں کہا کہ یہ آیت بھی ہمارے عقائد کی طرف پھرتی ہے۔ جھوٹوں کا عقائد نہ گواہ نہ شاہد

اس میں تو کیسا ہی کم عقل ہو وہ بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ ایک حصہ خدا کا ہے اور ایک حصہ رسول کا اور ایک حصہ آپ کے قریبوں کا شل حضرت زہرا و حضرت عباس و ازواج مطہرات وغیرہم اور ایک اُمت کے یتیموں کا اور ایک حصہ امت کے مسکینوں کا اور ایک حصہ اُمت کے مسافروں کا ہے۔ بلکہ اصحاب مہاجرین کے واسطے تو رب العٰلمین مفصل تلقین فرماتا ہے۔ کہ یہ حق ہے واسطے اُن مفلسوں وطن چھوڑنے والوں کے جو نکلے آئے ہیں۔ اپنے گھروں سے اور مالوں سے ڈھونڈتے آئے ہیں اللہ کا فضل اور اُس کی رضامندی اور مدد کرنے کو اللہ کی اور اس کے رسول کی کیوں جناب اس میں بھی تو وہی اصحاب کبار حقدار ہوئے۔ کہ جن کے نام سے آپ کو مرض سرسام ہو جاتی ہے۔ پھر وہ اہلبیت کے یتیم، مسافر و مساکین کہاں ہیں۔ اور کون ہیں کسی کا نام تو لو۔ نہیں تو جھوٹے کو جھوٹا کہو۔ حکیم جی اگر یہ مال صرف حضرت کی آل ہی کا ہوتا تو حق تعالےٰ اس میں یہ الفاظ کیوں فرماتا کہ تم نے اُس پر گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے اور یہ بھی کیوں کہتا کہ دے یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کو کیونکہ اہل بیت تو سب اقربا ہی میں آچکے تھے۔ پھر مساکین وغیرہ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور بھی پروردگار یہ خطاب عام فَخُذُوْهُ کا کیوں کرتا کہ اے مسلمانوں جو کچھ ہمارا رسول اس مال فی میں سے تم کو دیوے اُس کو خوشی سے لے لو۔ جھگڑا مت کرو اگر جھگڑا کرو گے تو تم پر عذاب کیا جاوے گا۔ پس شدید العذاب کا خطاب تو اہل بیت پر عائد ہو ہی نہیں سکتا۔ الحمد للہ کہ اسی آیت قرآن ہی نے اُن کو پشیمان کیا تبھی تو ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس مناظرہ میں آپ نص قرآنی کو پیش نہ کیا کرو۔ کیونکہ قرآن تو اپنے مخالف کو خود جھٹلاتا ہے۔ پھر کیوں تم اس کی آیتوں کو گواہ بناتا ہے۔ اگر اس خدا کے فرمان سے آپ کا بدگمان رفع نہ ہو سکے تو خیر کچھ اپنے مفسرین کی بھی تلقین سنئے۔ چنانچہ آپ کی معتبر تفسیر منہج الصادقین وخلاصۃ المنہج میں ملا فتح اللہ کاشانی صاحب بھی اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں۔ تا نباشد آن دولت یعنی آن چیزے کہ متداول باشد و دست گرداں میان توانگران از شما کہ بآں معاشرہ کنند وبقوت وغلبہ زیادہ از حق خود بردارند و بفقراء اندکے دہند ویا محروم سازند چنانکہ در زمان جاہلیت بود۔ خطاب بہ اہل ایمان نسبت غیراز پیغمبر واہل بیت او۔ وآنچہ بدہد پیغمبر از فی وغنیمت پس فراگیرید آنرا کہ حق شما است وآنچہ نہی کند شمارا ازاں پس باز ایستید ازان

و بتر سید از عذاب خدائے در مخالفت رسول بدرستیکہ خدائے سخت عقوبت کنندہ است
بر مخالفان حکم رسول و ایں اشارتست بآنکہ تدبیر اُمّت است بآنحضرت و قائم مقام او
و لہٰذا آنحضرت اموال خیبر را قسمت فرمود بر اہل اسلام و بر اہل خیبر منت ایشاں را
بحال خود گذاشت۔ و بنی نضیر و بنی قینقاع را حکم جلا فرمودہ بعض اموال را بایشان داد
چنانکہ حق تعالےٰ بفرماید لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ۔ پس اس مفسرؒ کے قول سے بھی
بخوبی ثابت ہوگیا کہ مال فی میں سب مسلمانوں کا حق ہے صرف آل ہی کے واسطے نہیں
ہے۔ فیصلہ شد۔ پھر اس آیت کا لکھنا آپ کے کیا درکار آیا۔ یہی کہ قرآن کے معنے بدل کر اپنا
ایمان گنوایا کیا فائدہ پایا۔ مقدمہ سوم شیعوں کا دعوےٰ ہے کہ رسول علیہ السلام نے
حضرت زہراؑ کو فدک ہبہ کیا اور وثیقہ لکھ دیا۔ جیسا کہ حکیم افتخار علی صاحب معیار الہدےٰ
صفحہ ۱۰۲ پر لکھتے ہیں کہ فدک خاص ملک رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا پھر صفحہ ۱۲۱ پر فرماتے
ہیں۔ کہ حضرت نے اپنی دختر کو ایک وثیقہ فدک کا ان کے ورثہ میں لکھ کر دے دیا پھر اس
کے ثبوت میں ایک دو ہمارے راویوں اور کتابوں کے نام بھی لکھ کر عوام کو دھوکا دیا۔ کہا
کہ دُرِ منثور و کنز العمال وغیرہ میں ابو سعید خدری سے روایت ہے۔ کہ حضرت نے فاطمہ کو
فدک دیا۔ جواب۔ یہی تو آپ کی عادت خراب ہے۔ کہ جب کوئی غیر مشہور کتاب اہل سنت
کی دیکھتے ہو تو اس کی طرف سے کسی اپنی موضوع روایت کو نسبت کر دیتے ہو کہ اہلسنت
کو تردد پیدا ہو جاوے۔ مگر آخرکار تو پروردگار جھوٹے ہی کو شرمسار کرتا ہے۔ حکیم جی آپ
نے جھوٹ بھی بنایا۔ مگر بن تو نہ آیا یہ حرف آپ نے کیوں نہ لکھا کہ حضرت نے سالم فدک عطا
کیا یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ حضرت نے ذو القربیٰ میں سے حضرت زہرا کو حصہ فدک کا دیا پھر اس
سے آپ نے کیا لیا۔ بھلا کب اس طرح اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کون ہمارا عالم کہتا ہے
کہ فدک حق زہرا کو حضرت ابوبکر نے غصب کر لیا معاذ اللہ یہ سراسر آپ کی لغویات
افترات ہیں۔ دیکھو اس میں بھی چند دلیل دے کر ہم آپ کو ذلیل کرتے ہیں۔ اول تو حکیم
جی ذرا آپ فدک ملک رسول علیہ السلام کا ثابت تو کیجئے پھر اُس ہبہ وغیرہ کا نام لیجئے
خیر اس آیت ذو القربیٰ والیتمٰی کو تو بالفعل جانے دیجئے۔ اسی ہی آیت کا ملاحظہ کیجئے
کہ جس پر آپ نے بڑی شد و مد سے کہا ہے کہ حضرت نے بموجب وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ
کے حکم سے فدک ہبہ کر دیا۔ دیکھو اس کو بھی ہم لکھ کر صاحب فہید کو دکھلاتے اور

انصاف چاہتے ہیں۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنِ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ یعنی تو دے اے محمد اقرابی کو اس کا حق اور محتاج کو اور راہ کے مسافر کو یہ بہتر ہے اُن کو جو چاہتے ہیں اللہ کی رضامندی اور وہی ہیں خلاصی پانے والے۔ کیوں صاحب حق تعالےٰ تو اس میں بھی صاف صاف فرماتا ہے۔ کہ اے محمدؐ تم دیدو قریبیوں اور یتیموں و مسکینوں اور مسافروں کو پھر کیوں رسول علیہ السلام اس حکم خدا کے برخلاف یہ سب آپ لیتے یا ایک حضرت زہرا کو دیتے تھے۔ معاذ اللہ ہاں یا تو حق تعالےٰ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حقہ کے آگے والمساکین وابن السبیل کے لفظوں کو نہ فرماتا صرف پہلے ہی لفظ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی پر سکوت کر جاتا اگرچہ اس میں بھی اور حقدار تھے مگر خیر کچھ تو آپ کا جھوٹ چل جاتا۔ یا جناب باری اتنا ہی کہ دیتا کہ اے میرے حبیب میں نے یہ خاص تیری ذات کے لئے مخصوص کیا ہے۔ پھر کیوں غریبوں مسکینوں اور مسافروں کے دینے کا اس میں حکم فرمایا کہ جس سے تو صاف تمہارا جھوٹ نکل آیا۔ پس اس آیت شریفہ سے تو نہ سالم فدک حضرت کا ملک ثابت ہوا نہ اس میں حضرت زہرا کے دینے کا خدا نے کوئی حکم کیا۔ اے شیعو! وہ کون سی آیت ہے۔ کہ جس سے تم فدک خاص پیغمبر کا ملک بناتے ہو۔ اور جس کے حکم سے حضرت زہرا کو بھی دلاتے ہو۔ وہ تو کہیں ہم کو بھی دکھلایئے نہیں تو اس جھوٹے دعوے سے باز آیئے۔ خدا کی شان جہاں جہاں مال فی میں آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ وہاں ہی خدا نے مسلمانوں کا حق ثابت کر دیا اور ساتھ ہی وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ کا حکم فرما دیا۔ حکیم جی پہلے آپ فدک حضرت کا ملک ثابت کر دکھلایئے پیچھے ہبہ وغیرہ کا جواب ہم سے طلب فرمایئے۔ دوسرا جب فدک حضرت کا ملک ہی نہ ثابت ہوا اور نہ خدا نے کہیں حضرت زہرا کو دینے کا حکم دیا تو پھر حضرت نے ہبہ وغیرہ کس کو کیا۔ اور کیوں کر دیا ارے اس معاملہ میں خدا کے قرآن کو مت بھلاؤ یہ تمہارے خیالی پلاؤ ہیں۔ اپنے گھر میں جس طرح کھاؤ پکاؤ کون پوچھتا ہے۔ تیسرا اور بھی سب کو جانے دیجئے حکیم جی آپ ہی کا قول لیجئے جو اوپر آپ نے فرمایا۔ کہ مال فی میں ایک حصہ خدا کا ہے۔ اور ایک حصہ رسول کا۔ اور ایک حصہ تمام اقربا کا۔ اور ایک حصہ آل محمدؐ کے یتیموں اور ایک حصہ آل محمدؐ کے مسکینوں کا۔ اور ایک حصہ آل محمدؐ کے مسافروں کا۔ تو پس فدک بھی مال فی ہے۔ پھر کیونکر حضرت اتنے حقداروں کی حق تلفی کر کے ایک حضرت زہراؓ کو فدک ہبہ کر دیتے تھے۔

اور کیوں اُس حکم ربانی نصوص قرآنی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنِ السَّبِیْلِ کی تکمیل میں بھی نافرمانی کرتے تھے نعوذ باللہ من ذالک - چوتھا دیکھو وصیت وغیرہ بھی اس لئے ہوتی ہے - کہ موت کے بعد وصیت کیا گیا وارث سمجھا جاوے - جب موت کے بعد انبیاء اپنے ورثہ کے بھی وارث نہیں ہیں - تو پھر حضرت کب یہ غلط وصیت کرتے تھے - معاذ اللہ پھر کون اس کو مانتا اور صحیح جانتا ہے - پانچواں یہ مسئلہ بھی عین فریقین سے ثابت ہے کہ وصیت بھی ثلث حصہ کے ہوتی ہے - نہ کہ تمام مال کی وصیت حلال ہے اگر اس ہمارے بیان اور خدا کے قرآن سے اطمینان نہ ہو - تو اپنے ہی مسائل فقہ میں دیکھ لو - چنانچہ تمہاری معتبر کتاب استبصار کے باب وصایا میں لکھا ہے - لَا یَجُوْزُ الْوَصِیَّۃُ بِاَکْثَرَ مِنْ ثُلُثٍ - یعنی نہیں جائز ہے وصیت زیادہ تہائی سے چھٹا اگر لا تسلیم حضرت نے ہبہ یا وصیت بھی کی تھی - تو جناب امیر نے بھی فدک کیوں حوالہ حسنین نہ کیا اور آپ نے بھی کیوں وصیت رسول کو بھلا دیا - کہ جس وصیت کا نہ ماننا کبیرہ گناہ ہے - کیوں صاحب اس میں تو آپ فدک لیتے لیتے امام معصوم کو بھی معاذ اللہ خاطی بنا بیٹھے کیوں ایسے دعوے بناتے ہو کہ جس سے پیغمبر علیہ السلام اور اس کے اہلبیت کو بھی الزام لگاتے ہو - پس ان سب وجوہات سے تو ان کے ہبہ اور وصیت کی بات بھی لغویات ہو گئی - باقی رہے ان کے چند اعتراض سو اُن کا بھی میں کچھ عرض نیاز کر دیتا ہوں - **اعتراض اول** شیعہ کہتے ہیں کہ خلیفہ اول نے جناب زہرا سے گواہ طلب کئے - حضرت علی و اُم ایمن نے شہادت بھی دی مگر خلیفہ صاحب نے قبول نہ کی پس تکذیب معصوم کفر ہے - **جواب اول** تو کتب اہل سنت میں اس کا کوئی اثر نہیں ہے یہ صرف تمہارے گھر کی بات ہے جو قابل سماعت نہیں ہے ؛

دوم فدک حاصل کئے ہوئے کو تین سال ہو چکے تھے - اگر یہ حضرت زہرا کو دیا گیا تھا - تو کیا خلفاء ثلاثہ خود نہ جانتے تھے - یا اور اصحابوں کو یہ حال معلوم نہ ہوگا - تو پس جب بقول تمہارے دیدہ دانستہ خلفاء ثلاثہ نے فدک حق زہرا کا غصب کر لیا - اور رسول کا بھی کچھ لحاظ نہ کیا - تو پھر گواہ طلب کرنے سے اُن کو کیا ضرورت تھی - اور کیوں طلب کئے - اگر اپنی عادت کے موافق کہو کہ منہ دُہرائی کرنے کو تو ہم کہتے ہیں کہ جس کا تین سال کا حق جبراً ظلم سے چھین لینا پھر اس سے منہ دُہرائی کرنے کا کیا معنے کہ نہ تو اس طرح حضرت زہرا راضی ہوتی تھیں - نہ اُن کی مخلوق سے بریت ہو سکتی تھی - کیونکہ

بقول تمہارے فدک کو حضرت کا ہبہ کر دینا تو سب جانتے تھے۔ پھر گواہی لینے سے اُن کو کیا رہائی تھی۔ سوم جناب امیر نے بھی باوصف معصومیت کے کیوں ایسی غلط گواہی دی۔ دیکھو قرآن میں صاف خدا کا فرمان ہے۔ کہ دو مرد شہادت دلویں یا ایک مرد و دو عورتیں ہوں پھر تو یہ شہادت بھی جناب امیر کی بنص قرآنی ناقص تھی۔ چہارم اگر صدیق اکبر نے بھی اس ناقص شہادت جناب امیر کو ناقبول فرمایا تو کیا گناہ کیا۔ بلکہ یہ تو عین اطاعت خدا و رسول کی تھی۔ پنجم اسی طرح تو خود تمہاری کتاب کشف الغمہ میں بھی ہے۔ کہ جب آپ جناب امیر خلیفہ تھے۔ اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی یہ دعوے اپنا قاضی مدینہ کے روبرو پیش کیا۔ قاضی شریح نے حضرت امیر المؤمنین سے گواہ طلب کئے تو جناب امیر امام حسن اور غلام قمبر کو شہادت کیواسطے لے گئے۔ قاضی نے گواہی نہ منظور کی کہ ایک حضرت امیر کے صاحبزادے تھے اور دوسرا غلام اور اسی طرح کتاب مَن لَایحضرہ الفقیہ میں بھی یہ تمام قصہ ارقام ہے۔ دیکھو قاضی دو امام معصوم کی رد شہادت سے کیوں نہ کافر ہؤا اگر کوئی جاہل اب اس کو کافر بھی کہے تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت امیر نے جو خلیفہ وقت تھے کیوں نہ قاضی کافر کو معزول کیا کیونکہ کافر کی تو پھر قضا بھی جائز نہیں ہے بلکہ کتب اہل سنت میں اتنی عبارت اور زیادہ ہے۔ کہ جناب امیر نے تو قاضی شریح کے حق میں دعا خیر فرمائی کیوں صاحب اس اعتراض سے بھی حق تعالےٰ نے تو اصحاب ثلاثہ کو بچایا۔ اور تم کو جھٹلایا۔ پھر کیا فائدہ آیا۔

اعتراض دوم ۔شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے جناب زہرا کو فدک کی سند تو لکھ دی مگر حضرت عمر نے جناب سیدہ سے وہ چھین کر پھاڑ ڈالی۔ چنانچہ حق الیقین میں ہے "ابوبکر نامہ در باب فدک نوشتہ بحضرت فاطمہ داد عمر حاضر شد بگفت ایں چہ نامہ است ابوبکر گفت کہ فاطمہ دعوائے فدک کرد وام ایمن و علی علیہ بروئے گواہی دادند من این نامہ را نوشتہ عمر نامہ را از دست فاطمہ گرفت و پارہ کرد۔ حضرت فاطمہ بیروں رفت" اور کتاب منہج الکرامت میں بھی ہے "کہ ابوبکر فدک بفاطمہ نوشتہ داد و سیدہ گرفتہ بیروں رفت تا ملاقی عمر شد آں کتاب را پارہ کرد۔ **جواب** اس بہتان کا بھی اہل سنت میں تو کوئی بیان نہیں ہے۔ یہ بناوٹ شیعوں نے اس واسطے بنائی کہ حضرت عمر بھی اس تہمت میں شریک ہو جاویں مگر خدا کی شان خود انہی کی زبان سے ابابکر صدیق تو اس تمام طعن فدک سے بری ہو گئے۔ جو فدک دے دیا۔ اس کا جواب صاحب معیار لہدٰے یہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کی بریت

کس طرح ہو سکتی ہے۔ اگر اُس کو فدک دینا درحقیقت منظور ہوتا تو کیا حضرت ابوبکر پھر سہ بارہ نامہ لکھ کر حضرت سیدہ کے مکان پر نہیں بھیج سکتے تھے۔ ارے حاکم کا بروئے حق فرمانا بریت کا بھی ثبت ہے۔ مگر ہم کب کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر نے یہ نامہ لکھا کہ جس کے لکھنے کا نہ کوئی خدا نے امر کیا نہ کسی کو حضرت نے لکھ دیا پھر وہ بھی برخلاف حکم خدا و رسول کیوں لکھتے تھے۔ اور کیوں دوسرے حق داروں کی حق تلفی کرتے تھے۔ حضرت نہ کوئی نامہ لکھا گیا نہ کوئی پھاڑا گیا۔ نہ کسی ہمارے علماء ابن جوزی وغیرہ نے اس کو تسلیم کیا۔ یہ سب تمہارے گھر کے ڈھکوسلے گھڑے ہوئے ہیں۔ جن کو ہوشمند تو کوئی پسند نہیں کرتا۔ آپ چاہو کسی کو بری بناؤ کسی کو الزام لگاؤ بھلا اس وقت حضرت عمر کی کیا طاقت کہ خلیفہ رسول کا حکم عدول کرتا۔ یا اس کی نوشت کو پھاڑ ڈالتا۔ کیا حکم شاہی کا بھی اس کو کچھ خوف نہ گذرا ہوگا۔ اور خلیفہ صاحب کو بھی اپنی ہتک کا کچھ رنج نہ آیا ہوگا۔ اگر کہو کہ وہ آپس میں ایک تھے اور ایک ہی راز تھا۔ تو پھر کیوں صدیق اکبر نے بغیر مشورہ اُس کے یہ نامہ لکھا اور حضرت عمر نے بھی کیوں اُن کی صلاح بغیر پھاڑا یا کہو کہ ان دونوں کا مشورہ تھا کہ میں پہلے اُن کو لکھ دونگا۔ اور تم پیچھے اس کو پھاڑ ڈالنا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ جب حضرت زہرا نے تو پہلے اور پیچھے بھی آخر رنج ہونا تھا۔ تو پھر اُس کے پہلا لکھنے میں کیا فائدہ تھا۔ یا کہو کہ حضرت عمر غالب تھے۔ اور حضرت صدیق تو بھی مثل شیر خدا کے عمر فاروق سے ڈرتے تھے اور اُس کی بات کو رد نہ کر سکتے تھے۔ تو یہ دلیل بھی ہم شیعوں کی ذلیل کرتے ہیں۔ خود انہیں کی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ بارہا حضرت صدیق نے عمر فاروق کے کہنے کو نہ مانا اور اپنی ہی رائے کو قائم کیا۔ چنانچہ مجالس المومنین کی مجلس المومنین کی مجلس دوم میں ہے۔ کہ ابوبکر نے عمر کے کہنے سے خالد کو معزول نہ کیا اور مجلس سوم ہے کہ عمر حذیفہ یمانی انصاری سے انتقام لینا چاہتے تھے۔ ابوبکر نے اُن کے کہنے سے انتقام نہ لیا۔ پھر یہ ابطال تمہارا کس کے خیال میں آسکتا ہے۔ کہ اس معاملہ میں حضرت صدیق نے خوف سے مجبور ہو کر حضرت عمرؓ کی رائے کو منظور کر لیا ہو۔ معاذ اللہ پس اس تمہاری سند جھوٹی کا دعوے بھی جھوٹا ہو گیا۔ **اعتراض سوم**۔ بعضے کہتے ہیں کہ جب جناب زہرا نے دعوے کیا تھا۔ تو ابوبکر کو فدک کا دینا لائق تھا۔ اگرچہ وصیت وغیرہ بھی نہ تھی۔ **جواب** اس میں بہت قباحتیں تھیں۔ ایک تو اس میں جو حصہ حضرت عباس و ازواج مطہرات وغیرہ لیتے تھے اُن سب کی حق تلفی ہو جاتی۔ دوسرا جب شرع دین کی بات میں رو رعایت

کرتے پھر عدل کہاں رہتا بلکہ یہ رو رعایت کی سند تو قیامت تک جاری ہو جاتی کہ جس سبب تمام حضرت کی شریعت میں خلل پڑ جاتا۔ تیسرا اس میں ظاہر خدا اور رسول کی نافرمانی تھی۔ کیونکہ نہ خدا نے کہیں حضرت زہرا کو سالم فدک دینے کا حکم کیا ہے۔ نہ حضرت نے دیا ہے پھر یہ کس طرح دیتے۔ چوتھا جب حضرت اس کو راہ خدا میں صدقہ کر گئے تھے۔ پھر یہ کیونکر اُس کو واپس لے سکتے تھے۔ اور یہ حدیث بھی حضرت صدیق ہمیشہ سنتے تھے۔ (اَلْعَائِدُ فِی صَدَقَتِہٖ کَالْکَلْبِ یَعُوْدُ فِی قَیْئِہٖ ؕ) یعنے پھیر لینے والا خیرات کا مثل کُتّے کے ہے کہ وہ قے کو منہ میں پاتا ہے۔ پس اس واسطے حضرت صدیق نے اُس کا دینا مناسب نہ سمجھا۔ **اعتراض چہارم** شیعہ کہتے ہیں کہ صحیح بخاری سے ثابت ہے کہ حضرت زہرا ابوبکر صدیق پر اتنا رنج ہوئیں۔ کہ تا بزیست کلام نہ کی **جواب** جھوٹوں کا دعوے ہی خراب جناب بخاری کے جو قلمی نسخے ہیں۔ تا بزیست کا لفظ ان میں ہرگز نہیں ہے۔ البتہ چھاپے میں پیچھے بعضوں نے یہ لفظ لکھ دیا ہے۔ اصل بخاری میں نہیں ہے اور نہ جناب زہرا حضرت صدیق پر ایسا رنج ہوئیں جیسا کہ تم کہتے ہو۔ اگر ہم فرض کریں اور مان لیویں کہ تا بزیست کا لفظ بخاری میں ہے۔ مگر اس سے بھی تو صدیق اکبر پر کوئی الزام نہیں آتا۔ اور نہ اس میں ان کا کوئی قصور ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جب حدیث لا نورث موجود ہے۔ اور اس کی صحت بھی اظہر من الشمس ثابت ہے۔ یہانتک کہ سب علماء شیعہ نے بھی اس کی صحت کو تصدیق کیا ہے۔ جیسا کہ تمہارے شارح صاحب صافی نے اور نہج البلاغت کی شرح کبیر میں بحرانی صاحب نے اور کافی کلینی میں امام جعفر صادق علیہ السلام وغیرہ وغیرہ نے صاف صاف لکھ دیا ہے۔ کہ حضرت نے فرمایا کہ ہم انبیاء کی جماعت سونا چاندی زمین جائداد وغیرہ میں درم دینار تک کسی کو وارث نہیں چھوڑتے۔ جو کچھ ہمارے پاس ہوتا ہے وہ راہ خدا میں صدقہ ہوتا ہے۔ پس حضرت ابابکر صدیق نے تو اسی حدیث لا نورث پر عمل کیا اور اس حضرت کے فرمان پر چلے۔ پھر اُن سے کیا قصور ہوا۔ جو حضرت زہرا رنج ہوئیں۔ ہم کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت کے فعل اور فرمان پر چلے اور عمل کرے۔ اگر اس سبب ایک جناب زہرا تو کیا سب جہان ہی رنج ہو جائے تو بھی کوئی ڈر نہیں ہے۔ اور نہ اُن پر کوئی الزام آتا ہے۔ بلکہ یہ الزام تو بعقائد تمہارے معاذاللہ حضرت زہرا پر آتا ہے۔ کیونکہ آپ نے اس حدیث کے مخالف اور فرمان اپنے باپ کے برخلاف کیوں دعوے کیا۔ جب حضرت نے اپنے ورثہ سے اپنی اولاد کو جواب دے دیا۔

تو پھر کیوں یہ غلط دعوے کیا۔ پس جب بناء دعوے ہی غلط اور بے جا ہوئی تو پھر اُن کا رنج وغیرہ ہونا۔ اور زیست تک کلام نہ کرنا۔ یہ سب بے بنیاد اور غلط ہوا۔ اور کوئی رنج وغیرہ کا اثر نہ رہا دیکھو اس تمہارے دعوے خام کے سبب تو حضرت زہرا پہ الزام آیا۔ ہاں اگر ہم اہل سنت کے موافق کہو تو پھر جناب زہرا پر کوئی الزام نہیں آتا۔ جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ حضرت زہرا نے فدک سے اپنے باپ کے حصہ کا دعوے تو کیا مگر جب اُن کو صدیق کے اکبر کے ذریعے سے یہ حدیث لانورث پہنچ گئی تو پھر اس وقت چپ چاپ ہوگئیں کوئی رنج وغیرہ بھی نہ رہا۔ پس اس طرح تو نہ حضرت زہرا پہ کوئی الزام آتا ہے۔ اور نہ ہی حضرت صدیق پر کوئی طعن کیا جاتا ہے۔ اگر اس جگہ کوئی شیعہ بچارا شرمندگی کا مارا دھوکا دینے کو اب یہ کہہ دیوے۔ کہ حضرت زہرا نے تو فدک سے اپنے حصہ کا دعوے کیا تھا۔ نہ کہ حضرت کے حصہ کا تو محض جھوٹ۔ اوّل تو آج تک کسی علماء شیعہ نے یہ دعویٰ نہیں کیا۔ اور نہ کسی نے کوئی اس کا ثبوت دیا ہے۔ سب سالم فدک کو روتے گئے بلکہ وصیت اور ہبہ کا واویلا مچاتے گئے کہ جن سب کی تردید تو اوپر قابل دید ہو چکی ہے۔ دوم اس تکذیب کے واسطے تو یہی حدیث لانورث کافی ہے۔ یہ تو جاہل اور کم عقل بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ اگر حضرت زہرا فدک سے اپنے حصہ کا دعوے کرتیں تو حضرت صدیق بھی اُسی دعوے کا جواب دیتے۔ یہ حدیث لانورث کیوں پیش کرتے۔ اس سے تو صاف معلوم ہوا کہ جناب زہرا نے فدک سے اپنے باپ کا؛ کا حصہ طلب کیا تھا۔ جس کے جواب میں یہ حدیث پیش ہوئی۔ یعنے حضرت نے فرمایا کہ ہمارے ترکہ کا کوئی وارث نہیں ہے۔ وہ راہ خدا میں صدقہ ہے۔ پس فیصلہ شد۔ اے شیعو اُس فدک کے جھوٹے دعوے کو چھوڑو ان اپنے دلائل لاطائل سے منہ موڑو۔ ہاں یا تو اُس حدیث لانورث کا ثبوت جو تمہاری ہی معتبرہ کتابوں میں درج ہے۔ اُن کو نکال کر کہیں ڈبایا جلادو تب اس دعوے کا نام لو۔ نہیں تو یہ حدیث لانورث اس تمہارے دعوے فدک کے واسطے سم الفار قاتل زہر ہے۔ اور جو حدیث بخاری میں سے تم نے لفظ غضبت فاطمہ بنت رسول اللہؐ کا لکھا ہے۔ تو یہ بھی محض جھوٹ وہ لفظ فوجدت ہے۔ جس کو تم نے غضبت لکھا ہے۔ سو اکثر ہمارے علماء وجدت کا معنیٰ اغتمت کا کرتے ہیں۔ کہ جب کہ جب حضرت زہرا کو معلوم ہوا کہ یہ دعوے میرا بے جا تھا تو آپ کو نہایت غم و ملال ہوا۔ جیسا کہ اکثر صاحب کمال کو کہیں انہی کے خیال پہ بھی غم و ملال لاحق ہو جاتا ہے۔ اے شیعو!

اگر اس غضب وغیرہ کو بھی ہم تمہاری خاطر تسلیم کر لیویں۔ تو بھی تمہارے ہاتھ تو کچھ
نہیں آتا۔ اول تو ہم کہتے ہیں کہ جب غضب اور رنج وغیرہ کا سبب ہی بے جا اور غلط ہے
پھر تو اُن کا کوئی اثر بھی نہ رہا۔ دوم یہ اس وعید اغضبا و اغضبین میں بھی داخل نہیں ہے
کیونکہ اُس اغضبا کے معنے یہ ہیں۔ کہ کوئی شخص صرف بغرض اپنی ہوا نفسی کے جناب حضرت
سیدہ کو رنج و ناراض کرے۔ اور حضرت صدیق کو تو صرف دیگر ورثہ ذوالقربیٰ والیتمیٰ والمساکین
کا لحاظ تھا۔ جیسا حضرت عباس عم رسول اللہ و ازواج مطہرات وغیرہ نہ کہ کسی اپنی غرض سے
رنجیدہ کرنا حضرت زہرا کا تھا سو رنجیدہ ہونا اور چیز ہے اور رنجیدہ کرنا اور بات ہے۔ یہ
یہ رنج ہونا بمقتضائے بشریت ہے یہ ایک وقت میں آتا ہے۔ اور دوسرے وقت میں خود
بخود رفع ہو جاتا ہے۔ سو ایسا تو اکثر پیغمبر و معصوم بھی ایک دوسرے پر رنج ہوئے۔
غصے اور غضب کے لفظ کہے۔ جیسا کہ حضرت موسےٰ بھی اپنے بھائی ہارون علیہ السلام
پر اس قدر رنج وغضب میں آئے کہ اُس کا سر و داڑھی پکڑ کر آپ کی طرف کھینچی۔ اور
جیسا ایوب علیہ السلام بھی اپنی بی بی رحمت علیہ الرحمت پر ایسا رنج ہوئے کہ اس کے واسطے
سو لکڑی مارنے کی قسم کھائی۔ یا جیسا امام حسن علیہ السلام نے بھی جب خلافت امیر معاویہ
کے سپرد کی۔ تو حضرت امام حسین علیہ السلام۔ اُس اپنے بھائی حسن علیہ السلام پر اس قدر
رنج و غصہ ہوئے فرمایا کہ اگر میرا بھائی تلوار سے میری ناک کاٹ لیتا۔ تو مجھ کو اتنا ناگوار
نہ گزرتا۔ اور بھی خصوصاً یہی جناب زہرا تو حضرت امیر پر بھی چند بار رنجیدہ ہوئیں۔ اور
یہی کلمے اغیظہ وغضب کے اُن کو فرمائے جو تمہاری ہی معتبر کتابوں میں درج ہیں۔ چنانچہ
اول تو جب کہ جناب امیر حضرت زہرا سے رنجیدہ ہو کر مسجد میں جا لیٹے تھے۔ اور رسول
مقبول گھر میں تشریف لائے۔ جناب سیدہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا (غاضبنی فخرج
ولم یقل عندی) تو وہاں حضرت خود تشریف لے گئے تھے۔ تو دیکھا کہ مسجد میں لیٹے
ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا قُمْ یَا اَبُوْ تُرَابْ فرما کر اٹھایا۔ دوسری تمہاری کتاب علل الشرائع
کے باب العلت میں ہے۔ جب کہ ایک لونڈی حضرت جعفر طیار نے بھیجی تھی۔ حضرت علی
نے اس کی طرف التفات فرمائی تو حضرت زہرا نے نہایت رنج ہو کر یہ شکایت حضرت تک
پہنچائی۔ اور حضرت جبرائیل وحی لائے کہ شکایت فاطمہ کو قبول نہ کرنا۔ تیسرا اسی کتاب
کی جلد اول باب العلت میں ہے کہ جب جناب امیر نے ابو جہل کی بیٹی سے شادی کرنی

چاہی ۔ تب بھی جناب سیدہ نہایت ناخوش و رنج ہوئیں اور یہ شکایت بھی حضرت پر پہنچی ۔ حضرت نے بھی اس کی سخت ممانعت فرمائی ۔ چوتھا بزعم شیعہ جب خلفاء نے جور کرنا شروع کیا ۔ اور جناب امیر نے بوصیت رسول علیہ السلام صبر و سکوت فرمایا ۔ تو حضرت زہرا نے نہایت غیظ و غضب میں آکر جناب امیر کے حق میں وہ کلمے فرمائے کہ جن کے لکھنے سے بھی ہمارا تو دل کانپتا ہے ۔ چنانچہ تمہاری حق الیقین میں ہے " کہ حضرت فاطمہ خطاب ہائے شجاعانہ داشت باسید اوصیا نمود کہ مانند جنین رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائناں درخانہ گریختہ خود را ذلیل کردہ در روزے کہ دست از سطوت خود برداشتی گرگاں مے درند تو از جائے خود حرکت نمے کنی امیر المؤمنین فرمود صبر کن و آتش غضب خود را فرو نشاں الخ " نعوذ باللہ ایسے کلمہ ترک ادب امیر علیہ السلام کی نسبت لکھنا شیعوں ہی کا کام ہے ۔ ارے کچھ تو خدا سے ڈرو اہل بیت عترت کا لحاظ کرو ہم کہتے ہیں کہ جب اس طرح پیغمبر اور معصوم بھی ایک دوسرے پر رنج ہوئے اور ایسے کلمے کہے تو اگر حضرت زہرا صدیق اکبر پر بھی بحالت بشریت کسی قدر رنج ہوئیں تو کیا ہوا دیکھو ان کلمات کے مقابل تو جناب سیدہ کا حضرت صدیق پر رنج ہونا کیا شکایت رکھتا ہے ۔ اے شیعو اگر پھر بھی اس رنج کا نام لو یا غضب کہو تو ہم کہتے ہیں ۔ کہ اگر حکم من اغضبنا فقد اغضبنی کلیہ ہے تو یہ واقعات اور کلمات بھی داخل عموم حکم ہو کر وعید میں شمار ہونگے ۔ اگر کلیہ نہیں تو پس یہ سراسر تمہارا بدگمان ہے جو ایسے بشری رنج کا طعن صدیق اکبر کو دیا ۔ اور اپنے گھر کا خیال نہ کیا ۔ اس کا جواب حکیم صاحب معیار الہدے میں اس طرح لکھتے ہیں اور حضرت موسےٰ اور ہارون علیہما السلام کے قصہ کو جو تم نے واسطے مثال دینے کے لکھا ہے ۔ سو محض بیفائدہ ہے ۔ اُسے قضیہ فدک کو کیا نسبت حضرت موسےٰ اور ہارون دونوں معصوم تھے اور تمہارے حضرت ابو بکر معصوم نہ تھے جواب بھلا یہ کہاں خدا و رسول کا فرمان ہے اور کس امام کا قول ہے ۔ کہ اگر معصوم کو معصوم پر رنج ہو ۔ یا برا کہے تو اُس پر کچھ خطا نہیں ہے ۔ اور معصوم غیر معصوم پر رنج ہو تو وہ خطا وار ہوتا ہے ۔ کیوں ایسے جھوٹے مسئلے بیان کر کے اپنا ایمان گنواتے ہو بلکہ خدا تعالےٰ تو فرماتا ہے ۔ کہ اگر معصوم اولیاء علماء سے کوئی خطا ہو تو اُس پر دوچند سزا ہے ۔ اور غیر معصوم یا جاہل پر تو اتنا ہی ہے جتنا اس نے کیا ۔ جیسا کہ حضرت کے ازواج مطہرات کو ۲۲ سیپارے میں حق تعالےٰ فرماتا ہے ۔ کہ اے نبی علیہ السلام کی عورتو ! جو کوئی تم میں کرے کام فاحشہ ودنی ہو

اس کو مار اور جو کوئی تم میں کرے کام نیک تو دیویں گے اُس کو ہم اس کا اجر دوہرا پس
معصوم اور غیر معصوم کا اس میں اتنا فرق ہے۔ جیسا کوئی واقف دیدہ دانستہ بُرا کام
کرتا ہے۔ تو اُس پر کتنا غصہ و رنج آتا ہے۔ اور ناواقف پر تو اتنا رنج بھی نہیں آتا
بلکہ بے خبری کی تو بھول وچوک کو بھی خدا معاف فرماتا ہے۔ پھر معصوم غیر معصوم کی نظیر بھی
آپ کے کیا پذیر آئی۔ حکیم بیچارا تو بہت کچھ واویلا مچاتا اور اپنا پوچ چھپاتا ہے۔ مگر خدا
کی رضا چھپ نہیں آتا ہے۔ اے شیعو اس بشری رنج سے تو خدا نے حضرت صدیق کو بچادیا اور
تم کو جھوٹا کیا۔ اب دیکھو اُس زیست تک کلام نہ کرنے سے بھی ہم تم کو پشیمان بناتے ہیں اور
جناب زہرا کا حضرت صدیق پر راضی ہونا بھی ہم تمہاری ہی کتابوں سے ثابت کر دکھلاتے
ہیں۔ چنانچہ تمہاری کتاب علل الشرح میں ہے۔ (کہ ابوبکر عہد کردہ بود کہ تا رضائے فاطمہ
زہرا سایہ مکان من نیابد و شب در ہمیں حال گزارند امیر المؤمنین پیش حضرت زہرا بہ مصالحہ ا
ے پرداخت") دیکھو جب بقول تمہارے جناب زہرا کے راضی کرنے کو حضرت صدیق نے
اس طرح چارہ جوئی کی اور حضرت امیر بھی سفارشی ہوئے۔ تب سیدۃ النساء بنت رسول اللہ
نے عذر منظور کر کے اُس رنج بشری کو دور فرمایا۔ جیسا آپ کی معتبر کتاب حجاج السالکین میں
ہے " کہ چوں ابوبکر بمعذرت آمد خاتون قیامت فرمود اِفْعَلْ فِیْهِمَا كَمَا كَانَ اَبِیْ رَسُوْلُ
اللّٰہِ صَلْعَمْ یَفْعَلُ فِیْهِمَا" ترجمہ حضرت زہرا نے فرمایا کہ تو اس میں یعنے فدک کے معاملے میں جیسا میرے
باپ رسول علیہ السلام کیا کرتے تھے۔ دیکھو جناب زہرا کا حضرت صدیق سے کلام کرنا بھی ا
پایا گیا۔ اور آپ کی رضامندی بھی ثابت ہو گئی۔ جیسا فرمایا کہ اس میں تو بھی اسی طرح
کرنا۔ جس طرح کہ میرے باپ کرتے تھے۔ اگر اس پر بھی تسلی نہ ہوئی ہو تو اور لو ذرا پھر
اس خطبہ کا ملاحظہ کرو جو اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ کہ جس کو تمہارے ابن میثم بحرانی صاحب
نے شرح کبیر میں لکھا اُس کے یہ الفاظ دیکھو" وَذٰلِكَ اِنَّ لَكِ مَالِاَبِیْكِ كَانَ
كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَاْخُذُ مِنْ فِدْكٍ قُوْتَكُمْ وَیَقْسِمُ الْبَاقِیْ وَیحمل منه فی سبیل
اللّٰهِ وَلَكِ عَلَی اللّٰهِ اَنْ اَصْنَعَ بِهَا كَمَا كَانَ یَصْنَعُ فَرَضِیَتْ بِذٰلِكَ وَاَخَذَتْ
مِنْهُ عَهْدًا" ترجمہ یعنے حضرت ابوبکر نے کہا یہ اسی طرح ہے کہ تیرے پدر بزرگوار
کی چیز تیری ہی ہے۔ رسول علیہ السلام فدک میں سے تمہارا قوت لے کر باقی ماندہ
تقسیم کرتے تھے۔ اور خدا کی راہ میں اُس میں سے سوار کرتے تھے اور تجھ سے

عہد کرتا ہوں کہ میں بھی اس میں اُسی طرح کرونگا جس طرح حضرت کیا کرتے تھے۔ اس پر فاطمہ راضی ہوگئیں اور ابوبکر سے اس کا عہد کرالیا۔ ابوبکر اُس کی آمدنی سے جس قدر اُن کی حاجت کو کافی ہو اُن کو دیتے تھے۔ پس فیصلہ شد الحمد للہ کہ فدک کا حق منجانب خلفائے تو ایسا ثبوت کو پہنچ گیا کہ جس میں سوا ایک انکار منکر کے اور کوئی تکرار باقی نہیں رہا حتےٰ کہ جناب زہرا کا راضی ہونا بھی حضرت صدیق پر ٹھیک ٹھیک تصدیق ہوگیا۔ اور جو جو اس میں شیعوں کے طعن بہتان تھے وہ بھی سب کے سب پشیمان ہوئے وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ ط +

طعن ہفتم قرآن بر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

طعن ہفتم قرآن بر حضرت عثمان

شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان نے بے ادبی کی جو اصل قرآن تھا جلوا دیا۔ باقی بے ترتیب وغلط کو مروج کیا۔ جواب پہلے کسی دلیل شرعی سے تو ثابت کیجئے کہ مطلق جلانا اور پھاڑنا کونسی بے ادبی ہے۔ جب تک آپ یہ ثابت نہ کرینگے تب تک یہ آپ کا اعتراض ہی لغو ہے۔ کیونکہ شرعی بات میں زبان کی لغویات کون سنتا ہے۔ لیجئے ہم آپ ہی کے علمائے سے اس کا فتوےٰ مانگتے ہیں۔ کیا فرماتے ہیں علمائے امامیہ اثنا عشریہ کہ ایک شخص نے جب قرآن خدا کے فرمان کو بایں حالت منفرقہ دیکھا۔ کہ کہیں کے پاس دس سیپارے کہیں پندرہ کہیں بیس تھے۔ وہ بھی کسی میں کچھ کلمات تفسیر ملے ہوئے تھے۔ اور کہیں میں بعضی قرائتیں منسوخ تلاوت بھی درج تھیں تو وہ اپنی رائے میں مصلحت شرعی سمجھ کر اصل قرآن کو اُن سے جدا کرکے ایک جگہ جمع وتالیف کریں بدیں خوف کہ ان اختلاف کے سبب ایسا نہ ہو کہ تمام امت رسول علیہ السلام میں تفرقہ پڑجاوے۔ اس لئے وہ اوراق جو بطور مسودہ لوگوں کے پاس تھے۔ اُن کو جلوائے یا پھڑوائے پھر اُس خدا کے قرآن کو عالم شائع کرے کہ جس کو ہر تمام خاص وعام نے بلا اعتراض صحیح قرآن تسلیم کرلیا ہو تو وہ کس جرم کا مرتکب ہے۔" خیر زیادہ فکر نہ کیجئے مختصر لیجئے اگر کوئی شخص کسی مصلحت شرعی کے سبب قرآن شریف کو بلا ارادہ اہانت جلوائے یا پھڑوائے تو جائز ہے یا حرام۔ اے شیعو! اوروں کو مت کہو ذرا اپنی بے ادبی تو دیکھ لو تمہاری کتاب کلینی میں زبیر زید ہلالی نے روایت کی ہے۔ کہ کہ امام صادق علیہ السلام نے قرآن کو اہانت کرکے اس طرح زمین پر پھینک دیا۔ اِنْ قَرَءَ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْکَاثًا تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا

بینکم ان تکون امۃ ھی اذکا من امۃ فنقلت جعلت فداک ائمۃ ای مکان امۃ ائمۃ وکان النبی واللہ انما یقرء آ ابی من امۃ فقال ماصی فاخذہ بیدہ فطرحہ اھانۃ) حاصل یہ ہے کہ جب اس آیت میں حضرت امام جعفر صادق نے امۃ کی جگہ ائمۃ پڑھا تو زید مذکور نے عرض کی کہ یا حضرت کیا یہاں ائمۃ ہے فرمایا ہاں زید کہتا ہے کہ پھر میں نے کہا کہ لوگ تو اربی پڑھتے ہیں اور آپ نے ازکی پڑھا ہے۔ فرمایا اربی کیا چیز ہے۔ پھر قرآن کو اہانت سے ہاتھ میں لے کر زمین پر پھینک دیا نعوذ باللہ من ذلک پس ہم اس کو بھی علمائے شیعہ سے استفسار کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس طرح قرآن کی اہانت کرے تو جائز ہے یا حرام دیکھو بے ادبی اس کام کا نام ہے۔ کہ جس کو تمہارے علماء نے ارقام کیا ہے۔ اور حضرت عثمان نے تو صرف صحت قرآن کے لئے اوراق مشکوک محو کئے جو بات کسی طرح بھی داخل بے ادبی نہیں ہو سکتی بلکہ یہ تو خاص اُمّت کی خیر خواہی و محبّت الٰہی ہے۔ یہ قصہ تو کتب صحیحہ میں اس قدر ہے۔ کہ جب حضرت کے بعد قرآن کی قراتوں میں اس حد تک اختلاف شروع ہونے لگا کہ اکثر عوام الفاظ غیر منزلہ کو پڑھنے لگے اور اختلاف کا بہانہ پکڑنے لگے اور بعضے قرآن میں مثل قرآن ابن کعب کے قرائتیں شاذہ تھیں اور بعضے اُن میں آیتیں منسوخ التلاوت بھی تھیں اور بعضے وہ الفاظ کہ جن کو رسولِ خدا بطور تفسیر کے بیان فرماتے تھے لوگ اُن کو بھی داخل قرآن سمجھنے لگے۔ اور بعضے الفاظ اور لفظوں سے بدلنے لگے تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بمشورہ جناب امیر و حضرت حذیفہ بن یمانی اور دیگر اصحاب کبار مہاجر و انصار نے ارادہ مصمم فرمایا۔ کہ ایک مصحف میں قرآن جمع ہو جاوے اور اختلاف تمام عرب و عجم کا اُٹھ جاوے۔ سو خداوند کریم دانا تر حکیم نے ایسا ہی کرا دیا۔ اور اس کی نسبت جو اِنّا لَہٗ لَحَافِظُوْن کا وعدہ فرمایا تھا وہ پورا کیا کہ کسی بد اندیش کا کوئی بھی پیش نہ جانے دیا۔ پس الحمد للہ کہ جلانے قرآن کا حضرت عثمان پر کوئی الزام نہ آیا بلکہ خداوند کریم نے تو اُن کو اپنے دین کا حامی اور بانی بنایا۔ اگر آپ ایسا نہ کرتے حضرات شیعہ ہی قرآن پاک میں یہود و نصارا کی طرح تبدیل و تحریف کر ڈالتے پھر تو تمام اُمّت نبی علیہ السلام میں تفرقہ پڑ جاتا جیسا کہ علماء شیعہ میں تفرقہ پڑا ہے۔ بعضے بے چارے شرمندگی کے مارے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ قرآن صحیح ہے۔ اور بعضے فرماتے ہیں کہ بیاض عثمانی غلط ہے۔ اس جا حکیم صاحب معیار الہدٰے میں فرماتے ہیں۔ کہ غلطی قرآن کا تو خود تمہاری ہی کتابوں میں

بیان ہے۔ اور اس میں حضرت عثمان کا تحریف کرنا بھی ثابت ہے جیسا جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر اتقان میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی تھیں کہ سورہ احزاب کو جناب رسول خدا کی جماعت میں ہم تلاوت کیا کرتی تھیں اور اس میں دو سو آیتیں تھیں۔ مگر عثمانؓ نے اپنی عہد حکومت میں تہتر ۷۳ آیتیں باقی رکھیں اور کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس طرح لکھا ہے۔ کہ عبداللہ بن عمر مکروہ جانتے تھے۔ اس امر کو کہ کوئی شخص کہے پڑھا میں نے قرآن سارا اور فرماتے تھے کہ اس قرآن میں ایک قرآن ہے۔ کہ کہ اُٹھا لیا گیا ہے۔ اور تفسیر در منثور میں لکھا ہے کہ ابن عمر کہتے تھے کہ اس قرآن میں سے قرآن کثیر جاتا رہا ہے۔ اور کتاب مستدرک میں حذیفہ سے روایت ہے۔ کہ سورہ برأت کا اب چہارم حصہ بھی نہیں پڑھا جاتا۔ اور صحیح بخاری و مؤطا مالک میں حضرت سے یہ روایت ہے۔ کہ آیت رجم قرآن میں موجود تھی لیکن اس خوف سے کہ آدمی کہنے لگیں کہ عمر نے قرآن کو زیادہ کر دیا ہے۔ اسی واسطے میں آیت کو قرآن میں ثابت نہیں کر سکتا اور یہ بھی اہل سنت کی روایتوں سے ثابت ہے کہ قرآن کے الفاظ اور لفظوں سے بدل گئے ہیں۔ **جواب**۔ حکیم صاحب نے انصاف کا خون ہی کر ڈالا اور شرم وحیا کو بھی کام نہ فرمایا۔ اہل سنت کو اس کذب و اختراع کی تہمت لگائی جو محض عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ حالانکہ اہل سنت کا دین و بقین خاص کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہے۔ اور اور ایمان بھی یہی قرآن ہے۔ یہاں تک کہ اجماع اور قیاس سو اس کی حجت بھی یہی کتاب خدا و سنت مصطفےٰ ہے۔ اگر کیسا ہی کوئی اکابر دین ہو اُس کا قول بھی تب معتبر ہے جب کہ اُس کا قول موافق کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہو نہیں تو نہ اُس کو ہم معتبر جانتے ہیں۔ نہ کوئی اُس کی فضیلت مانتے ہیں پھر کیوں اہل سنت کو ایسی جھوٹی تہمت دی۔ جو ہر صاحب فہمید کی عقل سے بعید ہے۔ دیکھو ان راویتوں سے بھی ہم حکیم صاحب کو چند وجہ سے جھٹلاتے۔ اور کاذب بناتے ہیں۔ اوّل تو اکثر یہ روایات صحت میں داخل نہیں ہیں اور نہ بعضے ان کے الفاظ صحیح ہیں نہ ان کے یہ معنے ہیں۔ جو تم نے لکھے ہیں۔ جن کی بحث طول لکھنا فضول ہے۔ یہ صرف تم نے توڑ پھوڑ کر کچھ اپنے گھر کے جوڑ بنائے ہوئے ہیں۔ دوم اگر صحابہ ہو یا کوئی اور راوی ایسی روایت کرے جس طرح کہ آپ نے زعم باطل میں یہ معنے سمجھے ہیں۔ تب بھی آیت اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کے سامنے تو ہم اس قرآن

میں کسی طرح بھی غلطی کا گمان نہیں کر سکتے صرف راوی کی غلطی کہیں گے۔ سوم فرض کیا کہ اگر یہ روایتیں صحیح بھی ہیں تب بھی اُن میں تمہارا مطلب تو پورا نہیں ہوتا۔ یہ تو کسی راوی نے نہیں کہا کہ حضرت عثمان سے تحریف قرآن کی ہے۔ یا معاذ اللہ یہ قرآن غلط ہے۔ اسی طرح تو ہم سب اہل سنت کا عقائد ہے کہ حضرت کے زمانے میں تین طرح کا نسخ تو کتاب اللہ میں واقع ہؤا ہے۔ ایک تو اکثر آیات کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اور تلاوت باقی رہ گئی۔ دوسرا یہ کہ تلاوت الفاظوں کی منسوخ ہو گئی۔ حکم باقی ہے۔ دیکھو جیسا آیت رجم۔ تیسرا یہ کہ لفظ اور حکم دونوں منسوخ ہو گئے۔ پس ان راویوں نے بھی یہی وجہ کمی کی فرمائی۔ اور کہا کہ بہت سا قرآن جو نازل ہؤا تھا وہ منسوخ ہو گیا اور جاتا رہا۔ تا کہ کوئی یوں نہ کہے کہ میں سب قرآن منزل پر حاوی ہو گیا ہوں اور بعضے لفظوں کا بدلنا ہے۔ کہ البتہ قرآن شریف میں ایسے لفظ بھی واقع ہیں۔ جیسا کہ لا اذبحنہ اور لا اَوْضَعُوْ اور مِنْ نَبَائِ الْمُرْسَلِیْنَ وَغَیر ذٰلِكَ اگر ایسے الفاظ بدون معرفہ رسم الخط کے اُسی طرح پڑھے جاویں جس طرح کہ لکھے ہوئے ہیں تو معنے بالکل تغیر ہو جاویں گے اور تلاوت غلط ہو گی۔ اس لئے علمائے عربیہ نے ان کو مبدل لفظوں سے پڑھا ہے کہ جس سے نہ کچھ معنے میں فرق آتا ہے۔ نہ تحریف قرآن ہے۔ اور حضرت کے بعد تو اس قدر اختلاف ہوا جیسا اوپر ہم نے کہا ہے۔ کہ اکثر لوگ منسوخ شدہ لفظوں کو تلاوت میں درج کرنے لگے۔ اور جو الفاظ حضرت بطور تفسیر کے فرماتے تھے وہ بھی داخل قرآن سمجھنے لگے۔ تب حضرت عثمان نے ماسوا قرآن اُن الفاظ منسوخ شدہ کو محو کر کے اصل قرآن جمع و تالیف فرمایا پس نہ تو اس طرح کوئی حضرت عثمان پر الزام آیا نہ کچھ قرآن کی تحریف ثابت ہوئی نہ کوئی لفظ اور معنے غلط ہوئے پھر کیوں کہا کہ غلطی کا تو اہل سنت بھی بیان کرتے ہیں محض جھوٹ حضرت اہل سنت پر تو ایسا شک و شبہ کرنا حرام ہے جن کا قرآن پر ایسا ایمان کہ اس کے ایک ایک حرف یاد کرنے میں اپنی تمام عمر صرف کر دیتے ہیں۔ بلکہ اہل سنت کا اتفاق اور اجماع ہے کہ یہ قرآن وہی قرآن ہے۔ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہؤا۔ اور اُسی ترتیب کے ساتھ ہے کہ جس ترتیب سے لوح محفوظ میں ہے۔ اور بھی اس میں جس قدر آیات کی کمی و بیشی ہوئی سو وہ حضرت کے زمانہ ہی میں واقع ہوئی۔ یعنے جس قدر آیات نازل ہوتی گئیں۔ بیشی ہوتی گئی اور جس قدر منسوخ ہوئیں اور

بھلائی گئیں وہ کمی ہو گئی۔ یہاں تک کہ آخر بس یہی قرآن جو اہل سنت کے پاس ہے۔
کمل باقی رہ گیا بعد اس کے نہ اس میں کچھ تغیر و تبدل ہوا نہ کمی نہ بیشی ہوئی۔ نہ یہ ممکن
کہ کبھی کوئی شخص اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل تحریف وغیرہ کر سکے معاذ اللہ سبب قرآن
کی بابت اہل سنت کے ایمان میں تو کوئی نقصان نہ آیا بلکہ اہل سنت نے تو یہی خدا کا قرآن
اپنا ایمان بنایا۔ اب ذرا قرآن پر شیعوں کے ایمان کا بیان سنئے۔ اس جگہ بھی شیعہ اس طرح
دھوکا دیتے اور کہتے ہیں کہ جیسا یہ تمہارے راوی تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ اسی طرح
بعضے ہمارے علماء نقص قرآن کا بیان کرتے ہیں۔ مگر ہم تو اُن کا کہنا نہیں مانتے اسی قرآن
کو صحیح جانتے ہیں۔ جیسا کہ حکیم صاحب معیار الہدایہ میں فرماتے ہیں "شیعوں کا اعتقاد تو
قرآن کے مقدمہ میں یہ ہے۔ کہ یہ قرآن جو کہ اس زمانے میں موجود ہے۔ یہی قرآن منزل
من اللہ اور واجب التعظیم ہے۔ نہ اس سے کم ہے۔ نہ اس سے زیادہ ہے۔ اور جو روایتیں
کہ ہماری کتب میں قرآن کے ناقص ہونے پر وارد ہیں۔ وہ از جملہ احاد ہیں اُن کا ہم کو
یقین نہیں ہو سکتا۔ اور ان کی تاویل بھی ہو سکتی ہے۔ اور مذہب ہمارے علماء محققین کا بھی
یہی ہے۔ چنانچہ مولانا محمد محسن کاشانی علیہ الرحمت نے اپنی کتاب منہاج النجات میں
یوں لکھا ہے کہ تحقیق یہ قرآن بعینہ وہی ہے جو دو پٹھوں آدمیوں کے ہاتھ میں آج کے
دن موجود ہے۔ اور اسی طرح ابن بابویہ قمی رحمۃ اللہ نے اپنے رسالہ اعتقادیہ میں زیب
رقم فرمایا ہے۔ **جواب**۔ یہ سراسر تمہاری دھوکا بازی و جھوٹ پردازی ہے۔ بھلا کب شیعہ
اس قرآن کو مانتے اور صحیح جانتے ہیں۔ اور کب آپ کا اس پر ایمان اور اس کو خدا کا قرآن
سمجھتے ہو۔ محض جھوٹ صرف تم دھوکا دینے کو ایسی باتیں بناتے اور لوگوں کو سناتے
ہو۔ دیکھو یہ تمہارا پوچ بھی کھول کر ہر کس کو دکھاتے اور انصاف چاہتے ہیں۔ ارے
اوّل تو اس میں ہمارے اور تمہارے علماء کی ایک بنا نہیں ہے۔ ہمارے راوی تو صرف تحریف
خدا کے قائل ہیں۔ جو حضرت کے سامنے ہی جناب باری نے بہت اپنی کلام کو منسوخ
کیا اور اُٹھا لیا اور آپ کے تو تمام شیعہ امامیہ کا ارشاد ہے کہ حضرت کے بعد اصحابوں نے
اس قرآن میں نقصان کیا اور غلط کر دیا ہے۔ پھر ان دونوں باتوں کی آپس میں کیا
نسبت بلکہ ان میں تو زمین آسمان کفر اور ایمان کا فرق ہے۔ پھر کیوں ہماری طرح اپنے راویوں
کا نام لیا۔ دوم لانسلم اگر کوئی ہمارا راوی تحریف قرآن کا قائل بھی ہو۔ تو ہم اس کی تکذیب

بھی کر سکتے ہیں۔ ہم کب کہتے ہیں۔ کہ صحابہ معصوم ہیں۔ اور اس تحریف قرآن میں اپنے راوی تو تم نے آئمہ علیہ السلام کو ارقام کیا ہے۔ کہ جن کو تو آپ جھٹلا بھی نہیں سکتے کیونکہ معصوم کی تکذیب کفر ہے۔ پھر تو ہر حیلے آپ کو اس صحت قرآن سے انکار کرنا پڑا۔ ورنہ تو تکذیب معصوم ہیں کافر ہونا پڑیگا۔ سوم یہ تو عام تمام جانتے ہیں۔ کہ اہل سنت کا دین اور ایمان تو سب کا سب یہی قرآن ہے۔ کہ جن کے کل مذہب کا کام اسی پہ تمام ہے۔ اور شیعوں کا مذہب و عقائد تو صاف اس قرآن کے برخلاف ہے۔ تبھی تو آپ کے علماء جابجا فرماتے جاتے ہیں کہ اصل قرآن وہ ہے جو امام آخرالزمان کے پاس ہے۔ یہ ناقص و بے ترتیب بیاض عثمانی ہے۔ تو پھر حکیم جی تمہارا اس کا صحیح کہنا تو گویا اپنے مذہب کو جھٹلانا ہے۔ تو پھر یہ جھوٹا اقرار آپ کے کیا درکار ہوگا۔ چہارم اگر آپ اس قرآن کو مانیں اور صحیح جانیں تو پھر کل فضائل صحابہ کا قائل ہو کر آپ کو سُنّی پاک بننا پڑے گا۔ تب بھی تو آپ کے مذہب تشیع کی بیخ برکندہ ہو جائے گی۔ حضرت اس تمہارے جھوٹے اقرار سے بھی ہم ابھی ہر کس کو خبردار کر دیتے ہیں۔ پنجم اگر کوئی شیعہ اس کو فی الاصل کلام الٰہی بھی جانتا اور مانتا ہے۔ تو وہ بالکل جاہل اور اپنے مذہب سے ناواقف ہے۔ اُس نے اپنی مذہبی کتابوں کو نہیں دیکھا۔ اور نہ اپنے اصول کو جانتا ہے۔ اس واسطے وہ ایمان بھی قابل اطمینان نہیں کیونکہ جس مذہب کے تمام امام بھی جس قرآن کو غلط کہیں اور جس کی تحریف کے سب علماء بھی قائل ہوں اور جس کی غلطی کا کل مجتہد بھی فتوے دیتے چلے آتے ہوں تو پھر اس قرآن پہ اس شیعہ کا ایمان لانا بھی کس کام آیا۔ جب تک کہ اُس مذہب مخالف قرآن کو چھوڑے نہیں۔ اے شیعو! آپ کا اس قرآن پہ ہرگز ایمان نہیں ہے۔ اور نہ کوئی اس تمہارے جھوٹے اقرار پہ اعتبار کرتا ہے۔ ہاں یہی تو تمام شیعوں کی عام عادت ہے کہ جب کسی بحث قرآن میں یہ پشیمان ہو جاتے ہیں۔ یا کہیں اپنے تقیہ کو کام فرماتے ہیں تو اُس قرآن کو یہاں تک صحیح بناتے ہیں کہ اس کی تحریف سے منکر ہو کر اپنے کانوں تک ہاتھ لگاتے ہیں۔ اور جب کوئی وہ موقعہ چلا جاتا ہے۔ تو پھر اُسی وقت اور اُسی مُنہ سے اس قرآن کی تحریف و غلطی بیان کرنے لگ جاتے ہیں۔ جیسا کہ معیار الہدے بھی پہلے تو اُس کی صحت اوپر اس طرح فرماتے ہیں۔ کہا کہ ہم شیعوں کے عقائد میں یہی قرآن منزل من اللہ ہے جو اب موجود ہے اور نہ اس سے کچھ کم ہے۔ نہ اس سے زیادہ ہے اگر کوئی ہمارا راوی اس میں

کمی یا بیشی کا ذکر کرے، تو وہ جھوٹا ہے۔ پھر اُس کے آگے صفحہ ۹ پر یوں فرماتے ہیں۔ کہ جو قرآن جناب امیر نے جمع کیا تھا اس قرآن میں نام بنام مذمت صحابہ منافقین یا یقین کی دیجی تھی۔ اس مرقوم سے صاف معلوم ہوا کہ جو قرآن جناب امیر نے جمع کیا تھا وہ صحیح اور سالم تھا۔ اب یہ ناقص ہے کہ جس میں سے تمام منافقوں کے نام نکالے گئے ہیں پھر اُس کے آگے روایت نطی میں لکھتے ہیں۔ " دَفَعَ اِلَیَّ اَبُوالْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامِ مُصْحَفًا وَقَالَ لَا تَنْظُرْ فِیْہِ فَفَتَحْتُ وَقَرَأْتُ فِیْہِ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَوَجَدْتُ فِیْہَا اِسْمَ سَبْعِیْنَ رَجُلًا مِنْ قُرَیْشٍ بِاَسْمَائِہِمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِہِمْ " یعنے بزیطی کہتے ہیں کہ ابُوالحسن علیہ السلام نے مجھ کو ایک مصحف دیا اور فرمایا کہ اس کو نہ دیکھنا۔ پس میں نے کھولا اُس کو اور پڑھا اس میں آیت لم یکن الذین کفروا پس میں نے اُس میں نام سَتّر آدمیوں کا قریش سے پایا معہ اُن کے باپوں کے ناموں کے دیکھو جس قرآن میں سے اتنا نقصان ہو جاوے۔ تو پھر اُس کی صحت کہاں رہی اور کب لائق اعتبار ہوا ہم حکیم صاحب سے پوچھتے ہیں کہ پہلا دعوے آپ کا جھوٹا ہے۔ یا پچھلا ایک میں تو آپ کو جھٹلاؤ اور کاذب بناؤ پہلے تو آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہی قرآن صحیح ہے۔ نہ اس سے کچھ کم ہے نہ زیادہ۔ پھر اسی زبان سے اس قرآن کو غلط اور کم بھی اس قدر کیا کہ جس سے کل منافقوں کا نام نکال دیا تو پھر کیوں اس کی صحت کا جھوٹا اقرار کیا۔ دیکھو خدا کس طرح اپنے سچ کو جھوٹ پر غالب فرماتا ہے۔ کہ جھوٹے کو اپنی زبان ہی سے جھوٹا بناتا ہے۔ ذرا ایک اور شیعہ صاحب کا بھی اس قرآن پر جھوٹا ایمان لانا دیکھئے۔ چنانچہ اُن کے سید سبط حسین صاحب لکھنوی بھی اوّل تو اسی طرح اپنے رسالہ صفاح العصیان کے صفحہ ۱۰ پر یوں فرماتے ہیں " پس کلام جناب امیر ابو القاسم قمیین رحمۃ اللہ علیہ سے ظاہر ہوا۔ کہ کل مجتہدین و علمائے امامیہ اثنا عشریہ عدم وقوع تحریف فی القرآن کے ہیں "۔ پھر اس کے بعد صفحہ ۱۶ پر اس طرح لکھتے ہیں " مخفی نہ رہے۔ کہ روایات شیعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ آیات کہ جن میں مذمّت صحابہ کی تھی اور وہ آیات کہ جس میں فضیلت اہل بیت کی تھی اُن میں سے تحریف ہوئی "۔ دیکھو نہ ایک سخن نہ ایک زبان نہ ایک دین۔ نہ ایک ایمان۔ پہلے تو یہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ کل مجتہدین و تمام علمائے امامیہ اثنا عشریہ اس کی عدم تحریف کے قائل ہیں کہ یہی قرآن برحق ہے۔ نہ اُس سے کچھ کم ہے نہ زیادہ پھر اُسی زبان سے اس قرآن کو جھٹلایا۔ اور غلط بنایا جیسا کہا کہ بہت سے منافقوں اور تمام اُن کے باپ دادوں کے نام اُس قرآن سے نکالے گئے ہیں۔ اور بہت و آیتیں بھی اس سے خارج

کی گئیں ہیں کہ جن میں اہلبیت علیہ السلام کے فضائل تھے۔ کیوں صاحب اب وہ آپ کا عدم تحریف کا اقرار تو شتر کا گوز ہو کر اُڑ گیا یا نہیں۔ اور اسی زبان سے آپ نے اُس کی غلطی کا بھی بیان کیا یا نہیں۔ اب نہیں تو آپ کر بھی نہیں سکتے ہو۔ ہاں اگر اس میں بھی کوئی اور اپنی نئی دلیل یا تاویل بنائیں۔ تو ہم پوچھتے ہیں۔ کہ ایک آثار کا پیمانہ ہے جس میں سے ایک تولہ یا ماشہ کم ہو گیا ہے۔ یا زیادہ تو وہ پیمانہ آثار کا صحیح کہا جاوے گا۔ یا غلط اگر غلط تو اسی طرح جس قرآن میں سے چند ہا صورتیں اور بہت سی آیتیں نکالی جاویں کہ جن میں منافقوں کے نام وفضائل اہل بیت علیہ السلام کے تھے تو پھر اس قرآن کی صحت کہاں رہی۔ اور کون اس کو صحیح کہے گا۔ پس ثابت ہو گیا۔ کہ آپ کا اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں ہے۔ ورنہ آپ اس کو کمی یا بیشی کا اطلاق نہ کرتے اور نہ اس کو ناقص و غلط کہتے اگر اتنے پر بھی کسی کو اعتبار نہ آوے۔ تو ہم اور بھی کچھ اُن کے علماء کا حال باجمال سناتے ہیں اور ان کا اسی قرآن کو غلط کہنا تو اظہر من الشمس ثابت کر دکھلاتے ہیں۔ اے شیعو اگر ہم تمام تمہارے علماء کا اس قرآن سے منکر ہونا ارقام کریں تو ایک علیحدہ دفتر تیار ہو سکتا ہے۔ اس واسطے اختصار کر کے یک مشت نمونہ از خروارے گزارش کرتا ہوں چنانچہ اس مقدمہ میں تو صرف آپ کی ایک تفسیر صافی کا دیکھنا کافی ہے۔ اور کسی کتاب کی بھی حاجت نہیں ہے جس میں محمد مرتضےٰ صاحب نے اس غلط قرآن کی نظیر میں تو بہت روایتیں تحریر فرمائی ہیں۔ ازاں جملہ دو چار اس مقام پر ہم بھی اُس سے ارقام کرتے ہیں۔ مفسر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ تفسیر عیاشی میں امام ابو جعفر سے یہ چند حدیثیں مروی ہیں (عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ لَوْلَا اَنَّہٗ زِیْدَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ وَنُقِصَ مَا خَفِیَ حَقُّنَا عَلٰی ذِیْ حِجیً وَلَوْ قَدْ قَامَ قَائِمُنَا فَطَقَ صَدَّقَہُ الْقُرْاٰنُ) امام صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اگر کتاب اللہ میں زیادتی اور نقص نہ کیا جاتا تو ہمارا حق کسی عقل والے پر پوشیدہ نہ رہتا۔ اور ہمارا قائم اُٹھ کر کلام کرے گا۔ تو اُس کی قرآن تصدیق کرے گا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس قرآن میں زیادتی و نقصان اس قدر ہوا ہے کہ جو اس میں حق حقوق اہل بیت علیہ السلام و تمام آئمہ کرام کے تھے وہ سب کے سب نکالے گئے ہیں۔ جب امام صاحب آوے گا۔ تب وہ تصدیق قرآن فرماوے گا۔ اور حدیث۔ (عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ

قَالَ لَوْ قُرِئَ الْقُرْاٰنُ كَمَا اُنْزِلَ اَلْفَيْتَنَا فِيْهِ مُسَمَّيْنَ) امام ابو عبد اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر قرآن پڑھا جاتا جس طرح نازل ہوا تو اُس میں ہم نام بنام ملتے اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ یہ قرآن اب اس طرح نہیں رہا جیسا کہ نازل ہوا تھا اُس میں تو تمام آئمہ اکرام کے نام تھے - جو اس سے نکالے گئے پھر اُسی میں ہے - وَفِيْهِ عَنْهُ اِنَّ فِى الْقُرْاٰنِ مَا مَضَى وَمَا يَحْدُثُ وَمَا هُوَ كَائِنٌ كَانَتْ فِى اَسْمَاءِ الرِّجَالِ فَاُلْقِيَتْ وَاِنَّمَا اَسْلَمَ لِوَاحِدٍ مِنْهُ فِى وُجُوْهٍ لَا يُحْصٰى يَعْرِفُ ذٰلِكَ الْوَصَاةُ " ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن میں جو کچھ گذشتہ آئندہ موجود ہے اُس میں لوگوں کے نام تھے - پس گرا دیئے گئے اُس میں سے ہر ایک نام بے انتہا طرح پر جس کو وصاۃ پہچانتے ہیں - یہاں بھی پایا گیا - کہ اصل قرآن میں لوگوں کے نام تھے - کہ جس سے سب کے سب نکالے گئے - اب ناقص و غلط باقی ہے - پھر اُسی میں اُسی سے مروی ہے " وَفِيْهِ عَنْهُ علیہ السلام اِنَّ الْقُرْاٰنَ قَدْ طُرِحَ مِنْهُ اٰىٌ كَثِيْرَةٌ وَلَمْ يُزَدْ فِيْهِ اِلَّا حُرُوْفٌ وَقَدْ اَخْطَاَتْ فِيْهِ الْكَتَبَةُ وَتَوَهَّمَتْهَا الرِّجَالُ " یعنے امام صاحب فرماتے ہیں - کہ قرآن میں سے بہت آیتیں کم کی گئی ہیں - اور زیادتی صرف چند حروف کی ہوئی ہے - اور لکھنے والوں نے خطا کی ہے - اور لوگوں نے وہم کیا اس سے یہ ثابت ہوا کہ لکھنے والوں کی خطا سے اس قرآن میں کمی بھی بہت ہوئی ہے - اور بیشی بھی جس سے دونوں باتیں ثابت ہو گئیں ایک تو کسی چیز سے کچھ کم یا بیش ہو جانا - پس غلطی کا یہی معنے ہے دوسرا کسی کام میں کوئی نقصان کرے تو تحریف بھی اسی کا نام ہے - اور بھی اس طور کی تو بہت روایتیں ہیں - جن کو جن کو اس صاحب تفسیر نے تحریر کیا ہے - جن سب کے بعد تو خود مفسر صاحب بھی اپنا یہ ارشاد فرماتے ہیں - (اَقُوْلُ الْمُسْتَفَادُ مِنْ مَجْمُوْعِ هٰذِهِ الْاَخْبَارِ وَغَيْرِهَا مِنَ الرِّوَايَاتِ مِنْ طَرِيْقِ اَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اِنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِىْ بَيْنَ اَظْهُرِنَا لَيْسَ بِتَمَامِهٖ كَمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ بَلْ مِنْهُ مَا هُوَ خِلَافُ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَمِنْهُ مَا هُوَ مُغَيَّرٌ مُحَرَّفٌ وَاِنَّهٗ قَدْ حُذِفَ عَنْهُ اَشْيَاءُ كَثِيْرَةٌ مِنْهَا اِسْمُ عَلِىٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِى كَثِيْرٍ مِنَ الْمَوَاضِعِ وَمِنْهَا لَفْظَةُ اٰلِ مُحَمَّدٍ غَيْرَ مَرَّةٍ وَمِنْهَا اَسْمَاءُ الْمُنَافِقِيْنَ فِى مَوَاضِعِهَا وَمِنْهَا غَيْرُ ذٰلِكَ وَاِنَّهٗ لَيْسَ اَيْضًا عَلَى التَّرْتِيْبِ الْمَرْضِىِّ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ

رسولہ" ترجمہ مفسر نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ ان احادیث سے اور سوا اُن کے اُن روایات سے جو بطریق اہل بیت مروی ہیں۔ یہ حاصل ہوتا ہے۔ کہ جو قرآن ہمارے درمیان موجود ہے۔ یہ پورا نہیں ہے۔ جس طرح کہ محمدؐ پر نازل ہوا تھا۔ بلکہ اس میں وہ ہے جو مخالف ہے اُس کے جو اللہ نے نازل کیا اور اس میں تحریف تغیر کیا ہوا ہے۔ اور اس میں سے بہت سی اشیاء نکالی گئی ہیں۔ علی کا نام بہت جگہ سے نکالا گیا۔ اور لفظ آل محمد چند جگہ سے اور منافقوں کے نام اپنی جگہ سے نکالے گئے وغیرہ وغیرہ اور یہ خدا ورسول کی پسندیدہ ترتیب پر نہیں ہے نعوذ باللہ من ذالک دیکھو اس مفسر نے تو جو شیعوں کی تار پود تھی وہ سب کی سب نابود کر دی صاف صاف تحریر کیا اور کہ دیا کہ یہ وہ قرآن نہیں ہے جو محمدؐ پر نازل ہوا تھا۔ بلکہ یہ اس کے مخالف ہے۔ اس میں بہت تبدل و تغیر ہے۔ اور یہ خدا ورسول کی ترتیب سے نہیں ہے۔ پس ان روایات سے تحریف کا واقع ہونا تو کتب اصول شیعہ سے ایسا ثابت ہو گیا کہ جس میں کسی مکار کا کوئی انکار باقی نہیں رہا۔ صرف ایک بات کے سوا شاید یہ کہیں کہ اس مفسر نے متقدمین کی تلقین لکھی ہے۔ اور ہم مُتاخرین کا اس طرح یقین نہیں ہے ہم یہ تب تسلیم کریں جب کہ ہمارے مُتاخرین علماء میں سے کسی نے تحریف کو تسلیم کیا ہو سو حضرت اس مقصود کا کا بھی ہمارے پاس بہت کچھ سامان موجود ہے۔ لیجئے ذرا اس کا بھی ملاحظہ کیجئے اوّل تو اسی تمہارے صاحب صافی کی شہادت کافی ہے۔ جو بڑا آپ کا مفسرین متاخرین میں سے ہے۔ اگر اس سے بھی شک رفع نہ ہو تو اور لو۔ چنانچہ حق الیقین کے طعن سیوم مطاعن حضرت ابو بکرؓ احوال حضرت علیؓ میں مرقوم ہے" کہ جناب امیر نے گھر میں بیٹھ کر قرآن جمع کیا جب مسجد میں لے کر آئے تو حضرت عمر نے کہا کہ ہم کو حاجت تمہارے جمع کیے ہوئے قرآن کی نہیں ہے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ تو دوبارہ اس قرآن کو نہ دیکھے گا جب تک کہ میرا فرزند مہدی ظاہر نہ کرے یہ کہ کر گھر کو لوٹ گئے" پس اس سے صاف ثابت ہوا کہ جو اصلی قرآن حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا۔ وہ اب تک امام صاحب کے پاس ہے۔ پھر اُسی تفسیر میں آگے یوں لکھا ہے۔ کہ اب جو باقی ہے۔ وہ مصحف عثمانی ہے۔ دیکھو آپ کے متاخرین

بدیقین تو اس کو کلام ربانی بھی نہیں کہتے مصحف عثمانی فرماتے ہیں۔ اور بھی انوار الہدیٰ کے صفحہ ۱۳۲ میں ہے۔ کہ حضرت عثمان نے اپنی خلافت میں قرآن شریف کو انہوں نے بہ تبدل ترتیب زید بن ثابت جمع کیا۔ اور پہلے قرآن تمام جلا دیئے گئے اس مضمون سے صاف معلوم ہوا کہ اصلی قرآن جلا دیئے گئے۔ اب بے ترتیب و ناقص باقی ہے۔ اور منہج الداخلین کے ۴ باب ۵ فصل میں ہے کہ عثمان نے و بعضے آیات قرآن کو نکلوا کر جلا دیا اس سے بھی ثابت ہوا کہ بعضی آیتیں اس قرآن سے نکالی گئی ہیں۔ باقی قرآن ناقص و غلط ہے۔ اور آپ کے حکیم صاحب و سید سبط حسین کا تو میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ وہ بھی تحریف قرآن کے قائل ہیں بلکہ صاف صاف فرماتے ہیں۔ کہ اس میں سے بہت سی آیتیں نکالی گئی ہیں۔ کہ جن میں تمام منافقوں کے نام اور فضائل اہل بیت علیہ السلام کے تھے۔ کیوں جناب اگر اتنے متاخرین سے بھی تمہاری پوری تسکین نہ ہوئی ہو تو اور لو۔ خیر اوروں غیر کو تو جانے دو خاص کسی اپنے مجتہدین کی بھی تلقین سُن لو۔ آپ کے قبلہ و کعبہ رسالہ بارقہ فیضیہ میں فرماتے ہیں (چوں ایں نظم قرآنی نظم عثمانی است۔ بر شیعاں احتجاج بآں نشاید) لیجئے ذرا ایک دوسرے مجتہد صاحب کا بھی ملاحظہ کیجئے آپ کے جناب مجتہد العصر لکھنوی بھی کتاب عماد الاسلام میں یوں فرماتے ہیں۔ (بَعْدَ اللّتیا والتی مقتضےٰ تِلْكَ الاخبار ان التحریف فی الجملۃ فی ھٰذا القرآن الذی بَیْنَ ایدینا بحسب زیادۃ بعض الحروف ونقصانہ بل بحسب بعض الالفاظ وبحسب الترتیب فی بعض المواضع بحسب مما لا یشك فیہ مع تسلیم تلك) ترجمہ چناں و چنیں کے بعد مقتضا اُن احادیث کا یہ ہے۔ کہ ثابت تحریف اس قرآن میں جو ہمارے ہاتھوں میں ہے باعتبار زیادتی اور کمی بعض حروف کے بلکہ باعتبار بعض الفاظ کے اور بعضے مواقع باعتبار ترتیب کے بالتحقیق تحریف اس قدر واقع ہوئی ہے کہ جس میں بعد تسلیم ان روایات کے شک نہیں کیا جاتا۔ اے شیعو اب کس منہ سے آپ کہو گے کہ ہمارا تو اس قرآن پر ایمان ہے۔ یا اس کو ہم صحیح کلام الٰہی جانتے ہیں۔ کیونکہ جس کو تمام تمہارے مجتہد و امام اور علماء وغیرہ سب ناقص و غلط فرماویں اور جس کو

بیاض عثمانی بنادیں تو پھر کیونکر تم اُس کو صحیح کہ سکتے ہو۔ اور تمہارا صحیح کہنا اور ایمان لانا بھی کون مانتا ہے۔ حکیم جی آپ نے کیوں کہا کہ ہمارا اس قرآن پر اتنا ایمان ہے کہ جو اس کو کم یا بیش کہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اب آپ کو جھٹلاتے ہو۔ یا ان اپنے سب مجتہد و علماء راہنما کو جھوٹا بناتے ہو۔ افسوس تو یہ آتا ہے۔ کہ اکثر آپ کو اپنی کتب اصول کی بھی خبر نہیں ہے۔ اگر آپ اُن کتابوں کو دیکھتے تو اتنا دعوےٰ بھی آپ نہ فرماتے کہ ہمارا اس قرآن پر ایمان ہے۔ کیوں ایسے دھوکے دیتے۔ اور جھوٹ کہتے ہو۔ اگر شیعہ اس قرآن کا ایک ایک حرف غلط ہونا اپنے مذہب میں دیکھنا چاہیں تو بھی ہم دکھلا سکتے ہیں۔ جیسا چند آیات لبطور نمونہ ہم آپ کی اس کتاب سے بھی نقل کرتے ہیں۔ جس کا نام نامی اسم گرامی، فضائل مرتضوی ہے۔ جو ۱۳۱۶ھ مطبع یوسفی دہلی میں طبع ہوا اُسکے صفحہ ۱۴۸ پر مولوی مرزا باقر علیؒ صاحب فرماتے ہیں "کہ بہت آیات میں جناب علی ابن ابی طالب کے نام کی تصریح تھی مخالفین و معاندین نے اُن آیات میں تغیر دیا۔ یعنے قرآن میں سے نام جناب امیر و تمام آئمہ اکرام کے نکال دیئے ورنہ قرآن میں تو اس طرح اور ان لفظوں سے آیتیں نازل ہوئی تھیں۔ "وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فِیْ وِلَایَةِ عَلِیٍّ وَالْاَئِمَّةِ مِنْ بَعْدِهٖ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا" یعنے جو کوئی فرمانبرداری کرے گا خدا کی اور اس کے پیغمبر کی بیچ ولایت علی کے و آئمہ علیہ السلام کے۔ کہ بعد اُس کے ہیں دیگر (یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ اٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فِیْ عَلِیٍّ) یعنے اے لوگو دیئے گئے ہو کتاب ایمان لاؤ تم ساتھ اس چیز کے کہ نازل کی ہم نے اوپر بندہ اپنے کے بیچ حق علی کے دیگر (اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فِیْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ") یعنے اگر ہو تم بیچ شک کے اس چیز سے کہ نازل کیا ہم نے حق علی بن ابی طالب کے پس لاؤ ایک سورہ مثل اُس کے دیگر (وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فِیْ وِلَایَةِ عَلِیٍّ فَمَنْ شَاءَ فَلْیُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْیَکْفُرْ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِیْنَ اٰلَ مُحَمَّدٍ نَارًا) اور کہہ اے محمد حق کو اپنے رب کی جانب سے بیچ ولایت علی کے پس جو شخص چاہے کہ ایمان لائے اس پہ یعنے علیؑ پر اور جو شخص چاہے کفر کرے۔ پس تحقیق ہم نے تیار کیا ہے واسطے ان لوگوں کے جو ظلم کرنے والے ہیں۔ آل محمد پر آتش جہنم کو دیگر۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَظَلَمُوْا اٰلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ لَمْ یَکُنِ

اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَہُمْ وَلَا لِیَھْدِ یَھُمْ طَرِیْقًا اِلَّا طَرِیْقَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا ط وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا ۵ یعنے تحقیق جو لوگ کافر ہوئے۔ اور ظلم کیا آل محمد پر بیچ حق اُن کے یعنے اُن کے حق کو غصب کیا تو نہیں ہے کہ خدا بخشش کرے واسطے اُن کے اور نہیں ہے واسطے اُنکے بہشت مگر وہ رہنے والے ہیں ہمیشہ بیچ دوزخ کے۔ دیگر۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ فِیْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ) یعنے تحقیق وہ لوگ کہ پوشیدہ کرتے ہیں اُس چیز کو کہ نازل کیا ہے ہم نے آیات بینات سے بیچ حق علیؓ بن ابی طالب کے۔ دیگر (یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ فِیْ عَلِیٍّ) یعنے اے رسول پہنچا تو اس چیز کو کہ نازل کی گئی ہے۔ طرف تیری بیچ حق علی کے علےٰ ہٰذ القیاس اس شیعہ نے تو اور بھی اس طور بہت بکواس بکے ہیں جن کا طول کے سبب لکھنا فضول سمجھا۔ دیکھو جس قرآن میں اتنا نقصان ہوُا کہ سب آیات سے جناب امیر و تمام آئمہ اکرام کے نام اُڑائے گئے کہ جنکے سبب آل محمدؐ کے حق حقوق بھی سب جاتے رہے پھر ایسا غلط قرآن کیونکر لائق عمل ادب ہو سکتا ہے۔ اور کون مسلمان اس پر کامل ایمان لا سکتا ہے۔ کیوں خدا کے قرآن پر ایسے جھوٹے طعن کر کے اپنا ایمان گنواتے ہو اور کیوں اپنی کلام کو کلام الٰہی کہکر آپ کو ناری بناتے ہو۔ مرزا جی ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔ کہ تم اور تمہارے راویوں نے یہ آیتیں کس قرآن سے نقل کیں ہیں۔ اور وہ قرآن کہاں و کس جگہ ہے ذرا اُس کا کہیں پتہ دنشان تو دیجئے نہیں تو پس جھوٹے کا منہ سیاہ کیجئے۔ اے حضرات ذرا تعصّب کو ہٹاؤ خود بخود ہی انصاف فرماؤ کہ جس مذہب کا خدا کے قرآن پر اس طرح ایمان ہو۔ تو وہ فرقہ کیونکر مسلمان اہل اسلام ہو سکتا ہے کیونکہ اسلام تو اُسی قرآن کا نام ہے۔ اور تمام شریعت بھی یہی قرآن ہے۔ کہ جس کو تو آپ کے سب علماء جھٹلاتے اور غلط بناتے ہیں۔ تو پھر تم کو اور تمہارے مذہب کو اس دین سے کیا واسطہ اور اسلام سے بھی کیا کام کہ جنہوں نے نہ خدا کے قرآن کو سچ جانا۔ نہ حضرت کی شریعت کو مانا۔ پھر مسلمان کہلانا کونسا معنے ہے حضرت اس قرآن کے منکر ہونے سے آپ کا ایک ایمان تو کیا بہت نقصان ہوگا۔ اوّل تو جب یہ تمہارے نزدیک خدا کا قرآن نہیں ہے۔ یا غلط ہے تو اس میں قیامت کو بندوں پر حجّت خدا غالب نہ آوے گی اور اس آیت لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌ کے برخلاف سب مخلوق اپنے گناہوں سے بری الذمہ ہو جاوے گی پھر خدا کا عادل ہونا جو تمہارا اصول دین ہے باطل ہوگا۔ دوسرا جب یہ قرآن معاذ اللہ غلط ہوُا تو تمام دین اسلام کی بنا ہی غلط ہو گئی کیونکہ سب اُمّت مصطفےٰ کی تو اب تک اسی پر بنا ہے پھر آپ بھی شیعہ پاک کہاں رہے۔ کیونکہ خروج امام تک تو تمہارے کار آمد میں بھی یہی قرآن ہے۔ تیسرا اس میں تو دوازدہ امام علیہما السلام کو بھی الزام آتا ہے۔ کہ اُنہوں نے کیوں حضرت کی اُمت کو اُس چالیس سیپارے کے قرآن پر عمل نہ کرایا بلکہ

کبھی کسی کو وعظ تو کیا اُس کے منہ تک بھی نہ دکھلایا۔ چوتھا امام مہدی علیہ السلام نے بھی اس چالیس سپارے
کے قرآن کو کہ جس میں مخلوق کی ہدایت تھی کیوں اُس کو اپنے پاس گم کر رکھا اور کیوں حضرت کی سب امت
کو معاذ اللہ اس غلطی قرآن پر چھوڑ گئے۔ پانچواں اس انکار سے حضرت تمہارے مذہب تشیعی کی تو مٹی ہی خوار ہو گئی کیونکہ
اس غلطی قرآن عثمانی بیاض کو تو اب تم اپنی نمازوں میں بھی پڑھتے ہو۔ اور اسی قرآن کا ثواب تم اپنے مردوں کو بھی
بخشتے ہو تو پھر اب نہ یہاں تمہاری کسی نماز اور عبادت کا ثواب رہا نہ وہاں تمہارے مُردوں کی نجات ہوئی تو پس اب تم
اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے نہ گھر کے نہ گھاٹ کے نہ تین کے نہ تیرہ کے چیلے بائی مہراں کے۔ اے شیعو اس کی صحت تو ہم
ساتویں آیت کی بحث حفظ قرآن میں عیاں کر چکے ہیں جس کو دیکھنا ہو سو دیکھ لے اب کچھ اور بھی عقلی
بیان کر کے ہم تم کو پشیمان کرتے ہیں۔ اوّل اگر معاذ اللہ یہ قرآن خدا کا فرمان نہیں بیاض عثمانی ہوتا یا کچھ غلط
اور مشکوک ہوتا تو جناب امیر علیہ السلام اسکی ہرگز تلاوت نہ فرماتے بلکہ اپنے زمانہ خلافت میں قطعی منع کر دیتے کہ کوئی
اس غلط قرآن بے ترتیب کو نہ پڑھے پس جب امیر علیہ السّلام نے ایسا نہیں کیا بلکہ اسی قرآن کو مروّج کر دیا تو
اِسکی صحت کا ثبوت یہی کافی اور وافی ہے۔ دوم اگر اس قرآن میں کچھ شک ہوتا تو آئمہ علیہ السلام بھی کیوں اپنے
ہاتھ مبارک سے اس کی نقلیں کرتے چنانچہ اکثر مقاموں پر وہ دستخطی قرآن آئمہ کے موجود ہیں۔ سیوم اگر اس
قرآن میں کچھ بھی نقصان ہوتا تو امام مہدی علیہ السّلام اُس قرآن چالیس سپارے کو کہ جس میں مخلوق کو ہدایت
تھی اس کو ہرگز غائب نہ کرتے تمام حضرت کی اُمّت میں اس کو عام پھیلا دیتے کیونکہ ہر انبیاء علیہم السلام
و تمام امام اولیاء اکرام کا کام صرف ہدایت کرنا ہے۔ نہ کہ الٹا ہدایت کو گم کر رکھنا۔ چہارم اگر اس قرآن میں کچھ بھی شک
و شبہ ہوتا تو آئمہ اکرام و مجتہدان شیعاں ہیں کی کوئی تفسیر تحریر نہ کرتے مثل تفسیر حسن العسکری و مجمع البیان
و منہج الصادقین و خلاصۃ المنہج اور عمدۃ البیان وغیرہ پس اس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس قرآن خدا کے
کے فرمان میں کچھ بھی شک و شبہ نہیں ہے۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ یہ وہ قرآن ہے کہ جس کا خداوند
تعالےٰ خود حافظ و نگہبان ہے۔ کسی کی کیا طاقت اور مجال کہ اس میں کوئی غیر خیال لا سکے یا اس کا کوئی
حرف کم و بیش بنا سکے معاذ اللہ۔ اے بھائیو! خدا سے ڈرو۔ اس کے قرآن کی تکذیب نہ کرو اس تعصب کو چھوڑ دو
دلائل لاطائل سے مُنہ موڑو اس خناس بدقیاس کا ناس کرو کچھ اپنے ایمان کا پاس کرو ابھی تو
وقت ہے کل قیامت کا دن نہایت سخت ہے خدا و رسول کا امر مانو اور واہیات تباہیاں کو جھوٹ جانو
پس ہمارا تو اتنا ہی کہنا تھا آگے آپ کی منشاء۔ قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ
اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝

"کتبہ عارف حسین کاتب لاہور"

اشتہار

فہرست کتب

کتابوں کی فرمائش کے واسطے نصف قیمت پیشگی آنی چاہیئے اور نام پتہ خوشخط لکھ

رسالہ ردِّ شیعہ بقول امامیہ

یہ رسالہ مذہب شیعہ کو نیست و نابود کرنے والا ہے کہ جس کے سامنے تو شیعوں کی آنکھ بھی اوپر نہیں ہوسکتی یہ کتاب نہایت قابل دید ہے۔ ضرور ملاحظہ فرمایں قیمت صرف ۱۳؍

رسالہ انوار قدسیہ فی ردّ مونبدا

اس رسالہ جدیدہیں محمد حسن شیعہ ٹانڈے پوری کی تردید قابل دید ہے۔ کتاب کی خوبی دیکھنے سے ظاہر ہوگی قیمت فیجلد عہ ۲؍

شوائظ البرقات

اس میں مذہب شیعہ کے ہر طعن کا بطلان اور اصحاب ثلاثہ کا ایمان اور شان اظہر من الشمس عیاں ہے۔ اور شیعوں کے دلائل لاطائل تو ایسے زائل ہیں کہ اس کتاب کا کوئی شیعہ قیامت تک جواب دے سکیگا۔ چونکہ اس جنگ مناظرہ کے ہتھیار تو بیشمار بن چکے ہیں لیکن پروردگار نے اس نئی ذالفقار کو اس حکمت کا مصالحہ لگاکر تیار کروایا ہے کہ جسکے سامنے دانا دشمن تو کبھی آنہ سکے گا اور احمق بیوقوف سوائے ذلت وخواری کے پانہ سکیگا خوبی دیکھنے پر منحصر ہے قیمت ے؍

فہرست کتاب نہج البلاغت

یہ خاص کلام امام علی علیہ السلام کی ہے۔ جو صاف مذہب شیعہ کے برخلاف اور اہل سنت کے موافق ہے۔ جس میں جناب امیر علیہ السلام کا مذہب وطریقہ اہل سنت والجماعت ہونا اظہر من الشمس عیاں ہے قیمت صرف ۵؍

ملنے کا پتہ لالہ پاری رام وامیر چند موضع سندیلیانوالی ڈاکخانہ تلمبہ تحصیل کبیر والہ ضلع ملتان